تنظیم المدارس پاکستان کے نصاب میں داخل شرح نخبتہ الفکر کی بہترین اور آسان فہم شرح جسمیں تمام پیچیدگیوں کو عمدہ اور جدید طریقے سے حل کر دیا گیا ہے

اغراض شرح

نخبۃ الفکر

شارح

ابو اویس مفتی محمد یوسف القادری

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نام کتاب ________ نخبۃ الفکر

شارح ________ ابوالیس مفتی محمد یوسف القادری

باہتمام ________ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ________ اپریل 2017ء

سرورق ________ اے ایف ایس اینڈ ورٹائزر
0322-7202212

طباعت ________ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ________ روپے

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

انتساب

حضور قبلہ شیخ الاسلام

علامہ مدنی میاں (انڈیا)

اطال اللہ عمرہٗ

کی ذات اقدس کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں

جن کی توجہات وفیوضات سے بندہ کچھ لکھنے کے قابل ہوا

ابواویس مفتی محمد یوسف القادری

فہرست عنواناتِ اغراض شرح نخبۃ الفکر

تقریظ جلیل

حضور قبلہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اطال اللہ عمرہ

ابن حجر عسقلانی ؒ اور ابن صلاح ؒ نے متن حدیث کو وہ بنیادیں عطا کر دیں کہ جن پر زمانہ اور زمین دونوں ناز کر سکتے ہیں ،آج تک حدیث کے ہر علم وفن پر عربی زبان میں ہزاروں کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور اس سے زیادہ ابھی مخطوطات کی صورت میں دیارِ عرب اور دول اسلامیہ کے مراکزِ علمی میں موجود ہیں ،اردو زبان میں بھی اصول حدیث کی بہت سی کتب کے تراجم کئے گئے تو کچھ طبع زاد تالیفات بھی سامنے آئیں۔

پیش نظر کتاب ''اغراض شرح نخبۃ الفکر'' اس سلسلۃ الذہب کی ایک ممتاز علمی اور تحقیقی کاوش ہے، اس کتاب میں اصول حدیث کے متعدد ومتنوع موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے جس کے باعث یہ ایک قاموسی نوعیت کا تجزیہ دکھائی دیتا ہے، انشاءاللہ یہ کتاب علماء کرام، جامعات کے مدرسین، طلبہ اور تمام علم دوست افراد کے لئے فیض رسانی کا منبع بنے گی۔

علامہ مفتی محمد یوسف القادری باصلاحیت عالم دین، بہترین مدرس اور نامور خطیب ہیں، ان کے ذوق وشوق اور رسوخ فی العلم ہونے کا اندازہ اس کتاب سے ہوتا ہے جو کہ اصول حدیث کے موضوع پر بحرِ ذخار ہے، جس سے تشنہ کام اپنی عقیدت کی پیاس بجھا سکتے ہیں، ان کی دینی مساعی جمیلہ لائقِ تحسین ہیں یہ دینِ حق کے سچے مخلص اور دردمند داعی ہیں، عشق رسول کی لازوال دولت سے مالا مال ہیں۔

انشاءاللہ قارئین کے لئے یہ تصنیف ایک علمی ارمغان اور مصنف کے لئے توشۂ آخرت ثابت ہوگی۔

حرفِ آغاز

اسلام! بنیادی طور پر دو چیزوں پر مشتمل ہے (۱) کتاب اللہ (۲) حدیث رسول اللہ ﷺ، اسلام کی جملہ تعلیمات و احکامات کے منبع و سرچشمہ یہی دو چیزیں ہیں، ان میں سے کسی ایک کی نفی پورے اسلام کی نفی ہے۔

اسلام دشمن عناصر نے جب اپنی تمام تحریکیں اور توانائیاں کتاب اللہ کے خلاف ناکام ونامراد ہوتے دیکھیں تو انہوں نے اس راستے کو چھوڑ کر حدیث رسول اللہ ﷺ کا تعاقب شروع کر دیا، اور اسلام دشمنی کی جملہ تحریکات کو حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑ دیا، حدیث دشمنی کی ناپاک مساعی کی ایک قسم یہ بھی رواج دی کہ غلط احادیث وضع کی جائیں اور انہیں مختلف طریقوں سے امت مسلمہ میں پھیلا دیا جائے، جس دور میں غلط احادیث کو وضع کرنے کا سلسلہ چلایا گیا اس دور میں انکار حدیث موت سے عبارت تھا چنانچہ ایک مخصوص طریقے سے حدیث کی مخالفت کی مہم چلائی گئی۔

محدثین کرامؒ نے حدیث دشمنی کی اس تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایسے ایسے کارنامے سرانجام دئے جو حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں، متن حدیث، رواۃ حدیث، اسناد روایت اور فنون حدیث کے ہر ہر شعبہ میں ایسی کتب تصنیف فرمائیں کہ جن کی بناء پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا اور اسلام دشمن عناصر اپنے اس ناپاک ایجنڈے میں بھی ناکام ہو گیا۔

آج بڑے سے بڑے علماء کسی شعبے میں ویسا اضافہ کرنے سے قاصر ہیں کہ جس تک اسلاف کی رسائی نہ ہو چکی ہو، اور جس کی اسلاف نے راہنمائی نہ کر دی ہو، بلکہ حق تو یہ ہے کہ آج کے دور میں تو سلف صالحین کے علمی کارناموں کو زندہ رکھنا ہی دین اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کی یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک اہم خدمت ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر دور اور ہر ملک کے علماء اور عوام کے لئے قبولیت عامہ عطا فرمائی ہے، آپ علیہ الرحمۃ سے بھی عالی مرتبت محدثین کرام نے اس فن کتب تصنیف فرمائیں، جنکا تذکرہ خود علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ اپنی اس تصنیف لطیف میں فرماتے ہیں۔

کہ سب سے پہلے اس فن میں قاضی ابو محمد رامہرمزی اور امام حاکم نیشاپوری نے قلم اٹھایا، قاضی ابو محمد رامہرمزی نے ''المحدث الفاصل'' تحریر فرمائی، اور امام حاکم نیشاپوری نے ''علوم حدیث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، ان دونوں کے بعد ابو نعیم اصفہانیؒ میدان میں اترے، پھر خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ نے ''الکفایہ'' تحریر کی، قاضی عیاضؒ نے ''الالماع'' تحریر کی، اور ابو حفص میانجیؒ نے ایک مختصر رسالہ بنام ''مالا یسع المحدث جہلہ'' تالیف فرمایا پھر ان سب کے آخر میں امام ابن صلاح نے''

مقدمہ ابن صلاح'' کو سپردِ قلم کیا جسے ہر سو خوب شہرت حاصل ہوئی اور وہ اس فن پر جامع اور مرتب کتاب تھی۔

پھر علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اصول حدیث کی گذشتہ تمام کتب کا خلاصہ اور ایک حسین مرقع پیش کیا، جس کا نام ''نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر'' رکھا چونکہ یہ کتاب انتہائی فائدہ مند، حیرت انگیز اصول وضوابط پر مشتمل تھی اور اس کے ساتھ ساتھ دقیق وعمیق ابحاث کی حامل تھی تو علماءِ عصر نے علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ سے درخواست کی کہ خود ہی اس کی شرح فرمادیں، کیونکہ گھر والا ہی گھر کے احوال کی معلوماتِ تامہ رکھتا ہے، تو علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے متن ''نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر'' کی شرح خود ہی ''نزہۃ النظر'' لکھی لیکن وہ پھر بھی مصنف علیہ الرحمۃ کی اعلیٰ استعداد اور بے پناہ علمی صلاحیتوں کی وجہ سے متن کی طرح قابل شرح ہوگئی۔

میں نے اس کتاب کو آسان اور سہل بنانے میں اپنی استعداد اور تدریسی صلاحیت کے، مطابق بھرپور کوشش کی، اور عام طلباء اور ابتدائی مدرسین کو پیش نظر رکھا، اس کتاب کو آسان بنانے میں میں نے جن جن کتب کا سہارا لیا دعا گو اللہ ان کے مصنفین کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں اور خوشیاں عطا فرمائے، اور اس حقیر کی کاوش کو میرے لئے اور میرے اساتذہ کرام کے لئے اور میرے اہل خانہ اور میرے والدین کے لئے اور میری اولاد کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اظہارِ تشکر:

اس موقع پر میں اولاً اپنے تمام اساتذہ کرام کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جن کی تعلیم وتربیت وحسن نظر نے مجھے اس قابل ولائق کیا، ثانیاً اپنے برادرِ کبیر کا شکر گزار ہوں کہ جن کی تحریک وتعاون ہر حال میں ساتھ رہا، ثالثاً علامہ مولانا اسد رضا صاحب (صدر مدرس جامعہ اویسیہ تعلیم القرآن، حصار، تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک) کا کہ جنہوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ فرمائی اور اپنی انمول آراء سے نوازا، رابعاً علامہ حافظ محمد خلیل قادری صاحب (کوارڈینیٹر منہاج القرآن علماء کونسل ضلع شیخوپورہ) کا جن کی انتہائی محنت اور کاوش کے باعث مجھے اپنی اس کتاب کے لئے حضور قبلہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری زید مجدہ کی تقریظ جلیل میسر آئی، یقیناً حضور قبلہ شیخ الاسلام کی تقریظ جلیل! میرے لئے اور میرے خاندان کے لئے اور میری نسلوں کے لئے باعث صد افتخار ہے، اور ہوگی۔

✿ حضور قبلہ شیخ الاسلام کی معرفت اور پہچان ہر آنکھ کی طاقت وبساط کی بات نہیں، یہ انتہائی خوشنصیبوں کے ہی نصیب کی بات ہے، آپ کا مجدد ہونا میں اسی طرح مانتا ہوں جیسے دن کے اجالے میں سورج کی چمک ودمک کو پا کر سورج کو مانا جاتا ہے، یعنی جیسے سورج کی موجودگی میں ایک بینا شخص کے لئے سورج کا انکار حماقت ہے اسی طرح آپ کی مجددیت کا انکار بھی فہم وفراست اور بصیرت سے کوسوں دور ہے، رہی یہ بات کہ بات حدیث پاک ہے کہ

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

''کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے اختتام پر ایک ایسی شخصیت کو بھیجا کریگا جو دین کو تر وتازہ کردیگی''

یعنی حدیث پاک میں تو 100 سال کے اختتام کی بات ہے جبکہ حضور قبلہ شیخ الاسلام صدی کے اختتام پر نہیں آئے لہٰذا وہ مجدد کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں ادبا گزارش کرونگا کہ اس حدیث میں جو سو سال کے اختتام کی بات ہے اس سو سال کی ابتدأ کا تعین آپ کیسے کرینگے؟ کیا سن عیسوی سے؟ یا سن ہجری سے؟ دونوں صورتیں درست نہیں، کیونکہ سن عیسوی کا اعتبار تو شریعت اسلامی میں کیا ہی نہیں گیا، اور سن ہجری! آقائے دو جہاں ﷺ کے حیات طیبہ میں تھا ہی نہیں، لہٰذا حدیث کا یہ حصہ (علی رأس کل مائۃ سنۃ) غیر مفصل اور مجمل ہوا اور اجمال بھی ایسا کہ اس کی تفصیل ممکن نہیں لہٰذا یہاں سے مراد صرف یہ ہوگا کہ حضور ﷺ یہاں بطور مجاز یہ فرما رہے ہیں کہ ہر زوال کے بعد کمال ہوتا ہے اور ہر کمال کے بعد زوال ہوتا ہے لہٰذا جب کبھی میرے لائے ہوئے دین کے کسی حصے یا حکم پر کوئی زوال آئیگا تو اللہ پاک ایک ایسی شخصیت کو بھیج دیا کریگا جو اس زوال کو کمال سے آشنا کردے گی،

❁ کوئی کہہ سکتا ہے نہیں جناب ہم اس توضیح کو نہیں مانتے...... بیشک میری بات نہ مانیں...... تھوڑا سا مطالعہ ہی فرمالیں کہ آج سے تقریباً ساڑھے چار سو سال پہلے برصغیر میں حضرت قبلہ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کا دور دورہ تھا، اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جب شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ابھی پڑھ رہے تھے، اور ان کے اساتذہ کرام میں ایک ان کے استاذ گرامی شیخ علی متقی مکہ مکرمہ میں حرم پاک میں نہ صرف شیخ الحدیث تھے بلکہ انہیں شیخ مکہ کہا جاتا تھا، اس دور میں شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی علیہ الرحمۃ کو ماننے والے علماء انہیں مجدد کہتے تھے، اور ان سے اختلاف رکھنے والے علماء ان کی مجددیت کا انکار کرتے تھے، اور یہی کہتے تھے کہ ان کی پیدائش تو 910 ہجری میں ہوئی اور ان کا وصال 998 ہجری میں ہوا یعنی وہ صدی کی ابتداء میں آئے ہیں اختتام پر آئے نہیں لہٰذا وہ مجدد کس طرح ہو سکتے ہیں؟

اتفاق کی بات حضرت شیخ علی متقی! شیخ مکہ نے ایک روز حرم پاک میں اسی حدیث پاک کا درس دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

''کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے اختتام پر ایک ایسی شخصیت کو بھیجا کریگا جو دین کو تروتازہ کردیگی''

❁ اب سامعین میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسی شخصیات تشریف فرما تھیں، کسی نے سوال کر دیا کہ اس وقت برصغیر میں حضور ﷺ کے اس فرمان کے مصداق کون ہیں؟ یعنی اب کون مجدد ہے؟ حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ! صاحب حضوری تھے فرمانے لگے اس سوال کا جواب ابھی نہیں کل بتاؤں گا، رات کو تہجد کی نماز پڑھی، حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی آقا ﷺ آپ ہی بتادیں کہ اس وقت آپ کے اس فرمان عالیشان کا مصداق کون ہے؟...... تو جواباً تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا اس وقت میرے اس فرمان کا مصداق شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی ہے؟

اب مجھے بتایئے؟ اس واقعہ کے بعد! اوروں کے لئے تو اس حدیث کا یہ حصہ یعنی علی رأس کل مائۃ سنۃ 100 سال کے اختتام کا معنیٰ اور مفہوم رکھتا ہے کیا یہ حصہ یعنی علی رأس کل مائۃ سنۃ شیخ علی متقی کے لیئے بھی یہی مفہوم رکھتا ہوگا؟

پھر سیدنا شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ائمہ نے اپنے دور کا مجدد مانا ہے، سوال یہ ہے کہ انہوں نے کیا کام کیا تھا؟ کیا 1500 کتابیں لکھیں تھیں؟، قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں کیا تھا صرف یہ کیا تھا کہ علماء کرام کو حکم دیا تھا کہ جتنے مفتیٰ بہ مسائل ہیں ان تمام کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جائے، الغرض! شہنشاہ عالمگیر نے کام کیا نہیں تھا اوروں سے کروایا تھا تو وہ مجدد ہوئے، تو وہ شخصیت جو پورے عالم اسلام کے چہرے کو دھو دے، اسلام کو عالمی سطح پر عزت ووقار دلا دے، علماء اور دین کے طلباء کو 1500 سو سے زائد کتب حدیث مہیا کر دے کیا وہ مجدد نہیں ہوگا؟...... ہاں نہیں ہوگا بلکہ وہ شیخ الاسلام ہوگا، کیونکہ مجدد کا لفظ تو حضور قبلہ شیخ الاسلام کے لئے چھوٹا ہے..... کیا حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ مجدد نہیں تھے؟

تو جب مجدد تھے...... تو انہیں آج مجدد کیوں نہیں کہا جاتا؟...... ہاں! اس لئے کہ یہ لفظ ان کی شایان شان نہیں...... ارے کیا ایم اے انگلش کا پرائمری پاس سے تعارف کرواؤ گے؟

آخر میں علماء وطلباء سے ادبا گزارش کرتا ہوں خدارا...... چند اختلافات کی بناء پر ذاتی مخالفت پر نہ اترا کریں، یہ طریق آپ کی شایانِ شان نہیں، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لئے، میرے اساتذہ کرام کے لئے میرے والدین کے لئے، میرے اہل خانہ کے لئے اور جمیع معاونین کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

گزارش:

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ میری جنبش قلم میں لغزش کا امکان ہے لہٰذا کسی طرح کی لغزش پر تنقید برائے تنقیص سے صرف نظر کرتے ہوئے بغرض صحیح اس کی نشاندہی فرمائیں تا کہ اسے دور کیا جاسکے۔

ابو اویس مفتی محمد یوسف القادری

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تذکرہ مصنف شرح نخبۃ الفکر علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ

اسم گرامی ونسب:

آپ کا اسم گرامی احمد ہے کنیت ابوالفضل ہے اور لقب شہاب الدین ہے علاقہ عسقلان کی طرف نسبت کی وجہ سے عسقلانی کہلاتے ہیں، عسقلان ایک بستی کا نام ہے جو فلسطین کے قریب ہے آپ کے والد کا اسم گرامی علی ہے اوران کا لقب نورالدین تھا آپ کا لقب اگر چہ شہاب الدین ہے لیکن ابن حجر کے لقب سے آپ کو بہت شہرت ملی، اور آپ کو ابن حجر کہنے کی علماء علیہم الرحمۃ نے مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔

☆ حجر کا معنیٰ پتھر ہے چونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ بھی پتھر کی مانند انتہائی قوی الحافظہ اورقوی الرائے تھے اس وجہ سے انہیں ابن حجر کہا جاتا تھا۔

☆ حجر کا اطلاق سونے اور چاندی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ سونا اور چاندی حجر کی اقسام میں سے ہیں اور آپ علیہ الرحمۃ کے پاس سونا اور چاندی کافی مقدار میں تھا پس اسی لئے ابن حجر کہلاتے تھے۔

☆ آپ کے سلسلہ نسب میں پانچویں پشت پر حجر نامی کوئی بزرگ تھے پس انہی کی وجہ سے ابن حجر مشہور ہوئے۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت 23 شعبان المعظم 773 ہجری میں مصر میں ہوئی، آپ کی عمر مبارکہ ابھی تقریباً چار برس کی تھی کہ والد گرامی کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے، آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میرے والد گرامی کا وصال ہوا تو اس وقت میری عمر ابھی چار سال بھی نہیں ہوئی تھی اور آج بھی وہ وقت مجھے ایک خیال کی طرح یاد ہے کہ جب انہوں نے کہا تھا کہ میرے بیٹے (ابن حجر) کی کنیت ابوالفضل ہے۔

تعلیم وتربیت:

والد گرامی کا سایہ عاطفت اٹھ جانے کے بعد شیخ زکی خروبی نے ان کی تربیت کی، آپ انتہائی ذہین وفطین تھے قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ آپ نے نو برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، پھر آپ نے ''عمدہ''، ''حاوی الصغیر'' اور ''مختصر ابن حاجب'' کو یاد کیا، بلقینی، برماوی، ابن ملقن اور عزبن جماعۃ جیسی شخصیات آپ کے اساتذہ کرام میں سے تھیں، پھر زین العراقی سے علوم حدیث حاصل کئے، اور علوم حدیث کے حصول کا اس قدر ذوق پیدا ہوا کہ اس کے لئے شام، حجاز، یمن، مکہ اور

دیگر کئی علاقوں کا سفر کیا حتی کہ علوم حدیث کی ایک جامع شخصیت بن گئے اور آپ کو ایسے اساتذہ کرام میسر آئے جو اپنے اپنے فن کے امام اور پیشوا تھے، چنانچہ معرفت قرأت میں امام تنوخی کو علم حدیث میں عراقی کو وسعت حفظ واخبار میں بلقینی کو، کثرت تصانیف میں ابن ملقن کو اور حفظ لغت میں مجد الدین اصاحب قاموس کو اور مختلف علوم میں عز بن جماعۃ کو بلند ترین اور نمایاں مقام تھا اور یہ تمام کے تمام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے پندرہ ایسے علوم حاصل کئے ہیں کہ میرے ہمعصر علماء ان کے نام تک بھی نہیں جانتے۔

درس وتدریس:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علوم میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ آپ کے اساتذہ بھی اس کا اعتراف فرماتے تے۔

☆ چنانچہ آپ کے استاذ گرامی حافظ عراقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انہ اعلم اصحابہ الحدیث کہ میرے تمام شاگردوں میں سے ابن حجر حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

☆ صاحب منہل الصافی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں'' کہ مرحوم حافظ عصر۔ حافظ مشرق ومغرب تھے، اور علم حدیث میں امیر المؤمنین تھے، اور جوانی کے ایام میں علم حدیث کی سیادت بالاتفاق ان پر ختم تھی۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 811 ہجری میں مدرسہ شیخونیہ میں اور 814 ہجری میں مدرسہ جمالیہ میں اور 822 ہجری میں مدرسہ مؤیدیہ جدیدہ میں اور 846 ہجری میں مدرسہ صلاحیہ میں درس حدیث پر مامور ہوئے اور وہاں درس حدیث دیتے رہے، اور 819 ہجری میں جامعہ ازہر میں عہدہ خطابت پر مامور ہوئے۔

تصانیف وتالیفات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نے 796 ہجری میں تصانیف وتالیفات کا آغاز کیا، آپ رحمۃ اللہ کی تصانیف وتالیفات 150 سے زائد ہیں اور تمام کی تمام امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی تصانیف سے بہتر اور محکم تر ہیں، کیونکہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی تصانیف اگر تعداد میں زیادہ ہیں مگر علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کی تصانیف زیادہ بڑی اور ضخیم ہیں اور ان میں نئے نئے مضامین اور مفید اضافے ہیں۔

☆ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

فتح الباری فی شرح البخاری ۔تقریب ۔الافصاح ۔تکمیل النکت علی ابن صلاح ۔تهذيب التهذيب ۔لسان الميزان ، اللباب فی شرح قول الترمذی فی اسباب ،تعليق التعليق ،اتحاف المهرة باسانيد العشرة ،اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی ،احتفال ببيان احوال الرجال ،الكاف الشاف فی تخريج احاديث الكشاف ،الدراية فی منتخب تخريج

احادیث الھدایۃ ، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ،ھدایۃ الرواۃ فی تخریج احادیث المصابیح والمشکوۃ ،الاحکام لبیان مافی القرآن من الابھام ،بلوغ المرام فی احادیث الاحکام ،نزھۃ السامعین فی روایۃ الصحابۃ عن التابعین ،دیوان الشعر وغیرہ ۔

سانحۂ ارتحال:

اکثر محققین کی رائے کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 28 ذوالحجہ 852 ہجری ہفتہ کی رات مصر میں ہوئی گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ کل عمر پاک 79 سال 4 مہینے اور 10 دن تھی ،آپ کی تدفین ملک مصر کے مشہور قبرستان ''قرافۃ الصغریٰ'' میں ہوئی آپ کی قبر امام دیلمی کی قبر کے سامنے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ اور شیخ مسلم سلمی کے قبروں کے درمیان میں ہے ،امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ مجھے شہاب الدین منصوری نے بتلایا کہ وہ علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کے جنازے میں شریک تھے دورانِ نمازِ جنازہ آسمان پر سے بارانِ رحمت برسی اور اس وقت انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

قد بکت السحب علی قاضی القضاۃ بالمطر
وانھدم الرکن الذی کان مشید امن حجر

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ کے جنازے میں افرادِ کثیرہ کا ہجوم تھا ،بنفسِ نفیس بادشاہ وقت برکت حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے جنازے میں شریک ہوا اور آپ کے جنازے کو کندھا دیا اور پھر امرا ٔ و رؤساء دست بدست آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کو مزار تک لے گئے ،اور آپ کی وفات پر تمام شعرا ٔ مصر نے مرثیے کہے۔

اللہ پاک آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کا فیض ہمیں بھی عطا فرمائے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تذکرۂ شارح شرح نخبۃ الفکر ابواویس مفتی محمد یوسف القادری زید مجدہٗ

از: علامہ محمد خلیل قادری شیخوپورہ

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی محمد یوسف، کنیت ابواویس، اور نسبت القادری ہے اور والد کا اسم گرامی محمد رمضان ہے۔
آپ کا تعلق بھٹی خاندان سے ہے، آپ کی ولادت باسعادت پاکستان کے صوبہ پنجاب کے مشہور شہر ''خانیوال'' کے ایک مضافاتی علاقے چک نمبر 17/AH میں ہوئی۔

تحصیل علم اور تدریس: آپ نے ابتداءً اپنے والد گرامی کے پاس گھر میں ناظرہ قرآن پڑھا پھر پرائمری تک سکول کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کر لینے کے بعد خانیوال شہر میں مفتی اعظم خانیوال مفتی اشفاق احمد رضوی علیہ الرحمۃ کے مدرسہ غوثیہ جامع العلوم میں قاری حاجی محمد سعیدی رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ کیا بعد ازاں علوم اسلامیہ کی تکمیل کے کے لئے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تشریف لائے تو وہاں علوم اسلامیہ کی تکمیل کرنے کے ساتھ خصوصاً علم منطق اور علم نحو میں مہارت تامہ حاصل کی اور تنظیم المدارس پاکستان بورڈ سے ایم اے عربی اور ایم اسلامیات کی سند اعلیٰ کامیابی کے ساتھ حاصل کی، پھر تعلیم سے فراغت پا کر جامعہ نظامیہ رضویہ کی انتظامیہ نے آپ کو تدریس کے لیئے منتخب کیا، جہاں عرصہ دراز تک تدریس فرماتے رہے۔

فاضل اساتذہ کرام: مفتی اعظم پاکستان مفتی عبدالقیوم ہزاری علیہ الرحمۃ۔
رأس الاتقیاء مفتی محمد اشفاق رضوی رحمۃ اللہ علیہ (خانیوالی)۔
رأس الاتقیاء جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث والتفسیر حضرت شرف ملت قبلہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ۔
حضرت استاذ العلماء مفتی گل احمد عتیقی صاحب۔
استاذ العلماء حضرت قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب زید مجدہ۔
استاذ العلماء حضرت مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب زید مجدہ۔
حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب۔
مجاہد ملت امام الصرف حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب۔
حضرت علامہ صدیق نظامی صاحب۔
مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد شوکت سیالوی صاحب۔
استاذ الحفاظ حضرت قاری حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ (شجاع آبادی)۔

علمی قابلیت وصلاحیت: آپ کی علمی قابلیت وصلاحیت کا عالم یہ ہے کہ درس نظامی سے فراغت حاصل کرتے ہی جب آپ

نے تدریسی میدان میں قدم رکھا تو پہلے ہی سال آپ نے درسِ نظامی کی مشہور اور مشکل ترین کتاب شرح تہذیب کی آسان ترین شرح لکھی

''اغراض تہذیب'' کے نام پر لکھی جو علماء و طلبا میں بے حد مقبول اور مشہور ہوئی۔

❁ آپ کے ہمعصر اور رفیق سفر درس نظامی کے اساتذہ کرام بیشک تدریسی میدان میں کمال صلاحیتوں کے مالک تھے، لیکن تدریسی میدان میں آپ اپنی مثال آپ ہیں، انتہائی اختصار کے ساتھ جامع بات کرنا اور مشکل ترین بات آسان ترین اور سادے لفظوں میں بیان کرنا یہ آپ کا نمایاں خاصہ رہا۔

❁ استاذی المکرّم! جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کے ہر دلعزیز مدرس و استاذ ہیں، ہر کلاس کے طلباء کی خواہش و تمنا یہی ہوتی کسی طرح ہمارا کوئی سبق مفتی محمد یوسف القادری صاحب کے پاس چلا جائے کیونکہ وہ علمی سمندر کو کوزے میں بند کرنے قلیل وقت میں درسی بیان کو سمیٹنے اور دشوار گزار اور دقیق و عمیق بحث کو عام فہم اور مختصر انداز میں غبی طلباء کو بھی سمجھا دینے کی صلاحیت سے لبریز ہیں۔

❁ قبلہ استاذی المکرّم! ایک شرمیلے اور باحیاء انسان ہیں لیکن تدریسی اور تصنیفی میدان میں بڑے بے باک، نڈر اور انتہائی محنتی واقع ہوئے ہیں، مختصر اور قلیل عرصے میں آپ نے بہت زیادہ کام کیا ہے، اور قلیل ہی عرصے میں آپ نے طلباء اور علماء میں مقبولیت حاصل کرلی، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ان پر خصوصی فضل و کرم ہے۔

تصانیف: آپ نے کثیر کتب تصنیف و تالیف فرمائیں جو تحقیق و تدقیق میں بے نظیر و بے مثال ہیں جن میں سے کچھ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1-اغراض التہذیب لحل التہذیب و شرح التہذیب۔2-ضیاء الترکیب (شرح مائۃ عامل کی زنجیری ترکیب)' 3-فوز و فلاح لحل نور الایضاح۔4-اغراض سلم العلوم شرح سلم العلوم۔ 5-اغراض شرح نخبۃ الفکر۔6-اغراض کافیہ شرح کافیہ 7-اغراض جامی۔8-اغراض العوامل، شرح! شرح مائۃ عامل عبارت، ترجمہ، توضیح، سادہ ترکیب اور ضوابط ترکیبیہ۔ 9-اغراض قطبی شرح قطبی۔10-اغراض مرقات شرح مرقات۔

زیارت حرمین شریفین: آپ کو اللہ رب العزت نے 2009 عیسوی میں بصورت عمرہ حرمین شریفین کی زیارت سے بھی نواز ااور اس سفر میں آپ نے چار عمرے کئے، اس مناسبت سے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے بھی ہجرت کے بعد چار عمرے فرمائے۔

❁ آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت قبلہ استاذ گرامی کی یہ خدمت دین قبول فرمائے اور انہیں دین و دنیا کی کامیابیاں اور بھلائیاں عطا فرمائے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ، امام، حافظ اور حاکم کا لغوی واصطلاحی معنیٰ

﴿عبارت﴾: قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَالِمُ الْعَامِلُ الْحَافِظُ

﴿ترجمہ﴾: ایسے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو عالم باعمل حافظ حدیث ہیں۔

﴿تشریح﴾:

(شَیْــخُ) کا اطلاق لغت میں اس شخص پر ہوتا ہے جس پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہوں یا پھر اس شخص پر ہوتا ہے جس کی عمر پچاس سال سے متجاوز ہو جائے۔لیکن کبھی کبھی شیخ کا اطلاق اس شخص پر بھی کیا جاتا ہے جسے اپنے فن میں مہارت تامہ حاصل ہو اگر چہ وہ جوان ہی ہو) بس یہاں پر یہی مراد ہے(هُوَالْكَامِلُ فِيْ فَنِّهٖ وَلَوْشَابًّا)۔

(اَلْإِمَامُ) بمعنیٰ پیشوا، اسکی جمع ائمہ آتی ہے، امام جرجانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اَلْإِمَامُ الَّذِیْ لَهُ الرِّيَاسَةُ الْعَامَّةُ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا یعنی امام وہ شخص ہے جسے دین ودنیا کی ریاست عامہ حاصل ہو۔

(حَافِظُ) لغوی معنیٰ یاد کرنے والا، اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی اصطلاح میں حافظ وہ شخص ہے جسے ایک لاکھ احادیث، سند، متن، رواۃ کی جرح وتعدیل اور تاریخ کے اعتبار سے یاد ہوں، اس سے اوپر درجہ ''حُجّت'' کا ہے۔

﴿فائدہ﴾:

حافظ کی طرح حجت اور حاکم بھی محدثین کے نزدیک اصطلاحی لفظ ہیں۔

(حُــجّــت) وہ شخص جسے تین لاکھ احادیث سند، متن، رواۃ کی جرح وتعدیل اور تاریخ کے اعتبار سے یاد ہوں، اس سے اوپر درجہ ''حَاكِمْ'' کا ہے۔

(حَاكِمْ): وہ شخص جسے تمام احادیث متن، سند، رواۃ کی جرح وتعدیل اور تاریخ کے اعتبار سے یاد ہوں۔

﴿ضروری بات﴾:

ہر زمانے میں حافظ، حجت اور حاکم کے اطلاق کا دارومدار اہل عرف پر ہوگا، صرف مذکورہ حفظ روایات کی مقدار کا پایا جانا کوئی ضروری نہیں ہے۔

﴿عبارت﴾: وَحِيْدُ دَهْرِهٖ وَاٰوَانِهٖ، وَفَرِيْدُ عَصْرِهٖ وَزَمَانِهٖ، شِهَابُ الْمِلَّةِ وَالدِّيْنِ

﴿ترجمہ﴾: جو اپنے زمانے اور اپنے وقت کے منفرد ہیں اور اپنے عہد وعصر کے دریکتا ہیں، جو دین اور ملت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَحِيْدُ الخ میں اضافت لغوی ہے، وحید کا معنیٰ اکیلا ہے۔

دَهْر کا معنیٰ: زمانہ ہے اور اوان اٰان کی جمع ہے جس کا معنیٰ وقت ہے۔

فَرِيْدُ الخ: میں فرید بمعنیٰ وہ موتی جو سیپ میں اکیلا ہو اور عصر وزمانہ مترادف المعنیٰ ہیں۔

(شِهَابُ) بمعنیٰ چمکتا ہوا ستارہ۔ (مِلَّة) بمعنیٰ توحید کا راستہ۔ (دین) بمعنیٰ احکام اسلام۔

دین، ملت اور مذہب میں فرق:

ان میں ذاتی اتحاد ہے، بس اعتباری فرق ہے، شریعت کو ہی اس اعتبار سے کہ اس کی اطاعت کی جاتی ہے دین کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ اسے لکھا جاتا ہے یا اس پر عمل کرنے میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے ملت کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ اس کی جانب رجوع کیا جاتا ہے مذہب کہا جاتا ہے۔

❁ بعض لوگوں نے یوں بھی فرق کیا ہے کہ دین! اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے دین الٰہی، اور ملت! رسول پاک ﷺ کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے ملت رسول ﷺ، اور مذہب ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے مذہب امام اعظم رحمہ اللہ۔

دین کی تعریف:

هُوَ وَضْعٌ اِلٰهِيٌّ يَدْعُوْ اَصْحَابَ الْعُقُوْلِ اِلٰى قَبُوْلِ مَا هُوَ عِنْدَ الرَّسُوْلِ

﴿ترجمہ﴾: دین وہ خداوندی دستور ہے جو اہل عقل لوگوں کو ان احکام کے قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے جو تاجدار کائنات ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔

یاد رکھیں! دین کا اطلاق عقائد اور اعمال دونوں پر ہوتا ہے۔

دین اور اسلام میں فرق:

دین کا اطلاق تمام ادیان پر ہوتا ہے جبکہ اسلام کا اطلاق فقط دین محمدی ﷺ پر ہوتا ہے

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: اَبُوْ الْفَضْلِ اَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَسْقَلَانِيُّ الشَّهِيْرُ بِاِبْنِ حَجَرٍ اَثَابَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ

بِفَضْلِهٖ وَ كَرَمِهٖ .

﴿ترجمہ﴾: جن کا نام ابوالفضل احمد بن علی ہے، جو عسقلان کے رہنے والے ہیں، لقباً ابن حجر سے مشہور ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اپنے فضل وکرم سے جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

﴿تشریح﴾:

(اَبُو الْفَضْل) یہ ان کی کنیت ہے، یہ اسلئے کہ شاید ان کا فضل نامی کوئی لڑکا ہو جس کی بناء پر یہ کنیت ہو اور یہ بھی ممکن ہے ان کی وجاہتِ علمی کی بناء پر انہیں ابوالفضل (صاحب فضل وکمال) کہا جاتا ہو۔

(الشَّهِيْر) بمعنیٰ مشہور ہے، یعنی وزن فعیل مفعول کے معنیٰ میں ہے۔

(عَسْقَلَانِی) عسقلان کی طرف منسوب ہے جو کہ ایک بستی کا نام ہے جو فلسطین کے قریب ہے۔

(ابْنِ حَجَرٍ) مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو ابن حجر کہے جانے میں علماء رحمۃ اللہ علیہم مختلف وجوہات بیان کرتے ہیں۔

(1): حجر کا معنیٰ پتھر ہے چونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ بھی پتھر کی مانند انتہائی قوی الحافظہ اور قوی الرائے تھے اس وجہ سے انہیں ابن حجر کہا جاتا تھا۔

(2): حجر کا اطلاق سونے اور چاندی پر بھی ہوتا ہے لہذا ابن حجر کا معنیٰ ہوا صاحب مال، چونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحب مال تھے، بنابریں ابن حجر کہلاتے تھے۔

(3): مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ نسب میں پانچویں پشت پر حجر نامی شخص تھے پس ان کی وجہ سے ابن حجر مشہور ہوئے۔

(بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ) سے نظریہ معتزلہ کی تردید کی جارہی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ کہتے ہیں جنت عمل صالح کا عوض ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کا فضل وکرم۔

﴿نوٹ﴾:

کتاب کا آغاز تو تسمیہ کے بعد اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ لا لخ سے ہو رہا ہے یہ مذکورہ جملے ان کے کسی شاگرد کے ہیں جو شروع میں لگا کر کتاب میں شامل کردیئے گئے ہیں تا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف سے تصنیف کا مقام ومرتبہ اجاگر ہو جائے۔

✪ یاد رہے یہاں تک علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کے کسی شاگرد نے اپنا کلام ذکر کیا ہے تا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کا تعارف ہو جائے، ابھی تک بیان کردہ عبارت دراصل شرح نخبۃ الفکر نہیں ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،
اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِی لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا) حَیًّا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا

﴿ترجمہ﴾: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جو ہمیشہ سے علم والا ہے، ہمیشہ سے قدرت والا ہے، جو ہمیشہ سے زندہ ہے، قائم ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے۔

﴿تشریح﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب کا آغاز تسمیہ اور تحمید سے کیا ہے تا کہ قرآن مجید کی اتباع ہو جائے اور فرمانِ مصطفیٰ ﷺ کی اقتداء ہو جائے اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی پیروی ہو جائے۔

(اَلْحَمْدُ) الحمد پر داخل الف لام عہد خارجی، جنسی اور استغراقی تینوں قسم کا ہو سکتا ہے، الف لام جنسی ہونیکی صورت میں لام جارہ کا برائے اختصاص ہونا ضروری ہے کیونکہ کسی بھی شے کے ساتھ جنس کا اختصاص تب ہو سکتا ہے جب جنس کے تمام افراد اس شے کے ساتھ مختص ہوں، کوئی بھی فردِ جنس غیر کی طرف متجاوز نہ ہو اور یہ بات لام جارہ کو برائے اختصاص بنانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

(حَمْدٌ) کا لغوی معنیٰ تعریف کرنا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ الْإِخْتِيَارِيِّ نِعْمَةً كَانَ اَوْغَيْرَهَا

(ترجمہ) حمد زبان کے ساتھ تعریف کرنا ہے اختیاری خوبی پر، خواہ وہ اختیاری خوبی نعمت ہو یا غیر نعمت۔

﴿فائدہ﴾:

حمد کی چار قسمیں ہیں۔

(1): وہ حمد جس میں حامد و محمود دونوں ہی قدیم ہوں۔ جیسے خدا تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا خود اپنی حمد کرنا۔

(2): وہ حمد جس میں حامد و محمود دونوں ہی حادث ہوں۔ جیسے ہمارا آقا ﷺ کی تعریف کرنا۔

(3): وہ حمد جس میں حامد حادث ہو اور محمود قدیم ہو جیسے۔ ہمارا ذات باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی تعریف کرنا۔

(4): وہ حمد جس میں حامد قدیم ہو اور محمود حادث ہو۔ جیسے خدا تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا حضور ﷺ کی تعریف کرنا۔

یہاں پر اَلْحَمْدُلِلّٰہِ میں تیسری صورت ہے یہی وجہ ہے کہ مقام حمد میں کبھی تو حامد کی رعایت سے جملہ فعلیہ لایا جاتا ہے اور کبھی محمود کی رعایت سے جملہ اسمیہ لایا جاتا ہے تا کہ دوام و استمرار حاصل ہو۔

(لَمْ یَزَلْ): یہاں نفی نفی پر داخل ہے جس سے دوام اور استمرار کا معنیٰ حاصل ہوا، اس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے

کہ صفات باری تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ قدیم ہیں نہ کہ حادث جیسا کہ معتزلہ کا نظریہ ہے۔

(حَافِظُوْا مَاسَمِعْنَابِصِیْرًا): سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متن پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے متن میں اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کی صفاتِ ذاتیہ میں سے فقط دو کا ہی ذکر کیا دیگر پانچ (سمع، بصر، حیات، کلام، ارادہ) کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

﴿جواب﴾:

چونکہ یہ دونوں صفتیں (علم اور قدرت) دیگر پانچ صفات کو بھی متضمن ہیں اسلئے فقط انہی پر ہی اکتفاء کیا، رہی یہ بات کہ یہ دونوں صفتیں دیگر پانچ صفات کو متضمن کس طرح ہیں تو وہ اس طرح کہ علم! سمع وبصر کو متضمن ہے کہ سمع وبصر سے بھی علم آتا ہے اور قدرت! ارادہ اور کلام کو متضمن ہے کہ ارادہ وکلام قدرت کے بغیر ناممکن ہے، باقی رہی صفت حیات تو وہ علم اور قدیر کو لازم ہے کہ علم اور قدرت حیات کے بغیر ناممکن ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَاَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاُكَبِّرُهٗ تَكْبِيْرًا وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

﴿ترجمہ﴾: اور میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس عَزَّوَجَلَّ کا کوئی شریک نہیں، میں اسکی خوب بڑائی بیان کرتا ہوں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔

﴿تشریح﴾: شہادتین کا ذکر اور عدم ذکر کیوں؟

﴿سوال﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ کے دوران شہادتین کو ذکر کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس فرمان پر عمل کرنے کے لئے کہ كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيْهَاتَشَهُّدٌ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ (ترجمہ) ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہ ہو وہ اس ہاتھ کی طرح ہے جس کی انگلیاں کٹی ہوئیں ہوں۔

﴿سوال﴾: پھر متن میں شہادتین کا ذکر کیوں چھوڑ دیا تھا؟

﴿جواب﴾: متن میں چھوڑنے کہ وجہ یہ تھی کہ حدیث پاک میں مذکور لفظِ خطبہ سے مراد خطبہ علی المنبر ہے۔

﴿اعتراض﴾: جب حدیث پاک میں خطبہ سے مراد خطبہ علی المنبر ہے تو پھر شرح میں بھی شہادتین کا ذکر نہ کیا جاتا۔

﴿جواب﴾: شرح میں شہادتین کا ذکر حدیث پاک میں مذکور لفظ خطبہ کی عمومیت پر عمل کرنے کے لئے ہے کیونکہ لفظ

خطبہ! خطبہ علی المنبر اور خطبہ علی الکتاب دونوں کو عام ہے۔

﴿اعتراض﴾: اَشْهَدُ کا عطف اَلْحَمْدُلِلّٰہِ پر کرنا درست نہیں کیونکہ اَشْهَدُ جملہ انشائیہ ہے اور اَلْحَمْدُلِلّٰہِ جملہ خبریہ ہے۔

﴿جواب﴾: اَلْحَمْدُلِلّٰہِ لفظاً اگرچہ جملہ خبریہ ہے لیکن معنیً جملہ انشائیہ ہے، رہی یہ بات کہ اَشْهَدُ فعلیہ اور اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اسمیہ ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں، اہل عرب فعلیہ کا اسمیہ پر اور اسمیہ کا فعلیہ پر عطف کرتے رہتے ہیں۔

﴿فائدہ﴾:

لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ میں لفظ اللہ کا مرفوع ہونا خبر محذوف (مَوْجُوْدٌ) کی ضمیر سے بدل ہونیکی بنا پر ہے، لفظ اللہ کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اس ضمیر مذکور سے استثناء کر کے۔

(وَحْدَهٗ): مُتَوَحِّدًا یا مُنْفَرِدًا کی تاویل میں ہو کر لفظ اللّٰہ سے حال ہے اور لَاشَرِیْكَ لَهٗ حال مؤکد ہے۔ رہی یہ بات کہ وَحْدَهٗ کو مُتَوَحِّدًا یا مُنْفَرِدًا کی تاویل میں کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ اس لئے کہ یہ معرفہ ہے جبکہ حال نکرہ ہوتا ہے اور جہاں بھی حال معرفہ ہوتا ہے اس کو نکرہ کی تاویل میں کیا جاتا ہے۔

﴿نوٹ﴾: وَحْدَهٗ سے وحدت فی الذات مراد ہے اور لَاشَرِیْكَ لَهٗ سے وحدت فی الصفات مراد ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: (وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ الَّذِيْ اَرْسَلَهٗ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا) وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا، اَمَّا بَعْدُ۔

﴿ترجمہ﴾: اللہ تبارک وتعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرمائے ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جن کو اس نے تمام انسانیت کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا، اور آپ ﷺ کی تمام آل پر اور آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت ہی صلوٰۃ وسلام ہو، حمد وصلوٰۃ کے بعد۔

﴿تشریح﴾:

مصنفین اور مؤلفین کی عادت ہے کہ وہ حمد وثناء کے بعد رسول پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں تا کہ وہ حمد وثناء بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت پا جائے اور اس امر کی بھی نشاندہی ہو جائے کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے آپ کے توسّل سے ملا ہے اور جو کچھ ملے گا وہ آپ کے ہی توسل سے ملے گا۔

✿ ائمہ کرام فرماتے ہیں زندگی میں ایک بار درود وسلام پڑھنا فرض ہے، ہر محفل میں جب نام نامی اسم گرامی آئے تو ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے اور ہر بار پڑھنا مستحب ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے صلوۃ وسلام دونوں کا ذکر اکٹھے کیا کیونکہ قرآن مجید میں دونوں کا حکم ہے اور اشارہ اس امر کیطرف کردیا کہ وہابی مذہب درست نہیں ہے، بلکہ مردود ہے، کیونکہ وہ صرف درود کے قائل تو ہیں لیکن حضور ﷺ پر سلام کے ذکر سے ان کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔

صلوٰۃ بمعنیٰ رحمت اور فیضانِ خیر ہے، اور سلام بمعنیٰ سلامتی ہے، یاد رہے! ہمارا یہ دعا کرنا کہ باری تعالیٰ تاجدارِ کائنات ﷺ پر درود وسلام نازل فرما یہ درحقیقت اس بات کی خبر دینا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائی ہیں اور انہیں اور ان کے لائے ہوئے دین کو تمام آفات وبلیات سے صحیح وسالم رکھا ہے۔

﴿اعتراض﴾:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ میں لفظ علیٰ استعمال کیا ہے اور لفظِ علیٰ مطلقاً ضرر کے لئے آتا ہے جیسا کہ لام مطلقاً نفع کے لئے آتا ہے لہٰذا مصنف کو چاہیئے تھا کہ یہاں لفظِ علیٰ کی بجائے لفظ لام ذکر کرتے تا کہ مقصودی معنیٰ حاصل ہوجاتا۔

﴿جواب﴾:

علیٰ مطلقاً ضرر کے لئے اور لام مطلقاً نفع کے لئے نہیں آتا، بلکہ علیٰ کا ضرر کے لئے آنا فقط اُس فعل کے ساتھ خاص ہے جو کبھی علیٰ کیساتھ متعدی ہو اور کبھی لام کے ساتھ متعدی ہو، جبکہ صلوٰۃ لام کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا لہٰذا یہاں لفظ علیٰ ضرر کے معنیٰ میں نہیں بلکہ استعلاء کے معنیٰ میں ہے۔

(كَافَّةً) یہ یا تو مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے کہ اسکی اصل اِرْسَالاً كَافَّةً ہے یا پھر یہ الناس یا اَرْسَلَهُ کی ضمیر منصوب سے حال واقع ہو رہا ہے اور اس پر تاء تائے مبالغہ ہے، تائے تانیث نہیں، یاد رہے کہ اس پر الف ولام بھی داخل نہیں ہوتا اور اس کی اضافت بھی نہیں ہوتی۔

وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ الخ:

مصنف علیہ الرحمۃ نے حضور ﷺ کی آل رضی اللہ عنہم پر اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر صلوٰۃ وسلام بھیجا ہے کیونکہ وہ ہمارے محسن ہیں اس لیئے کہ ہم تک جو دین پہنچا ہے وہ آپ ﷺ کی آل رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے واسطے سے ہی پہنچا ہے۔

آل اصلاً اَهْلٌ تھا، اس کی اصل اَهْلٌ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر اُهَيْلٌ آتی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اَلتَّصْغِيْرُ يَرُدُّ الْاَشْيَاءَ اِلٰى اَصْلِهَا (کہ تصغیر اسماء کو ان کے اصل کی طرف لوٹاتی ہے) پھر ہاء کو ہمزہ کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے تبدیل کردیا تو اَءْلٌ ہوگیا پھر اٰمَنَ والے قاعدے کے تحت آل ہوگیا۔

آل اور اھل میں فرق:

1-کلام عرب میں آل کا استعمال معزز لوگوں کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ دینوی اعتبار سے معزز ہوں یا اخروی اعتبار سے معزز ہوں جیسے: آل رسول، آل فرعون جبکہ اھل کا استعمال عام ہے معزز وغیر معزز سب کے لئے ہوتا ہے جیسے اَھلُ اللّٰہ، اھلُ حجام۔

2-آل کی اضافت ذوی العقول میں سے صرف مذکر کی طرف ہوتی ہے مؤنث کی طرف نہیں ہوتی، لہٰذا آل رسول کہنا درست ہے، لیکن آل فاطمۃ کہنا درست نہیں، بخلاف اھل کے۔

﴿فائدہ﴾:

کتنے لطف کی بات ہے کہ نسل مصطفیٰ ﷺ کی ابتدأ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی لیکن اللہ رب العزت نے اسے نسل مصطفیٰ ﷺ ہی کہلانے کا اس طرح اہتمام کیا کہ ضابطہ بنادیا کہ انہیں آل رسول تو کہہ لو مگر آل فاطمہ نہ کہو۔

الغرض آل اور اہل کے درمیان نسبت عام خاص مطلق کی ہے آل خاص ہے اور اہل عام ہے، یعنی ہر آل تو اہل ہے مگر ہر اھل کا آل ہونا ضروری نہیں۔

﴿آل کا مصداق﴾:

آل کے مصداق میں مختلف مذاہب ہیں۔

1-صرف بنو ہاشم۔ یہ حضرت امام أعظم رضی اللہ عنہ اور بعض مالکیہ کا یہی مذہب ہے۔

2-بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب، یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

﴿فائدہ﴾:

بنو ہاشم سے مراد بنو ہاشم کے وہ لوگ جنہوں نے آقائے دو جہاں ﷺ کی معاونت کی تھی لہٰذا اس اعتبار سے ابولہب بنو ہاشم میں داخل نہ ہوا، جبکہ بنو عبد المطلب سے مراد عام ہے خواہ مدد کی ہو یا نہ کی ہو، الغرض! لفظ بنو ہاشم خاص ہے اور بنو عبد المطلب عام ہے۔

3- ازواج مطہرات، بنات، داماد اور حضور ﷺ کی اولاد۔ بعض کے نزدیک خدام بھی۔

4- ہر مؤمن متقی۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کُلُّ مُؤْمِنٍ تَقِيٍّ فَهُوَ اٰلِی (ہر مؤمن متقی میری آل ہے)۔ یہ آخری مذہب راجح ہے کیونکہ اسے تائید فرمان مصطفیٰ ﷺ حاصل ہے۔

صحابی کی تعریف:

صحابی وہ مؤمن ہے جس نے آقائے دوجہاں ﷺ کی حالتِ بیداری میں ایمان کے ساتھ صحبت پائی ہو اور پھر وہ تا وفات حالتِ ایمان پر ہی رہا ہو۔

﴿نوٹ﴾:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے آل اور صحابہ دونوں کا ذکر کر کے اپنے عقیدے کی نشاندہی کر دی ہے کہ وہ نہ تو شیعہ ہیں کہ فقط آل کے ذاکر ہوں اور نہ ہی نجدی وخارجی ہیں کہ فقط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہی ذاکر ہوں۔

(صَحْبٌ) اسمِ جمع ہے جبکہ عند البعض جمع ہے۔

(وسَلَّمَ) بفتح اللام ہے اور اس کا عطف صَلّٰی پر ہے۔

(تَسْلِيْمًا): سَلَّمَ کا مفعول مطلق ہے اور کثیرًا اسکی صفت ہے۔

(اَمَّا بَعْدُ): اصل اَمَّا مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ تھا، تخفیفاً فعل اور اسکے متعلقات کو حذف کر دیا اور اسکے عوض اَمَّا لائے، اَمَّا کے جواب میں چونکہ فاء آتا ہے جس کا حرفِ شرط کے فوری بعد آنا غیر مستحسن تھا، اس بناء پر درمیان میں لفظِ بعد کا اضافہ کر دیا جو کہ ظرف ہے کیونکہ ظرف میں وہ وسعت ہوتی ہے جو کسی اور میں نہیں ہوا کرتی۔

﴿فائدہ﴾: سب سے پہلے اَمَّا بَعْدُ کا استعمال اپنے کلام میں ایک قول کے مطابق حضرت داود علیہ السلام نے کیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: (فَاِنَّ التَّصَانِيْفَ فِى الْاِصْطِلَاحِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ قَدْ كَثُرَتْ لِلْاَئِمَّةِ فِى الْقَدِيْمِ وَالْحَدِيْثِ

﴿ترجمہ﴾: متقدمین اور متاخرین ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی اصول حدیث کے متعلق تصانیف کثیر ہیں۔

﴿تشریح﴾:

(تَصَانِيْفَ) تصنیف کی جمع ہے جو صِنْف بمعنیٰ نوع سے ماخوذ ہے تصنیف کو تصنیف اِس وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ اِس میں مؤلف کلام کی مختلف انواع جمع کرتا ہے۔

(لِلْاَئِمَّةِ) كَثُرَتْ کی ضمیر سے حال ہے۔(الْقَدِيْمُ وَالْحَدِيْثُ) بمعنیٰ متقدمین ومتاخرین۔

﴿فائدہ﴾:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک تقریباً اصول حدیث کی تمام اصطلاحات وضع ہو گئیں تھیں، بعد ازاں تو صرف

﴿عبارت﴾: فَمِنْ اَوَّلِ مَنْ صَنَّفَ فِیْ ذٰلِكَ الْقَاضِیْ اَبُوْمُحَمَّدٍ الرَّامَهُرْمُزِیُّ كِتَابَهٗ "اَلْمُحَدِّثَ الْفَاصِلَ" لٰكِنَّهٗ لَمْ يَسْتَوْعِبْ، وَالْحَاكِمُ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ النَّيْسَابُوْرِیُّ لٰكِنَّهٗ لَمْ يُهَذِّبْ وَلَمْ يُرَتِّبْ، وَتَلَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ الْاَصْفَهَانِیُّ .فَعَمِلَ عَلٰی كِتَابِهٖ مُسْتَخْرِجًا وَاَبْقٰی اَشْيَاءَ لِلْمُتَعَقِّبِ .

﴿ترجمہ﴾: پس ان اولین میں سے کہ جنہوں نے اس فن میں کتاب کو تصنیف کیا، قاضی ابومحمد الرامھرمزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنکی کتاب اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ ہے، لیکن وہ اسے مکمل نہ کر سکے، اور حاکم ابوعبداللہ النیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر وہ اپنی کتاب کو نہ تو مہذب کر سکے اور نہ ہی صحیح طور پر ترتیب دے سکے۔

پھر امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ابونعیم الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ آئے انہوں نے حاکم کی کتاب پر استخراج کا کام کیا اور پیچھے رہنے والوں کے لئے بہت سی چیزیں چھوڑ دیں۔

﴿تشریح﴾:

(مِنْ) تبعیضیہ ہے۔ (اَوَّل) اسم تفضیل مستعمل بالاضافت ہے۔ (ذٰلِكَ) کا مشارٌ الیہ فن اصول الحدیث ہے۔

قاضی ابومحمد الرّامھرمزی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا اسم گرامی حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رحمۃ اللہ علیہہے یہ رامھرمز کے رہنے والے تھے، اور رامھرمز خوزستان کا شہر ہے اور خوزستان ایران میں واقع ہے ان کی وفات 260 ہجری میں ہوئی۔

(كِتَابَهٗ) یہ صَنَّفَ فعل مذکور کا نہیں بلکہ صَنَّفَ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے فعل مذکور کا اس لئے نہیں کہ اُس کی ضمیر مَنْ موصولہ کی طرف راجع ہے اور مَنْ موصولہ سے مراد افراد کثیرہ ہیں جن میں سے فردِ واحد قاضی ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

لہٰذا صَنَّفَ مذکور کا مفعول بہ بنانے کی صورت میں لازم آے گا اِس کتاب (اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ) کے مصنفین رحمۃ اللہ علیہم وہ تمام افرادِ کثیرہ ہوں جو مَــــنْ موصولہ کے تحت پائے جارہے ہیں حالانکہ اِس کے مصنف فقط قاضی ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ) کتاب کا نام ہے اور یہ كِتَابَهٗ سے بدل ہے۔

(لَمْ يَسْتَوْعِبْ) استیعاب سے ہے جس کا معنٰی ہے مکمل کرنا۔

(وَالْحَاكِمُ) کا عطف اَلْقَاضِیْ پر ہے۔

(نَيْسَابُوْرُ) نون کے فتح کے ساتھ خُراساں کا ایک مشہور شہر ہے۔

(لَمْ يُهَذِّبْ وَلَمْ يُرَتِّبْ) انہوں نے تنقیح وتصحیح کے ذریعے علم اصول حدیث کو مہذب بھی نہیں کیا اور کماحقہ ترتیب بھی

نہیں دی۔

(تلاہٗ) تـلا یتـلو تلواً تابع ہونا، ضمیر منصوب کا مرجع حاکم ابوعبداللہ ہیں (ابونعیم نے پیروی کی حاکم ابوعبداللہ کی، اسکی ترتیب اور عدم تہذیب میں)تلوًا کا معنیٰ بعد میں آنا بھی ہے پھر معنیٰ یہ ہوگا کہ حاکم کے بعد ابونعیم آئے۔

ابونعیم الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا اصل نام احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ہے، آپ اصبہان کے رہنے والے حافظِ حدیث تھے۔ 336ھ میں پیدا ہوئے اور 430ھ میں وصال فرمایا آپ خطیب بغدادی کے استاذ ہیں۔آپ نے بلند پایہ کتب تصنیف فرمائیں جن میں حلیۃ الاولیاء کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔

(عَمِلَ) ضمیر مرفوع کا مرجع ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(عَلٰی کِتَابِہٖ) ضمیر مجرور کا مرجع حاکم ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(مُسْتَخْرِجًا) اسم فاعل ہے، حال ہونیکی بناء پر منصوب ہے اور فعَمِلَ کی ضمیر ھوذ والحال ہے (حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے جن مضامین کو ذکر نہیں کیا تھا ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ذکر کیا)۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: ثُمَّ جَآءَ بَعْدَھُمُ الْخَطِیْبُ اَبُوْبَکْرٍ الْبُغْدَادِیُّ فَصَنَّفَ فِیْ قَوَانِیْنِ الرِّوَایَۃِ کِتَابًا سَمَّاہُ الْکِفَایَۃَ وَفِیْ آدَابِھَا کِتَابًا سَمَّاہُ الْجَامِعَ لِآدَابِ الشَّیْخِ وَالسَّامِعِ، وَقَلَّ فَنٌّ مِنْ فُنُوْنِ الْحَدِیْثِ اِلَّا، وَقَدْ صَنَّفَ فِیْہِ کِتَابًا مُفْرَدًا، وَکَانَ کَمَا قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ نُقْطَۃَ کُلُّ مَنْ اَنْصَفَ عَلِمَ اَنَّ الْمُحَدِّثِیْنَ بَعْدَ الْخَطِیْبِ عِیَالٌ، عَلٰی کُتُبِہٖ

﴿ترجمہ﴾: پھر قاضی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آئے تو انہوں نے اصول روایت پر ایک کتاب لکھی، جسکا نام کفایہ رکھا اور اسکے آداب پر ایک کتاب لکھی جس کا نام الجامع لآداب الشیخ والسامع رکھا۔ اور فنون حدیث میں کوئی فن باقی نہیں رہا مگر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک فن میں ایک مستقل کتاب لکھی۔ پس وہ اس طرح تھے کہ جس طرح حافظ ابوبکر بن نقطہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہر وہ شخص جو انصاف کی نظر کریگا وہ جان لیگا کہ تمام محدثین رحمۃ اللہ علیہم خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کی تصانیف کے محتاج ہیں۔

﴿تشریح﴾:

(بَعْدَھُمْ) ضمیر مجرور کا مرجع قاضی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

خطیب ابوبکر البغدادی رحمۃ اللہ علیہ:

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی احمد بن علی بن ثابت بن احمد مہدی رحمۃ اللہ علیہ ہے 392ھ میں پیدا ہوئے اور 463ھ میں وصال فرمایا، یہ ابونعیم الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، متقدمین محدثین رحمۃ اللہ علیہم میں سب سے آخری اور متاخرین میں سے سب سے پہلے ہیں، ابتداءً حنبلی تھے پھر شافعیت کو اختیار کرلیا، انہوں نے اصول حدیث کے پینسٹھ علوم میں سے تقریباً ہر علم پر کتب تصنیف فرمائیں، ان کی کتب میں سے تاریخ بغداد کو بہت شہرت حاصل ہوئی، جس میں جہاں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح سرائی کی ہے وہاں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرنے والوں کے اقوال بھی ذکر کردیئے۔ جس کی محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے زوردار طریقے سے تردید کی۔

❁ یہاں سے یہ بات واضح ثابت ہوئی کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بڑے سے بڑے عالم کا قول بھی مردود ہے چہ جائیکہ کسی جاہل کا قول قبول کیا جائے۔

(رِوَایَة) نقل کرنا۔ (قَلَّ فَنٌّ) بمعنیٰ لَمْ یَبْقَ فَنٌّ ہے۔

(مِنَ الْفُنُوْنِ الْحَدِیْثِ) علم حدیث کی انواع کثیر ہیں امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو (100) شمار کی ہیں جبکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کیمطابق پینسٹھ (65) ہیں۔

(عِیَال) بمعنیٰ محتاج ہونا، لیکن یہاں مراد اعتماد کرنا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: ثُمَّ جَآءَ بَعْدَهُمْ بَعْضُ مَنْ تَاَخَّرَ عَنِ الْخَطِیْبِ فَاَخَذَ مِنْ هٰذَا الْعِلْمِ بِنَصِیْبٍ، فَجَمَعَ الْقَاضِیْ عِیَاضٌ کِتَابًا لَطِیْفًا سَمَّاهُ الْاِلْمَاعَ وَاَبُوْحَفْصٍ الْمَیَّانِجِیُّ جُزْءًا سَمَّاهُ مَالَا یَسَعُ الْمُحَدِّثَ جَهْلُهٗ وَاَمْثَالُ ذٰلِكَ مِنَ التَّصَانِیْفِ الَّتِیْ اُشْتُهِرَتْ (وَبُسِطَتْ) لِیَتَوَفَّرَ عِلْمُهَا (وَاخْتُصِرَتْ) لِیَتَیَسَّرَ فَهْمُهَا

﴿ترجمہ﴾: پھر ان کے بعد وہ حضرات رحمۃ اللہ علیہم آئے جو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تھے، انہوں نے علم اصول حدیث سے ایک وسیع حصہ لیا۔ پھر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام الالماع رکھا اور ابوحفص المیانجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام مَالَا یَسَعُ الْمُحَدِّثَ جَهْلُهٗ ہے، اس جیسی اور بھی تصانیف ہیں جو کہ مشہور اور کثیر ہیں، کچھ مفصل ہیں تاکہ ان کا جاننا پورا پورا فائدہ دے، کچھ مختصر ہیں تاکہ ان کا سمجھنا آسان ہوجائے۔

﴿تشریح﴾:

(بَعْضَهُمْ) میں ضمیر مجرور کا مرجع قاضی، حاکم، ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(اَخَذَ) کی ضمیر مرفوع کا مرجع بَعْضُ مَنْ تَاَخَّر ہے۔

(هٰذَا الْعِلْمِ) کی صفت (اَلْمَذْکُوْرِلِیْ کُتُبِ الْخَطِیْبِ) محذوف ہے، اور الف لام اَلْعِلْمِ پر عہد خارجی کا ہے کیونکہ علم سے مراد علم اصول حدیث ہے۔

(بِنَصِیْبٍ) پر باء زائدہ ہے اسکی صفت عَظِیْمٍ (وسیع حصہ) محذوف ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی عیاض بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ کنیت ابوالفضل ہے اور لقب عالم المغرب ہے۔ 476ھ میں پیدا ہوئے۔ مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ کے حامل تھے۔ اور متعدد کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے سب سے زیادہ شہرت پانے والی الشفاء شریف فی شرف المصطفیٰ ﷺ ہے۔ آپ نے 544ھ میں وصال فرمایا۔

(مَالَا یَسَعُ الْمُحَدِّثَ جَهْلُهٗ) اس عبارت میں مذکور لفظ اَلْمُحَدِّث اور جَهْلُهٗ کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(1) اَلْمُحَدِّث فاعل اور جَهْلَهٗ مفعول ہو، معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ کتاب کہ جس پر ناواقفیت کی محدث گنجائش نہیں رکھتا۔

(2) جَهْلُهٗ فاعل ہو اور اَلْمُحَدِّث مفعول ہو، پھر معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ کتاب جس کی ناواقفیت محدث کے مناسب نہیں۔

(اَمْثَالُ ذَالِكَ الخ) اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(1) یہ عبارت معطوف ہے اور اس کا معطوف علیہ هٰذَا ہے جو کہ محذوف ہے جسکا مشار الیہ مذکورہ تصانیف ہے معنیٰ یہ ہوگا کہ مذکورہ تصانیف اور ان جیسی اور تصانیف جو مشہور ہیں۔

(2) اَمْثَالُ ذَالِكَ مبتداٗ ہے اور اسکی خبر کَثِیْــرَۃٌ محذوف ہے معنیٰ یہ ہوگا کہ ان جیسی اور تصانیف جو کہ مشہور ہیں کثیر ہیں۔

(وَبُسِطَتْ وَاخْتُصِرَتْ) بُسِطَتْ اور اُخْتُصِرَتْ کا عطف متن میں مذکور کَثُرَتْ پر ہے، مطلب یہ ہے کہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی اصطلاحات کے متعلق کتب کثیر ہیں کچھ مفصل ہیں اور کچھ مختصر ہیں۔

(لِیَتَوَفَّرَعِلْمُهَا) یہاں سے مفصل کتب کی وجہ بیان کی جارہی ہے، کہ مفصل کتب اس لئے ہیں تاکہ ان کی معلومات مکمل فائدہ دیں، رہی یہ بات! کہ کیا مفصل کتب کی معلومات کو مکمل فائدہ دینا لازم ہے؟

✿ تو جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ لازم نہیں لیکن اکثر و بیشتر کلام کی زیادتی معانی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے پس اس حال اکثری کی بناء پر مفصل کتب کی یہ علت بیان کی گئی ہے۔

(لِيَتَيَسَّرَ فَهْمُهَا) سے مختصر کتب کی وجہ بیان کردی کہ مختصر کتب اس لئے لکھی گئیں تا کہ انہیں سمجھنا آسان ہو جائے۔
رہی یہ بات! کہ کیا مختصر کتب کی معلومات کو آسانی لازم ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اگر چہ یہ لازم نہیں لیکن کبھی کبھی طوالت وتفصیل بھی مراد کو سمجھنے کے لئے باعث خلل بن جاتی ہے، پس اس بناء پر مختصر کتب کی یہ علت بیان کردی گئی ہے۔

﴿عبارت﴾: إِلَى أَنْ جَاءَ الْحَافِظُ الْفَقِيهُ تَقِيُّ الدِّيْنِ أَبُوْعَمْرٍو عُثْمَانُ ابْنُ الصَّلَاحِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الشَّهْرَ زُوْرِيُّ نَزِيْلُ دِمَشْقَ فَجَمَعَ لَمَّا وُلِّيَ تَدْرِيْسَ الْحَدِيْثِ بِالْمَدْرَسَةِ الْأَشْرَفِيَّةِ كِتَابَهُ الْمَشْهُوْرَ

﴿ترجمہ﴾: حتیٰ کہ حافظ فقیہ تقی الدین ابو عمرو عثمان بن صلاح شہر زوری عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ جو دمشق میں رہنے والے تھے، ان کا دور شروع ہوا، تو جب وہ مدرسہ اشرفیہ میں منصبِ تدریس پر فائز کئے گئے تو انہوں نے اپنی مشہور ومعروف کتاب (مقدمہ ابن صلاح) تالیف فرمائی۔

﴿تشریح﴾:

(اِلٰی اَنْ جَاءَ) یہ جار مجرور متعلق محذوف عبارت وَاسْتَمَرَّ الْاَمْرُ مِنَ الْكَثْرَةِ وَالْبَسْطِ وَالْاِخْتِصَارِ کے ہیں (کثرت، تفصیل اور اختصارِ کتب کا معاملہ چلتا رہا حتیٰ کہ)
(حَافِظٌ) بمعنیٰ حافظ الحدیث جس کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے۔
(تَقِيُّ الدِّيْنِ) اضافت لغوی ہے یعنی اپنے دین میں متقی۔
(الصَّلَاحِ) اصلاً صلاح الدین ہے اور یہ ان کے والد کا لقب ہے۔
(الشَّهْرَ زُوْرِي) اسمِ منسوب ہے، شہر زور ایک شہر کا نام ہے۔
(دِمَشْقَ) دال کے کسرہ کے ساتھ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے یہ ملک شام کا مشہور شہر ہے۔

ابو عمرو عثمان بن الصلاح عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہما

آپ کا اسم گرامی عثمان تھا، ابو عمرو آپ کی کنیت تھی، لقب تقی الدین تھا 577ھ میں شہر زور نامی شہر میں پیدا ہوئے، شافعی المسلک تھے اور 643ھ میں دمشق میں وصال فرمایا۔
(جَمَعَ) میں ضمیر مرفوع کا مرجع امام ابن صلاح ہیں۔
(بِالْمَدْرَسَةِ الْاَشْرَفِيَّةِ) میں با بمعنیٰ فی ہے اور مدرسہ اشرفیہ دمشق میں ہے، جہاں پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بھی تدریس فرماتے رہے۔
(كِتَابَهُ) جَمَعَ کا مفعول بہ ہے۔

(مَشْهُوْرِ کِتَاب) یعنی عُلُوْمُ الْحَدِیْث جو مقدمہ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: فَهَذَّبَ فُنُوْنَهُ وَاَمْلَاهُ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ فَلِهٰذَا لَمْ يَحْصُلْ تَرْتِيْبُهُ عَلَى الْوَضْعِ الْمُنَاسِبِ وَاعْتَنٰى بِتَصَانِيْفِ الْخَطِيْبِ الْمُتَفَرِّقَةِ فَجَمَعَ شَتَّاتِ مَقَاصِدِهَا وَضَمَّ اِلَيْهَا مِنْ غَيْرِهَا نُخَبَ فَوَائِدِهَا فَاجْتَمَعَ فِيْ كِتَابِهِ مَاتَفَرَّقَ فِيْ غَيْرِهِ فَلِهٰذَا عَكَفَ النَّاسُ عَلَيْهِ

﴿ترجمہ﴾: اور انہوں نے فنون حدیث کو مہذب کیا، اور تھوڑا تھوڑا املاء کرتے رہے، اسی لیئے مناسب طریقے سے اس کی ترتیب نہیں ہوسکی، اور وہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر مضامین کی طرف متوجہ ہوئے تو خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے متفرق مقاصد کو جمع کیا، اور انہوں نے ان مقاصد کے ساتھ (خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے مقاصد کے ساتھ) ان کے علاوہ چند چنے ہوئے فنون حدیث کے فوائد کو ملا دیا، پس جمع ہوگئے ان کی کتاب میں وہ تمام مضامین جو دیگر کتب میں متفرق تھے، پس اسی وجہ سے لوگ جھک گئے امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (عُلُوْمُ الْحَدِیْثِ) پر۔

﴿تشریح﴾:

(هَذَّبَ) تہذیب سے ہے بمعنیٰ درست کرنا، اصلاح کرنا۔ (فُنُوْن) بمعنیٰ اصناف۔

(ہٗ) ضمیر مجرور کا مرجع علم اصول حدیث ہے (ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے علم اصول حدیث کی اصناف کی اصلاح کی یعنی جہاں اختصار کرنا تھا وہاں اختصار کیا اور جہاں کسی بات کا اضافہ کرنا تھا وہاں اضافہ کیا)۔

(اَمْلَا) اِمْلَاءٌ سے فعل ماضی ہے جسکا معنیٰ ہے بول کر لکھوانا۔

(ہٗ) ضمیر منصوب کا مرجع کتاب ہے۔ (شَيْئًا) ضمیر منصوب سے حال واقع ہو رہا ہے۔

(بَعْدَشَيْءٍ) وَاقِعًا کا مفعول فیہ ہوکر شَيْئًا کی صفت ہے۔

﴿اعتراض﴾: اِمْلَاءٌ کا معنیٰ ہے ایک شے کے بعد دوسری شے لکھوانا لہٰذا اس کے بعد شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ کا ذکر تحصیل حاصل ہے جو کہ باطل ہے۔

﴿جواب﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اِمْلَاءٌ کا معنیٰ مطابقی (ایک شے کے بعد دوسری شے لکھوانا) مراد نہیں لیا بلکہ بطور تجرید معنیٰ تضمنی (لکھوانا) مراد لیا ہے۔

﴿فائدہ﴾: علم بلاغت میں کسی بھی لفظ سے اس کا معنیٰ تضمنی مراد لینے کو تجرید کہتے ہیں۔

(فَلِهٰذَا لَمْ الخ) سے علامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ چونکہ علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے ذہن میں فنون

کواجمالی ترتیب دیئے بغیر عند الضرورۃ لکھواتے رہے، اس لئے ان کی کتاب میں فنون کے درمیان ترتیب مناسب طریقے پر نہ ہوسکی۔

(تَرْتِیْبِہٖ) میں ضمیر مجرور کا مرجع امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہیں یا کِتَابِہٖ ہے۔

(اِعْتَنٰی) اِعْتِنَاءٌ سے ہے بمعنیٰ اہتمام کرنا لیکن یہاں مراد متوجہ ہونا ہے۔

(اِعْتَنٰی) میں ضمیر مرفوع کا مرجع امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(شَتَّات) باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنیٰ تفریق۔

(مَقَاصِدِھَا) میں ضمیر مجرور کا مرجع تصانیف الخطیب ہے۔

(اِلَیْھَا) میں ضمیر مجرور کا مرجع تِلْكَ الْمَقَاصِدِ ہے (ضَمَّ اِلٰی تِلْكَ الْمَقَاصِدِ)۔

(غَیْرِھَا) میں ضمیر مجرور کا مرجع تَصَانِیْفُ الْخَطِیْبِ ہے۔

(نُخَبَ) نُخْبَۃٌ کی جمع ہے بمعنیٰ چنی ہوئی شے یہ ضَمَّ کا مفعول بہ ہے۔

(فَوَائِدِھَا) میں ضمیر مجرور کا مرجع فُنُوْنِ حَدِیْث ہے۔

(کِتَابِہٖ) میں ضمیر مجرور کا مرجع امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(غَیْرِہٖ) یہاں بھی مرجع امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

✿ یادرہے کہ فِیْ غَیْرِہٖ میں لفظ کتاب محذوف ہے اصل فِیْ غَیْرِ کِتَابِہٖ ہے۔

(فَ) تفریعیہ ہے۔ (عَلَیْہِ) میں ضمیر مجرور کا مرجع امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

﴿نوٹ﴾: یہاں پر بھی لفظ کتاب مضاف محذوف ہے اصل عَلٰی کِتَابِہٖ ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَسَارُوْا بِسَیْرِہٖ فَلَا یُحْصٰی کَمْ نَاظِمٍ لَہٗ وَمُخْتَصِرٍ وَمُسْتَدْرِكٍ عَلَیْہِ وَمُقْتَصِرٍ وَمُعَارِضٍ لَہٗ وَمُنْتَصِرٍ۔

﴿ترجمہ﴾: لوگوں نے اپنا لیا ان کی کتاب کے طرز کو، بہت سے لوگوں نے ان کی کتاب کو نظم کا جامہ پہنایا، کئی حضرات نے اس کا اختصار کیا کئی لوگوں نے اس پر استدراک لکھا، بعض نے اس پر اعتراضات کیئے، اور بعض نے جوابات لکھے۔

﴿تشریح﴾:

(سَارُوْا) سَارَ یَسِیْرُ سَیْرًا سے ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کا فاعل اَلنَّاسُ محذوف ہے۔

(بِ) بمعنیٰ علیٰ ہے۔(سَیْر) لفظ کے تلفظ میں دو احتمال ہیں۔

1: سین پر فتح ہو اور یاء ساکن ہو سَیْر بمعنیٰ راستہ، طرز۔

2: سین پر کسرہ اور یاء پر فتح ہو، سِیَر بمعنیٰ طریقے، سیرت کی جمع ہے۔

(ہ) ضمیر مجرور کا مرجع کتاب امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہے یعنی لوگ اس فن میں ان کی اقتداء کرنے لگے۔

(کَمْ) تکثیر کے لئے ہے۔

(نَظْم) نثر کا مدمقابل، لغوی معنیٰ موتی کو لڑی میں پرونا اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ کلمات اور جملوں کی ایسی تالیف کہ جس سے کلمات اور جملوں کے معانی بالترتیب ہوں اور انکی دلالتوں میں تناسب بتقاضائے عقل ہو۔

﴿فائدہ﴾:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زین الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں شخصیات نے اس کتاب کو نظم کی صورت میں جمع کر کے اس کا نام اَلْفِیَۃُ الْحَدِیْث رکھا۔

(لَہٗ، عَلَیْہِ، لَہٗ) ان تینوں مقامات پر ضمیر مجرور کا مرجع کتاب امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(مُخْتَصِرٍ) اِخْتِصَارٌ سے ہے بمعنیٰ مقصود کو قلیل الفاظ میں ذکر کرنا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو مختصر کر کے اس کا نام اَلْاِرْشَاد رکھا۔

(مُسْتَدْرِكٍ) اِسْتِدْرَاكٌ سے ہے بمعنیٰ فوت شدہ مضامین کا اضافہ کرنا۔

حَافِظ اَلْبُلْقِیْنِی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر استدراک لکھ کر اس کا نام مَحَاسِنُ الْاِصْطِلَاحِ وَتَضْمِیْنُ کِتَابِ ابْنِ الصَّلَاحِ رکھا۔

(مُقْتَصِرٍ) اِقْتِصَارٌ سے ہے بمعنیٰ زوائد کو حذف کرنا۔

﴿فائدہ﴾:

اختصار اور اقتصار میں فرق یہ ہے کہ مکمل مقصود کو کم از کم الفاظ میں بیان کرنا اختصار کہلاتا ہے، اور بعض مقاصد کو ذکر کرنا اور بعض کو چھوڑ دینا اقتصار کہلاتا ہے۔

(مُعَارِضٍ) مُعَارَضَۃٌ سے ہے بمعنیٰ اعتراضانہ پہلو سے کلام کرنا (کئی لوگوں نے اس کتاب کے الفاظ و معانی اور ابواب کی ترتیب میں اعتراضات کئے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: فَسَاَلَنِیْ بَعْضُ الْاِخْوَانِ اَنْ اُلَخِّصَ لَہُ الْمُهِمَّ مِنْ ذٰلِكَ فَلَخَّصْتُہٗ فِیْ اَوْرَاقٍ

لَطِيفَةٍ ۔سَمَّيْتُهَانُخْبَةَ الْفِكَرِفِىْ مُصْطَلَحِ اَهْلِ الْاَثَرِعَلٰى تَرْتِيْبٍ اِبْتَكَرْتُهٗ وَسَبِيْلٍ اِنْتَهَجْتُهٗ مَعَ مَاضَمَمْتُ اِلَيْهِ مِنْ شَوَارِدِالْفَرَائِدِوَزَوَائِدِالْفَوَائِدِ ۔

﴿ترجمہ﴾: چنانچہ بعض احباب نے مجھ سے خواہش کی کہ میں ان کے لیئے مقدمہ ابن الصلاح میں بیان کردہ امور میں سے اہم امور کی تلخیص کردوں، تو میں نے (ان کی خواہش کی بناء پر) چند اوراق میں اہم امور کا خلاصہ لکھ دیا، اور میں نے اس کا نام نُخْبَةُ الْفِكَرِفِىْ مُصْطَلَحِ اَهْلِ الْاَثَرِ (محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی اصطلاح میں چنے ہوئے افکار) اور اس خلاصہ کو میں نے ایسی ترتیب پر مرتب کیا جسے میں نے ہی ایجاد کیا، اور ایسے راستے کو اختیار کیا جسے میں نے ہی منتخب کیا، جس میں میں نے ان امور کو شامل کیا جو ذہن سے دور رہنے والے مشکل ترین مسائل ہیں اور مفید اضافے بھی ہیں۔

﴿تشریح﴾:

(فَ) تعقیبیہ یا سببیہ ہے۔ (سَأَل) سُؤَالٌ سے ہے بمعنیٰ طلب کرنا، لیکن یہاں مراد خواہش کرنا ہے۔

﴿فائدہ﴾:

یہ خواہش کرنے والے کون تھے؟ اس امر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ عزالدین بن جماعۃ رحمۃ اللہ علیہ تھے، بعض نے کہا کہ شیخ شمس الدین محمد بن محمد زرکشی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(اِخْوَان) اَخٌ کی جمع ہے اور اَخَوَانِ تثنیہ آتی ہے۔

(اُلَخِّصَ) تَلْخِيْصٌ سے ہے بمعنیٰ مراد کو واضح کرنا، مختصر کرنا۔

(لَهُمْ) میں ضمیر مجرور کا مرجع بَعْضُ الْاِخْوَانِ ہے۔ (مُهِمّ) بمعنیٰ مقصود۔

(مِنْ ذٰلِكَ) میں ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ مَاذُكِرَفِىْ كِتَابِ ابْنِ الصَّلَاحِ ہے۔

(ہٗ) میں ضمیر منصوب کا مرجع مُهِمّ ہے۔ (اَوْرَاق) وَرَقٌ کی جمع ہے۔

(لَطِيف) بمعنیٰ نرم و باریک لیکن یہاں بمعنیٰ قلیل ہے۔

(نُخْبَةٌ) فُعْلَةٌ بمعنیٰ مفعول ہے، چنے ہوئے۔

(فِكَر) فِكْرٌ کی جمع ہے۔

(اَثَر) بمعنیٰ حدیث شریف۔

(تَرْتِيْبٍ اِبْتَكَرْتُهٗ) موصوف وصفت ہو کر معطوف علیہ ہے۔

(سَبِيْلٍ اِنْتَهَجْتُهٗ) یہ بھی موصوف وصفت ہو کر معطوف، پھر معطوف علیہ معطوف ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوئے

لَخَصْتُهٗ کے۔

(اِبْتَکَرْتُ) اِبْتِکَارٌ سے ہے بمعنیٰ کسی شے کو اولاً پکڑنا۔

(اِنْتَھَجْتُ) اِنْتِھَاجٌ سے ہے بمعنیٰ تلاش کرنا، یعنی میں نے اسکی تلخیص کی ایسے طریقے پر جو طریقہ میں نے ہی تلاش کیا تھا۔

(مَعَ مَاضَمَمْتُ الخ) لَخَصْتُهٗ کی ضمیر مفعول سے حال واقع ہے۔

(شَوَارِد) شَارِدَةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ بھاگنے والے جانور، لیکن یہاں اس سے مراد وہ معانی ہیں جن تک آسانی سے پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔

(فَرَائِد) فَرِیْدَةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ دُرِ یکتا، یہاں مراد مسئلہ لطیف ہے۔

(شَوَارِدِالْفَرَائِدِ) یہ مرکب اضافی درحقیقت مرکب توصیفی ہے، یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہو رہی ہے۔(زَوَائِدِالْفَوَائِدِ) یہ بھی مرکب اضافی درحقیقت مرکب توصیفی ہے، یہاں بھی صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہو رہی ہے۔

فَسَاَلَنِیْ بَعْضُ الْاِخْوَان الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اپنے متن (نخبة الفکر فی مصطلح الاثر) کی وجہ تالیف کو بیان کرنا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: فَرَغِبَ اِلَیَّ ثَانِیًا اَنْ اَضَعَ عَلَیْھَاشَرْحًایَحُلُّ رُمُوْزَھَاوَیَفْتَحُ کُنُوْزَھَاوَیُوْضِحُ مَاخَفِیَ عَلَی الْمُبْتَدِیْ مِنْ ذٰلِکَ(فَاَجَبْتُهٗ اِلٰی سُؤَالِهٖ رَجَآءَ الْاِنْدِرَاجِ فِیْ تِلْکَ الْمَسَالِکِ)

﴿ترجمہ﴾: پھر دوبارہ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے (یہ کہتے ہوئے) کہ میں اس کی ایک ایسی شرح لکھوں جو اس کے اشارات کو حل کردے اور اس کے مخفی خزانوں کو کھول دے اور ان امور کی وضاحت کردے جو مبتدی پر مخفی رہتے ہیں پس میں نے ان کی خواہش کو پورا کیا یہ امید رکھ کر کہ (اس عمل سے) میں داخل ہو جاؤں مصنّفین کے راستوں میں۔

﴿تشریح﴾:

(فَرَغِبَ) کا فاعل بَعْضُ الْاِخْوَانِ ہے۔اور ظرف (بَعْدَتَکْمِیْلِ الْمَتَنِ) محذوف ہے۔

(ثَانِیًا) چونکہ اولاً ان کا مطالبہ متن کا تھا۔

(عَلَیْھَا،رُمُوْزَھَا،کُنُوْزَھَا) تینوں میں ضمیرات مجرور کا مرجع نُخْبَۃُ الْفِکَر (متن) ہے۔

(مَاخَفِیَ عَلَی الْمُبْتَدِیْ) مبتدی کی قید اس لئے لگائی کہ منتہی تو متن سے سمجھ لے گا۔
(مِنْ ذٰلِكَ) اَیْ مِمَّاذُکِرَمِنَ الرُّمُوْزِوَالْکُنُوْزِ۔یعنی ذالک کا مشارٌ الیہ مَاذُکِرَمِنَ الرُّمُوْزِوَالْکُنُوْزِ ہے۔
(اَجَبْتُ) اِجَابَۃٌ سے ہے بمعنیٰ جواب دینا،لیکن یہاں مراد حامی بھرنا اور قبول کرنا ہے۔
(ہٗ) ضمیر منصوب کا مرجع سَائِلُ الْمَتَنِ ہے۔
(اِلٰی سُؤَالِہٖ) مُتَوَجِّھًا کے متعلق ہو کر حال اول ہے۔
(سُؤَال) بمعنیٰ مسئول ہے یعنی شرح کی درخواست۔
(سُؤَالِہٖ) میں ضمیر مجرور کا مرجع مَسَائِلُ الْمَتَنِ ہے۔
(رَجَآءً) اَجَبْتُہٗ کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔
(اَلْاِنْدِرَاج) پر الف لام عوضِ مضاف الیہ ہے،اصلاً اِنْدِرَاجِیْ ہے بمعنی داخل ہونا۔
(اَلْمَسَالِك) مَسْلَكٌ کی جمع ہے اس پر بھی الف لام عوض مضاف الیہ ہے یعنی اصلاً مَسَالِكُ الْمُصَنِّفِیْنَ ہے۔
فَرَغِبَ اِلَیَّ ثَانِیًا اَنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ شرح نخبۃ الفکر کی وجہ تالیف بیان کرنی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾:فَبَالَغْتُ فِیْ شَرْحِھَافِی الْاِیْضَاحِ وَالتَّوْجِیْہِ وَنَبَّھْتُ عَلٰی خَبَایَاوَزَوَایَاھَالِاَنَّ صَاحِبَ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَافِیْہِ

﴿ترجمہ﴾:پس میں نے نخبۃ الفکر کی شرح میں اس کے لفظوں اور معانی کی وضاحت کرنے میں مبالغہ کیا،اور اس کے مخفی گوشوں پر خبر دار کیا کیونکہ گھر والا ہی گھر کی اندرونی چیزوں سے زیادہ خبر دار ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

(ف) تعقیبیہ ہے یعنی متن سے فارغ ہونے کے بعد۔(شَرْحِھَا) میں ضمیر مجرور کا مرجع نُخْبَۃُ الْفِکْرِ ہے۔
(اَلْاِیْضَاح) پر الف لام عوضِ مضاف الیہ ہے یعنی اِیْضَاحِ لَفْظِھَا (نخبۃ الفکر کے لفظوں کی وضاحت کرنے میں)۔
(اَلتَّوْجِیْہ) پر بھی الف لام عوضِ مضاف الیہ ہے اصلاً تَوْجِیْہِ مَعَانِیْھَا (نخبۃ الفکر کے معانی کی توجیہ میں)۔
(اِیْضَاح اور تَوْجِیْہ) دونوں لفظ مترادف المعنیٰ ہیں بمعنیٰ وضاحت کرنا۔
(خَبَایَا) خَبِیْئَۃٌ کی جمع ہے بمعنیٰ مخفی۔
(زَوَایَا) زَاوِیَۃٌ کی جمع ہے بمعنیٰ گوشہ یہاں نکات مراد ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: فَظَهَرَلِیْ اَنَّ اِیْرَادَهٗ عَلٰی صُوْرَةِ الْبَسْطِ اَلْیَقُ وَدَمْجَهَاضِمْنَ تَوْضِیْحِهَااَوْفَقُ فَسَلَکْتُ هٰذِهِ الطَّرِیْقَةَ الْقَلِیْلَةَ السَّالِكُ فَاَقُوْلُ طَالِبًامِنَ اللّٰهِ التَّوْفِیْقَ فِیْمَاهُنَالِكَ ۔

﴿ترجمہ﴾: پس مجھے یہ بات اچھی لگی کہ اس کی شرح کو کشادگی کے طریق پر کرنا زیادہ مناسب ہے، اور متن کی توضیح کو متن کے ساتھ ملانا (حصول کے لئے) زیادہ بہتر ہے، تو میں نے ایسے طریقے پر شرح لکھی کہ جسے اختیار کرنے والے بہت کم ہیں، پس میں اس مقام پر اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

﴿تشریح﴾:

(فَ) تعقیبیہ ہے یعنی شرح کا ارادہ کرنے کے بعد۔

(اِیْرَادَهٗ) میں ضمیر مجرور کا مرجع شَرْحُ نُخْبَةُ الْفِکَرِ ہے۔

(بَسْطِ) بمعنیٰ کشادگی۔(دَمْجَهَا) کا عطف اِیْرَادَهٗ پر ہے۔

(دَمْجَ) بمعنیٰ ملانا۔(دَمْجَهَا اور تَوْضِیْحِهَا) میں ضمیرِ مجرور کا مرجع نُخْبَةُ الْفِکَرِ ہے۔

(ضِمْنَ) یہ منصوب بنزع الخافض ہے۔

﴿نوٹ﴾:

شرح کی تین قسمیں ہیں۔(1) موضوعی۔(2) موضعی۔(3) ممزوج

1 موضوعی:

شارح مصنف کے بیان کردہ موضوعات میں سے ہر ایک موضوع کی علیحدہ علیحدہ شرح کرے۔جیسے قطبی ہے۔

2 موضعی:

شارح مصنف کی عبارت کو قولہ سے ذکر کرکے پھر اس کی شرح کرے۔جیسے شرح تہذیب ہے۔

3 ممزوج:

شارح مصنف کی عبارات کو اپنی شرح کی عبارات سے خلط ملط کردے۔جیسے شرح نخبۃ الفکر ہے۔

(فَ) تفریعیہ ہے۔(السَّالِكُ) اَلْقَلِیْلَةُ کا فاعل ہے۔(فَ) جزائیہ ہے اور شرط (اِذَا کَانَ الْاَمْرُ کَذَالِكَ) محذوف ہے۔

(طَالِبًا) بمعنیٰ سَائِلًا ہو کر اَقُوْلُ کی ضمیرِ فاعل سے حال ہے۔

(تَوْفِیْق) بمعنیٰ خیر کے اسباب کا مہیا ہو جانا۔

(هُنَالِكَ) اسم اشارہ بعید ہے اس کا مشار الیہ مَتَن ہے۔

اور فِیْمَا میں مَا سے پہلے لفظ بَیَانِ مضاف محذوف ہے۔(فِیْ بَیَانِ مَافِی الْمَتَنِ)۔

﴿اعتراض﴾:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اسم اشارہ بعید کا استعمال کیا ہے جبکہ مشار الیہ (مَتَن) تو قریب ہے۔

(نوٹ): (مذکورہ اعتراض کے تین جوابات ہیں)

﴿جواب﴾:

(1): یہاں اسم اشارہ بعید کا استعمال رعایتِ جمع کے لئے ہے چونکہ ماقبل میں ذٰلِكَ، مَسَالِك کا ذکر ہوا تھا تو یہاں بطورِ جمع هُنَالِك کہہ دیا۔

(2): اسم اشارہ بعید کے استعمال سے اس مراد کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ متن سے شرح کی تصنیف کا زمانہ بہت بعید ہے

(3): اسم اشارہ بعید کا استعمال مشار الیہ (مَتَن) کی عظمتِ شان اور رفعتِ شان کو بیان کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تعریف﴾:

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ السَّنَدِ وَالْمَتَنِ مِنْ حَيْثُ الْقُبُوْلِ وَالرَّدِّ ۔

﴿ترجمہ﴾: علم اصول حدیث وہ علم ہے جس میں سند (رواۃ) اور متن (مروی) کے احوال مقبول اور مستردہونیکی حیثیت سے پہچانے جائیں۔

﴿موضوع﴾:

اس علم کا موضوع سند اور متن ہے، اس حیثیت سے کہ کون سا متن یا سند قابل قبول ہے اور کون سا غیر مقبول ہے۔

﴿غرض وغایت﴾:

اس علم کی غرض یہ ہے کہ مقبول اور غیر مقبول حدیث کے درمیان فرق کیا جائے تاکہ غیر مقبول کو چھوڑ کر مقبول پر عمل کیا جائے۔

﴿فائدہ﴾: علم اصول حدیث کو علم مصطلح الاثر اور علمِ مصطلح الحدیث بھی کہا جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث، اثر، سنت اور خبر کا بیان

﴿عبارت﴾: اَلْخَبَرُ عِنْدَ عُلَمَاءِ هٰذَا الْفَنِّ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ وَقِيْلَ اَلْحَدِيْثُ مَاجَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْخَبَرُ مَاجَاءَ عَنْ غَيْرِهٖ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ لِمَنْ يَّشْتَغِلُ بِالتَّوَارِيْخِ وَمَاشَاكَلَهَا اَلْاَخْبَارِيُّ وَلِمَنْ يَّشْتَغِلُ بِالسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ اَلْمُحَدِّثُ

﴿ترجمہ﴾: اس فن کے علماء کے نزدیک لفظ خبر حدیث کے مترادف ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث وہ ہے جو رسول پاک ﷺ سے منقول ہو، اور خبر وہ ہے جو آپ ﷺ کے غیر سے منقول ہو، اسی وجہ سے جو تاریخ وغیرہ میں مشغول ہو اسے اخباری کہا جاتا ہے اور جو سنت نبویہ میں مشغول ہو اسے محدث کہا جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْخَبَرُ عِنْدَ عُلَمَاءِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر اور حدیث کی تعریف اور ان کے مابین نسبت کا بیان کرنا

ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے حدیث کا معنیٰ بیان کئے بغیر کہا کہ خبر حدیث کے مترادف ہے جبکہ چاہئے تو یہ تھا کہ پہلے حدیث کا معنیٰ بیان کرتے اور پھر کہتے کہ خبر حدیث کے مترادف ہے۔

﴿جواب﴾: ہونا تو ایسے ہی چاہئے تھا لیکن چونکہ حدیث کے لغوی واصطلاحی معانی مشہور و معروف تھے، اس لئے ان کی شہرت پر اکتفاء کرتے ہوئے انہیں بیان کرنا مصنف علیہ الرحمۃ نے ضروری نہیں خیال کیا۔

﴿حدیث کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ﴾:

حدیث کا لغوی معنیٰ جدید، نئی چیز، اور اصطلاحاً **مَا اُضِيْفَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ تَقْرِيْرٍ اَوْ صِفَةٍ** یعنی"

"وہ قول، فعل، تقریر اور صفت جس کی نسبت آقائے دوجہاں ﷺ کی طرف کی گئی ہو" حدیث ہے۔

❁ اور علامہ طیبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حدیث عام ہے کہ خواہ آقائے دوجہاں ﷺ کا قول، فعل یا تقریر ہو یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال یا تقریرات ہوں، یہ تمام حدیث ہی ہوں گے۔

﴿ضروری بات﴾:

تابعی کا قول، فعل اور تقریر بھی حدیث ہوتی ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ تابعی ہیں لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کے اقوال وافعال اور تقریرات بھی احادیث ہوئیں، پس امام صاحب رضی اللہ عنہ کے اقوال کی مخالفت درحقیقت احادیث کی مخالفت ہے، حیرانگی تو اس امر پر ہے کہ احادیث کی مخالفت کرنے والے اپنے آپ کو اہل حدیث کہلواتے ہیں۔

﴿نوٹ﴾:

محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے کلام میں حدیث وخبر کے ساتھ ساتھ لفظ "اثر" کا بھی استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا بھی یہاں تعارف ہو جائے۔

﴿اثر کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ﴾:

اثر کا لغوی معنیٰ **بَقِيَّةُ الشَّيْءِ** یعنی شے کا بقیہ حصہ ہے لیکن اس کے اصطلاحی معنیٰ میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اثر! حدیث کا مترادف ہے اسی وجہ سے متعدد محدثین کرام علیہم الرحمۃ نے اپنی تصانیف کے مجموعے کو "الآثار" کا نام دیا ہے حالانکہ وہ تصانیف! احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہیں۔ مثلاً امام طحاوی کی کتاب مشکل الآثار اور شرح معانی الآثار، امام طبرانی کی کتاب تھذیب الآثار۔

❁ جبکہ بعض ائمہ کرام کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال وافعال کو اثر کہتے ہیں۔

﴿سنت کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ﴾:

سنت کا لغوی معنیٰ ''طریقہ'' ہے اور اصطلاحی معنیٰ اَلطَّرِیْقَۃُ الْمَسْلُوْکَۃُ الْمَرْضِیَّۃُ فِیْ بَابِ الدِّیْنِ سَوَاءٌ کَانَ مِنَ النَّبِیِّ اَوْ مِنَ الصَّحَابَۃِ یعنی ''آقائے دو جہاں ﷺ کا یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وہ طریقہ جو دین میں جاری ہوا اور اس کے کرنے پر ثواب ملے'' سنت کہلاتا ہے۔

﴿حدیث اور سنت میں فرق﴾:

ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کہ سنت خاص ہے اور حدیث عام ہے، لہٰذا ہر وہ کام جو حضور ﷺ نے یا آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بجالایا وہ حدیث تو ہوا لیکن ہر حدیث سنت نہیں ہوتی، جیسے حضور ﷺ کا بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا حدیث تو ہے لیکن یہ سنت نہیں۔

﴿خبر اور حدیث میں فرق﴾:

خبر اور حدیث کے سلسلے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

اَلْخَبَرُ عِنْدَ عُلَمَاءِ الخ: سے علامہ رحمۃ اللہ علیہ خبر کے متعلق اقوالِ ثلاثہ میں سے قول اوّل جو کہ جمہور کا ہے اسے بیان کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خبر اور حدیث دونوں مترادف المعنیٰ ہیں کہ لفظ اگرچہ دو ہیں مگر معنیٰ ایک ہیں یعنی ان دونوں کے درمیان نسبت تساوی ہے۔

وَقِیْلَ اَلْحَدِیْثُ مَاجَآءَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ قولِ ثانی کو بیان کر رہے ہیں کہ خبر اور حدیث میں فرق ہے کہ جو چیز آقا ﷺ سے منقول ہو وہ حدیث ہے اور جو غیر سے منقول ہو وہ خبر ہے یعنی خبر اور حدیث میں نسبتِ تباین ہے۔

(ثَمَّ) اسم اشارہ ہے، جس کا مشارٌ الیہ جِھَۃِ ھٰذَا الْفَرْقِ ہے یعنی اسی فرق کی وجہ سے۔

(تَوَارِیْخ): تاریخ کی جمع ہے، جس کا لغوی معنیٰ تعیین ہے۔

﴿تاریخ کی تعریف﴾: تاریخ وہ علم ہے کہ جس میں حوادث وواقعات مع تاریخ کے بیان کیئے جائیں۔

وَمِنْ ثَمَّ قِیْلَ لِمَنْ الخ: سے قولِ ثانی پر دلیل دے رہے ہیں کہ اسی وجہ سے جو تاریخ اور اس کے مشابہہ امور میں مشغول ہو اسے اخباری کہا جاتا ہے اور سنت نبویہ میں مشغول ہونے والے کو محدّث کہا جاتا ہے۔

وَمَاشَاکَلَھَا: سے مراد قصص، حکایات اور وہ امور ہیں جنہیں اہل کتاب اپنی کتب سماویہ سے روایت کرتے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر اور حدیث میں نسبت

﴿عبارت﴾: وَقِيْلَ بَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مُطْلَقًا فَكُلُّ حَدِيْثٍ خَبَرٌ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَعُبِّرَ هُنَا بِالْخَبَرِ لِيَكُوْنَ اَشْمَلَ فَهُوَ بِاعْتِبَارِ وُصُوْلِهٖ اِلَيْنَا

﴿ترجمہ﴾: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیاں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے لہٰذا ہر حدیث خبر ہے نہ کہ اس کا عکس اور یہاں حدیث خبر سے تعبیر کی گئی ہے تا کہ اس کا شمول عام ہو۔

﴿تشریح﴾:

فَكُلُّ حَدِيْثٍ پرف تعلیلیہ ہے، تفریعیہ نہیں، کیونکہ وہ تو لازم پر داخل ہوا کرتی ہے جبکہ فَكُلُّ حَدِيْثٍ خَبَرٌ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ نسبت عموم وخصوص مطلق کو لازم نہیں۔

﴿اعتراض﴾:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول كُلُّ حَدِيْثٍ خَبَرٌ درست نہیں کیونکہ حدیث تو کبھی کبھی انشاء بھی ہوتی ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں خبر بمعنیٰ اعلام ہے جبکہ اعتراض مذکور خبر کی عند المناطقہ تعریف کے اعتبار سے ہے۔

(هُنَا) اسم اشارہ ہے جسکا مشار الیہ متن ہے۔

وَعُبِّرَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اَلْخَبَرُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ طُرُقٌ کہا ہے اَلْحَدِيْثُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ طُرُقٌ نہیں کہا، ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ عند البعض خبر حدیث کی بنسبت عام ہے اور حدیث خاص ہے اس لئے خبر کا ذکر کیا تا کہ یہ سب کو شامل ہو جائے خبرِ رسول ﷺ کو بھی اور غیر کی خبر کو بھی، ورنہ لفظِ حدیث فقط خبر رسول ﷺ کو شامل ہوتا لیکن غیر کی خبر کو شامل نہ ہوتا۔

(فَهُوَ): میں ضمیر مرفوع کا مرجع خبر ہے۔

فَهُوَ بِاعْتِبَارِ الخ: سے غرضِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ متن میں مذکور خبر کی تقسیم کس اعتبار سے ہے اس اعتبار کو متعین کرنا ہے کہ خبر کی یہ تقسیم ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: (اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ طُرُقٌ) اَىْ اَسَانِيْدُ كَثِيْرَةٌ لِاَنَّ طُرُقًا جَمْعُ طَرِيْقٍ وَفَعِيْلٌ فِىْ

الْكَثْرَةِ يُجْمَعُ عَلٰى فُعُلٍ بِضَمَّتَيْنِ وَفِي الْقِلَّةِ عَلٰى اَفْعِلَةٍ وَالْمُرَادُ بِالطُّرُقِ الْاَسَانِيْدُ، وَالْإِسْنَادُ حِكَايَةُ طَرِيْقِ الْمَتْنِ، وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ مَايَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْإِسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ.

﴿ترجمہ﴾: یا تو اس کے طرق یعنی اسانید کثیرہ ہوں گی، اس لیئے کہ طُرُقٌ طَرِيْقٌ کی جمع ہے اور فَعِیْلٌ کی جمع کثرت فُعُلٌ کے کے وزن پر آتی ہے اور جمع قلت اَفْعِلَۃٌ کے وزن پر آتی ہے، اور یہاں طرق سے مراد اسانید ہیں، اسناد متن کے طریق کی حکایت کو کہتے ہیں اور متن وہ کلام ہے کہ جس پر اسناد ختم ہو۔

﴿تشریح﴾:

اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ الخ: سے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ خبر کی مذکورہ اعتبار سے تقسیم کی وجہ حصر بیان فرمارہے ہیں کہ ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے خبر دو حال سے خالی نہیں ہوگی یا تو اس کی سندیں بغیر کسی تعداد کی تعیین کے متعدد ہوں گی، یا کسی تعداد کی تعیین کے ساتھ متعدد ہوں گی، بصورتِ اول خبر متواتر ہے۔ بصورت ثانی تین حال سے خالی نہیں کہ وہ سندیں دو سے زیادہ کی تعیین کے ساتھ ہوں گی یا دو کے ساتھ ہوں گی یا ایک کے ساتھ، بصورتِ اول مشہور، بصورتِ ثانی عزیز اور بصورت ثالث غریب۔

(اَسَانِيْدُ) سے طرق کا معنیٰ بتادیا۔

(كَثِيْرَةٌ) سے اشارہ کردیا کہ طرق جمع قلت نہیں بلکہ جمع کثرت ہے۔

لِاَنَّ طُرُقًا الخ: سے طرق کے جمع کثرت ہونے پر دلیل دی ہے اور ضمناً ایک ضابطہ بھی بیان کردیا کہ طُرُق طَرِيْق کی جمع ہے اور طَرِيْق فَعِيْل کا وزن ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ کلام عرب میں فَعِيْل کی جمع کثرت فُعُلٌ کے وزن پر اور جمع قلت اَفْعِلَةٌ کے وزن پر آتی ہے۔

وَالْمُرَادُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا کہ طرق کا معنیٰ اسانید لغوی نہیں بلکہ مرادی ہے کیونکہ لغوی معنیٰ تو "راستے" ہیں، جو کہ عام ہے اور یہاں اسانید یعنی وہ خاص راستے مراد ہیں جو مطلوب (متن) تک پہنچانے والے ہوں۔

وَالْإِسْنَادُ حِكَايَةُ الخ: ماقبل میں بتایا کہ طرق سے مراد اسانید ہیں تو جب طرق سے مراد اسانید ہیں تو لامحالہ طریق سے مراد اسناد ہوگا۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسناد کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ دیا کہ متن کے طریق کا بیان اسناد ہے اور طریق سے مراد جیسا کہ ابھی معلوم ہوا عام نہیں بلکہ خاص ہے یعنی ناموں کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچائے، پس متن سے پہلے ناموں کے سلسلے کو اسناد کہا جاتا ہے۔

وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ الخ:

تعریفِ اسناد میں لفظِ متن کا ذکر ہوا چونکہ اصطلاحی لفظ تھا تو اس کا معنیٰ کردیا کہ متن وہ کلام ہے جس تک جا کر اسناد ختم

ہوجائے، مثلاً:

حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَهُ شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا اَبُوالزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ ۔

❁ اس حدیث پاک میں حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ سے لے کر اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تک اسناد ہے اور اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سے لے کر آخر تک متن ہے۔

﴿فائدہ﴾: تعریفِ متن میں لفظِ غَایَة زائد ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر متواتر کی شرائط کا بیان

﴿عبارت﴾:

وَتِلْكَ الْكَثْرَةُ اَحَدُ شُرُوْطِ التَّوَاتُرِ اِذَا وَرَدَتْ بِلَا حَصْرِ عَدَدٍ مُعَیَّنٍ بَلْ تَکُوْنُ الْعَادَةُ قَدْ اَحَالَتْ تَوَاطُئَهُمْ عَلَی الْکِذْبِ وَکَذَا وُقُوْعَهُ اِتِّفَاقًا مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ فَلَا مَعْنٰی لِتَعْیِیْنِ الْعَدَدِ عَلَی الصَّحِیْحِ

﴿ترجمہ﴾ اور یہ مذکورہ کثرت خبر متواتر کی شرائط میں سے ایک (ضروری) شرط ہے جبکہ یہ کثرت کسی عدد معین میں انحصار کے بغیر ہو، بلکہ (نقل کرنے والوں کی تعداد اس قدر کثرت سے ہو) کہ عادۃً ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا نیز غیر ارادی طور پر ان سے جھوٹ کا سرزد ہونا محال ہو، اور صحیح مذہب (جمہور) کیمطابق (خبر متواتر میں اسانید کی) تعداد متعین ہونے کی شرط نہیں۔

﴿تشریح﴾:

(وَرَدَتْ) کا فاعل کثرت ہے اور اسانید بھی درست ہے۔

تِلْكَ الْكَثْرَةُ الخ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر متواتر کی شرائط اربعہ میں سے پہلی شرط کا بیان فرما رہے ہیں کہ خبر متواتر وہ خبر ہوگی جس کو نقل کرنے والے کثیر ہوں۔

بَلْ تَکُوْنُ الْعَادَةُ الخ: سے دوسری شرط بیان کر رہے ہیں کہ اسے نقل کرنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ عادۃً ان کا جھوٹ پر جمع ہونا اور ان سے اتفاقاً جھوٹ کا سرزد ہونا محال ہو، یعنی اتنی زیادہ تعداد کی عادت کے خلاف ہو کہ وہ جھوٹ پر جمع ہوجائے یا اتفاقاً ان سے جھوٹ سرزد ہوجائے۔

(بَلْ) یہاں پر اعراض کے لئے نہیں ہے بلکہ محض انتقال کے لئے ہے۔
(مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ) اتفاقا کی تاکید ہے۔
(وُقُوْعَه) ضمیر مجرور کا مرجع کذب ہے، وقوعہ کا عطف تواطئهم پر ہے۔
(تَوَاطُئِهِمْ وَمِنْهُمْ) ضمیر مجرور کا مرجع اسانید ہے۔
﴿تواطؤ اور توافق میں فرق﴾: آپس میں مشورہ کرنے کے بعد کسی جھوٹ پر متفق ہونا تواطؤ کہلاتا ہے اور بغیر مشاورت کے سب سے جھوٹ کا سرزد ہونا توافق کہلاتا ہے۔
فَلَامَعْنٰی لِتَعْیِیْنِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ بعض علمائے اصول حدیث کا رد فرما رہے ہیں کہ جن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حدیث متواتر کے نقل کرنے والوں کی تعداد متعین ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح مذہب (جمہور) کے مطابق حدیث متواتر کو نقل کرنے والوں کی تعداد متعین نہیں ہے بلکہ جس مقدار سے بھی علم یقینی حاصل ہو جائے وہی مقدار متواتر کے لئے ضروری ہوگی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَمِنْهُمْ مَنْ عَیَّنَهٗ فِی الْاَرْبَعَةِ وَقِیْلَ فِی الْخَمْسَةِ وَقِیْلَ فِی السَّبْعَةِ وَقِیْلَ فِی الْعَشَرَةِ وَقِیْلَ فِی الْاِثْنٰی عَشَرَ وَقِیْلَ فِی الْاَرْبَعِیْنَ وَقِیْلَ فِی السَّبْعِیْنَ وَقِیْلَ غَیْرُ ذٰلِكَ ۔
﴿ترجمہ﴾: اور کچھ علمائے اصول حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے (خبر متواتر کے لئے) چار راویوں کا تعین کیا ہے، کچھ نے پانچ کا، کچھ نے سات کا، کچھ نے دس کا کچھ نے بارہ کا، کچھ نے چالیس کا اور کچھ نے ستر راویوں کا تعین کیا ہے، اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔
﴿تشریح﴾: تواتر کی کثرت میں کوئی کوئی تعداد مختص ہے یا کہ نہیں؟
(مِنْهُمْ) میں ضمیر مجرور کا مرجع علمائے اصول حدیث ہے۔
(عَیَّنَهٗ) میں ضمیر منصوب کا مرجع عَدَدَ اَسَانِیْدِ الْمُتَوَاتِرِ (خبر متواتر کی اسانید کی تعداد) ہے۔
وَمِنْهُمْ مَنْ عَیَّنَهٗ: سے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خبر متواتر کی اسانید کی تعداد کی تعیین میں علمائے اصول کے اقوال مختلفہ بیان فرما رہے ہیں کہ کچھ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد چار متعین کی ہے اور استدلال قرآن مجید سے کیا کہ اللہ عزوجل نے زانی سے زنا کے تحقق کے لئے بھی گواہوں کی تعداد چار متعین کی ہے۔
چونکہ چار گواہوں کی گواہی زنا کے تحقق کے سلسلے میں یقین کا فائدہ دیتی ہے، لہٰذا چار اسانید کی روایت بھی یقین کی حامل ہوگی۔ پس خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد کا چار ہونا ضروری ہوا۔

وَقِيْلَ فِيْ الْخَمْسَةِ: کچھ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد پانچ متعین کی ہے اور استدلال لعان کے عدد سے کیا ہے کہ لعان کے تحقق کے لئے زوجین سے پانچ پانچ بار حلف لیا جاتا ہے، سو یہاں پانچ کا عدد یقین کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا پانچ اسانید کی روایت یقین کی حامل ہوگی۔ پس خبر متواتر کے لئے بھی اسانید کی تعداد پانچ ہونا ضروری ہوا۔

وَقِيْلَ فِيْ السَّبْعَةِ: کچھ علمائے اصول حدیث نے خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد سات متعین کی ہے اور استدلال یوں کیا کہ زمینیں بھی سات ہیں، آسمان بھی سات ہیں، ہفتے کے دن بھی سات ہیں، قرآن مجید میں حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں بھی سات ہیں، کعبۃ اللہ کے طواف کے چکر بھی سات ہیں، الغرض سات کا عدد اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت محبوب ہے، لہٰذا خبر متواتر کی اسانید بھی سات ہونی چاہئیں۔

وَقِيْلَ فِيْ الْعَشَرَةِ: کچھ علمائے اصول حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد دس متعین کی ہے اور استدلال یوں کیا کہ جمع کا وہ عدد جس کی خبر یقین کا فائدہ دیتی ہے وہ دس ہے، لہٰذا یقین کے تحقق کے لئے خبر متواتر کی اسانید کی تعداد دس ہونی چاہئے۔

وَقِيْلَ فِيْ الْاِثْنَىْ عَشَرَ: کچھ علمائے اصول حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد بارہ متعین کی ہے اور استدلال قرآن مجید کی آیہ کریمہ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْبًا سے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارہ نگران مقرر کئے تھے، لہٰذا متواتر کی اسانید کی تعداد بھی بارہ ہونی چاہئے۔

وَقِيْلَ فِيْ الْاَرْبَعِيْنَ: کچھ علمائے اصول حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد چالیس متعین کی ہے اور استدلال قرآن مجید کی آیہ کریمہ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ سے کیا ہے کہ یہ آیہ کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چالیس تھی، سو کفایت کا نزول اس وقت ہوتا ہے، جب عدد چالیس ہو، لہٰذا خبر متواتر کے لئے چالیس اسانید ہونی چاہئیں۔

وَقِيْلَ فِيْ السَّبْعِيْنَ: کچھ علمائے اصول حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد ستر متعین کی ہے اور استدلال قرآن مجید کی آیہ کریمہ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا سے کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے ستر افراد کا چناؤ کیا، لہٰذا خبر متواتر کے لئے اسانید ستر ہونی چاہئیں۔

وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ کچھ علمائے اصول حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے خبر متواتر کے لئے اسانید کی تعداد بیس متعین کی ہے اور استدلال قرآن مجید کی آیہ کریمہ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ سے کیا ہے اور کچھ نے تین سو تیرہ متعین کی ہے اور اصحاب بدر کی تعداد کو دلیل بنایا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَتَمَسَّكَ كُلُّ قَائِلٍ بِدَلِيْلٍ جَآءَ فِيْهِ ذِكْرُ ذٰلِكَ الْعَدَدِ فَاَفَادَ الْعِلْمَ وَلَيْسَ

بِلَازِمٍ اَنْ یَطَّرِدَ فِیْ غَیْرِہٖ لِاِحْتِمَالِ الْاِخْتِصَاصِ ۔

﴿ترجمہ﴾: ہر مستدل نے استدلال اس دلیل سے کیا ہے جس میں اس عدد کا ذکر تھا، پس اس عدد نے اس مقام پر علم ویقین کا فائدہ دیا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عدد اس مقام کے علاوہ بھی علم ویقین کا فائدہ دیا، کیونکہ اس کے ساتھ اختصاص کا احتمال موجود ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَتَمَسَّكَ كُلُّ قَائِلٍ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ اقوالِ مختلفہ (جو خبر متواتر کی اسانید کے متعین ہونے کے بارے میں ہیں) کو رد فرما رہے ہیں کہ مذکورہ مخصوص مقامات پر جو مخصوص تعداد مفیدِ یقین تھی اس پر ہر ایک نے خبر متواتر کو قیاس کر کے اسی مخصوص تعداد کی قید خبر متواتر میں لگادی، لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ضروری تو نہیں ہے کہ ایک مقام پر یقین کا فائدہ دینے والی تعداد ہر مقام پر یقین کا فائدہ دے، مثلاً ایک مقام پر اگر دس افراد کے اتفاق نے یقین کا فائدہ دے دیا تو اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ ہر موقع پر دس ہی کا اتفاق یقین کا فائدہ دیا کرے گا۔

لِاِحْتِمَالِ الْاِخْتِصَاصِ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

﴿سوال﴾: جب یہ تعداد مذکورہ مقامات پر یقین کا فائدہ دے رہی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ خبر متواتر میں یقین کا فائدہ نہیں دے گی؟۔

﴿جواب﴾: اس تعداد میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ تعداد اس معاملے میں تو یقین کا فائدہ دے جس کے بارے میں یہ وارد ہوئی ہے اور لیکن اس کے غیر میں فائدہ نہ دے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ تعداد اُسی مقام کے لئے ہی خاص ہو، اور مشہور قاعدہ ہے جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ، کہ احتمال کے پائے جانے سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: فَاِذَا وَرَدَ الْخَبَرُ كَذَالِكَ وَانْضَافَ اِلَيْهِ اَنْ يَسْتَوِيَ الْاَمْرُ فِيْهِ فِي الْكَثْرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ مِنْ اِبْتِدَاءِهٖ اِلٰى اِنْتِهَائِهٖ

﴿ترجمہ﴾: پس جب خبر مذکورہ طریقہ (کثرتِ اسانید) پر مروی ہو اور اس کے ساتھ یہ بات بھی اس خبر میں شامل ہو کہ کثرتِ مذکورہ اس کی ابتداءُ سے انتہاء تک برابر رہے۔

﴿تشریح﴾:

فَاِذَا وَرَدَ الْخَبَرُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر متواتر کی شرط ثالث بیان فرما رہے ہیں کہ اس میں کثرتِ اسانید ابتداء سے انتہاء تک مساوی رہے، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر مصنفین رحمۃ اللہ علیہم کے دور تک اسقدر

تعداد رہے کہ جسے دیکھ کر عقل کہے کہ یہ جھوٹ پر متفق نہیں ہیں۔

❁ یادر ہے یہاں عدد کی بات نہیں کہ عدد بھی ہر طبقے میں وہی رہے، کم نہ ہو، کثرت کی بات ہے، کہ کثرت ہر طبقے میں اس قدر رہے کہ جس کا جھوٹ پر جمع ہونا اور اتفاقاً ان سے جھوٹ کا سرزد ہونا محال ہو۔

(ذٰلِكَ) کا مشارٌ الیہ بِلَا حَصْرِ عَدَدٍ مُعَيَّنٍ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ عَادَةً تَوَاطُئُهُمْ عَلَى الْكِذْبِ وَكَذَا وُقُوْعُهُ مِنْهُمْ اِتِّفَاقًا (یعنی خبر کی اسانید کثیر ہوں اور اسقدر کثیر ہوں کہ عادۃً ان کا جھوٹ پر جمع ہونا اور اتفاقاً ان سے جھوٹ کا سرزد ہونا محال ہو) ہے۔

(اِلَيْهِ، فِيْهِ، اِبْتِدَائِهٖ، اِنْتِهَائِهٖ) چاروں لفظوں میں ضمیر مجرور کا مرجع خبر ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَالْمُرَادُ بِالْاِسْتِوَاءِ اَنْ لَا تَنْقُصَ الْكَثْرَةُ الْمَذْكُوْرَةُ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ لَا اَنْ لَا تَزِيْدَ اِذِ الزِّيَادَةُ هٰهُنَا مَطْلُوْبَةٌ مِنْ بَابِ الْاَوْلٰى وَاَنْ يَكُوْنَ مُسْتَنَدُ اِنْتِهَائِهِ الْاَمْرَ الْمُشَاهَدَ اَوِ الْمَسْمُوْعَ لَا مَا ثَبَتَ بِقَضِيَّةِ الْعَقْلِ الصِّرْفِ ۔

﴿ترجمہ﴾: اور استواء سے مراد یہ ہے کہ کثرتِ مذکورہ کسی بھی طبقے میں کم نہ ہو، یہ مطلب نہیں کہ وہ زیادہ بھی نہ ہو کیونکہ زیادتی بطریق اولیٰ یہاں مطلوب ہے، اور اس طریق کی انتہاء کے ٹیک لگانے کا محل امرِ مشاہد ہو یا امرِ مسموع ہو نہ کہ وہ چیز جو محض عقل سے ثابت ہوتی ہو۔

﴿تشریح﴾:

(لَا اَنْ لَا تَزِيْدَ) کا فاعل کثرتِ اسانید ہے۔

(هٰهُنَا) اسم اشارہ ہے جسکا مشارٌ الیہ خبر متواتر ہے۔

وَالْمُرَادُ بِالْاِسْتِوَاءِ الخ: سے غرضِ شارح اِسْتِوَاء کا معنیٰ متعین کرنا ہے کہ اِسْتِوَاء کا یہاں عمومی معنیٰ (جو نہ کم ہو اور نہ ہی زیادہ ہو) مراد نہیں، بلکہ یہاں استواء سے مراد یہ ہے کہ کثرتِ اسانید کسی بھی طبقے میں کم نہ ہو، یہ مراد نہیں ہے کہ زیادہ بھی نہ ہو، کیونکہ زیادتی اسانید تو خبر متواتر میں مطلوب ہے۔

(اَنْ يَكُوْنَ الخ) کا عطف اَنْ يَسْتَوِيَ الخ پر ہے۔(مُسْتَنَد) صیغہ ظرف ہے۔

اَنْ يَكُوْنَ مُسْتَنَدُ الخ: سے مصنف خبر متواتر کی شرائط بیان کر رہے ہیں کہ اس خبر کا تعلق محض عقل سے نہ ہو بلکہ حس سے بھی ہو یعنی اگر خبر مسموعات (جن چیزوں کو سنا جاتا ہے) میں سے ہے تو سماع ضروری ہے اور آخری راوی (صحابی رضی اللہ عنہ) کانوں سنی بات بیان کرے، مثلاً آخری راوی (صحابی رضی اللہ عنہ) یوں کہے سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ

كَذَا اَوْ يَقُوْلُ كَذَا اور اگر خبر مبصرات (جن چیزوں کو دیکھا جاتا ہے) میں سے ہے تو دیکھنا ضروری ہے اور آخری راوی (صحابی رضی اللہ عنہ) آنکھ دیکھی بات بیان کرے مثلاً آخری راوی (صحابی رضی اللہ عنہ) یوں کہے رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلَ كَذَا اسی طرح صورتحال دیگر حواس میں بھی ضروری ہے۔

لیکن وہ خبر جس کا تعلق محض عقل سے ہو، حس سے نہ ہو، مثلاً عالم حادث ہے تو وہ متواتر نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس خبر کے بارے میں سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور سوچ سمجھ کے طریقے مختلف ہوسکتے ہیں، جبکہ دیکھنے اور سننے میں اختلاف کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے۔

❁ رہی یہ بات کہ علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے خبر متواتر کے طریق کی انتہاء کو امر مشاہد اور امر مسموع کے ساتھ مختص فرمایا ہے دیگر حواس میں سے کسی کے ساتھ مختص نہیں فرمایا، ایسا کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اکثر خبر انہی دو امور پر منتہی ہوتی ہے پس امر غالب کا اعتبار کر کے ان دونوں کو ہی خصوصاً ذکر فرمایا ورنہ یہاں تمام حواس خمسہ ظاہرہ مراد ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: فَاِذَا جَمَعَ هٰذِهِ الشُّرُوْطَ الْاَرْبَعَةَ وَهِيَ عَدَدٌ كَثِيْرٌ اَحَالَتِ الْعَادَةُ تَوَاطُئَهُمْ وَتَوَافُقَهُمْ عَلَى الْكِذْبِ رَوَوْا ذٰلِكَ عَنْ مِثْلِهِمْ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ اِلَى الْاِنْتِهَاءِ وَكَانَ مُسْتَنَدُ انْتِهَائِهِمُ الْحِسَّ وَانْضَافَ اِلٰى ذٰلِكَ اَنْ يَّصْحَبَ خَبَرَهُمْ اِفَادَةُ الْعِلْمِ لِسَامِعِهٖ فَهٰذَا هُوَ الْمُتَوَاتِرُ وَمَا تَخَلَّفَتْ اِفَادَةُ الْعِلْمِ عَنْهُ كَانَ مَشْهُوْرًا فَقَطْ فَكُلُّ مُتَوَاتِرٍ مَشْهُوْرٌ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ

﴿ترجمہ﴾: پس جب خبر ان شرائط اربعہ پر مشتمل ہو اور شرائط اربعہ یہ ہیں کہ (نقل کرنے والوں کی) اتنی کثیر تعداد ہو کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقل محال سمجھے، اور رُواۃ اسے ابتداء سے انتہاء تک اتنی تعداد سے ہی روایت کریں، اور ان کی اسناد کا اختتام کسی امر محسوس پر ہو اور ان چاروں شرطوں کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہو کہ ان کی خبر سے سننے والے کو یقین کا فائدہ بھی حاصل ہو، پس ایسی خبر خبر متواتر ہے اور جس خبر سے یقین کا فائدہ حاصل نہ ہوسکے وہ فقط مشہور ہوگی پس ہر متواتر مشہور ہے لیکن ہر مشہور متواتر نہیں۔

﴿تشریح﴾:

(جَمَعَ) کا فاعل اَلْخَبَرُ محذوف ہے۔

(هٰذِهِ الشُّرُوْطَ) میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تسامحاً شروط کہا ہے جبکہ یہ اجزاء ہیں کیونکہ شے کی شروط شے سے

خارج ہوتیں ہیں اور شے کے اجزاء شے میں داخل ہوتے ہیں، حالانکہ یہ داخل ہیں خارج نہیں۔

(هِیَ) ضمیر مرفوع منفصل کا مرجع اَرْبَعَة ہے۔

(عَنْ مِثْلِهِم) میں مماثلت سے مراد مماثلت فی الاعداد ہے لیکن بعینہٖ نہیں ہے کیونکہ عدد میں تو کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

(اِنْضَافَ) صیغہ ماضی ہے بمعنیٰ شامل ہونا، اس کا عطف جَمَعَ پر ہے۔

(اِلٰی ذَالِكَ) اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ شرائطِ اربعہ ہیں جو کہ مذکور کی تاویل میں ہیں۔

(خَبَرُهُم) مفعول بہ ہے۔

(اِفَادَةُ الْعِلْمِ) فاعل ہے، اِفَادَةُ الْعِلْم میں العلم سے مراد علم ضروری ہے۔ جس کی تعریف آگے آرہی ہے۔

(فَهٰذَا) اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ اَلْخَبَرُ الْمُقَيَّدُ بِصِفَاتِ الْخَمْسَةِ ہے۔

فَـاِذَا جَـمَعَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلا رہے ہیں کہ خبر متواتر، خبر متواتر تب قرار پاتی ہے کہ جب وہ شرائط اربعہ سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ یقین کا فائدہ بھی دے، گویا عند المصنف خبر متواتر کے لئے چار شرطیں نہیں بلکہ پانچ شرطیں ہیں۔

وَمَـا تَـخَلَّفَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر متواتر کی شرطِ خامس (وہ خبر اپنے سننے والے کو یقین کا فائدہ دے) کی اہمیت بیان کر رہے ہیں کہ جس خبر سے یقین کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے وہ متواتر نہیں ہوگی بلکہ فقط مشہور ہوگی۔

كَانَ مَشْهُوْرًا فَقَطْ: سے اشارہ اس امر کی طرف کر دیا کہ خبر مشہور کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مشہور متواتر۔ (۲) مشہور غیر متواتر

خبر متواتر اور خبر مشہور کے درمیان نسبت:

(فَـكُـلُّ مُتَـوَاتِـرٍ) سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر متواتر اور خبر مشہور کے درمیان نسبت بیان کر رہے ہیں کہ ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ خبر متواتر خاص ہے اور خبر مشہور عام ہے یعنی ہر خبر متواتر تو مشہور ضرور ہوگی، لیکن ہر خبر مشہور کا متواتر ہونا ضروری نہیں۔

حدیثِ متواتر کی تعریف:

1- وہ حدیث جس کی اسناد کثیر ہوں 2- ہر ہر طبقے میں راویوں کی تعداد اسقدر زیادہ ہو کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا سرزد ہونا محال ہو 3- اور یہ کثرت اسانید ابتداء سے انتہاء تک مساوی رہے 4- اور خبر کا تعلق حس سے ہو محض عقل سے نہ ہو 5- اور وہ خبر مفید علم یقینی و ضروری ہو۔

حدیث متواتر کا حکم:

حدیث متواتر کا حکم یہ ہے کہ اس کا انکار کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

﴿حدیث متواتر کی تقسیم﴾: اس کی دو قسمیں ہیں۔(١) متواتر اللفظ۔(٢) متواتر المعنیٰ

متواتر اللفظ:

وہ حدیث متواتر ہے کہ جس کے لفظ اور معنیٰ دونوں متواتر ہوں جیسے یہ حدیث کہ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے)۔

❁ اس حدیث پاک کو انہی الفاظ کے ساتھ تقریباً 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

متواتر المعنیٰ:

وہ حدیث متواتر کہ جس کا معنیٰ متواتر ہو لیکن اس کے لفظ متواتر نہ ہوں جیسے دعا میں ہاتھ اٹھانے کے مضمون پر مشتمل احادیث کریمہ۔ یہ تقریباً 100 احادیث مبارکہ ہیں ہر ایک کے اندر دعا میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے لیکن واقعات مختلف ہیں۔

☆ اب اس حدیث پاک کا حکم یہ ہے کہ اس کا انکار کرنے والا شخص کافر ہو جائے گا خواہ حدیث متواتر اللفظ ہو یا متواتر المعنیٰ۔ اور مطلقاً حدیث پاک کی توہین وتحقیر حدیث پاک کی حیثیت سے (خواہ وہ حدیث ضعیف ہو یا اس سے بھی کم درجے کی ہو) بھی کفر ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَقَدْ يُقَالُ إِنَّ الشُّرُوْطَ الْأَرْبَعَةَ إِذَا حَصَلَتْ اِسْتَلْزَمَتْ حُصُوْلَ الْعِلْمِ وَهُوَ كَذٰلِكَ فِي الْغَالِبِ لٰكِنْ قَدْ يَتَخَلَّفُ عَنِ الْبَعْضِ لِمَانِعٍ وَقَدْ وَضَحَ بِهٰذَا التَّقْرِيْرِ تَعْرِيْفُ الْمُتَوَاتِرِ

﴿ترجمہ﴾: کچھ علماء رحمۃ اللہ علیہم کی جانب سے یہ کہا گیا ہے کہ جس خبر میں (ابتداء میں بیان کردہ) شرائطِ اربعہ متحقق ہو جائیں تو وہ شرائطِ اربعہ یقین کے حصول کو لازم کر دیتی ہیں (لازمی طور پر اس خبر سے یقین کا حصول ہو جاتا ہے) اکثر خبروں میں ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن کبھی کسی مانع کی وجہ سے بعض خبروں سے اسکے خلاف بھی ہو جاتا ہے (وہ خبریں اپنے سننے والے کو یقین کا فائدہ نہیں دیتیں) اس مذکورہ بحث سے خبر متواتر کی تعریف واضح ہو گئی۔

﴿تشریح﴾:

(هُوَ) ضمیر مرفوع کا مرجع اِسْتِلْزَام ہے جو اِسْتَلْزَمَتْ کے ضمن میں پایا جا رہا ہے۔

(فِی الْغَالِبِ اورعَنِ الْبَعْضِ) دونوں لفظوں میں الف ولام عوض مضاف الیہ ہے یعنی فِیْ غَالِبِ الْاَخْبَارِ اورعَنْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ ہے۔

(لِمَانِعٍ) جیسے سامع کی غباوت یااس کی جہالت۔یعنی سامع اپنی کند ذہنی یاغباوت کی وجہ سے یقین وعلم کااستفادہ نہ کر سکے۔

قَدْ یُقَالُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر متواتر کی شرائط کے متعلق بعض محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے نقطۂ نظر کوذکرفرماکر اس کاردفرمارہے ہیں کہ بعض محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا نقطہ نظر!یہ ہے کہ پہلی شرائط اربعہ کے تحقق سے علم یقینی کاحصول ہوجاتاہے لہٰذاپانچویں شرط غیر ضروری ہے۔

لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس مذکورہ نظریہ کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اکثروبیشترتوایسے ہی ہوتاہے کہ خبرمیں شرائط اربعہ کے تحقق سے علم یقین حاصل ہوجاتاہے۔لیکن کبھی کسی مانع اورعارض کی وجہ سے علم یقینی کافائدہ حاصل نہیں ہوتا۔جیسے انشقاق القمر والی حدیث شرائط اربعہ پر مشتمل ہے لیکن یہ ان لوگوں کے لئے یقین کافائدہ نہیں دیتی جواجرام علویہ(سماوی کائنات)میں خرق والتیام(پھٹن)کے قائل نہیں ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾:وَخِلَافُهُ قَدْ يَرِدُ بِلَا حَصْرٍ اَيْضًا لٰكِنْ مَعَ فَقْدِ بَعْضِ الشُّرُوْطِ(اَوْمَعَ حَصْرٍ بِمَا فَوْقَ الْاِثْنَيْنِ) اَیْ بِثَلَاثَةٍ فَصَاعِدًا مَالَمْ يَجْتَمِعْ شُرُوْطُ الْمُتَوَاتِرِ(اَوْبِهِمَا)اَیْ بِاثْنَيْنِ فَقَطْ (اَوْبِوَاحِدٍ فَقَطْ)

﴿ترجمہ﴾:اورخبرمتواتر کاغیر(خبرآحاد)کبھی توبے شمارراویوں سے منقول ہوتی ہے،لیکن متواتر کی بعض شرطوں کے مفقودہونے کے ساتھ۔اورکبھی وہ منقول ہوتی ہے متعدد سندوں کے ساتھ،جودوسے اوپرہوتی ہیں،یعنی تین یاتین سے زیادہ کے ساتھ،جب تک متواتر کی دیگرشرائط جمع نہ ہوں،یاکبھی وہ منقول ہوتی ہے فقط دوسندوں سے یافقط ایک ہی سند سے منقول ہوتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَخِلَافُهُ قَدْ يَرِدُ بِلَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ دلیل حصر کے ضمن میں خبرمشہور،عزیزاورغریب کی اجمالی تعریف بیان فرمارہے ہیں۔

وَخِلَافُهُ قَدْيَرِدُ بِلَاحَصْرٍ اَيْضًا الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ ایک وہم کاازالہ فرمارہے ہیں۔

﴿وہم﴾:

یہ ہے کہ ہر وہ خبر جس کی اسانید بلاتعیین کثیر ہوں وہ تو متواتر ہی ہوگی اور کوئی نہیں ہوسکتی؟

﴿جواب﴾: کبھی کبھی خبر مشہور کی اسانید بھی بلاتعیین کثیر ہوتی ہیں۔

لٰکِنْ مَعَ فَقْدِ بَعْضِ الشُّرُوْطِ الخ: سے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: یہ ہے کہ ماقبل میں آپ نے کہا تھا کہ وہ خبر جس کی اسانید بلاتعیین کثیر ہوں وہ متواتر ہوتی ہے۔ جبکہ اسی صفت کے ساتھ آپ نے خبر مشہور کو بھی متصف کر دیا ہے جو کہ متواتر کا قسیم ہے یہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟

﴿جواب﴾: ہر وہ خبر جس کی اسانید بلاتعیین کثیر ہوں وہ مطلقاً متواتر ہی نہیں ہوا کرتی بلکہ مشہور بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ خبر متواتر تو وہی خبر ہوسکتی ہے جس میں اس شرط (جس کی اسانید بلاتعیین کثیر ہوں) کے ساتھ ساتھ دیگر شرائطِ متواترہ کا بھی اعتبار و لحاظ کیا گیا ہو، جن کا ماقبل میں ذکر گذرا، لیکن وہ خبر جس میں اس شرط کے ساتھ دیگر شرائط متواترہ میں سے کوئی شرط مفقود و معدوم ہو وہ خبر متواتر نہیں ہوگی بلکہ مشہور ہوگی۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کُلُّ مُتَوَاتِرٍ مَشْهُوْرٌ الخ: سے خبر متواتر اور خبر مشہور کے درمیان نسبت عام وخاص مطلق بیان کی ہے جبکہ خبر متواتر اور خبر مشہور خبر کی اقسام ہیں اور مقسم کی اقسام باہمی قسیم ہوتی ہیں۔ یعنی ان میں نسبتِ تباین پائی جاتی ہے لہٰذا ان میں نسبت عموم وخصوص مطلق نہیں ہوسکتی؟

﴿جواب﴾: خبر کی اقسام متواتر اصطلاحی (وہ خبر جو شرائط خمسہ پر مشتمل ہو) اور مشہور اصطلاحی (وہ خبر جس کے ہر طبقے میں تین یا تین سے زائد راوی ہوں جبکہ یہ تعداد حدِ تواتر کو نہ پہنچے) ہیں، ان کے درمیان تباین ہی ہے کہ متواتر اصطلاحی مشہور اصطلاحی نہیں ہوسکتی اور مشہور اصطلاحی متواتر اصطلاحی نہیں ہوسکتی۔

رہی بات ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی، تو وہ متواتر اصطلاحی اور مشہور عام (خواہ مشہورِ اصطلاحی ہو یا متواتر اصطلاحی ہو یا نہ ہو) میں ہے الغرض نسبتِ عموم وخصوص مطلق اور اعتبار سے ہے اور نسبت تباین اور اعتبار سے ہے۔

مَالَمْ يَجْتَمِعْ شُرُوْطُ الْمُتَوَاتِرِ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک وہم کا ازالہ کر رہے ہیں۔

﴿وہم﴾:

آپ نے کہا خبر مشہور وہ خبر ہے جس کی اسانید تین یا تین سے اوپر ہوں تین سے اوپر تو بلاتعیین اسانید کثیرہ بھی تو ہیں جو کہ شرط متواتر ہے لہٰذا خبرِ مشہور کا متواتر ہونا لازم آئے گا کیونکہ اس میں شرطِ متواتر پائی جارہی ہے۔

﴿جواب﴾:

تین سے اوپر اگر چہ بلا تعیین اسانید کثیرہ بھی ہیں لیکن بلا تعیین اسانید کثیرہ بھی کسی خبر کو متواتر نہیں بنا سکتیں جب تک متواتر کی تمام شرائط اس خبر میں جمع نہ ہو جائیں۔

حدیث مشہور کی تعریف:

حدیث مشہور وہ حدیث ہے جس کے ہر طبقے (زمانے) میں کم از کم تین راوی ضرور ہوں۔اور زائد اس قدر ہوں کہ متواتر کی تمام شرائط کو محیط نہ ہوں۔

ضروری بات:

حدیث مشہور کبھی صحیح، کبھی حسن اور کبھی ضعیف ہوتی ہے لیکن اس کو صرف اس کی شہرت کی بناء پر صحیح قرار نہیں دیا جائیگا، بلکہ جب اس (حدیث مشہور) میں حدیثِ صحیح کی تمام شرائط پائی جائیں تو پھر اسے صحیح قرار دیا جائے گا ورنہ اس میں پائی جانے والی شرائط کے مطابق اسے حسن یا ضعیف قرار دیا جائے گا۔

حدیث مشہور کا حکم:

حدیث مشہور کا حکم یہ ہے کہ اس کا منکر کافر نہیں گمراہ قرار دیا جائے گا لیکن اگر وہ اس کی تحقیر کرے یا اس کا استہزا کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہوگا اور دور حاضر میں بدعقیدہ اور غیر مقلدین میں یہ چیز کثرت سے پائی جا رہی ہے۔

بِاثْنَيْنِ فَقَطْ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر عزیز کی تعریف کرنا ہے۔

اَوْبِوَاحِدٍ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر غریب کی تعریف کرنا ہے۔

خبر عزیز کی تعریف:

(خبر عزیز کی مذکورہ تعریف متن کے اعتبار سے ہے شرح کے اعتبار سے آگے آئے گی)۔

یاد رہے خبر عزیز کی تعریف میں دو قول ہیں۔

1- علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک خبر عزیز وہ خبر ہے جس کے ہر طبقے میں فقط دو ہی راوی ہوں۔

2- امام نووی اور ابن صلاح وغیرہ کے نزدیک خبر عزیز وہ خبر ہے جس کے ہر طبقے میں کم از کم دو راوی ہوں۔

❁ پہلی تعریف کے لحاظ سے حدیث مشہور اور عزیز میں نسبت تباین ہوگی اور دوسری تعریف کے اعتبار سے ان دونوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوگی، اور جہاں نسبت عموم وخصوص من وجہ کی پائی جاتی ہے وہاں تین مادے ہوتے ہیں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مادہ اجتماعی: وہ خبر جس کے ہر طبقے میں تین راوی ہوں تو یہ خبر عزیز بھی ہے اور مشہور بھی ہے۔

مادہ افتراقی: 1 وہ خبر جس کے ہر طبقے میں صرف دو راوی ہوں تو یہ خبر فقط عزیز ہوگی۔

مادہ افتراقی: 2 وہ خبر جس کے ہر طبقے میں تین سے زائد راوی ہوں مگر حد تواتر سے کم ہوں تو یہ خبر فقط مشہور ہوگی۔

حدیث عزیز کا حکم:

یہ حدیث اپنے اندر پائی جانے والی شرائط کے اعتبار سے کبھی صحیح، کبھی حسن اور کبھی ضعیف قرار پاتی ہے۔

حدیث غریب کی تعریف:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے کسی مرحلے میں کوئی راوی اکیلا ہو یا اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی صرف ایک ہی سند ہو۔

حدیث غریب کا حکم:

حدیث غریب کبھی صحیح، کبھی حسن اور کبھی ضعیف ہوتی ہے بالعموم ضعیف ہی ہوا کرتی ہے یاد رہے یہ ضعف کی نسبت اس کی سند کی طرف ہوتی ہے نہ کہ متن کی طرف، یعنی ضعیف صرف سند ہوتی ہے متن نہیں ہوتا، لیکن اگر اس میں حدیث صحیح کی صفات پائی جائیں تو یہ صحیح قرار پاتی ہے اور اگر اس کا اکیلا راوی ایسا عادل ہو جو خفیف الضبط ہو تو ایسی حدیث ضعیف بھی حسن بن جاتی ہے۔

❁ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام احادیث غریبہ غیر صحیح نہیں ہوا کرتیں بلکہ ان میں صحیح بھی ہوتی ہیں لہٰذا ان غیر مقلدین کو جو بعض احادیث کو غریب کہہ کر شور مچاتے ہیں ان کو محدثین کرام کا یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ غرابت (سند کے اعتبار سے غریب ہونا) صحت کے منافی نہیں ہے یعنی اس سے حدیث غیر صحیح قرار نہیں پاتی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَالْمُرَادُ بِقَوْلِنَا اَنْ يَرِدَ بِاثْنَيْنِ اَنْ لَّا يَرِدَ بِاَقَلَّ مِنْهُمَا فَاِنْ وَرَدَ بِاَكْثَرَ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ مِنَ السَّنَدِ الْوَاحِدِ لَا يَضُرُّ اِذِ الْاَقَلُّ فِيْ هٰذَا الْعِلْمِ يَقْضِيْ عَلَى الْاَكْثَرِ

﴿ترجمہ﴾: اور ہمارے قول اَنْ يَّرِدَ بِاثْنَيْنِ سے مراد یہ ہے کہ وہ خبر دو سے کم کے ساتھ منقول نہ ہو پس اگر وہ منقول ہو ایک سند کے بعض حصوں میں (دو سے) اکثر کے ساتھ تو یہ نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ اس علم میں اقل اکثر پر غالب آ جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْمُرَادُ بِقَوْلِنَا الخ: سے ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا اگر خبر دو راویوں سے منقول ہو تو وہ خبر عزیز ہوگی، حالانکہ جس خبر کے رُواۃ اکثر طبقات

میں تین تین ہوں وہ بھی خبر عزیز ہوتی ہے۔

﴿جواب﴾: ہمارے قول اَنْ يَرِدَ بِاثْنَيْنِ میں کم کی نفی ہے زیادہ کی نفی نہیں ہے یعنی مراد یہ ہے کہ خبر عزیز وہ خبر ہے جو ہر طبقے میں دو سے کم راویوں سے منقول نہ ہو، لیکن کسی جگہ دو سے زائد راوی ہو جائیں تو وہ زیادتی نقصان کا باعث نہیں ہے۔

اِذِ الْاَقَلُّ الخ: سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اَنْ يَرِدَ بِاثْنَيْنِ سے کم کی نفی کیوں کی گئی ہے زیادہ کی نفی کیوں نہیں کی گئی؟

﴿جواب﴾: اس فن میں چونکہ کم اکثر پر غالب آجاتا ہے یعنی اگر اکثر طبقات میں (مثلاً طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم، طبقہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور طبقہ تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں) خبر کو نقل کرنے والوں کی تعداد تین تین ہو اور ایک دو طبقوں میں (مثلاً طبقہ شیوخ المصنفین رحمۃ اللہ علیہم اور طبقہ مصنفین رحمۃ اللہ علیہم میں) دو دو ہو تو ایک دو طبقوں میں دو راویوں کی روایت کی وجہ سے بقیہ تمام طبقات میں رواۃ کا تین تین ہونا بھی اس خبر کو مشہور (جس کے راوی ہر طبقے میں تین یا تین سے زائد ہوں، اور زائد اس قدر ہوں کہ متواتر کی تمام شرائط کو محیط نہ ہوں) کے درجہ پر فائز نہیں کر سکتا۔

❁ پس اگر کم کی نفی نہ کی جاتی تو خبر عزیز کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہتی بلکہ اس میں خبر غریب بھی داخل ہو جاتی اور زیادہ کی نفی اس لئے نہیں کی کیونکہ اس فن میں زیادتی معتبر نہیں ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: (فَالْاَوَّلُ الْمُتَوَاتِرُ وَهُوَ الْمُفِيْدُ لِلْعِلْمِ الْيَقِيْنِيِّ بِشُرُوْطِهٖ) اَلَّتِيْ تَقَدَّمَتْ فَاَخْرَجَ النَّظَرِيَّ عَلٰى مَا يَاْتِيْ تَقْرِيْرُهٗ

﴿ترجمہ﴾: پس اول، خبر متواتر ہے جو اپنی ان شرائط کے ساتھ جن کا بیان گذر چکا علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، پس اس (علم یقینی کی قید) نے علم نظری کو نکال دیا ہے جیسا کہ آگے اس کی تقریر آئے گی۔

﴿تشریح﴾:

فَالْاَوَّلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر متواتر کا حکم بیان کرنا ہے۔

﴿خبر متواتر کا حکم﴾:

خبر متواتر کا حکم یہ ہے کہ یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ یاد رہے کہ یہی حکم بھی ہے اور یہی اس کی شرائط میں سے ایک شرط بھی ہے لیکن شرط خبر متواتر کے تحقق کے اعتبار سے ہے، اور حکم اثرِ مُرَتَّب کے اعتبار سے ہے۔

ضروری بات

خبر متواتر علم ضروری (بدیہی) کا فائدہ دیتی ہے یا علم نظری کا اس امر میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

- جمہور کے نزدیک علم بدیہی کا فائدہ دیتی ہے۔
- اشاعرہ کے امام الحرمین ابو المعالی الجوینی رحمۃ اللہ علیہ اور معتزلہ کے ابو الحسین بصری اور علامہ کعبی کا موقف یہ ہے کہ خبر متواتر فقط علم نظری کا فائدہ دیتی ہے اس سے علم بدیہی کا فائدہ بالکل حاصل نہیں ہوتا۔
- امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خبر متواتر نہ علم بدیہی کا فائدہ دیتی ہے اور نہ ہی علم نظری کا، بلکہ وہ ان دونوں علوم کے درمیان کی چیز ہے۔
- مصنف علیہ الرحمۃ نے جمہور کے نظریے کو راجح اور قابل اعتماد قرار دیتے ہوئے دیگر دو مذاہب کو لَیْسَ بِشَیْءٍ یعنی غیر معتبر اور غیر راجح قرار دیا ہے جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

(هُوَ) ضمیر سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ اَلْمُفِیْدُ، اَلْمُتَوَاتِرُ کی صفت نہیں بلکہ خبر ہے۔

لِلْعِلْمِ الْیَقِیْنِیِّ: علم یقینی کی دو قسمیں ہیں۔(1) علم ضروری۔(2) علم نظری۔

علم ضروری: وہ علم ہے جس کا حصول نظر و کسب پر موقوف نہ ہو۔ جیسے سردی اور گرمی کا علم۔

علم نظری: وہ علم ہے جس کا حصول نظر و کسب اور استدلال پر موقوف ہو۔ جیسے جن اور فرشتہ کا علم۔

نوٹ:

یہاں (متن میں) علم یقینی سے مراد علم بدیہی ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مجازِ مرسل کے طور پر مقسم (علم یقینی) بول کر اس کی قسم واحد (علم ضروری و بدیہی) مراد لی ہے۔

بِشُرُوْطِہٖ: سے ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے۔

اعتراض: مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول فَالْاَوَّلُ الْمُتَوَاتِرُ درست نہیں ہے کیونکہ اَلْاَوَّلُ سے مراد اَنْ یَکُوْنَ لَهٗ طُرُقٌ بِلَا عَدَدٍ مُعَیَّنٍ ہے جو کہ شرائط متواتر میں سے ایک شرط ہے جبکہ شرط واحد کے تحقق سے خبر متواتر متحقق نہیں ہوتی۔

جواب: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فقط فَالْاَوَّلُ الْمُتَوَاتِرُ نہیں کہا بلکہ فَالْاَوَّلُ الْمُتَوَاتِرُ بِشُرُوْطِہٖ کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شرط اول اپنی دیگر شرائط کے ساتھ ملکر خبر متواتر ہے اب کوئی اعتراض نہیں رہا۔

اعتراض: جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اَلْمُتَوَاتِرُ کہہ دیا ہے تو اس کے بعد بِشُرُوْطِہٖ کا ذکر فضول ہے کیونکہ اس کا ذکر تو متواتر کے ذکر سے ضمناً ہو گیا ہے۔

جواب: بِشُرُوْطِہٖ جار مجرور ہیں اور یہ اَلْمُتَوَاتِرُ کے متعلق نہیں ہیں بلکہ فَالْاَوَّلُ کے متعلق ہیں اب مطلب یہ

ہوا کہ اول اپنی تمام شرطوں کے ساتھ مل کر متواتر ہے اور مذکورہ اعتراض کا ورود تب ہوتا ہے جب ہم جار مجرور (بِشُرُوْطِهٖ) کو اَلْمُتَوَاتِرُ کے متعلق کردیں۔

اَلَّتِیْ تَقَدَّمَتْ: سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ بِشُرُوْطِهٖ موصوف ہے اور اس کی صفت اَلَّتِیْ تَقَدَّمَتْ محذوف ہے، اور صفت کبھی محذوف بھی ہوتی ہے جیسے قرآن پاک میں سَفِیْنَةٍ غَصْبًا اصل میں سَفِیْنَةٍ صَحِیْحَةٍ غَصْبًا ہے جس میں صفت محذوف ہے۔

فَاَخْرَجَ النَّظْرِیَّ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم یقینی کی قید علم نظری کو نکالنے کے لئے ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَالْیَقِیْنُ هُوَ الْاِعْتِقَادُ الْجَازِمُ الْمُطَابِقُ وَهٰذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ اَنَّ الْخَبَرَ الْمُتَوَاتِرَ یُفِیْدُ الْعِلْمَ الضَّرُوْرِیَّ وَهُوَ الَّذِیْ یَضْطَرُّ الْاِنْسَانُ اِلَیْهِ بِحَیْثُ لَا یُمْکِنُ دَفْعُهٗ

﴿ترجمہ﴾: اور یقین وہ پختہ اعتقاد ہے جو واقع کے مطابق ہو اور معتبر قول یہی ہے کہ خبر متواتر علم ضروری (بدیہی) کا فائدہ دیتی ہے اور علم ضروری وہ علم ہے کہ جس کو تسلیم کرنے پر انسان اس قدر مجبور ہو کہ اس کا انکار نا ممکن ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَالْیَقِیْنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متن میں ذکر کردہ لفظ یقین کی تعریف کرنا ہے کہ یقین اس پختہ اعتقاد کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق ہو۔

﴿فائدہ﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف یقین کرتے ہوئے اَلْاِعْتِقَادُ سے وہم اور شک کو نکال دیا اور اَلْجَازِمُ سے ظن کو نکال دیا اور اَلْمُطَابِقُ سے جہل مرکب کو نکال دیا۔

وَهٰذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا رد فرما رہے ہیں کہ خبر متواتر نہ تو علم ضروری (بدیہی) کا فائدہ دیتی ہے اور نہ علم نظری کا فائدہ دیتی ہے بلکہ اس کا فائدہ بین بین ہوتا ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول معتبر نہیں ہے بلکہ معتبر قول یہ ہے کہ خبر متواتر علم ضروری (بدیہی) کا ہی فائدہ دیتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَضْطَرُّ الخ: سے علم ضروری (بدیہی) کی تعریف فرما رہے ہیں کہ علم ضروری وہ علم ہے جس کے تسلیم کرنے پر انسان اس شدت کے ساتھ مجبور ہو کہ اس کا انکار کرنا ناممکن ہو۔ جیسے سردی اور گرمی کا علم۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَقِیْلَ لَا یُفِیْدُ الْعِلْمَ اِلَّا نَظْرِیًّا وَلَیْسَ هٰذَا بِشَیْءٍ لِاَنَّ الْعِلْمَ

بِالْمُتَوَاتِرِ حَاصِلٌ لِمَنْ لَيْسَ لَهُ اَهْلِيَّةُ النَّظْرِ كَالْعَامِيِّ اِذِالنَّظْرُ تَرْتِيْبُ اُمُوْرٍ مَعْلُوْمَةٍ اَوْمَظْنُوْنَةٍ يُتَوَصَّلُ بِهَا اِلٰى عُلُوْمٍ اَوْظُنُوْنٍ وَّلَيْسَ فِى الْعَامِيِّ اَهْلِيَّةُ ذٰلِكَ فَلَوْ كَانَ نَظْرِيًّا لَمَا حَصَلَ لَهُمْ

﴿ترجمہ﴾: اور بعض علماء رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ یہ (خبر متواتر) فقط علم نظری کا ہی فائدہ دیتی ہے لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ خبر متواتر کے ذریعے تو اس شخص کو بھی علم حاصل ہو جاتا ہے جس میں نظر وفکر کی صلاحیت نہیں ہوتی جیسے عوام کیونکہ نظر امور معلومہ یا امور مظنونہ کو ایسی ترتیب دینا ہے کہ جسکے ذریعے دیگر معلومات یا ظنیات تک رسائی حاصل کی جا سکے اور عوام کے اندر اس نظر کی اہلیت نہیں ہوتی اگر (خبر متواتر سے حاصل ہونے والا علم) نظری ہوتا تو عوام وجہلاء کو حاصل نہ ہوتا۔

﴿تشریح﴾:

وَقِيْلَ لَايُفِيْدُ الخ: سے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اشاعرہ کے امام الحرمین اور معتزلہ کے امام ابوالحسین بصری اور علامہ کعبی کے اس نقطۂ نظر کو رد فرما رہے ہیں کہ خبر متواتر علم نظری کا فائدہ دیتی ہے علم ضروری کا فائدہ نہیں دیتی علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نقطۂ نظر بھی درست نہیں۔

لِاَنَّ الْعِلْمَ الخ: سے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ (اشاعرہ اور معتزلہ کے) نظریہ پر دلیل بطلان پیش فرما رہے ہیں کہ خبر متواتر علم یقینی (علم ضروری) کا فائدہ دیتی ہے علم نظری کا فائدہ نہیں دیتی کیونکہ خبر متواتر سے عوام کو بھی علم حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ ان میں نظر وفکر کی صلاحیت نہیں ہوتی لہٰذا اگر خبر متواتر علم نظری کا فائدہ دیتی ہوتی تو پھر عوام کو اس سے کیسے علم حاصل ہوتا۔

اِذِالنَّظْرُ الخ: سے اس امر پر دلیل دی جا رہی ہے کہ عوام میں نظر وفکر کی صلاحیت واہلیت نہیں کیونکہ نظر کہتے ہیں امور معلومہ یا امور مظنونہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ جس کے ذریعے علوم یا ظنیات تک رسائی حاصل ہو جائے۔ مثلاً اَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ امر معلوم ہے اور كُلُّ مُتَغَيِّرٍ حَادِثٌ بھی امر معلوم ہے اب ان امور معلومہ کو اس طرح ترتیب دیا کہ صغریٰ کو کبریٰ پر مقدم کر دیا تو ترتیب سے اَلْعَالَمُ حَادِثٌ کا علم حاصل ہو گیا۔

اس طرح زَيْدٌ يَطُوْفُ بِاللَّيْلِ ایک ظنی بات ہے اور مَنْ يَطُوْفُ بِاللَّيْلِ فَهُوَ سَارِقٌ بھی ایک ظنی بات ہے اب ان امور مظنونہ کی ترتیب سے تیسرا ظنی علم فَزَيْدٌ سَارِقٌ معلوم ہو گیا جبکہ عام آدمی میں اس نظر وفکر کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

علم ضروری اور علم نظری کے مابین فرق

﴿عبارت﴾: وَلَاحَ بِهٰذَا التَّقْرِيْرِ الْفَرْقُ بَيْنَ الْعِلْمِ الضَّرُوْرِيِّ وَالْعِلْمِ النَّظْرِيِّ اِذِ الضَّرُوْرِيُّ يُفِيْدُ الْعِلْمَ بِلَا اسْتِدْلَالٍ وَالنَّظْرِيُّ يُفِيْدُهُ وَلٰكِنْ مَعَ الْاِسْتِدْلَالِ عَلَى الْاِفَادَةِ وَاَنَّ الضَّرُوْرِيَّ يَحْصُلُ لِكُلِّ سَامِعٍ وَّالنَّظْرِيُّ لَايَحْصُلُ اِلَّا لِمَنْ لَهٗ اَهْلِيَّةُ النَّظْرِ

﴿ترجمہ﴾: اس تقریر سے علم ضروری اور علم نظری کے مابین فرق واضح ہوگیا کہ علم ضروری استدلال کے بغیر علم یقین کا فائدہ دیتا ہے اور علم نظری استفادہ پر استدلال کے ساتھ علم یقین کا فائدہ دیتا ہے نیز علم ضروری ہر سامع کو محض سننے سے ہی حاصل ہوجاتا ہے اور علم نظری فقط اسے ہی حاصل ہوسکتا ہے جو استدلال کی صلاحیت رکھتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَلَاحَ بِهٰذَا التَّقْرِيْرِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ علم ضروری اور علم نظری کے درمیان اس فرق کو بیان فرمارہے ہیں جو ماقبل میں ان کی تعریفات میں گذرا کہ علم ضروری بلا استدلال سامع کو یقین کا فائدہ دیتا ہے اور علم نظری سامع کو بالاستدلال یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ نیز علم ضروری سامع ومخاطب کو محض سننے سے ہی حاصل ہوجاتا ہے جبکہ علم نظری فقط اسے ہی حاصل ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے جو استدلال کی صلاحیت رکھتا ہو۔

عَلَى الْاِفَادَةِ: علم نظری کی تعریف میں افادہ بمعنٰی استفادہ ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مجاز مرسل کے علاقہ سببیت کے پیش نظر افادہ کا ذکر کیا اور استفادہ مراد لیا۔ کیونکہ مستدل (دلیل طلب کرنے والے) کا استدلال افادہ (فائدہ دینے) پر نہیں ہوتا بلکہ استفادہ (فائدہ لینے) پر ہوتا ہے۔ (علم نظری فائدہ لینے کیلئے کئے جانے والے استدلال کے ذریعے علم یقین کا فائدہ دیتا ہے)۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

متن میں شرائط متواتر کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿عبارت﴾: وَاِنَّمَا اَبْهَمْتُ شُرُوْطَ التَّوَاتُرِ فِي الْاَصْلِ لِاَنَّهٗ عَلٰى هٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ لَيْسَ مِنْ مَّبَاحِثِ عِلْمِ الْاِسْنَادِ اِذْ عِلْمُ الْاِسْنَادِ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ اَوْ ضَعْفِهٖ لِيُعْمَلَ بِهٖ اَوْ يُتْرَكَ بِهٖ مِنْ حَيْثُ صِفَاتِ الرِّجَالِ وَصِيَغِ الْاَدَاءِ وَالْمُتَوَاتِرُ لَا يُبْحَثُ عَنْ رِجَالِهٖ بَلْ

يَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ مِنْ غَيْرِ بَحْثٍ

﴿ترجمہ﴾: میں نے اصل (متن) میں متواتر کی شرائط کو مبہم اس لیے رکھا کیونکہ خبر متواتر اس کیفیت پر جس طرح کہ اس شرح میں مذکور ہے (شرائط کے ساتھ) علم اصول حدیث کی مباحث میں سے نہیں ہے کیونکہ علم اصول حدیث میں اوصافِ رُواۃ اور ادائیگی الفاظ کے اعتبار سے حدیث کی صحت اور ضعف سے بحث کی جاتی ہے، تاکہ اس (غیر ضعیف) پر عمل کیا جائے یا اس پر (ضعیف میں سوائے فضائل کے) عمل چھوڑ دیا جائے، خبر متواتر کے رواۃ کے متعلق بحث نہیں کی جاتی بلکہ بغیر بحث کے ہی اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

(فِي الْاَصْلِ) اَيْ فِي الْمَتَنِ ۔(لِاَنَّهٗ) میں ضمیر منصوب کا مرجع متواتر ہے۔

(هٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ) اَيْ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الشَّرْحِ یعنی شرائط کے ساتھ۔

❁ یاد رہے متواتر کی کئی حیثیتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ متواتر بھی مشہور، عزیز اور غریب کی طرح خبر ہے اس حیثیت سے خبر متواتر! اصول حدیث کی مباحث میں سے ہے اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ متواتر شرائط مذکورہ کے ساتھ ہو اس حیثیت سے خبر متواتر! اصول حدیث کی مباحث میں سے نہیں ہے بلکہ اصول فقہ کی مباحث میں سے ہے۔

(عَنْ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ) میں صحت بمعنٰی لغوی ہے (حدیث صحیح اور حدیث حسن دونوں کو شامل ہے) بمعنٰی اصطلاحی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں حدیث حسن کی تقسیم و مخالف بن کر اس کے لئے منافی ہو جائے گی۔

وَاِنَّمَا اَبْهَمْتُ شُرُوْطَ الخ: سے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متن پر وارد ہونے والے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

﴿سوال﴾: متن میں خبرِ متواتر کی شرائط کو کیوں نہیں بیان کیا گیا؟

﴿جواب﴾: خبرِ متواتر کے لئے شرائط کا بیان علمِ اصول حدیث کی مباحث میں سے نہیں ہے بلکہ یہ اصولِ فقہ کی مباحث میں سے ہے اس لئے اس کو متن میں ذکر نہیں کیا۔

لِاَنَّهٗ عَلٰى هٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ دعوٰی (خبر متواتر کے لئے شرائط کا بیان علم اصول حدیث کی مباحث میں سے نہیں) پر دلیل دینا ہے کہ علم اصولِ حدیث میں صفاتِ رُواۃ (عدل وضبط وغیرہ) اور صیغوں اَخْبَرَنَا، سَمِعْتُ اور حَدَّثَنَا کی ادائیگی کے اعتبار سے حدیث کی صحت اور اس کے ضعف سے بحث کی جاتی ہے تاکہ بحث کے بعد یہ معلوم ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے، حسن ہے، ضعیف ہے، یا موضوع ہے، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ احادیث متواترہ تمام کی تمام واجب العمل ہیں ان کے رجال اور اس میں وارد شدہ صیغ سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ رواۃ و صیغ پر بحث کئے بغیر اس پر عمل

کرناواجب ہوتا ہے خواہ رواۃ فساق ہوں یا کفار۔ پس ثابت ہوا کہ خبر متواتر کے لئے شرائط کا بیان علم اصول حدیث کی مباحث میں سے نہ ہوا۔

﴿فائدہ﴾: مذکورہ عبارت میں مِنْ حَیْثُ الخ :یُبْحَثُ کے متعلق ہے۔

نوٹ:

علم الاسناد علم اصول حدیث کا ایک شعبہ ہے لیکن اس عبارت میں اِطْلَاقُ الْجُزْءِ عَلَى الْكُلِّ کے قبیل سے ہے یعنی علم الاسناد سے مراد علم اصول حدیث ہی ہے۔

خبر متواتر کا وجودِ خارجی

﴿عبارت﴾: فَائِدَةٌ :ذَكَرَ ابْنُ الصَّلَاحِ اَنَّ مِثَالَ الْمُتَوَاتِرِ عَلَى التَّفْسِيْرِ الْمُتَقَدِّمِ يَعِزُّ وُجُوْدُهُ اِلَّا اَنْ يُّدَّعٰى ذٰلِكَ فِىْ حَدِيْثِ مَنْ كَذَبَ عَلَىَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَا ادَّعَاهُ مِنَ الْعِزَّةِ مَمْنُوْعٌ وَكَذَا مَا ادَّعَاهُ غَيْرُهُ مِنَ الْعَدَمِ

﴿ترجمہ﴾: (فائدہ) امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے (اپنی کتاب مقدمہء ابن صلاح میں) لکھا ہے کہ خبر متواتر مذکورہ شرح (شرطوں) کے اعتبار سے انتہائی قلیل الوجود ہے مگر یہ کہ خبر مَنْ كَذَبَ عَلَىَّ الخ کے متعلق دعوٰی کیا جائے اور خبر متواتر کے قلیل الوجود ہونے میں ان کا دعوٰی درست نہیں، اسی طرح جس نے خبر متواتر کے معدوم ہونے کا دعوٰی کیا ہے (وہ بھی درست نہیں)۔

﴿تشریح﴾:

(عَلَى التَّفْسِيْرِ الْمُتَقَدِّمِ) اس شرح کے اعتبار سے جو متن وشرح میں ذکر کی گئی۔

(اَنْ يُّدَّعٰى ذٰلِكَ) میں اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ خبر متواتر ہے۔

(وَمَا ادَّعَاهُ) کا فاعل امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(مِنَ الْعِزَّةِ) مَا کا بیان ہے۔

(كَذَا مَا ادَّعَاهُ غَيْرُهُ) میں غیر سے مراد امام ابن حبان ہیں رحمۃ اللہ علیہ اور امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(غَيْرُهُ) کی ضمیر مجرور کا مرجع امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔(مِنَ الْعَدَمِ) ماقبل مَا کا بیان ہے۔

﴿خبر متواتر کا خارج میں وجود﴾:

ذَكَرَ ابْنُ الصَّلَاحِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر متواتر کے پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کو ذکر فرما کر رد فرما رہے ہیں۔

امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مقدمۂ ابن الصلاح میں خبر متواتر کو گذشتہ شرائط کے اعتبار سے انتہائی قلیل الوجود قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ دعویٰ خبر متواتر فقط خبر مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) کے بارے میں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس حدیث پاک کو 62 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے نیز اس کی سند میں تمام عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شمولیت بھی ہے، جبکہ اس حدیث پاک کے علاوہ کسی اور حدیث پاک میں نہ تو ان کا اجتماع ہوا ہے اور نہ ہی اس قدر کثرتِ رُواۃ کیساتھ کوئی حدیث پاک آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

وَکَذَا مَا ادَّعَاہُ الخ: سے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ کے نقطۂ نظر کو بیان کیا جارہا ہے کہ ان کے نزدیک خبر متواتر عدیم الوجود ہے (یعنی پائی نہیں جاتی)۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

دونوں دعووں کی تردید

﴿عبارت﴾: لِاَنَّ ذٰلِكَ نَشَاَ عَنْ قِلَّةِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى كَثْرَةِ الطُّرُقِ وَاَحْوَالِ الرِّجَالِ وَصِفَاتِهِمُ الْمُقْتَضِيَةِ لِاِبْعَادِ الْعَادَةِ اَنْ يَتَوَاطَئُوْا عَلَى الْكِذْبِ اَوْيَحْصُلَ مِنْهُمْ اِتِّفَاقًا

﴿ترجمہ﴾: کیونکہ یہ (دونوں دعوے) کثرت اسانید، حالاتِ رواۃ اور ان کی ایسی صفات سے قلت اطلاع کا نتیجہ ہیں جو عادۃً ان سے کذب کے محال ہونے کا یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کے سرزد ہونے کے عدم کا تقاضا کرتی ہیں۔

﴿تشریح﴾:

(لِاَنَّ ذٰلِكَ) اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ دونوں دعوے ہیں۔

(الْمُقْتَضِيَةِ لِاِبْعَادِ الخ) یہ كَثْرَةِ الطُّرُقِ، اَحْوَالِ الرِّجَالِ اور صِفَاتِ الرِّجَالِ میں سے ہر ایک کی صفت ہے۔

(يَحْصُلَ) کا فاعل كِذْب ہے۔

لِاَنَّ ذٰلِكَ نَشَاَ الخ: سے مذکورہ دونوں دعووں کی تردید کی جارہی ہے کہ مذکورہ دونوں نظریات کثرتِ اسانید اور حالات واوصافِ رُواۃ پر کامل اطلاع نہ ہونے کا نتیجہ ہیں کیونکہ اگر کثرت رواۃ اور صفات رواۃ پر ان ائمہ کرام (امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ) کو مکمل معلومات ہوتیں تو ان کے یہ نظریات نہ ہوتے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر متواتر کے وجودِ خارجی پر دلیل احسن

﴿عبارت﴾: وَمِنْ اَحْسَنِ مَا يُقَرَّرُ بِهٖ كَوْنُ الْمُتَوَاتِرِ مَوْجُوْدًا وُجُوْدَ كَثْرَةٍ فِي الْاَحَادِيْثِ اَنَّ الْكُتُبَ الْمَشْهُوْرَةَ الْمُتَدَاوَلَةَ بِاَيْدِيْ اَهْلِ الْعِلْمِ شَرْقًا وَغَرْبًا اَلْمَقْطُوْعَ عِنْدَهُمْ بِصِحَّةِ نِسْبَتِهَا اِلٰى مُصَنِّفِيْهَا اِذَا اجْتَمَعَتْ عَلٰى اِخْرَاجِ حَدِيْثٍ وَتَعَدَّدَتْ طُرُقُهٗ تَعَدُّدًا تُحِيْلُ الْعَادَةُ تَوَاطُؤَهُمْ عَلَى الْكِذْبِ اِلٰى اٰخِرِ الشُّرُوْطِ اَفَادَ الْعِلْمَ الْيَقِيْنِيَّ لِصِحَّةِ نِسْبَتِهٖ اِلٰى قَائِلِهٖ وَمِثْلُ ذٰلِكَ فِي الْكُتُبِ الْمَشْهُوْرَةِ كَثِيْرٌ

﴿ترجمہ﴾: سب سے بہترین دلیل کہ جس کے ساتھ متواتر کے وجود کو کثرت کے ساتھ ثابت کیا جا سکتا ہے احادیث (کے ذخیرے) میں وہ یہ ہے کہ وہ کتب جو مشہور اور متداول ہیں شرق وغرب کے اہل علم رحمۃ اللہ علیہم کے ہاتھوں میں جن کی نسبت ان کے مصنفین رحمۃ اللہ علیہم کی ان علماء رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک یقینی ہے تو جب ایسی کتب متفق ہو جائیں کسی خبر کے نقل کرنے پر اور اس خبر کے طرق بھی متعدد ہوں کہ عقل محال کر دے ان جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو دیگر شرائط کے ساتھ، پس یہ خبر اپنے قائل کی طرف نسبت کے صحیح ہونے کے باعث علم یقینی کا فائدہ دے گی اور ایسی متواتر روایات کی مثالیں کتب مشہورہ میں کثرت سے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

(وُجُوْدَ كَثْرَةٍ) مفعول مطلق ہے اور یہ اِضَافَةُ الْمَوْصُوْفِ اِلَى الصِّفَةِ کے قبیل سے ہے۔

(اَلْمُتَدَاوَلَةَ) جو ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہیں۔

(اَلْمَقْطُوْعَةَ) منصوب ہے الْكُتُبَ کی صفت ہونے کی وجہ سے۔

(عِنْدَهُمْ) ضمیر مجرور کا مرجع اَهْلَ الْعِلْمِ ہے۔

(نِسْبَتِهَا، مُصَنِّفِيْهَا اِوَ اجْتَمَعَتْ) تینوں مقامات پر ضمیر مؤنث کا مرجع کتب ہے۔

وَمِنْ اَحْسَنِ مَا يُقَرَّرُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کے موقف (کہ خبر متواتر انتہائی قلیل الوجود ہے) اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف (کہ خبر متواتر پائی ہی نہیں جاتی) کی تردید کرتے ہوئے متواتر کے وجود پر دلیل دے رہے ہیں کہ وہ کتب احادیث جو فی زمانہ مشہور ہیں مثلاً بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ اور جن کی نسبت ان کے مصنفین رحمۃ اللہ علیہم کی طرف یقینی ہے۔

مثلاً صحیح بخاری کے مرتب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، صحیح مسلم کے مرتب امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جامع ترمذی کے

مرتب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور مسند ابوداؤد کے مؤلف امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور کوئی بھی شخص اس امر سے انکاری نہیں۔ پس جب یہ مصنفین رحمۃ اللہ علیہم اپنی کتب میں کسی حدیث کوذکر کرنے پر متفق ہوں بایں طور پر کہ سب نے اس کو اپنی اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہو تو ایسی حدیث متواتر ہوگی کیونکہ اس حدیث کے طرق بھی کثیر ہوئے، اوران کتب مشہورہ کے مصنفین کے تواطؤعلی الکذب یاان سے اتفاقاً جھوٹ کے صادر ہونے کوعادت محال قرار دیتی ہے اوراس سے علم یقینی کا فائدہ بھی حاصل ہوگا اوراس قسم کی احادیث کتب مشہورہ (بخاری ومسلم وغیرہ) میں کثرت سے پائی جاتی ہیں تو ایسی تمام احادیث متواترہ ہوں گی۔ مثلاً حَدِیْثِ مَسْحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ، حَدِیْثِ شَفَاعَتْ، حَدِیْثِ حَوض، حَدِیْثِ مَنْ بَنیٰ لِلّٰہِ مَسْجِدًاالخ اور حَدِیْثِ رُؤْیَۃُ اللّٰہِ فِی الْاٰخِرَۃِوغیرھا ۔

ضروری بات:

حدیث متواتر کا انکار کرنے والے تواتر لفظی کا انکار کرتے ہیں جبکہ متواتر کے وجود قائلین تواتر معنوی کا اثبات کرتے ہیں گویا یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ لفظی ہے۔

❁ یادرہے حدیث متواتر کا انکار کفر ہے وہ خواہ متواتر اللفظ ہو یا متواتر المعنیٰ، اور مطلقاً حدیث پاک کی توہین وتحقیر حدیث پاک کی حیثیت سے (خواہ وہ حدیث ضعیف ہو یا اس سے بھی کم درجے کی ہو) بھی کفر ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اخبار آحاد کا بیان

﴿عبارت﴾: (وَالثَّانِیْ) وَھُوَاَوَّلُ اَقْسَامِ الْاٰحَادِ مَالَہٗ طُرُقٌ مَحْصُوْرَۃٌ لِاَ کْثَرَمِنْ اِثْنَیْنِ وَھُوَالْمَشْھُوْرُعِنْدَالْمُحَدِّثِیْنَ سُمِّیَ بِذٰلِکَ لِوُضُوْحِہٖ (وَھُوَالْمُسْتَفِیْضُ عَلٰی رَأْیِ) جَمَاعَۃٍمِّنْ اَئِمَّۃِالْفُقَھَاءِ سُمِّیَ بِذٰلِکَ لِانْتِشَارِہٖ مِنْ فَاضَ الْمَاءُ یَفِیْضُ فَیْضًا وَمِنْھُمْ مَنْ غَایَرَبَیْنَ الْمُسْتَفِیْضِ وَالْمَشْھُوْرِیَکُوْنُ فِی ابْتِدَاءِہٖ وَانْتِھَائِہٖ سَوَاءٌوَالْمَشْھُوْرُاَعَمُّ مِنْ ذٰلِکَ

﴿ترجمہ﴾: دوسری قسم جوکہ اخبار احاد کی پہلی قسم ہے، وہ ہے جس کے لئے دو سے زائد طرق محصور ہوتے ہیں۔ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی اصطلاح میں اس کے واضح ہونے کی وجہ سے اسے خبر مشہور کہا جاتا ہے۔ ائمہ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت کی رائے میں یہی مستفیض ہے اس کا نام مستفیض رکھا گیا ہے۔ اس کے پھیلنے کی وجہ سے اور لفظ مستفیض فَاضَ الْمَاءُ یَفِیْضُ فَیْضًا سے ماخوذ ہے۔ بعض ائمہ کرام علیہم الرحمۃ نے مستفیض

اور مشہور کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ مستفیض اول زمانے سے آخر زمانے تک برابر ہوتی ہے، اور مشہور اس سے عام ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّانِیْ هُوَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی خبر کی اقسام اربعہ (متواتر، مشہور، عزیز، غریب) میں سے قسم اول (خبر متواتر) کا ذکر فرمالینے کے بعد دوسری قسم (مشہور) شروع فرمارہے ہیں۔ یاد رہے کہ خبر متواتر کے علاوہ مشہور، عزیز اور غریب تینوں کو احاد کہتے ہیں اور احاد! واحد کی جمع ہے، جس کی عنقریب تعریف آرہی ہے۔

وَهُوَ اَوَّلُ الخ: سے بطور جملہ معترضہ فرماتے ہیں کہ خبر مشہور اخبار احاد میں سب سے پہلی قسم ہے جو خبر متواتر کا مد مقابل بنتی ہے۔

مَــالَــهُ طُرُقٌ الخ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے قول اَوَّلُ اَقْسَــامِ الْاٰحَــادِ کا بدل ہے، مطلب یہ ہے کہ قسم ثانی (مشہور) احاد کی اقسام میں سے سب سے پہلی قسم ہے یعنی وہ قسم ہے جسکی اسانید شمار شدہ ہوں اور دو سے زائد ہوں۔

﴿فائدہ﴾ 1: اَلثَّانِیْ مبتداء ہے۔ اور اَلْمَشْهُوْرُ خبر ہے۔ مبتداء اور خبر میں طویل فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے خبر سے پہلے هُوَ لایا گیا ہے۔

﴿فائدہ﴾ 2- خبر مشہور کا مرتبہ خبر متواتر سے کم ہے، خبر عزیز اور غریب سے بلند ہے، اور اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے، جیسے قرآن مجید میں کعبۃ اللہ کا فقط طواف کرنے کا ذکر ہے لیکن سات چکر لگانے کا ذکر نہیں۔

اب قرآن مجید کا مطلوب و مقصود تو صرف یہی ہے کہ طواف کیا جائے خواہ کتنے ہی چکر ہوں، لیکن طواف کی تعداد کی تعیین کا ضروری قرار دیا جانا یہ اخبارِ مشہورہ کی وجہ سے ہے۔

خبر مشہور کی مثال:

قَالَ النَّبِیُّ اِنَّ اللّٰـهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَیْهِ مَالَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ (العُنْفُ بمعنیٰ سخت دلی) (سنن ابو دائود، کتاب الادب، باب فی الرفق ۔ سنن دارمی، کتاب الرقاق، باب فی الرفق)

خبر مستفیض کا بیان:

وَهُوَ الْمُسْتَفِیْضُ عَلٰی الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر مشہور اور مستفیض کے درمیان فرق ہونے یا نہ ہونے میں تین اقوال مختلفہ میں سے قول اول کا بیان فرمارہے ہیں کہ حدیث مشہور ہی حدیث مستفیض ہے یعنی حدیث مشہور اور حدیث مستفیض کے درمیان نسبت تساوی ہے۔

سُمِّیَ بِذٰلِکَ الخ: خبر مستفیض کی وجہ تسمیہ بیان فرمار ہے ہیں کہ فیض کا معنیٰ ہے پھیلنا اور یہ خبر بھی مختلف علاقوں میں پھیل جاتی ہے اسی وجہ سے اسے مستفیض کہتے ہیں۔

مِنْ فَاضَ الْمَاءُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مستفیض کا ماخوذ عنہ بیان فرمار ہے ہیں، یاد رہے کہ ماخوذ عنہ ماٰخذ سے ہے اور ماٰخذ کا معنیٰ لینا یا پکڑنا ہے۔ اور اصطلاحاً کسی محاورے یا فقرے سے کچھ پکڑنے کو ماٰخذ کہتے ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مستفیض کا ماخوذ عنہ فَاضَ الْمَاءُ یَفِیْضُ فَیْضًا ہے اور یہ (فَاضَ الْمَاءُ الخ) اس وقت بولا جاتا ہے جب وادی پانی سے بھر کر چاروں طرف سے بہنے لگ جائے اور یہی معنیٰ مستفیض کا ہے کہ خبر مستفیض بھی چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ الخ: سے دوسرا قول بیان فرمار ہے ہیں کہ بعض ائمہ رحمۃ اللہ علیہم نے دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اور وہ اس طرح کہ خبر مستفیض وہ خبر ہے جس میں رُواۃ ابتداء سے انتہاء تک مساوی رہیں۔

بخلاف مشہور کے، وہ عام ہے کہ خواہ اس میں رُواۃ ابتداء سے انتہاء تک مساوی ہوں یا نہ ہوں۔ یعنی ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مشہور عام ہے اور مستفیض خاص ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مشہور اور مستفیض میں فرق

﴿عبارت﴾: وَمِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ اُخْرٰى وَلَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ هٰذَا الْفَنِّ ثُمَّ الْمَشْهُوْرُ عَلٰى مَا حَرَّرْنَا وَعَلٰى مَا اشْتُهِرَ عَلَى الْاَلْسِنَةِ فَيَشْتَمِلُ مَا لَهٗ اِسْنَادٌ وَّاحِدٌ بَلْ مَا لَا يُوْجَدُ لَهٗ اِسْنَادٌ اَصْلًا

﴿ترجمہ﴾: بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مستفیض اور مشہور کے درمیان ایک اور طریقے سے فرق کیا ہے، اس اعتبار سے مستفیض اس فن کی مباحث سے نہیں ہے، پھر مشہور کا اطلاق اس معنیٰ پر بھی ہوتا ہے جسے ہم نے تحریر کیا اور اس پر بھی جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو۔ پس یہ شامل ہوگا اس کو بھی جس کے لئے ایک سند ہو یا زائد ہوں، بلکہ اس کو بھی جس کی سند ہی نہ ہو۔

﴿تشریح﴾:

(لَيْسَ) کا اسم اَلْمُسْتَفِيْضُ ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ تیسرا قول بیان فرمار ہے ہیں کہ مستفیض وہ خبر ہے جسے امت قبول کرلے لیکن اس خبر میں رواۃ کی تعداد کا اعتبار نہ کیا جائے، اس بناء پر امام ابوبکر صیرفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستفیض

اور متواتر واحدالمعنیٰ ہیں، جبکہ اس کے مقابلے میں مشہور وہ خبر ہے جسے امت قبول کرلے اور اس کے رواۃ کی تعداد مخصوص ہو، یعنی ان دونوں کے درمیان نسبت تباین ہے۔

وَلَیسَ مِنْ مَبَاحِثِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستفیض اس اعتبار سے (کہ مستفیض وہ ہے جسے امت قبول کرلے لیکن اس میں رواۃ کی تعداد کا اعتبار نہ کیا جائے) اس فن کی مباحث میں سے نہیں ہے، کیونکہ یہ متواتر کی مانند ہوگئی ہے اور متواتر کے رجال پر بحث نہیں کی جاتی، جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔

خبر مشہور کا بیان:

ثُمَّ الْمَشْهُورُ عَلیٰ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مشہور اصطلاحی (جس کے ہر طبقے میں تین یا تین سے زائد راوی ہوں بشرطیکہ وہ حد تواتر کو نہ پہنچیں) کی تعریف فرمالینے کے بعد اب مشہور عرفی کی تعریف فرمارہے ہیں۔

مشہور عرفی کی تعریف:

عرفاً مشہور کا اطلاق اس خبر پر کیا جاتا ہے جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہو خواہ اسکی ایک ہی سند ہو یا زیادہ ہوں (بشرطیکہ وہ حد مشہور اور حد تواتر کو نہ پہنچے) یا ایک بھی سند نہ ہو۔

(مَاحَرَّرْنَا) سے مراد مَالَہٗ طُرُقٌ مَحْصُوْرَۃٌ بِاَکْثَرَ مِنْ اِثْنَیْنِ (جسکی اسانید شمار شدہ ہوں اور دو سے زائد ہوں) ہے۔

عَلَی الْاَلْسِنَۃِ: الف ولام عوض مضاف الیہ ہے اصلاً عَلٰی اَلْسِنَۃِ الْعَوَامِ ہے۔

مشہور عرفی (جس کی کوئی سند ہی نہ پائی جائے) کی مثال: سِیْنُ بِلَالٍ عِنْدَ اللہِ شِیْنٌ

یاد رہے! حدیثِ مشہور کے منکر کی تکفیر میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف اس وقت تک ہے جب تک اس کی تحقیر نہ کی جائے، اگر کوئی تحقیر کرے خواہ خبر ضعیف کا ہی کیوں نہ ہو کافر ہوجائے گا، آج کے دور میں یہ عادت منکرین حیات اور غیر مقلدین میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔

﴿فائدہ﴾:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حدیث مشہور (اصطلاحی) کی دو قسمیں ہیں۔

(1) صحیح۔ (2) غیر صحیح۔

پھر غیر صحیح عام ہے خواہ حسن ہو یا ضعیف۔ تدریبُ الرّاوی لہٰذا فقط شہرت کی بناء پر حدیث مشہور کو حدیث صحیح نہیں قرار دیا جائے گا، بلکہ جب حدیث مشہور میں حدیث صحیح کی مکمل شرائط پائی جاتی ہوں تو تب اسے حدیث صحیح کہا جائے گا ورنہ حسب شرائط معلومہ! حسن یا ضعیف کے زمرے میں رکھا جائے گا۔

خبرعزیز کا بیان

﴿عبارت﴾: (وَالثَّالِثُ الْعَزِيْزُ) وَهُوَ اَنْ لَا يَرْوِيَهُ اَقَلُّ مِنْ اِثْنَيْنِ عَنِ اثْنَيْنِ وَسُمِّيَ بِذٰلِكَ اِمَّا لِقِلَّةِ وُجُوْدِهِ وَاِمَّا لِكَوْنِهِ عَزَّ اَيْ قَوِيَ بِمَجِيْئِهِ مِنْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ (وَلَيْسَ شَرْطًا لِلصَّحِيْحِ خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَهُ) وَهُوَ اَبُوْ عَلِيِّ الْجُبَائِيُّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ

﴿ترجمہ﴾: تیسری قسم عزیز ہے اور عزیز وہ خبر ہے کہ جسے (ہر زمانے میں) دو سے کم راوی دو سے کم راویوں سے روایت نہ کریں، اس کا نام عزیز یا تو اس کے قلیل الوجود ہونے کی وجہ سے ہے یا اس کے طریق ثانی سے پائے جانے کی بناء پر قوی ہونے کی وجہ سے ہے، اور خبر عزیز، خبر صحیح کے لئے شرط نہیں ہے خلاف ہے اس کا جس نے یہ گمان کیا ہے اور وہ ابوعلی جبائی معتزلی ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّالِثُ الْعَزِيْزُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر کی مذکورہ اقسام اربعہ میں سے تیسری قسم خبر عزیز کی تعریف فرما رہے ہیں۔

خبر عزیز کی تعریف:

خبر عزیز وہ خبر ہے کہ جس کے راوی کسی طبقے میں بھی دو سے کم نہ ہوں۔

وَسُمِّيَ بِذٰلِكَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر عزیز کی وجہ تسمیہ بیان فرما رہے ہیں۔

وجہ تسمیہ

قبل از وجہ تسمیہ ایک ضروری بات ملاحظہ فرمائیں کہ عَزِيْزٌ عِزٌّ سے مشتق ہے اور عِزٌّ باب ضَرَبَ يَضْرِبُ کا بھی مصدر ہے اور باب سَمِعَ يَسْمَعُ کا بھی مصدر ہے اگر عِزٌّ باب ضَرَبَ يَضْرِبُ کا مصدر ہو تو اس کا معنٰی قلیل الوجود ہوتا ہے اور باب سَمِعَ يَسْمَعُ کا مصدر ہو تو اس کا معنٰی قوی ہوتا ہے، گویا عَزِيْزٌ کے دو معنٰی ہوئے۔(1) قلیل الوجود۔(2) قوی الوجود۔

پھر چونکہ عَزِيْزٌ کے دو معنٰی ہیں اس لئے اسے (خبر عزیز کو) عَزِيْزٌ کہنے کی دو وجہیں ہیں۔

1- خبر عزیز کو خبر عزیز اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عزیز کا معنٰی ہے قلیل الوجود اور یہ خبر بھی قلیل الوجود ہے۔

2- خبر عزیز کو عزیز اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عزیز کا معنٰی ہے قوی ہونا اور یہ خبر بھی سند ثانی کے پائے جانے کی وجہ سے قوی اور مضبوط ہوتی ہے۔

اَيْ قَوِيَ: سے عَزَّ کا معنٰی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ جس باب سے عَزِيْزٌ کا یہ معنٰی (قوی الوجود) بنتا ہے اسکی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ یہاں عَزِيْزٌ باب سَمِعَ يَسْمَعُ کا مصدر ہے۔

(لَيْسَ شَرْطاً): اصلاً كَوْنُ الْحَدِيْثِ عَزِيْزاً لَيْسَ شرطاً ہے یعنی لَیس کا اسم محذوف ہے۔

(الجُبائِیِ) جیم کے ضمہ کے ساتھ ہے۔

﴿نوٹ﴾:

ابوعلی الجبائی معتزلی ائمہ میں سے ہیں اور خوزستان کے رہنے والے تھے۔

خبر صحیح کے لئے عزیز ہونا ضروری نہیں:

لَيْسَ شَرْطاً الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک اختلافی مسئلہ (کسی خبر کے صحیح ہونے کے لئے کم ازکم اس خبر کا عزیز ہونا شرط ہے یا کہ نہیں) میں مذہب مختار کو بیان فرمارہے ہیں۔ کہ خبر صحیح کے لئے کم ازکم خبر عزیز ہونا شرط نہیں ہے بلکہ خبر غریب جس کی صرف ایک ہی سند ہوتی ہے عندالجمہور وہ بھی صحیح ہوسکتی ہے۔

وَهُوَ اَبُوْعَلِيِّ الْجُبَائِيُّ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس نظریہ (خبر صحیح کے لئے کم ازکم خبر عزیز ہونا شرط نہیں ہے) کے مخالف ابوعلی جبائی معتزلی ہیں، یہ کہتے ہیں کہ حدیث صحیح کے لیئے حدیث عزیز ہونا شرط ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حاکم نیشاپوری کا کلام ابوعلی جبائی کے کلام کے لئے اشارۃً مؤید

﴿عبارت﴾: وَاِلَيْهِ يُوْمِیْ كَلَامُ الْحَاكِمِ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ فِیْ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ حَيْثُ قَالَ اَلصَّحِيْحُ هُوَالَّذِیْ يَرْوِيْهِ الصَّحَابِیُّ الزَّائِلُ عَنْهُ اِسْمُ الْجَهَالَةِ بِاَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ رَاوِيَانِ ثُمَّ يَتَدَاوَلُهٗ اَهْلُ الْحَدِيْثِ اِلٰى وَقْتِنَا كَالشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ

﴿ترجمہ﴾: اور اسی کی طرف حاکم ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام (ان کی کتاب) علوم الحدیث میں اشارہ کرتا ہے کیونکہ حاکم ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ صحیح وہ حدیث ہے جسے ایسا صحابی روایت کرے جس سے غیر معروف ہونا زائل ہو (وہ مشہور و معروف ہو) بایں صورت کہ اس کے دو راوی ہوں پھر اصحاب حدیث اسے ہمارے زمانے تک پہنچائیں جیسے شہادت پر شہادت ہوتی ہے

﴿تشریح﴾:

(اِلَيْهِ) میں ضمیر مجرور کا مرجع زعمِ ابوعلی جبائی ہے۔

(عُلُوْمُ الْحَدِيْث) حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔

(الزَّائِلُ عَنْهُ اِسْمُ الْجَهَالَةِ) اَلصَّحَابِیُّ کی صفت ہے یعنی وہ مشہور ہو جیسے سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔

(بِاَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ الخ) میں مذکور باء احتمال ثانی (جو کہ مندرجہ ذیل ہے) کے اعتبار سے تصویر یہ ہے اور اس سے مشہور صحابی کی صورت بیان کی جارہی ہے کہ مشہور صحابی وہ ہے جس سے روایت کرنے والے دو راوی ہوں اگر اس سے روایت کرنے والا ایک راوی ہو تو وہ صحابی مشہور نہیں ہوگا بلکہ مجہول ہوگا۔

(یَتَدَاوَلُہٗ) تَدَاوُلٌ سے ہے بمعنیٰ ہاتھوں ہاتھ لینا۔

(اِلٰی وَقْتِنَا) یعنی ہر طبقہ میں۔

اِلَیْـہِ یُوْمِیْ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بھی جو صحیح کی تعریف میں ہے اشارۃً ابوعلی جبائی کے نظریہ کی تائید کرتا ہے وہ اس طرح کہ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں حدیث صحیح کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اَلصَّحِیْحُ ھُوَالَّذِیْ یَرْوِیْہِ الصِّحَابِیُّ الزَّائِلُ عَنْہُ اِسْمُ الْجَھَالَۃِبِاَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ رَاوِیَانِ ثُمَّ یَتَدَاوَلُہٗ اَھْلُ الْحَدِیْثِ اِلٰی وَقْتِنَا کَالشَّھَادَۃِعَلَی الشَّھَادَۃِ

﴿نوٹ﴾:

حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تعریف دو احتمال رکھتی ہے۔

(1) بِاَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ: میں لَہٗ کی ضمیر مجرور کا مرجع حدیث ہو، تو معنیٰ یہ ہوگا کہ صحیح وہ حدیث ہے جسے دو مشہور صحابی روایت کریں، جس طرح شہادت پر شہادت میں ہوتا ہے کہ اولاً دو گواہ ہوتے ہیں پس اگر وہ اپنی گواہی پر گواہ بنانا چاہیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک گواہ اپنے لئے دو گواہ بنائیگا پھر ایسے ہی اگر مؤخر الذکر دونوں اپنی گواہی پر گواہ بنانا چاہیں تو ان میں سے بھی ہر ایک کو دو دو گواہ بنانا پڑیں گے، علیٰ ھذا الاخیر تک۔

(2) بِاَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ: میں لَہٗ کی ضمیر مجرور کا مرجع صحابی ہو پس اس بناء پر مطلب یہ ہوگا کہ صحیح وہ حدیث ہے جسے وہ معروف صحابی روایت کرے اور اس صحابی سے روایت کرنے والے دو راوی ہوں، گویا ہر ہر مقام پر دو دو راوی ضروری نہیں، تبھی تو راوی اکیلا صحابی ہے۔

ان دونوں احتمالات کو ملاحظہ فرمالینے کے بعد! یہ بات بدیہی ہوگی کہ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف حدیث صحیح! احتمال اول کے اعتبار سے ابوعلی جبائی کے نظریہ (خبر صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط ہے) کی مؤید و طرفدار ہے اور احتمال ثانی کے اعتبار سے نظریۂ جمہور محدثین (خبر صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط نہیں ہے) کی مؤید و طرفدار ہے۔

ابوعلی جبائی کے نظریہ کی تردید:

چونکہ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے صراحۃً ابوعلی جبائی کے نظریہ کی تائید نہیں ملتی اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول یُوْمِیْ کے ذریعے اسے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ یُوْمِیْ اِیْمَاءٌ سے ہے اور اِیْمَاءٌ اشارہ خفی کو کہتے

ہیں گویا مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاکم ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ابوعلی جبائی کے نظریہ کی تائید اشارۃً بھی ہوتی ہے صراحۃً نہیں ہوتی، جبکہ دوسرا احتمال چونکہ بالکل ظاہر ہے (کیونکہ ضمیر مجرور کا مرجع "شیخ علی" مرجع قریب ہے) اور یہی دوسرا احتمال ہی نظریہ جمہور ہے اور عند المصنف رحمۃ اللہ علیہ راجح و مختار ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ترجیح دی۔

☆☆☆......☆☆☆☆......☆☆☆

قاضی ابوبکر ابن العربی کا دعویٰ

﴿عبارت﴾: وَصَرَّحَ الْقَاضِیْ اَبُوْبَکْرِبْنُ الْعَرَبِیِّ فِیْ شَرْحِ الْبُخَارِیِّ بِاَنَّ ذٰلِکَ شَرْطُ الْبُخَارِیِّ وَاَجَابَ عَمَّا اُوْرِدَ عَلَیْہِ مِنْ ذٰلِکَ بِجَوَابٍ فِیْہِ نَظْرٌ لِاَنَّہٗ قَالَ فَاِنْ قِیْلَ حَدِیْثُ الْاَعْمَالِ بِالنِّیَّاتِ فَرْدٌ لَمْ یَرْوِہٖ عَنْ عُمَرَ اِلَّا عَلْقَمَۃُ قُلْنَا قَدْ خَطَبَ بِہٖ عُمَرُ عَلَی الْمِنْبَرِ بِحَضْرَۃِ الصَّحَابَۃِ وَلَوْلَا اَنَّھُمْ یَعْرِفُوْنَہٗ لَاَنْکَرُوْہُ کَذَا قَالَ۔

﴿ترجمہ﴾: قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ عزیز ہونا بخاری کی شرط ہے پھر انہوں نے اس قول کی وجہ سے ہونے والے اعتراض کا جواب دیا جو کہ محلِ نظر ہے اس لئے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کہا جائے کہ حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ فرد (غریب) ہے کہ اسے حضرت عمر سے حضرت علقمہ نے ہی روایت کیا ہے تو ہم (قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس حدیث پاک کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں خطبہ دیتے ہوئے منبر پر ارشاد فرمایا اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حدیث پاک کو نہ پہچانتے ہوتے تو انکار کر دیتے ایسے ہی ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

﴿تشریح﴾:

(ذٰلِکَ) کا مشارٌ الیہ خبرِ عزیز ہے۔

(اَجَابَ، قَالَ) دونوں میں ضمیرِ مرفوع کا مرجع قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(عَلَیْہِ) ضمیرِ مجرور کا مرجع قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(مِنْ ذٰلِکَ) میں مِن تعلیلیہ ہے۔

(فَرْدٌ) بمعنی حدیث غریب ہے۔

(کَذَا قَالَ) اسی طرح قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ پر وارد ہونے والے سوال کے جواب میں کہا۔

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ بن محمد ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ 468ہجری میں پیدا ہوئے اور 543ہجری میں وفات پائی آپ رحمۃ اللہ علیہ اشبیلیہ کے عظیم محدث تھے اور وہیں ایک عرصہ تک قاضی بھی رہے اور آپ کے بارے میں یہ بھی ہے کہ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر **انوار الفجر** کے نام سے لکھی جو اسی (80) ہزار صفحات پر مشتمل تھی۔

قاضی ابوبکر ابن العربی کا قول:

صَرَّحَ الْقَاضِیْ اَبُوْبَکْرٍ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو (جو ابوعلی جبائی کی تائید میں ہے) ذکر فرما کر تردید فرمارہے ہیں کہ قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط ہے۔

اَجَابَ عَمَّا اُوْرِدَ عَلَیْہِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ قول (کہ عزیز ہونا حدیث صحیح کے لئے عند البخاری رحمۃ اللہ علیہ شرط ہے) کی بناء پر قاضی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا گیا کہ بخاری کی حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تو عزیز نہیں ہے بلکہ وہ تو غریب ہے کیونکہ اسے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فقط حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔

تو اس اعتراض کا جواب قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا کہ یہ حدیث غریب نہیں بلکہ عزیز یا مشہور ہے کیونکہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جم غفیر میں بیان کیا اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو وہ ضرور اس کا انکار کرتے پس اس بناء پر جس نے اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا وہ اس حدیث کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شریک ہوگا اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا وہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا شریک ہوگا لہٰذا یہ حدیث غریب نہ رہی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

قاضی ابوبکر ابن العربی کے دعویٰ کی تردید

﴿عبارت﴾: وَتُعُقِّبَ بِاَنَّہٗ لَا یَلْزَمُ مِنْ کَوْنِہِمْ سَکَتُوْا عَنْہُ اَنْ یَّکُوْنُوْا سَمِعُوْہُ مِنْ غَیْرِہٖ وَبِاَنَّ ھٰذَا لَوْ سُلِّمَ فِیْ عُمَرَ فِیْ تَفَرُّدِ عَلْقَمَۃَ عَنْہُ ثُمَّ تَفَرَّدَ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ بِہٖ عَنْ عَلْقَمَۃَ ثُمَّ تَفَرَّدَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ بِہٖ عَنْ مُحَمَّدٍ عَلٰی مَا ھُوَ الصَّحِیْحُ الْمَعْرُوْفُ

عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَقَدْ وَرَدَتْ لَهُمْ مُتَابِعَاتٌ لَا يُعْتَبَرُ بِهَا وَكَذَا لَا نُسَلِّمُ جَوَابَهُ فِيْ غَيْرِ حَدِيْثِ عُمَرَ .

﴿ترجمہ﴾ قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے (اس روایت میں سماع کے وقت) خاموش رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے سے بھی سنا ہو اور اگر بالفرض یہ جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق تسلیم بھی کر لیا جائے تو اعتراض کیا جائے گا کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں اکیلے ہیں پھر حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما اس حدیث پاک کو حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں اکیلے ہیں پھر حضرت یحیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہما اس حدیث پاک کو حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کرنے میں اکیلے ہیں اس بناء پر جیسا کہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک صحیح اور معروف ہے اور ان کے متابعات بھی کتب احادیث میں مذکور ہوئے ہیں جن کا اعتبار نہیں کیا گیا اس طرح ہم تسلیم نہیں کرتے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات جو حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہیں۔

﴿تشریح﴾:

(مِنْ غَيْرِهٖ) ضمیر مجرور کا مرجع حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بِاَنَّ هٰذَا) اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ جواب ہے۔

(عَنْهُ) ضمیر کا مرجع حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بِهٖ) ضمیر مجرور کا مرجع هٰذَا الْحَدِيْثُ ہے۔

(جَوَابَهُ) ضمیر مجرور کا مرجع ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

وَتُعُقِّبَ بِاَنَّهُ لَا يَلْزَمُ الخ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ جواب کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا اس حدیث پاک کو مجمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ذکر کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوت اختیار کرنا اس کو یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث پاک کو سنا ہوگا اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سکوت سے یہ مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہوگا تبھی تو وہ خاموش رہے ہوں گے تو پھر حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟ کیونکہ وہ تو اس حدیث پاک کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں اکیلے ہیں۔

اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے شریک موجود ہیں تو پھر محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما جو حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور یحیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہما جو محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کرتے ہیں ان کے متعلق کیا کہیں گے کیونکہ ان کے مشہور و معروف محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے بقول کوئی شریک نہیں۔

وَقَدْ وَرَدَتْ لَهُمْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے۔

❁ قبل از جواب ایک تمہید ملاحظہ فرمائیں کہ حدیث فرد (غریب) کے جس راوی کے متعلق تفرد کا گمان ہو اگر تلاش سے اس راوی کا کوئی موافق مل جائے تو اس موافق راوی کو مُتَـابِع بالکسر کہا جاتا ہے اور اس موافقت کو متابعت کہا جاتا ہے اور موافقت سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔

﴿سوال﴾: مذکورہ حدیث پاک (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ) کی سند میں مذکور رواۃ متفردہ کے متابعات بھی تو ہیں لہٰذا اس بناء پر رواۃ متفردہ میں تفرد نہ رہا اور مذکورہ حدیث غریب نہ رہی؟۔

﴿جواب﴾: ان متابعات کا محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں کوئی اعتبار نہیں کیونکہ وہ ضعیف ہیں، لہٰذا ان سے حدیث کی غربت ختم نہیں ہوسکتی۔

وَکَذَا لَانُسَلِّمُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو جوابات حدیث عمر رضی اللہ عنہ (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ) کے علاوہ دیگر احادیث کے متعلق دیئے ہیں کہ وہ بھی عزیز ہیں وہ جوابات بھی قابل تسلیم نہیں جیسے بخاری شریف کی آخری حدیث پاک کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ الخ ہے یہ بھی باوجود صحیح ہونے کے عزیز نہیں ہے کیونکہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوزرعۃ رضی اللہ عنہ نے اور ابوزرعۃ رضی اللہ عنہ سے عمارہ بن قعقاع رضی اللہ عنہما نے اور عمارہ بن قعقاع رضی اللہ عنہما سے فقط محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، لہٰذا قاضی ابوبکر ابن العربی کا قول دلائل کے ساتھ رد ہوگیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ حدیث صحیح کے لیئے کم از کم حدیث عزیز ہونا شرط نہیں بلکہ حدیث غریب بھی حدیث صحیح ہوسکتی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

ابن رشید کا قول

﴿عبارت﴾: قَالَ ابْنُ رُشَیْدٍ وَلَقَدْ کَانَ یَکْفِیْ الْقَاضِیَ فِیْ بُطْلَانِ مَا ادَّعٰی اَنَّهٗ شَرْطُ الْبُخَارِیِّ اَوَّلُ حَدِیْثٍ مَّذْکُوْرٍ فِیْهِ وَادَّعٰی اِبْنُ حِبَّانَ نَقِیْضَ دَعْوَاهُ فَقَالَ اِنَّ رِوَایَةَ اثْنَیْنِ عَنِ اثْنَیْنِ اِلٰی اَنْ یَّنْتَهِیَ لَایُوْجَدُ اَصْلًا قُلْتُ اِنْ اَرَادَ اَنَّ رِوَایَةَ اثْنَیْنِ فَقَطْ عَنِ اثْنَیْنِ اِلٰی اَنْ یَّنْتَهِیَ لَایُوْجَدُ اَصْلًا فَیُمْکِنُ اَنْ یُّسَلَّمَ وَاَمَّا صُوْرَةُ الْعَزِیْزِ الَّتِیْ حَرَّرْنَاهَا فَمَوْجُوْدَةٌ بِاَنْ لَّایَرْوِیَهٗ اَقَلُّ مِنِ اثْنَیْنِ عَنْ اَقَلَّ مِنِ اثْنَیْنِ ۔

﴿ترجمہ﴾: ابن رشید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس دعوٰی "کہ عزیز ہو بخاری کی شرط ہے" کے بطلان کے لئے بخاری کی پہلی حدیث ہی کافی ہے جو بخاری میں ذکر کی گئی ہے ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کے دعوٰی کے برعکس دعوٰی کرتے ہوئے کہا کہ دو کی دو سے

روایت آخر تک یہ بالکل نہیں پائی جاتی۔
میں کہتا ہوں کہ اگر ابن حبان علیہ الرحمۃ نے ارادہ کیا ہے اس سے اس بات کا کہ فقط دو کی روایت فقط دو سے آخر سند تک بالکل نہیں پائی جاتی تو ممکن ہے کہ ابن حبان علیہ الرحمۃ کی بات کو تسلیم کرلیا جائے لیکن خبر عزیز کی وہ صورت جس کو ہم نے لکھا ہے موجود ہے کہ (وہ خبر عزیز) جسے دو سے کم دو سے کم سے روایت نہ کرتے ہوں (یعنی اگر کسی مرحلے میں دو سے زائد بھی ہو جائیں تو کوئی حرج نہ ہو)۔

﴿تشریح﴾:

(اَلْقَاضِيَ) يَكْفِيْ کا مفعول بہ ہے۔(اَوَّلُ حَدِيْثٍ) يَكْفِيْ کا فاعل ہے۔
(ادَّعٰى) کا فاعل قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ (اَنَّهٗ) ضمیر منصوب کا مرجع خبر عزیز ہے۔
(اَنَّهٗ شَرْطُ الْبُخَارِيِّ) یہ بدل ہے مَا ادَّعٰى میں مَا کا۔ (فِيْهِ) ضمیر مجرور کا مرجع بخاری شریف ہے۔

ابن رُشَید رحمۃ اللہ علیہ

ان کا اسمِ گرامی ابوعبداللہ محمد بن عمر بن محمد ہے، یہ 657ہجری میں پیدا ہوئے اور 721ہجری میں وصال فرما گئے، انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے مابین حدیث معنعن کے اختلاف پر ایک عمدہ کتاب تصنیف فرمائی۔

ابن حبان (بکسر الحاء وتشدید الباء) رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا اسم گرامی محمد بن حبان بن احمد ہے ان کی کنیت ابوحاتم تھی، ان کی کتاب صحیح ابن حبان ہے۔
قَالَ ابْنُ رُشَيْدٍ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے قول (کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حدیث صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط ہے) کو رد فرما لینے کے بعد بطور تائید ابن رشید رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کرتے ہیں کہ ابن رشید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے غلط ہونے کے لئے تو بخاری کی پہلی حدیث (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ) میں شرط کا نہ پایا جانا کافی ہے، کیونکہ وہ صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ غریب ہے عزیز نہیں۔
(نَقِيْض) بمعنٰی ضد ہے یہاں اصطلاحی معنٰی مراد نہیں ہے۔
(دَعْوَاهُ) میں ضمیر مجرور کا مرجع قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

امام ابن حبان کے دعویٰ کی تردید:

اِدَّعٰى ابْنُ حِبَّانَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث صحیح کے متعلق نظریہ بیان فرما کر اسے رد فرما رہے ہیں، مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے

دعویٰ کے برعکس دعویٰ کیا ہے یعنی امام ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ کہا تھا کہ حدیث صحیح کے لیئے حدیث عزیز ہونا شرط ہے جبکہ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ "خبر عزیز جس کو روایت کرنے والے دو راوی ہوں پھر ان دو سے روایت کرنے والے بھی دو ہوں اور یہی سلسلہ آخر سند تک چلے" امام ابن احبان علیہ الرحمۃ کہتے ہیں یہ صورت بالکل معدوم ہے خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں۔

مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ امام ابن حبان علیہ الرحمۃ کے اس قول سے اگر یہ مراد ہے "ایسی خبر عزیز کہ جسے دو ہی شخص دو ہی سے اخیر تک روایت کرتے چلے آئے ہوں نہیں پائی جاتی" تو یہ ان کا قول قابل تسلیم ہے لیکن اگر ان کی مراد یہ ہو کہ "وہ خبر عزیز کہ جس کے ہر طبقے میں کم از کم دو راوی ہوں یہ نہیں پائی جاتی" تو یہ مراد غلط ہے کیونکہ ایسی صورت پائی جاتی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر عزیز کی مثال

﴿عبارت﴾: وَمِثَالُهُ مَارَوَاهُ الشَّيْخَانِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ وَّالْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ اَلْحَدِيْثُ وَرَوَاهُ عَنْ اَنَسٍ قَتَادَةُ وَعَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، وَرَوَاهُ عَنْ قَتَادَةَ، شُعْبَةُ وَسَعِيْدٌ وَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ، اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدُالْوَارِثِ وَرَوَاهُ عَنْ كُلٍّ جَمَاعَةٌ .

﴿ترجمہ﴾: اور اس (عزیز) کی مثال وہ حدیث پاک ہے جس کو روایت شیخین (امامِ بخاری، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد اور اس کی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث پاک کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کیا، پھر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید نے روایت کیا اور عبدالعزیز بن صہیب سے اسماعیل بن عُلَیّہ اور عبدالوارث نے روایت کیا اور پھر ہر ایک سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

(مِثَالُهُ) میں ضمیر مجرور کا مرجع خبر عزیز ہے۔

(اَلْحَدِيْثُ) پر تینوں اعراب درست ہیں رفع کی صورت میں یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر مَعْلُوْمٌ محذوف ہے یعنی

حدیث معلوم ہے اس لئے اسے مکمل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ،نصب کی صورت میں یہ مفعول بہ ہے اِقْرَءْ فعل محذوف کا یعنی اِقْرَءِ الْحَدِیْثَ بِتَمَامِہٖ (آپ اس حدیث پاک کو مکمل پڑھیں)۔

❀ یادرہے بقیہ حصہ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ہے۔ جرکی صورت میں یہ مضاف الیہ ہے لفظ بَاقِی کا اور خبر معلوم محذوف ہے یعنی بَاقِی الْحَدِیْثِ مَعْلُوْمٌ (حدیث کا بقیہ حصہ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ) معلوم ہے اس لئے اسے ذکر نہیں کیا گیا۔

(عُلَیَّۃ بضم العین وفتح اللام اورالیاء المشددۃ یہ اسماعیل راوی کی والدہ ہیں، ان کے والد کا نام ابراہیم ہے۔

وَمِثَالُہٗ مَارَوَاہُ الخ :سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث عزیز کی مثال دے رہے ہیں کہ اس حدیث (لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ الخ) کو دو صحابہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے حضور ﷺ سے روایت کیا پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دو راویوں (حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالعزیز بن صہیب رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا پھر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی دو راویوں (حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ) نے روایت کیا ہے اسی طرح حضرت عبدالعزیز بن صہیب رحمۃ اللہ علیہما سے بھی دو راویوں (حضرت اسماعیل بن علیہ رحمۃ اللہ علیہما اور عبدالوارث رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی کئی تابعین نے روایت کیا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مذکورہ حدیث (لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ الخ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سند پر تو بداہۃً عزیز ہے کیونکہ اس کی سند میں صحابی کے درجہ میں بھی دو راوی (حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما) ہیں لیکن امام مسلم علیہ الرحمۃ کی سند پر عزیز نہیں کیونکہ امام مسلم کی سند میں صحابی کے درجہ میں صرف ایک راوی (حضرت انس رضی اللہ عنہ) ہے، لہٰذا اس حدیث کو خبر عزیز کی مثال قرار دینا درست نہیں۔

﴿جواب﴾: صحابی کے درجہ میں تعدد رواۃ ضروری نہیں چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں وَالْاَظْهَرُ اَنَّ تَعَدُّدَ الصَّحَابَةِ غَیْرُ مُعْتَبَرَةٍ فِی الْعِزَّةِ یعنی حدیث عزیز میں صحابی کے درجہ میں تعدد صحابہ ضروری نہیں لہٰذا اگر صحابی کے درجہ میں صرف ایک ہی راوی ہو تو اس سے بھی وہ حدیث عزیز ثابت ہو جائے گی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر غریب کا بیان

﴿عبارت﴾: (وَالرَّابِعُ الْغَرِیْبُ) وَهُوَ مَایَتَفَرَّدُ بِرِوَایَتِهٖ شَخْصٌ وَّاحِدٌ فِیْ اَیِّ مَوْضِعٍ وَقَعَ التَّفَرُّدُ بِهٖ مِنَ السَّنَدِ عَلٰی مَاسَیُقَسَّمُ اِلَیْهِ الْغَرِیْبُ الْمُطْلَقُ وَالْغَرِیْبُ النِّسْبِیُّ (وَکُلُّهَا) اَیِ الْاَقْسَامُ الْاَرْبَعَةُ الْمَذْکُوْرَةُ (سِوَی الْاَوَّلِ) وَهُوَالْمُتَوَاتِرُ (آحَادٌ) وَیُقَالُ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا خَبَرُ وَاحِدٍ وَخَبَرُ الْوَاحِدِ فِی اللُّغَةِ مَایَرْوِیْهِ شَخْصٌ وَّاحِدٌ وَفِی الْاِصْطِلَاحِ مَالَمْ

يَجْمَعْ شُرُوْطَ التَّوَاتُرِ

﴿ترجمہ﴾: اور چوتھی قسم غریب ہے، اور غریب وہ خبر ہے جس کی روایت میں شخص واحد متفرد ہو اور یہ تفرد خواہ سند کے کسی بھی مقام میں ہو، اس کی تقسیم عنقریب آرہی ہے غریب مطلق اور اور غریب نسبی کی طرف، یہ اقسام اربعہ سوائے اول کے جو کہ متواتر ہے آحاد ہیں ان میں سے ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے، لغت کے اعتبار سے خبر واحد وہ خبر ہے جسے ایک شخص روایت کرے، جبکہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی اصطلاح وہ خبر ہے کہ جس میں تواتر کی شرائط جمع نہ ہوں۔

﴿تشریح﴾:

وَقَعَ التَّفَرُّدُبِهٖ اَیْ بِرِوَایَتِهٖ یعنی مضاف محذوف ہے۔

شَخْصٌ وَّاحِدٌ خواہ ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔

مِنَ السَّنَدِ اَیْ مِنْ مَوَاضِعِ السَّنَدِ یعنی مضاف محذوف ہے۔

اِلَيْهِ میں ضمیر مجرور کا مرجع الْغَرِيْب ہے۔

الْغَرِيْبُ الْمُطْلَقُ یہ مبتداء محذوف هُوَ کی خبر ہے۔

اَلْغَرِيْبُ النِّسْبِیِ نون کے کسرہ اور سین کے سکون کیساتھ ہے۔ اس کا عطف الْغَرِيْبُ الْمُطْلَقُ پر ہے۔

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا اَیْ مِنَ الْاٰحَادِ یعنی ضمیر مجرور کا مرجع اقسام ثلاثہ (مشہور، عزیز اور غریب) ہیں۔

آحَادٌ اَحَدٌ کی جمع ہے اَحَدٌ بمعنیٰ وَاحِدٌ ہے۔

الْاِصْطِلَاحِ اَیْ فِیْ اِصْطِلَاحِ الْمُحَدِّثِيْنَ یعنی الف ولام عوض مضاف الیہ ہے۔

وَالرَّابِعُ الْغَرِيْبُ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر کی مذکورہ اقسام اربعہ میں سے چوتھی قسم خبر غریب کی تعریف فرمارہے ہیں کہ خبر غریب وہ خبر ہے کہ جسے روایت کرنے والا ایک شخص ہو، خواہ تمام طبقات میں ایک ہو یا بعض طبقات میں ایک ہو، یا کسی بھی طبقے میں ایک رہ گیا ہو، کیونکہ اس فن میں کم از کم تعداد کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

سَيُقْسَمُ اِلَيْهِ: سے مصنف رحمة الله علیہ خبر غریب کی تقسیم کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس کی اقسام غریب مطلق اور غریب نسبی ہیں، جن کا آگے ذکر آرہا ہے۔

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمة الله علیہ نے کہا وَكُلُّهَا سِوَى الْاَوَّلِ آحَادٌ کہ خبر متواتر کے علاوہ بقیہ اقسام ثلاثہ (مشہور، عزیز اور غریب) کو آحاد کہتے ہیں، ان کا یہ کہنا درست نہیں کیونکہ مشہور عزیز اور غریب مرویات ہیں، رواۃ نہیں، جبکہ آحاد رواۃ ہیں مرویات نہیں۔

﴿جواب﴾: اس عبارت (وَكُلُّهَاسِوَى الْاَوَّلِ آحَادٌ) میں مضاف محذوف ہے، یعنی اصل اَوْ كُلُّهَاسِوَى الْاَوَّلِ اَخْبَارُ آحَادٍ ہے اور اخبار آحاد مرویات ہی ہیں رواۃ نہیں لہذا اعتراض نہ رہا۔

خَبَرُ الْوَاحِدِ فِي اللغ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر واحد کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان کر رہے ہیں۔

وَفِي الْاِصْطِلَاحِ مَالَمْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر واحد کا اصطلاحی معنیٰ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک سوال مقدر کا جواب بھی دینا ہے۔

﴿سوال﴾: حدیث غریب کو تو خبر واحد کہنا درست ہے لیکن حدیث مشہور اور حدیث عزیز کو خبر واحد کہنا درست نہیں تو پھر انہیں کس بنیاد پر خبر واحد کہا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: حدیث مشہور اور حدیث عزیز شرائط تواتر کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حدیث غریب کی طرح ہیں اس لیئے انہیں بھی خبر واحد کہا جاتا ہے۔

ضروری بات:

حدیث پاک میں کبھی تو غرابت سند کے اعتبار سے ہوتی ہے جس کا ابھی ذکر ہوا، اور کبھی متن کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ متونِ احادیث میں انتہائی مشکل اور پیچیدہ الفاظ واقع ہوتے ہیں جو قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے بعید از فہم ہوتے ہیں، لیکن حدیث پاک کا سند کے اعتبار سے غریب ہونا یا متن میں مشکل الفاظ آنے کی بناء پر غریب ہونا صحت کے منافی نہیں ہے یعنی اس سے حدیث پاک کا غیر صحیح ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور ہاں! بعض اوقات حدیث غریب غیر صحیح بھی ہوتی ہے جیسا کہ امام ابن الصلاح لکھتے ہیں کہ غریب کی دو قسمیں ہیں ایک صحیح جیسے وہ حدیث غریب جن کی صحیح (بخاری) میں تخریج کی گئی ہے اور دوسری قسم غیر صحیح ہے۔

❁ الغرض تمام احادیث غریبہ غیر صحیح نہیں ہیں بلکہ ان میں صحیح بھی ہیں چنانچہ بخاری شریف کی پہلی حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ کے متعلق امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فَاِنَّ اِسْنَادَهُ مُتَّصِفٌ بِالْغَرَابَةِ (اس کی سند غرابت سے متصف ہے) لہذا غیر مقلدین کو محدثین کرام رحمہم اللہ کا یہ اصول بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر مقبول کا بیان

﴿عبارت﴾: (وَفِيْهَا) اَیْ فِی الْاٰحَادِ (الْمَقْبُوْلُ) وَهُوَمَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ (وَ) فِيْهَا (الْمَرْدُوْدُ) وَهُوَ الَّذِیْ لَمْ يَرْجَحْ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهٖ (لِتَوَقُّفِ الْاِسْتِدْلَالِ بِهَا عَلَى الْبَحْثِ عَنْ اَحْوَالِ رُوَاتِهَا دُوْنَ الْاَوَّلِ) وَهُوَ الْمُتَوَاتِرُ فَكُلُّهٗ مَقْبُوْلٌ لِاِفَادَتِهِ الْقَطْعَ

بِصِدْقِ مُخْبِرِهٖ بِخِلَافِ غَیْرِهٖ مِنْ اَخْبَارِ الْاٰحَادِ لٰکِنْ اِنَّمَا وَجَبَ الْعَمَلُ بِالْمَقْبُوْلِ مِنْهَا

﴿ترجمہ﴾: اور اخبارِ آحاد میں ایک قسم خبر مقبول ہے، اور مقبول وہ خبر واحد ہے کہ جس پر جمہور کے نزدیک عمل کرنا واجب ہے، اور اخبارِ آحاد کی ایک قسم مردود ہے اور یہ وہ خبر واحد ہے کہ جس کے مخبر کے صدق کو (محدثین رحمہم اللہ کے ہاں) ترجیح نہ ہو، کیونکہ خبر واحد سے استدلال خبر واحد کے راویوں کے احوال کے بارے میں بحث پر موقوف ہوتا ہے، بخلاف خبر متواتر کے، وہ قطعیت کا فائدہ دینے کی وجہ سے تمام کی تمام مقبول ہوتی ہے کیونکہ اس کے مخبرین میں صداقت ہی پائی جاتی ہے، بخلاف خبر متواتر کے غیر کے یعنی اخبارِ آحاد کے (کہ وہ مقبول بھی ہوتی ہیں اور مردود بھی ہوتی ہیں) لیکن اخبارِ آحاد کی قسم خبر مقبول پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

(وَفِیْهَا) اَیْ فِی الْاٰحَادِ سے ضمیر مجرور کا مرجع بیان کیا گیا ہے۔

مَا یَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع ما موصولہ ہے۔

لفظ جمہور کا تلفظ:

اَلْجُمْهُوْرِ: میں جیم کے ضمہ کے ساتھ ہے، اسے عموماً جیم کے فتحہ کیساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ غلط ہے، اہل عرب کے ہاں اس وزن پر ہونے والا کلمہ حرفِ اول کے ضمہ کیساتھ ہوگا، جیسے دُستور، زُنبور، عُصفور، سوائے لفظ صَعفوق (ذلیل، کمینہ) کے یہ فتحہ کیساتھ پڑھا جاتا ہے، بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے صعفوق کو عجمی قرار دیا ہے، جمہور بمعنیٰ جماعت، قوم کے بڑے اور اشراف لوگ۔

وَفِیْهَا الْمَرْدُوْدُ میں ضمیر مجرور کا مرجع الآحاد ہے۔

صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع اَلَّذِیْ اسم موصول ہے۔

لِتَوَقُّفِ الْاِسْتِدْلَالِ بِهَا میں ضمیر مجرور کا مرجع الآحاد ہے۔

رُوَاتِهَا میں ضمیر مجرور کا مرجع الآحاد ہے۔

دُوْنَ الْاَوَّلِ اَیْ دُوْنَ الْقِسْمِ الْاَوَّلِ یعنی موصوف محذوف ہے۔

فَکُلُّهٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع التواتر ہے۔

لِاِفَادَتِهٖ میں بھی ضمیر مجرور کا مرجع خبر متواتر ہے۔

بِصِدْقِ مُخْبِرِهٖ میں بھی ضمیر مجرور کا مرجع خبر متواتر ہے۔

مِنْ اَخْبَارِ الْاٰحَادِ میں مِنْ بیانیہ ہے۔ بِالْمَقْبُوْلِ مِنْهَا میں ضمیر مجرور کا مرجع الآحاد ہے۔

خبر واحد کی تقسیم ثانی:

(وَفِيهَا) اَیْ فِی الْاٰحَادِ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ قبولیت وعدم قبولیت کے اعتبار سے خبر واحد کی تقسیم کرنی ہے کہ قبولیت وعدم قبولیت کے اعتبار سے خبر واحد کی دو قسمیں ہیں۔ (1) خبر مقبول (2) خبر مردود

❁ یاد رہے کہ خبر واحد کی یہ دوسری تقسیم ہے پہلی تقسیم عددِ طرق کے اعتبار سے تھی جس اعتبار سے خبر واحد کی تین قسمیں ہوئی تھیں (۱) خبر مشہور (۲) خبر عزیز (۳) خبر غریب۔

خبر مقبول کی تعریف:

اَلْمَقْبُوْلُ الَّذِیْ يُرَجَّحُ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهٖ کہ خبر مقبول وہ خبر ہے جس کے مخبر کے صدق کو محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں ترجیح حاصل ہو۔ بعض لوگوں نے یوں کی ہے مَا يُوْجَدُ فِيْهِ صِفَةُ الْمَقْبُوْلِ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ کہ خبر مقبول وہ خبر ہے جس میں قبولیت کی صفات مثلاً راوی کا عادل ہونا، یاداشت والا ہونا وغیرہ پائی جائیں۔

خبر مقبول کا حکم:

وَهُوَ مَا يَجِبُ الْعَمَلُ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر مقبول کا حکم بیان کرنا ہے۔

❁ رہی یہ بات کہ! مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حکم بیان کیا ہے تعریف بیان کیوں نہیں کی؟ تو عرض یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا (کہ اشیاء کو ان کی ضدوں سے پہچانا جاتا ہے) کے ضابطے کے تحت خبر مردود کی تعریف کر دی ہے اور اس کا حکم بیان نہیں کیا، اور خبر مقبول کا حکم بیان کر دیا ہے اور اس کی تعریف ذکر نہیں کی، کیونکہ خبر مردود کی تعریف سے خبر مقبول کی تعریف اور خبر مقبول کے حکم سے خبر مردود کا حکم معلوم ہو جاتا تھا اس لیئے خواہ مخواہ کی طوالت سے گریز کرتے ہوئے اختصاراً ایسے کر دیا۔

✪ پس جب خبر مقبول کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے تو خبر مردود کا حکم لامحالہ اس کے برعکس ہوگا، کیونکہ مقسم کی اقسام باہمی قسیم (ایک دوسرے کے مخالف) ہوتی ہیں، لہٰذا خبر مردود کا حکم یہ ہوا کہ اس پر عمل کرنا کسی صورت میں بھی واجب نہیں۔

❁ اسی طرح جب خبر مردود کی تعریف یہ ہے کہ جس کے مخبر کے صدق کو محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں ترجیح حاصل نہ ہو (خواہ کذب کو ترجیح ہو یا نہ ہو) تو یقیناً خبر مقبول کی تعریف یہ ہوگی کہ وہ خبر واحد کہ جس کے مخبر کے صدق کو محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں ترجیح حاصل ہو۔

☆ خبر مردود کی تعریف بعض لوگوں نے یوں بھی کی ہے کہ مَا لَا يُوْجَدُ فِيْهِ صِفَةُ الْمَقْبُوْلِ یعنی جس میں قبولیت کی صفات نہ پائی جائیں۔

عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ معتزلہ اور روافض سے احتراز کرنا ہے، کیونکہ وہ خبر واحد پر عمل کرنے سے انکاری ہیں حالانکہ خبر واحد کے وجوب عمل پر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے اور انہوں نے بہت سے مواقع پر خبر واحد پر عمل کے وجوب کو تسلیم کیا ہے۔

لِتَوَقُّفِ الْاِسْتِدْلَالِ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اخبار آحاد کی تقسیم خبر مقبول اور خبر مردود کی طرف ہوئی ہے لیکن خبر متواتر کی تقسیم خبر مقبول اور خبر مردود کی طرف نہیں ہوئی ایسا کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ خبر واحد سے استدلال خبر واحد کے رواۃ کی چھان بین اور ان کی تفتیش پر موقوف ہوتا ہے یعنی اگر اس خبر واحد کے رواۃ کی صفات اور احوال عند المحدثین رحمۃ اللہ علیہم مقبول ہوں تو ان کی خبر بھی مقبول ہوتی ہے اور اگر مردود ہوں تو ان کی خبر محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں مردود ہوتی ہے، جبکہ خبر متواتر قطعیت کا فائدہ دینے کی وجہ سے تمام کی تمام مقبول ہوتی ہے پس اسی وجہ سے خبر واحد خبر مقبول اور خبر مردود کی طرف تقسیم ہوتی ہے اور خبر متواتر صرف مقبول ہی رہتی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر واحد کے مقبول اور مردود ہونے کی وجہ

﴿عبارت﴾: لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ يُوْجَدَ فِيْهَا اَصْلُ صِفَةِ الْقَبُوْلِ وَهُوَ ثُبُوْتُ صِدْقِ النَّاقِلِ اَوْ اَصْلُ صِفَةِ الرَّدِّ وَهُوَ ثُبُوْتُ كِذْبِ النَّاقِلِ اَوْ لَا فَالْاَوَّلُ يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ صِدْقُ الْخَبَرِ لِثُبُوْتِ صِدْقِ نَاقِلِهٖ فَيُؤْخَذُ بِهٖ وَالثَّانِيْ يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ كِذْبُ الْخَبَرِ لِثُبُوْتِ كِذْبِ نَاقِلِهٖ فَيُطْرَحُ وَالثَّالِثُ اِنْ وُجِدَتْ قَرِيْنَةٌ تُلْحِقُهٗ بِاَحَدِ الْقِسْمَيْنِ اِلْتَحَقَ بِهٖ وَاِلَّا فَيُتَوَقَّفُ فِيْهِ وَاِذَا تُوُقِّفَ عَنِ الْعَمَلِ بِهٖ صَارَ كَالْمَرْدُوْدِ لَا لِثُبُوْتِ صِفَةِ الرَّدِّ بَلْ لِكَوْنِهٖ لَمْ تُوْجَدْ فِيْهِ صِفَةٌ تُوْجِبُ الْقَبُوْلَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: کیونکہ یا تو اس خبر واحد میں صفتِ قبولیت کی اصل پائی جائے گی اور صفتِ قبولیت کی اصل راوی کے صدق کا ثبوت ہے یا صفتِ رد کی اصل پائی جائے گی، اور صفتِ رد کی اصل راوی کے کذب کا ثبوت ہے یا اس خبر واحد میں نہ ہی صفتِ قبولیت کی اصل پائی جائیگی اور نہ ہی صفتِ رد کی اصل پائی جائے گی پس پہلی صورت میں ظن پر اس خبر واحد کا صدق غالب آئے گا اس کے راوی کے صدق کے ثبوت کی وجہ سے، تو اس خبر واحد پر عمل کیا جائے گا، اور دوسری صورت میں ظن پر اس خبر واحد کا کذب غالب آئے گا اس کے راوی کے کذب کے ثبوت کی

وجہ سے، تو اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے گا اور تیسری صورت میں اگر کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو اس خبر واحد کو (جس میں صفتِ قبولیت کی اصل اور صفتِ رد کی اصل نہیں پائی جاتی) مقبول یا مردود میں سے کسی کیساتھ لاحق کردے تو اسے لاحق کردیا جائے گا۔

ورنہ (اگر کوئی قرینہ نہ ملا) تو اس خبر واحد میں توقف کیا جائے گا یعنی اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، جب اس پر عمل سے توقف ہوگیا تو وہ مردود کی طرح ہوگی، صفتِ رد کے ثابت ہوجانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ اس خبر واحد میں کوئی ایسی صفت نہیں پائی جارہی جو اسے مقبول بنادے۔

﴿تشریح﴾:

لِاَنَّھَا اور اَنْ یُوْ جَدَ فِیْھَا میں ضمیر منصوب اور ضمیر مجرور کا مرجع اَلْاَخْبَارُ الْآحَاد ہے۔

اَوْ لَا: یعنی نہ ہی صفتِ قبولیت پائی جائے اور نہ ہی صفتِ رد پائی جائے۔

یَغْلِبُ مجرد سے ہے اور بابِ تفعیل سے بھی ہوسکتا ہے، ضمیر فاعل کا مرجع مبتدأ (اَلْاَوَّلُ) ہے۔

اَلثَّالِثُ سے شق ثالث مراد ہے۔

قَرِیْنَۃٌ مَایُشِیْرُ اِلَی الْمَطْلُوْبِ (جو مطلوب کی طرف اشارہ کرے)۔

تُلْحِقُہٗ یہ بابِ افعال سے ہے اس میں ضمیر منصوب کا مرجع شق ثالث ہے۔

بِاَحَدِ الْقِسْمَیْنِ یعنی مقبول اور مردود میں سے کسی ایک ساتھ۔

اِلْتَحَقَ بِہٖ میں ضمیر مرفوع کا مرجع شق ثالث ہے اور ضمیر مجرور کا مرجع اَحَدَ الْقِسْمَیْنِ ہے۔

لِکَوْنِہٖ اور فِیْہِ میں دونوں جگہ ضمیر مجرور کا مرجع خبر واحد متوقف عن العمل ہے۔

لِاَنَّھَا اِمَّا اَنْ یُوْ جَدَ فِیْھَا الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر واحد کی جو خبر مقبول اور خبر مردود کی طرف تقسیم ہے اس تقسیم پر دلیل دینا ہے کہ خبر واحد کی تین ہی صورتیں ہیں۔

1- یا تو اس میں صفاتِ قبولیت پائی جائیں گی۔

2- یا صفاتِ رد پائی جائینگی۔ 3- یا دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوگا.

پہلی صورت:

میں چونکہ راوی کے صدق سے صدق خبر کا گمان غالب رہتا ہے، اس لیئے ایسی خبر واحد کو خبر مقبول کہا جائے گا۔

دوسری صورت:

میں چونکہ راوی کے کذب سے کذب خبر کا گمان غالب رہتا ہے لہٰذا ایسی خبر واحد کو خبر مردود قرار دیا جائے گا۔

تیسری صورت:
کی پھر دو صورتیں ہیں کہ اس کے لیئے پہلی دو قسموں (مقبول اور مردود) میں سے کسی کے ساتھ شامل ہونے کا قرینہ ہوگا یا نہیں، اگر ہوگا تو اس کے ساتھ شامل کردیا جائے گا اور اگر نہ ہو تو توقف کیا جائے گا یعنی اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور عمل نہ کرنے کے باعث وہ خبر واحد مردود کی طرح ہو جائے گی۔

وَهُوَ ثُبُوْتُ صِدْقِ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنا ہے کہ خبر واحد میں صفات قبولیت پائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی کا صدق اس کے علاوہ دیگر اخبار میں بھی ثابت ہو۔

وَهُوَ ثُبُوْتُ كِذْبِ الخ: سے غرض یہ بتانا ہے کہ خبر واحد میں صفات رد پائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی کا کذب اس کے علاوہ دیگر اخبار میں بھی ثابت ہو۔

لَا لِثُبُوْتِ صِفَةِ الرَّدِّ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا مقصود ہے، کہ تیسری صورت میں خبر واحد کا مردود کی طرح ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس خبر واحد میں صفات رد پائی جارہی ہیں بلکہ وہ خبر واحد اس وجہ سے مردود کہلائے گی کہ اس میں صفات قبولیت نہیں پائی جارہی۔

الغرض! وہ خبر واحد کہ جس میں صفت قبول پائی جائے یا کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو اس خبر واحد کو صفت قبول کیساتھ لاحق کردے تو ایسی خبر واحد خبر مقبول کہلاتی ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

اور وہ خبر واحد جس میں صفت رد پائی جائے یا کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو اس خبر واحد کو صفت رد کیساتھ لاحق کردے، تو ایسی خبر واحد خبر مردود کہلاتی ہے اور اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح وہ خبر واحد جس میں صفت رد بھی نہ پائی جائے اور صفت قبول بھی نہ پائی جائے اور کوئی قرینہ بھی نہ پایا جارہا ہو تو ایسی خبر واحد بھی خبر مردود کہلاتی ہے اور اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اخبار آحاد علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں؟

﴿عبارت﴾: (وَقَدْ يَقَعُ فِيْهَا) اَىْ فِىْ اَخْبَارِ الْاٰحَادِ الْمُنْقَسِمَةِ اِلٰى مَشْهُوْرٍ وَعَزِيْزٍ وَغَرِيْبٍ (مَا يُفِيْدُ الْعِلْمَ النَّظَرِىَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ) خِلَافًا لِمَنْ اَبٰى ذٰلِكَ وَالْخِلَافُ فِى التَّحْقِيْقِ لَفْظِىٌّ لِاَنَّ مَنْ جَوَّزَ اِطْلَاقَ الْعِلْمِ قَيَّدَهٗ بِكَوْنِهٖ نَظَرِيًّا وَهُوَ الْحَاصِلُ عَنِ الْاِسْتِدْلَالِ وَمَنْ اَبَى الْاِطْلَاقَ خَصَّ لَفْظَ الْعِلْمِ بِالْمُتَوَاتِرِ وَمَا عَدَاهُ

عِنْدَهٗ ظَنِّيٌّ لٰكِنَّهٗ لَا يَنْفِيْ اَنَّ مَا احْتُفَّ بِالْقَرَائِنِ اَرْجَحُ مِمَّا خَلَا عَنْهَا

﴿ترجمہ﴾: کبھی اخبارِ احاد جو مشہور، عزیز اور غریب میں منقسم ہیں مذہب مختار کے مطابق قرائن کی وجہ سے علم نظری کا فائدہ دیتی ہیں، بخلاف اس کے جس نے اس کا انکار کیا ہے اور یہ اختلاف درحقیقت لفظی ہے، کیونکہ جس نے لفظِ علم کا اطلاق اخبارِ آحاد پر درست قرار دیا ہے اس نے علم کو نظری کی قید سے مقید کیا ہے، علم نظری وہ علم ہے جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے، اور جس نے علم کے اطلاق کا اخبارِ آحاد پر انکار کیا ہے، اس نے لفظِ علم کو خبر متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کے نزدیک خبر متواتر کے علاوہ تمام اخبارِ آحاد ظنی ہیں، لیکن یہ اس کی بھی نفی نہیں کرتا کہ جو اخبارِ آحاد قرائن پر مشتمل ہوں وہ ان اخبارِ آحاد سے ارجح ہوں گی جو اخبارِ آحاد قرائن سے خالی ہوں۔

﴿تشریح﴾:

وَقَدْ يَقَعُ فِيْهَا اَیْ فِیْ اَخْبَارِ الْاٰحَادِ سے ضمیر مجرور کا مرجع بیان کر دیا۔

وَالْخِلَافُ اَیْ الْاِخْتِلَافُ السَّابِقُ یعنی صفت محذوف ہے۔

وَهُوَ الْحَاصِلُ الخ: میں ضمیر مرفوع کا مرجع النَّظَرِیُّ ہے۔

اَلْاِسْتِدْلَال: امورِ معلومہ یا امورِ مظنونہ کو ترتیب دے کر نتیجہ نکالنا۔

اَلْاِطْلَاق: اَیْ اِطْلَاقُ الْعِلْمِ یعنی الف ولام عوض مضاف الیہ ہے۔

مَاعَدَاهُ میں ضمیر منصوب کا مرجع اَلْمُتَوَاتِرِ ہے۔

عِنْدَهٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع اٰبِیْ (انکار کرنے والا) ہے۔

عَنْهَا میں ضمیر مجرور کا مرجع القَرَائِن ہے۔

﴿فائدہ﴾: 1-اخبارِ احاد کا حکم یہ ہے کہ یہ ظن غالب کا فائدہ دیتی ہیں۔

﴿فائدہ﴾: 2-علم یقینی کی دو قسمیں ہیں۔(۱) علم ضروری (۲) علم نظری۔

وَقَدْ يَقَعُ فِيْهَا اَیْ فِیْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا ہے کہ اخبارِ آحاد کبھی علم یقینی (علم نظری) کا بھی فائدہ دیتی ہیں، اگرچہ بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس امر سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اخبارِ آحاد صرف ظن غالب کا فائدہ دیتی ہیں ان سے کسی قسم کے علم اور یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ علم اور یقین تو صرف خبر متواتر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

❁ لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قرائن پائے جائیں تو مذہب مختار یہی ہے کہ اخبارِ آحاد علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔

اختلاف کی نوعیت:

وَالْخِلَافُ فِی التَّحْقِیْقِ الخ: سے اختلاف کی نوعیت بیان کرتے ہیں، کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ اعتباری اور لفظی ہے، کیونکہ جو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ اخبار آحاد علم کا فائدہ دیتی ہیں وہ علم سے مراد علم نظری لیتے ہیں، اور جو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ اخبار آحاد علم کا فائدہ نہیں دیتی ہیں بلکہ علم کا فائدہ تو فقط خبر متواتر ہی دیتی ہے تو ان کے نزدیک علم سے مراد علم ضروری ہے۔

لیکن یہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم (جو اخبار آحاد سے علم کی نفی کرتے ہیں) اس بات کی نفی نہیں کرتے کہ جو اخبار آحاد قرائن پر مشتمل ہوں وہ اخبار آحاد علم نظری کا فائدہ دیتی ہیں، الغرض اخبارِ آحاد کا قرائن کی بناء پر علم نظری کا فائدہ دینے میں اختلاف فقط لفظی ہے حقیقی نہیں ہے، یعنی صرف لفظوں کا ہیر پھیر ہے حقیقۃً اختلاف نہیں ہے۔

وَهُوَ الْحَاصِلُ الخ: سے علم نظری کی تعریف کرنا مقصود ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر واحد کی تقسیم ثالث

﴿عبارت﴾: وَالْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ اَنْوَاعٌ، مِنْهَا مَا اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ فِیْ صَحِيْحَيْهِمَا مِمَّا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ فَاِنَّهُ احْتُفَّ بِهٖ قَرَائِنُ مِنْهَا جَلَالَتُهُمَا فِیْ هٰذَا الشَّانِ وَتَقَدُّمُهُمَا فِیْ تَمْيِيْزِ الصَّحِيْحِ عَلٰی غَيْرِهِمَا وَتَلَقِّی الْعُلَمَاءِ لِكِتَابَيْهِمَا بِالْقُبُوْلِ وَهٰذَا التَّلَقِّیْ وَحْدَهٗ اَقْوٰی فِیْ اِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مُجَرَّدِ كَثْرَةِ الطُّرُقِ الْقَاصِرَةِ عَنِ التَّوَاتُرِ اِلَّا اَنَّ هٰذَا يَخْتَصُّ بِمَا لَمْ يَنْتَقِدْ اَحَدٌ مِّنَ الْحُفَّاظِ مِمَّا فِی الْكِتَابَيْنِ وَبِمَا لَمْ يَقَعِ التَّخَالُفُ بَيْنَ مَدْلُوْلَيْهِ مِمَّا وَقَعَ فِی الْكِتَابَيْنِ حَيْثُ لَا تَرْجِيْحَ لِاسْتِحَالَةِ اَنْ يُفِيْدَ الْمُتَنَاقِضَانِ الْعِلْمَ بِصِدْقِهِمَا مِنْ غَيْرِ تَرْجِيْحٍ لِاَحَدِهِمَا عَلَی الْاٰخَرِ وَمَا عَدَا ذٰلِكَ فَالْاِجْمَاعُ حَاصِلٌ عَلٰی تَسْلِيْمِ صِحَّتِهٖ

﴿ترجمہ﴾: وہ خبر واحد جو قرائن پر مشتمل ہو اس کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک قسم وہ روایت ہے جسے شیخین (امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما) نے روایت کیا ہو، جبکہ وہ حد تواتر کو نہ پہنچی ہو یہ روایت کئی قرائن پر مشتمل ہوگی مثلاً ان دونوں کا جلالت شان پر مشتمل ہونا، اور صحیح کو غیر صحیح پر ممتاز کرنے میں ان کا سبقت لیجانا، اور علماء کا قبولیت کیساتھ ان کی کتب کو ہاتھوں ہاتھ لینا، اور یہ (آخری قرینہ یعنی قبولیت کتب) اس کثرت

طرق سے بھی زیادہ قوی قرینہ ہے جو تواتر سے خالی ہو۔

لیکن یہ بات (کہ آخری قرینہ کی بنیاد پر بخاری ومسلم کی اخبارِ آحاد کا مفید علم نظری ہونا، اور آخری قرینہ یعنی قبولیتِ کتب کا اس کثرتِ طرق سے زیادہ قوی قرینہ ہونا ہے جو تواتر سے خالی ہو) خاص ہے بخاری ومسلم کی ان اخبارِ آحاد کیساتھ کہ جن پر ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی تنقید نہ کی ہو اور خاص ہے بخاری ومسلم کی ان اخبارِ آحاد کیساتھ کہ جنکے مدلولین کے درمیان ایسا تعارض نہ پایا جاتا ہو کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہ دی جاسکے۔

کیونکہ یہ بات محال ہے کہ دو متناقض چیزیں اپنے صدق کے یقین کا فائدہ دیں جبکہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہ ہو، ان دونوں قسموں کی اخبارِ آحاد کے علاوہ بقیہ صحیحین کی تمام اخبارِ آحاد کے صحیح ہونے پر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے۔

﴿تشریح﴾:

مِنْهَا مَا أَخْرَجَ: میں ضمیر مجرور کا مرجع انواع ہے۔

اُخْتُفَ بِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع مَا أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ ہے

مِنْهَا جَلَالَتُهُمَا میں ضمیر اول کا مرجع لفظ قَرَائِنُ ہے اور ضمیر ثانی کا مرجع الشَّيْخَانِ ہے۔

اِلَّا اَنَّ هٰذَا میں اسم اشارہ کا مشار الیہ مَا ذُكِرَ مِنْ كَوْنِ التَّلَقِّيْ قَرِيْنَةً وَكَوْنِهٖ اَقْوٰى مِنْ مُّجَرَّدِ كَثْرَةِ الطُّرُقِ (مذکورہ بات یعنی قبولیتِ کتب کا اخبارِ آحاد میں علم نظری کے حصول کے لیئے قرینہ ہونا اور قبولیتِ کتب کا اس کثرتِ طرق سے زیادہ قوی قرینہ ہونا ہے جو تواتر سے خالی ہو) ہے۔

مِمَّا وَقَعَ فِي الْكِتَابَيْنِ مَالَمْ يَنْتَقِدْ میں مَا کا بیان ہے۔

بِمَالَمْ يَقَعِ التَّخَالُفُ کا عطف بِمَالَمْ يَنْتَقِدْ پر ہے۔

مَا عَدَا ذٰلِكَ میں اسم اشارہ کا مشار الیہ مَا ذُكِرَ مِنَ الْاِسْتِثْنَائَيْنِ (وہ اخبارِ آحاد جن کا استثناء کے تحت ذکر ہوا) ہے۔

وَالْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ قرائن کے اعتبار سے خبر واحد کی تقسیم ثالث فرمارہے ہیں، چونکہ قرائن کے اعتبار خبر واحد مفید علم یقینی (نظری) ہوتی ہے اور اس اعتبار سے خبر واحد تین قسموں پر مشتمل ہے۔

﴿قسم اول﴾:

شیخین کی بیان کردہ خبر واحد:

یعنی وہ خبر واحد جس کو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما دونوں نے اپنی صحیحین میں نقل کیا ہے، ایسی خبر واحد علم یقینی

(نظری) کا فائدہ دیتی ہے اور تین قرائن خارجیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

(1) فن حدیث میں شیخین (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ) کی جلالت وعظمت۔

(2) حدیث صحیح کو غیر صحیح سے ممتاز کرنے میں ان کا اپنے غیر سے سبقت کرنا۔

(3) شیخین (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ) کی صحاح (بخاری ومسلم) کو علماء کا شرف قبولیت عطا کرنا۔

پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی صحیحین میں بیان کردہ تمام اخبار آحاد مفید علم یقینی (نظری) ہوں گی بشرطیکہ (1) ان اخبار آحاد پر ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے جرح وتنقید نہ کی ہو۔

(2) ان احادیث کے مدلول میں ایسا تناقض وتخالف نہ ہو کہ جس میں ترجیح بھی نہ دی گئی ہو۔

﴿فائدہ﴾-1

ائمہ حدیث نے بخاری شریف کی 110 احادیث پر اور مسلم شریف کی 132 احادیث پر جرح وتنقید کی ہے جن میں سے تنہا بخاری شریف کی 78 اور مسلم شریف کی 100 احادیث ہیں، اور 32 احادیث دونوں (بخاری ومسلم) میں مشترک ہیں۔

﴿فائدہ﴾-2

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے دوسری شرط (ان احادیث کے مدلول میں ایسا تناقض وتخالف نہ ہو کہ جس میں ترجیح بھی نہ دی گئی ہو) اس لئے لگائی ہے تاکہ علم کا افادہ محال نہ ہو، کیونکہ دو ایسی احادیث جن کے مدلول متناقض ہوں اور ان میں سے کسی کو ترجیح بھی نہ دی گئی ہو تو وہاں سے علم کا افادہ محال ہوتا ہے۔

وَهٰذَا التَّلَقِّيْ وَحْدَهٗ الخ: سے یہ بتانا مقصود ہے کہ خبر واحد میں علم یقینی (نظری) کے حصول کے لیئے کثرت طرق بھی ایک قرینہ ہے لیکن شیخین رحمۃ اللہ علیہما کی کتابوں کو علماء کا ہاتھوں ہاتھ لینا یہ اس سے زیادہ قوی قرینہ ہے۔

❁ رہی یہ بات کہ! خبر واحد میں علم نظری کے تحقق کے لیئے کثرت طرق کی بنسبت علماء کا شیخین رحمۃ اللہ علیہما کی کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لینا زیادہ قوی قرینہ کیوں ہے؟

تو جواباً عرض یہ ہے کہ علماء کا شیخین رحمۃ اللہ علیہما کی کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لینا یہ اجماع ہے اور اجماع حکماً متواتر ہوتا ہے اور متواتر علم ضروری کا فائدہ دیتا ہے، پس اگر کثرت طرق خبر واحد میں علم نظری کے حصول کا قرینہ ہوگا تو علماء کا شیخین رحمۃ اللہ علیہما کی کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لینا یہ علم ضروری کے حصول کا قرینہ ہوگا، لیکن چونکہ علم ضروری کا حصول خبر متواتر سے ہی ہوتا ہے تو پس یہی کہا جائے گا کہ علم نظری کے حصول کے لیئے کثرت طرق کی بنسبت علماء کا شیخین رحمۃ اللہ علیہما کی کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لینا زیادہ قوی قرینہ ہے۔

اِلَّا اَنَّ هٰذَا يَخْتَصُّ بِمَا الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ قرینہ (یعنی قبولیت کتب کا اخبار آحاد میں علم نظری کے حصول کے لیئے قرینہ ہونا اور قبولیت کتب کا اس کثرت طرق سے زیادہ قوی قرینہ ہونا ہے جو تواتر سے خالی ہو) کے مفید

علم ہونے کے لیئے دو شرطوں کا ذکر کرنا ہے، جن کا ذکر ابھی ماقبل میں گزرا ہے۔

لِاسْتِحَالَةِ اَنْ يُفِيْدَ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

﴿سوال﴾: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وہ اخبار آحاد کہ جن کے مدلولین کے درمیان ایسا تعارض واقع ہو کہ جس سے ایک خبر واحد کو دوسری پر ترجیح نہ دی جاسکے، ایسی اخبارِ آحاد مفیدِ علم نظری کیوں نہیں ہوتیں؟

﴿جواب﴾: اس لیئے کہ دو متعارض ومخالف اخبار آحاد میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیئے بغیر ان متعارض ومخالف اخبارِ آحاد کا اپنے صدق کے یقین کا فائدہ دینا محال ہے۔

ضروری بات:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح کی وجوہ میں سے ایک وجہ تلقی بالقبول کو ذکر کیا ہے، اگر اس اعتبار سے امت کو دیکھا جائے، تو مذہبِ احناف کو امت میں سے سب سے زیادہ تلقی بالقبول حاصل ہے تقریبا ہر دور میں اسی (80) فیصد لوگ مذہب حنفی پر عمل پیرا رہے ہیں، اور اس مذہب کی مقبولیت کا اندازہ یہاں سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ محدث سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہا جو کہ حرم شریف کے محدث ہیں جنکی وفات 198ھ میں ہوئی، وہ فرماتے ہیں کہ فقہ حنفی ساری دنیا میں پھیل چکی ہے۔

جبکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 150ھ میں ہوئی یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے صرف 48 سال کے اندر اس فقہ نے اتنی مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ تمام دنیا میں پھیل گئی تھی۔

- ایں سعادت بزورِ بازو نیست
- تو اسقدر مقبولیت والی فقہ کو چھوڑنا اور اس پر تنقید کرنا سوائے بدبختی اور بدقسمتی کے کچھ نہیں ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صحیحین کی اخبارِ آحاد کے صحیح ہونے پر اجماع ہے یا نہیں؟

﴿عبارت﴾: فَاِنْ قِيْلَ اِنَّمَا اتَّفَقُوْا عَلٰى وُجُوْبِ الْعَمَلِ بِهٖ لَا عَلٰى صِحَّتِهٖ مَنَعْنَاهُ وَسَنَدُ الْمَنْعِ اَنَّهُمْ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى وُجُوْبِ الْعَمَلِ بِكُلِّ مَا صَحَّ وَلَوْلَمْ يُخْرِجْهُ الشَّيْخَانِ فَلَمْ يَبْقَ لِلصَّحِيْحَيْنِ فِيْ هٰذَا مَزِيَّةٌ وَالْاِجْمَاعُ حَاصِلٌ عَلٰى اَنَّ لَهُمَا مَزِيَّةً فِيْمَا يَرْجِعُ اِلٰى نَفْسِ الصِّحَّةِ وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِاِفَادَةِ مَاخَرَّجَهُ الشَّيْخَانِ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ الْاُسْتَاذُ اَبُوْ اِسْحَاقَ الْاِسْفَرَائِيْنِيُّ وَمِنْ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُمَيْدِيُّ وَاَبُوْ الْفَضْلِ بْنُ طَاهِرٍ وَغَيْرُهُمَا وَيَحْتَمِلُ اَنْ يُّقَالَ اَلْمَزِيَّةُ الْمَذْكُوْرَةُ كَوْنُ اَحَادِيْثِهِمَا اَصَحَّ الْحَدِيْثِ

﴿ترجمہ﴾: پس اگر کہا جائے کہ ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے صحیحین کی اخبار آحاد کی صحت پر اجماع نہیں کیا بلکہ ان کے واجب العمل ہونے پر اجماع کیا ہے تو ہم اس پر منع وارد کرینگے (یعنی تسلیم نہیں کرینگے) اور دلیل منع یہ ہے کہ ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم ہر صحیح حدیث کے واجب العمل ہونے پر متفق ہیں اگرچہ شیخین رحمۃ اللہ علیہما نے اس کی تخریج نہ بھی کی ہو، پس صحیحین کی اس (واجب العمل ہونے پر اجماع کی) صورت میں کوئی فضیلت و برتریت باقی نہیں رہتی، پس اجماع اس بات پر حاصل ہوا کہ صحیحین کی اخبار آحاد کو فضیلت حاصل ہے جو نفس صحت کی طرف لوٹتی ہے۔

اور ان ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم میں سے کہ جنہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جن روایات کی شیخین رحمۃ اللہ علیہما نے تخریج کی ہے وہ علم نظری کا فائدہ دیتی ہیں، ان میں سے استاذ ابو اسحٰق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم میں سے ابو عبداللہ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ابوالفضل بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ کہا جائے فضیلت مذکورہ! بخاری و مسلم کی احادیث کا اصح الحدیث ہونا ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْعَمَلِ بِه: میں ضمیر مجرور کا مرجع مَافِی الْكِتَابَيْنِ ہے۔

لَا عَلٰی صِحَّتِه میں ضمیر مجرور کا مرجع مَافِی الْكِتَابَيْنِ ہے۔

مَنَعْنَاهُ: میں ضمیر منصوب کا مرجع هٰذَا السُّوَال ہے۔

ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا اسمِ گرامی محمد بن ابراہیم ہے، یہ اسفرائن کے رہنے والے مجتہد تھے 418ھ میں ان کا وصال ہوا۔

صحیحین کی اخبار آحاد کے صحیح ہونے پر اجماع ہے یا نہیں؟

فَاِنْ قِيْلَ اِنَّمَا اتَّفَقُوْا الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض ذکر کر کے اس کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ فَالْاِجْمَاعُ حَاصِلٌ عَلٰی الخ کہ صحیحین کی اخبار آحاد کے صحیح ہونے پر اجماع ہے حالانکہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے صحیحین کی اخبار آحاد کے صحیح ہونے پر اجماع نہیں کیا بلکہ واجب العمل ہونے پر اجماع کیا ہے۔

﴿جواب﴾: صحیحین کی اخبار آحاد کے واجب العمل ہونے پر اجماع نہیں ہے کیونکہ واجب العمل ہونے میں صحیحین کی اخبار آحاد کو دیگر احادیث صحیحہ کی بنسبت کوئی امتیازیت و خصوصیت نہیں ہے، اس لیئے کہ صحیحین کی اخبار آحاد کے علاوہ جو بھی اخبار آحاد صحیح ہونگی وہ واجب العمل ہوں گی، للہٰذا یہ کہا جائے گا کہ ائمہ حدیث کا صحیحین کی اخبار آحاد کے متعلق جو اجماع منعقد

ہوا ہے وہ صحیحین کی اخبار احاد کی خصوصیت پر ان کی اعلیٰ درجہ کی صحت کے اعتبار سے ہے نہ کہ واجب العمل ہونے کے اعتبار سے ہے۔

وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِإِفَادَةِ الخ سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ صحیحین میں شیخین رحمۃ اللہ علیہما کی تخریج کردہ اخبار آحاد کے متعلق جو اجماع منعقد ہوا ہے وہ صحیحین کی اخبار احاد کی خصوصیت پر ان کی اعلیٰ درجہ کی صحت کے اعتبار سے ہے اور اس بات پر ہے کہ صحیحین کی اخبار آحاد علم نظری کا فائدہ دیتی ہیں، ان ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم میں استاذ ابو اسحٰق اسفرائینی متوفی 418ھ ہیں، اور امام الحدیث ابو عبداللہ حمیدی متوفی 488ھ ہیں اور ابو الفضل بن طاہر متوفی 507ھ وغیرہ ہیں۔

وَيَحْتَمِلُ اَنْ يُقَالَ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ماقبل میں بیان کردہ صحیحین کی اخبار آحاد پر اجماع کے متعلق ایک احتمال ذکر کرنا ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ممکن ہے کہ ائمہ حدیث نے صحیحین کی اخبار آحاد کی خصوصیت پر جو اجماع منعقد کیا ہے وہ یہ ہو کہ صحیحین کی اخبار آحاد دوسری کتب کی اخبار آحاد کی بنسبت اصح ہیں۔

﴿نوٹ﴾:

یاد رہے کہ وَيَحْتَمِلُ اَنْ يُقَالَ الخ عبارت کا تعلق وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِإِفَادَةِ الخ سے پچھلی عبارت کیساتھ ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿قسم ثانی﴾: خبر مشہور باسانید کثیرہ

﴿عبارت﴾: وَمِنْهَا الْمَشْهُوْرُ إِذَا كَانَتْ لَهُ طُرُقٌ مُتَبَايِنَةٌ سَالِمَةٌ مِنْ ضُعْفِ الرُّوَاةِ وَالْعِلَلِ وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِإِفَادَتِهِ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ الْأُسْتَاذُ أَبُوْ مَنْصُوْرٍ الْبَغْدَادِيُّ وَالْأُسْتَاذُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ فُوْرَكٍ وَغَيْرُهُمَا

﴿ترجمہ﴾: ان میں سے ایک قسم مشہور بھی ہے، جبکہ اس کے طرق متعدد اور متغائر ہوں، اور وہ ضعف رواۃ اور علل سے محفوظ ہو اور ان ائمہ کرام میں سے کہ جنھوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حدیث مشہور (جس کا ابھی ذکر ہوا) علم نظری کا فائدہ دیتی ہے استاذ ابو منصور بغدادی اور استاذ ابوبکر ابن فورک وغیرہ ہیں۔

﴿تشریح﴾:

مِنْهَا الْمَشْهُوْرُ: میں ضمیر مجرور کا مرجع انواع الْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ ہے یعنی وہ خبر جو قرائن پر مشتمل ہو اس کی انواع واقسام میں سے ایک قسم خبر مشہور ہے۔

اَلْعِلَل: اَیْ اَلْعِلَلِ الْقَادِحَةِ (وہ علل جوعیب دار کرنے والی ہوں جن کا ذکر آگے آئے گا) یعنی صفت محذوف ہے۔

بِاِفَادَتِہٖ: میں ضمیر مجرور کا مرجع اَلْمَشْهُوْرُ الْمَذْكُوْرُ ہے۔

فُوْرَك: فا کے ضمہ اور را کے فتحہ کیساتھ ہے۔

وَمِنْهَا الْمَشْهُوْرُ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتاتا ہے کہ وہ خبر واحد جو قرائن پر مشتمل ہوتی ہے اور قرائن پر مشتمل ہو کر علم نظری کا فائدہ دیتی ہے اس کی انواع واقسام میں سے ایک (دوسری) قسم خبر مشہور بھی ہے، پس وہ خبر مشہور جس کی سندیں متعدد ہوں اور وہ سندیں ضعف اور علل سے محفوظ ہوں تو ایسی خبر مشہور اگر چہ خبر واحد ہے لیکن نظری کا فائدہ دیگی۔

وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِاِفَادَتِہٖ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایسی خبر مشہور (وہ خبر واحد ہے جس کی سندیں متعدد ہوں اور وہ سندیں ضعف اور علل سے محفوظ ہوں) علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔

چنانچہ ان ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے استاذ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 429ھ اور استاذ ابو بکر ابن فورک رحمۃ اللہ علیہما متوفی 406ھ وغیرہ ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

قسم ثالث مسلسل بالائمہ:

﴿عبارت﴾: وَمِنْهَا الْمُسَلْسَلُ بِالْاَئِمَّةِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِيْنَ حَيْثُ لَايَكُوْنُ غَرِيْبًا كَالْحَدِيْثِ الَّذِيْ يَرْوِيْهِ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ مَثَلًا وَيُشَارِكُهٗ فِيْهِ غَيْرُهٗ عَنِ الشَّافِعِيِّ وَيُشَارِكُهٗ فِيْهِ غَيْرُهٗ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فَاِنَّهٗ يُفِيْدُ الْعِلْمَ عِنْدَ سَامِعِهٖ بِالْاِسْتِدْلَالِ مِنْ جِهَةِ جَلَالَةِ رُوَاتِهٖ فَاِنَّ فِيْهِمْ مِنَ الصِّفَاتِ اللَّائِقَةِ الْمُوْجِبَةِ لِلْقُبُوْلِ مَايَقُوْمُ مَقَامَ الْعَدَدِ الْكَثِيْرِ مِنْ غَيْرِهِمْ وَلَايَتَشَكَّكُ مَنْ لَهٗ اَدْنٰى مُمَارَسَةٍ بِالْعِلْمِ وَاَخْبَارِ النَّاسِ وَاَنَّ مَالِكًا مَثَلًا لَوْشَافَهَهٗ بِخَبَرٍ لَعَلِمَ اَنَّهٗ صَادِقٌ فِيْهِ فَاِذَا انْضَافَ اِلَيْهِ اَيْضًا مَنْ هُوَ فِيْ تِلْكَ الدَّرَجَةِ اِزْدَادَ قُوَّةً وَبَعُدَ عَنْ مَايُخْشٰى عَلَيْهِ مِنَ السَّهْوِ

﴿ترجمہ﴾ ان میں سے ایک قسم مسلسل بھی ہے اور مسلسل وہ حدیث ہے جسے ثقہ ائمہ حفاظ نے اس طرح روایت کیا ہو کہ وہ غریب نہ ہو، مثلاً وہ حدیث پاک کہ جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کریں اور اس حدیث پاک کی روایت میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ کوئی اور شخص بھی امام احمد

بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا شریک ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کو امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کریں اور اس حدیث پاک کی روایت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوئی اور شخص بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا شریک ہو تو ایسی حدیث پاک استدلالاً اپنے سامع کو اپنے راویوں کی عظمت کی وجہ سے علم نظری کا فائدہ دے گی کیونکہ ان رواۃ میں ایسی عمدہ اور موجب قبول صفات موجود ہیں جو ان کے غیر کے عدد کثیر کے قائمقام ہیں، اور جسے تھوڑی سی بھی واقفیت علم حدیث اور علم اخبار کی ہوگی، وہ اس خبر میں شک نہیں کرسکتا جو اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بتائیں، وہ یقین کرلیگا، کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس خبر میں سچے ہیں، لیکن جب اس خبر کی روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انہی کے درجہ کے ایک اور بزرگ بھی شریک ہوجائیں، تو وہ خبر واحد قوی تر ہوجائے گی، اور ان کے سہو کے خدشہ سے بھی محفوظ ہوجائے گی۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنْهَا الْمُسَلْسَلُ: میں ضمیر مجرور کا مرجع انواع اَلْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ ہے یعنی وہ خبر جو قرائن پر مشتمل ہو اس کی انواع و اقسام میں سے ایک قسم خبر مسلسل بھی ہے۔

اَلْمُتْقِنِيْنَ بمعنیٰ محققین ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور اسم گرامی احمد ہے، اور والد ماجد کا اسم گرامی محمد ہے اور دادا جان کا اسم گرامی حنبل ہے، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ احمد بن محمد کہلانے کی بجائے احمد بن حنبل کہلاتے ہیں، شاید اس وجہ سے کہ احمد بن محمد کہلانے کی صورت میں احمد اور محمد جو آقائے دوجہاں کے اسمائے گرامی ہیں ان میں تغایر متحقق ہوگا جو کہ از روئے ادب مصطفیٰ ﷺ درست نہیں، لہٰذا کوئی حرج نہیں کہ میں ہی اپنے والد کے نام کی جگہ دادے کا نام رکھ لیتا ہوں تا کہ احمد اور محمد یہ دونوں نام متغائر نہ ہوں، آپ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت بغداد میں ہوئی اور 241ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

يُشَارِكُهُ فِيْهِ غَيْرُهُ میں ضمیر اول کا مرجع امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ضمیر ثانی کا مرجع ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ ہے اور ضمیر ثالث کا مرجع امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (پہلے مقام پر)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی محمد ہے اور آپ علیہ الرحمۃ کے والد ماجد کا اسم گرامی ادریس ہے، آپ علیہ الرحمۃ ہاشمی سید ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں آپ علیہ الرحمۃ کا وصال 205ھ میں ہوا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور اسم گرامی محمد ہے اور والد ماجد کا اسم گرامی اسماعیل ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 256ھ میں ہوا۔

یُشَارِکُہٗ فِیْہِ غَیْرُہٗ میں ضمیر اول کا مرجع امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ضمیر ثانی کا مرجع **ذَالِکَ الْحَدِیْث** ہے اور ضمیر ثالث کا مرجع امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (دوسرے مقام پر)۔

فَاِنَّ فِیْہِمْ میں ضمیر مجرور کا مرجع ائمہ رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

مِنْ غَیْرِھِمْ میں بھی ضمیر مجرور کا مرجع ائمہ رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

اِنْضَافَ اِلَیْہِ میں ضمیر مجرور کا مرجع امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اَنَّہٗ میں ضمیر منصوب کا مرجع امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

بَعُدَ: میں ضمیر مرفوع کا مرجع الخبر ہے۔

وَمِنْھَا الْمُسَلْسَلُ بِا لْاَئِمَّۃ سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتاتا ہے کہ وہ خبر واحد جو قرائن پر مشتمل ہوتی ہے اور قرائن پر مشتمل ہوکر علم نظری کا فائدہ دیتی ہے اس کی انواع واقسام میں سے تیسری قسم خبر مسلسل ہے اور خبر مسلسل وہ خبر واحد ہے جو غریب نہ ہو اور اس کے سلسلۂ سند میں مسلسل راوی ائمہ اور حفاظ ہوں، اور سند کے ہر مرحلہ میں امام کے ساتھ ساتھ کوئی اور راوی بھی پایا جارہا ہو تو ایسی خبر واحد علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔

مثلاً ایک راوی کی روایت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کیساتھ ملکر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور شخص کے ساتھ مل کر اس حدیث پاک کی روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہو، اب چونکہ اس حدیث پاک کی سند میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا تسلسل ہے اس لیئے اسے مسلسل کہتے ہیں، پس ایسی خبر واحد علم نظری کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ اس خبر واحد کی سند کے رواۃ میں وہ اوصاف قابل قبول موجود ہیں جن کے پائے جانے کی وجہ سے یہ روایت ایک جم غفیر کی روایت کے درجہ میں ہو جائے گی، مگر یاد رہے خبر واحد کی اس قسم (مسلسل) کا تعلق خبر غریب سے نہیں بلکہ اس کا تعلق صرف خبر عزیز اور خبر مشہور سے ہے۔

فَاِنَّ فِیْہِمْ مِنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مسلسل بالائمہ کے مفید علم نظری ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ اس خبر واحد کی سند میں ایسے جلیل القدر روات پائے جارہے ہیں کہ جن سے صدق اور سچائی کے علاوہ اور کچھ ممکن نہیں، رہی بات سہو نسیان کی! تو جب ان ائمہ کے ساتھ روایت میں ان کا ہم مرتبہ کوئی اور امام بھی شریک ہوگا تو پھر سہو اور نسیان روایت میں باقی کیسے رہ سکتا ہے؟

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر محتف بالقرائن سے کس کو علم حاصل ہوگا؟

﴿عبارت﴾: وَهٰذِهِ الْاَنْوَاعُ الَّتِیْ ذَكَرْنَاهَا لَایَحْصُلُ الْعِلْمُ بِصِدْقِ الْخَبَرِ مِنْهَا اِلَّا لِلْعَالِمِ بِالْحَدِيْثِ الْمُتَبَحِّرِ فِيْهِ الْعَارِفِ بِاَحْوَالِ الرُّوَاةِ الْمُطَّلِعِ عَلَى الْعِلَلِ وَكَوْنُ غَيْرِهٖ لَایَحْصُلُ لَهُ الْعِلْمُ بِصِدْقِ ذَالِكَ لِقُصُوْرِهٖ عَنِ الْاَوْصَافِ الْمَذْكُوْرَةِ لَایَنْفِیْ حُصُوْلَ الْعِلْمِ لِلْمُتَبَحِّرِ الْمَذْكُوْرِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: یہ اقسام جن کو ہم نے ذکر کیا ہے ان سے خبر کے صدق کا علم حاصل نہیں ہوگا مگر اس شخص کو جو علم حدیث میں تبحر ہو اور رواۃ احوال کو جانتا ہو اور علل سے واقف ہو اور جو تبحر نہ ہو اس کو اگر اوصاف کے نہ پائے جانے کی وجہ سے خبر کے صدق کا علم حاصل نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تبحر فی فن الحدیث کو بھی علم (یقین) حاصل نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

﴿تشریح﴾:

بِصِدْقِ الْخَبَرِ مِنْهَا اَیْ بِسَبَبِهَا یااَیْ بِجِهَتِهَا یعنی ضمیر مجرور سے پہلے لفظ سَبَب یا لفظِ جِهَت مضاف محذوف ہے اور ضمیر مجرور کا مرجع اَلْاَنْوَاع ہے۔

اَلْمُتَبَحِّرِ فِيْهِ میں ضمیر مجرور کا مرجع علم الحدیث ہے۔

اَحْوَالِ الرُّوَاةِ یعنی عدالت، ضبط، قوت، حفظ وغیرہ

اَلْعِلَلِ اَیِ الْعِلَلِ الْقَادِحَةِ یعنی صفت محذوف ہے، وہ خواہ مخفی ہوں یا جلی ہوں۔

كَوْنُ غَيْرِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع اَلْمُتَبَحِّرِ ہے۔

لَایَحْصُلُ لَهُ میں ضمیر مجرور کا مرجع غَیْرُ الْمُتَبَحِّرِ ہے۔

لِقُصُوْرِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع غَیْرُ الْمُتَبَحِّرِ ہے۔

لَا یَنْفِیْ میں ضمیر مرفوع کا مرجع غَیْرُ الْمُتَبَحِّرِ ہے۔

وَهٰذِهِ الْاَنْوَاعُ الَّتِیْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی بیان کردہ خبر واحد کی انواع ثلاثہ قرائن کیساتھ متصل ہونے کے باوجود بھی ہر کسی کو علم یقینی کا فائدہ نہیں دیتیں، کیونکہ وہ شخص جسے قرائن کی اہمیت کا ہی اندازہ نہیں تو اس کے لیئے قرائن! یقین کے حصول کا باعث کیسے ہوسکتے ہیں؟۔

﴿جواب﴾: یہ بات درست ہے کہ مذکورہ خبر کی انواع ثلاثہ سے ہر ایک کو علم یقینی (نظری) کا فائدہ حاصل نہیں

ہوتا، بلکہ اسے ہوتا ہے جسے فنِ حدیث میں تبحر حاصل ہو، اور وہ رواۃ کے حالات سے واقفیت رکھتا ہو، اور علل قادحہ کو بھی جانتا ہو، لیکن جو شخص اس فن میں تبحر نہ ہو تو اس کے لیے خبرِ واحد کی مذکورہ انواعِ ثلاثہ قرائن سے متصل ہونے کے باوجود بھی علم یقینی کا فائدہ نہیں دیں گی کیونکہ اسے تو اوصافِ مذکورہ (رواۃ کے احوال، علل قادحہ وغیرہ) کی معرفت ہی نہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تبحر فی فن الحدیث کو بھی یہ انواعِ ثلاثہ علم یقینی کا فائدہ نہ دیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبرِ محتف بالقرائن کا خلاصہ

﴿عبارت﴾: وَمُحَصَّلُ الْاَنْوَاعِ الثَّلَاثَةِ الَّتِیْ ذَكَرْنَاهَا اَنَّ الْاَوَّلَ يَخْتَصُّ بِالصَّحِيْحَيْنِ وَالثَّانِیْ بِمَا لَهُ طُرُقٌ مُتَعَدِّدَةٌ وَالثَّالِثُ بِمَا رَوَاهُ الْاَئِمَّةُ وَيُمْكِنُ اِجْتِمَاعُ الثَّلَاثَةِ فِیْ حَدِيْثٍ وَاحِدٍ فَلَا يَبْعُدُ حِيْنَئِذٍ الْقَطْعُ بِصِدْقِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: ان انواعِ ثلاثہ کا خلاصہ جن کو ہم نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ نوعِ اول صحیحین کیساتھ خاص ہے اور نوعِ ثانی جس کے طرق متعدد ہوں اور نوعِ ثالث یہ ہے کہ جس کو روایت کرنے والے ائمہ ہوں، اور یہ ممکن ہے یہ انواعِ ثلاثہ کسی ایک حدیث میں جمع ہو جائیں، پس اس وقت اس خبر کے صدق کا یقینی ہونا کچھ بعید نہیں۔

﴿تشریح﴾:

اَلْاَوَّلَ، الثَّانِیَ اور الثَّالِثَ میں سے ہر ایک کا موصوف (اَلنَّوْعُ) محذوف ہے۔

بِصِدْقِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع وہ خبرِ واحد ہے جس میں مذکورہ انواعِ ثلاثہ جمع ہو جائیں۔

وَمُحَصَّلُ الْاَنْوَاعِ الثَّلَاثَةِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ وہ خبرِ واحد جو مع القرائن مفیدِ علمِ نظری ہوتی ہے اس کے متعلق گزشتہ گفتگو کا خلاصہ بیان فرما رہے ہیں کہ وہ خبرِ واحد جو مع القرائن مفیدِ علمِ نظری ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

(1) وہ خبرِ واحد جسے شیخین نے روایت کیا ہو اور ان روایات میں مذکور تعارض اور جرح واقع نہ ہو۔

(2) وہ خبرِ مشہور جو متعدد طرق سے منقول ہو۔

(3) وہ خبرِ واحد جس کی سند کے ہر مرحلے میں ائمہ اور حفاظ ہوں اور ان کے ساتھ ساتھ ہر ہر مرحلہ میں کوئی راوی بھی شریک ہو، گویا اس کی سند کے ہر مرحلے میں کم از کم دو راوی ضرور پائے جائیں گے لہٰذا یہ خبرِ واحد غریب نہیں ہوگی۔

اقسامِ ثلاثہ کی حالتِ اجتماعی:

وَيُمْكِنُ اِجْتِمَاعُ الثَّلَاثَةِ الخ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبرِ واحد کی مذکورہ انواعِ ثلاثہ کی حالتِ اجتماعی بیان

کررہے ہیں،

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے ایک ہی حدیث میں یہ انواع ثلاثہ جمع ہوجاتی ہیں، یعنی وہ روایت امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی روایات میں سے بھی ہوتی ہے، اور متعدد اسانید سے بھی منقول ہوتی ہے، اور کل راوی ائمہ حدیث بھی ہوتے ہیں، ایسی صورتِ حال کی بناء پر اس خبر واحد کے لیئے مفید علم نظری ہونا یقینی ہوجاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

غرابت کی اقسام

﴿عبارت﴾: (ثُمَّ الْغَرَابَةُ إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ فِيْ أَصْلِ السَّنَدِ) أَيْ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يَدُوْرُ الْإِسْنَادُ عَلَيْهِ وَيَرْجِعُ وَلَوْ تَعَدَّدَتِ الطُّرُقُ إِلَيْهِ وَهُوَ طَرَفُهُ الَّذِيْ فِيْهِ الصَّحَابِيُّ (أَوْ لَا) تَكُوْنُ كَذٰلِكَ بِأَنْ يَكُوْنَ التَّفَرُّدُ فِيْ أَثْنَائِهِ كَأَنْ يَرْوِيَهُ عَنِ الصَّحَابِيِّ أَكْثَرُ مِنْ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَتَفَرَّدُ بِرِوَايَتِهِ عَنْ وَّاحِدٍ مِنْهُمْ شَخْصٌ وَّاحِدٌ (فَالْأَوَّلُ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ)

﴿ترجمہ﴾: پھر غرابت یا تو اصل سند میں ہوگی، یعنی اس مقام پر ہوگی جس مقام پر سند کا مدار ہوتا ہے، اور جو جگہ سند کے لیئے مرجع ہوتی ہے اگرچہ اس کے طرق متعدد ہوجائیں، اور یہ وہ طرف ہے جس میں صحابی ہو، یا پھر غرابت سند کے شروع میں نہ ہو بلکہ سند کے درمیان میں ہو اس طرح کہ صحابی سے روایت کرنے والے تو ایک سے زائد ہوں پھر ان میں سے کسی ایک سے ایک شخص تفرد کیساتھ روایت کرے پس پہلی قسم فرد مطلق ہے۔

﴿تشریح﴾:

أَصْلِ السَّنَدِ یعنی سند کے شروع میں۔

الْإِسْنَادُ عَلَيْهِ میں ضمیر مجرور کا مرجع الْمَوْضِع ہے۔

وَيَرْجِعُ میں ضمیر مرفوع کا مرجع الْإِسْنَاد ہے۔

إِلَيْهِ میں ضمیر مجرور کا مرجع ذٰلِكَ الْمَوْضِع ہے۔

هُوَ ضمیر مرفوع کا مرجع ذٰلِكَ الْمَوْضِع ہے۔

طَرَفُهُ میں ضمیر مجرور کا مرجع الْإِسْنَاد ہے۔

تَكُوْنُ كَذٰلِكَ میں ضمیر مرفوع کا مرجع الْغَرَابَةُ ہے اور اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ فِيْ أَصْلِ السَّنَدِ ہے۔

أَثْنَائِهِ میں ضمیر مجرور کا مرجع الْإِسْنَاد ہے۔

بِرِوَايَتِهِ میں ضمیر مجرور کا مرجع شَخْصٌ وَّاحِدٌ ہے۔

مِنْهُمْ میں ضمیر مجرور کا مرجع لفظِ اَكْثَرُ (تابعین) ہے۔

ثُمَّ الْغَرَابَةُ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث غریب کی تقسیم کرنی ہے کہ حدیث غریب کی دو قسمیں ہیں۔(1) فرد مطلق۔(2) فردِ نسبی۔

فرد مطلق:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں تفرد ہو یعنی صحابی سے صرف ایک تابعی روایت کرے۔

فرد نسبی:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں تفرد ہو۔

اَیْ فِی الْمَوْضِعِ الَّذِی الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اصل سند کا مصداق اور مراد متعین کررہے ہیں کہ اصل سند سے مراد وہ جگہ ہے جس پر سند کا مدار ہوتا ہے اور جو سند کے لیئے مرجع ہوتی ہے، اور یہ جگہ اور مقام سند میں تابعی کو حاصل ہوتا ہے جو صحابی سے روایت کرنے والا ہوتا ہے۔

نوٹ:

بظاہر فِی الْمَوْضِعِ الَّذِی الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابی میں تفرد پایا جائے، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ صحابی میں تفرد (روایت میں اس کا اکیلا ہونا) باعث مضر نہیں، اس لیئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ہیں، یہ احادیث کی تقسیمات طبقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد دیگر طبقات کے اعتبار سے ہیں۔

وَلَوْ تَعَدَّدَتِ الطُّرُقُ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث فردِ مطلق کی ایک تعمیم کا بیان کرنا ہے کہ حدیث فردِ مطلق وہ حدیث ہے کہ جسے صحابی سے روایت کرنے والا ایک تابعی ہو عام ازیں کہ اس تابعی سے روایت کرنے والے متعدد رواۃ ہوں یا پھر اس سے بھی ایک ہی روایت کرنے والا ہو، الغرض دونوں صورتوں میں ایسی حدیث فردِ مطلق ہی کہلائیگی۔

وَهُوَ طَرَفُهُ الَّذِیْ الخ: سے اصل سند کا تعین کرنا ہے کہ اصل سند ! سند کی وہ طرف ہوتی ہے جس میں صحابی ہوتا ہے یعنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی روایت کرتا ہے اور آگے اس صحابی سے ایک ہی تابعی روایت کرتا ہے تو یہ اصل سند میں غرابت پائی گئی۔

(اَوْلَا) تَكُوْنُ كَذٰلِكَ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ سند میں پائی جانے والی غرابت کی ایک اور قسم کا بیان کرنا ہے کہ غرابت شروع سند میں نہ ہو، بلکہ سند کے درمیان میں ہو، یعنی صحابی سے تو کئی تابعین نے روایت کیا ہو لیکن ان تابعین سے ایک ہی شخص نے اس حدیث پاک کو روایت کیا ہو۔

(فَالْاَوَّلُ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ) سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ دونوں صورتوں (کہ شروع سند میں غرابت ہوگی یا

شروع میں نہیں ہوگی بلکہ درمیان میں ہوگی) کو عنوان سے تعبیر کرتا ہے، کہ پہلی صورت (وہ حدیث پاک کہ جسے اکیلا تابعی صحابی سے روایت کرے اگرچہ اس تابعی سے روایت کرنے والے متعدد رواۃ ہوں) میں اس حدیث پاک کو فردِ مطلق کہتے ہیں۔

☆☆☆☆......☆☆☆☆......☆☆☆☆

فرد مطلق کی مثالیں

﴿عبارت﴾: كَحَدِيْثِ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِه تَفَرَّدَبِه عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَدْيَتَفَرَّدُبِه رَاوٍعَنْ ذٰلِكَ الْمُنْفَرِدِ كَحَدِيْثِ شُعَبِ الْإِيْمَانِ تَفَرَّدَبِه اَبُوْصَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَتَفَرَّدَبِه عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍعَنْ اَبِيْ صَالِحٍ وَقَدْيَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُفِيْ جَمِيْعِ رُوَاتِه اَوْاَكْثَرِهِمْ وَفِيْ مُسْنَدِ الْبَزَّارِ وَالْمُعْجَمِ الْاَوْسَطِ لِلطَّبْرَانِيِّ اَمْثِلَةٌ كَثِيْرَةٌ لِذٰلِكَ

﴿ترجمہ﴾: جیسے النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِه والی حدیث پاک کہ اس میں حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور کبھی اس منفرد سے روایت کرنے والا بھی آگے منفرد ہوتا ہے جیسے شعب الایمان کی روایت کہ اس میں حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ روایت کرنے میں منفرد ہیں اور کبھی تفرد کا سلسلہ تمام روات میں یا اکثر روات میں برقرار رہتا ہے اس کی مثالیں مسند بزار میں اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی معجم الاوسط میں کثرت سے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

حَدِيْثِ النَّهْيِ الخ یہ ہے۔ اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَايُبَاعُ وَلَايُوْهَبُ وَلَايُوْرَثُ

(ترجمہ) ولاء (غلام آزاد کرنے کے بعد آقا کا جو حق غلام سے متعلق رہ جاتا ہے) ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح اسے نہ تو بیچا جا سکتا ہے نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی میراث میں دیا جا سکتا ہے۔

تَفَرَّدَبِه میں ضمیر مجرور کا مرجع حَدِيْثِ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ الخ ہے۔

وَقَدْيَتَفَرَّدُبِه میں ضمیر مجرور کا مرجع فردِ مطلق ہے۔

حَدِيْثِ شُعَبِ الْإِيْمَانِ

یہ ہے، اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ

وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

(ترجمہ) ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں جن میں سے افضل شعبہ لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللہُ کہنا ہے اور ادنیٰ شعبہ راستے سے اذیت دینے والی شے کو ہٹانا ہے، اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

فردِ مطلق کی مثال اول:

کَحَدِیْثِ النَّھْیِ عَنْ بَیْعِ الْوَلَاءِ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض حدیث فردِ مطلق کی مثال دیتے ہوئے اس کی وضاحت کرنی ہے کہ جیسے حدیث نھی عن بیع الولاء وعن ھبتہ الخ ہے جسے صرف حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (صحابی) سے روایت کیا ہے چونکہ اس حدیث پاک میں شروع سند (درجہ تابعی) میں غرابت اور تفرد پایا جا رہا ہے لہٰذا یہ حدیث پاک فردِ مطلق ہوئی۔

وَقَدْ یَتَفَرَّدُ بِہٖ رَاوٍ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث فردِ مطلق کی دوسری صورت کا بیان کرنا ہے کہ اگر اس منفرد سے (جو صحابی سے روایت کرنے میں اکیلا ہے) آگے روایت کرنے والا بھی منفرد ہو تو ایسی حدیث پاک بھی فردِ مطلق کہلاتی ہے۔

فردِ مطلق کی دوسری مثال:

کَحَدِیْثِ شُعَبِ الْاِیْمَانِ سے مذکورہ صورت کی مثال دینا ہے کہ جیسے حدیث شعب الایمان اسے صرف حضرت ابو صالح (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے صرف حضرت عبداللہ بن دینار (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے لہٰذا حدیث شعب الایمان حدیث غریب کی قسم اول فردِ مطلق ہوئی۔

وَقَدْ یَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث فردِ مطلق کی تیسری صورت بیان کرنی ہے کہ اگر شروع سند (صحابی کے بعد تابعی) سے لے کر آخر تک یا سند کے اکثر رواۃ متفرد ہوں تو ایسی حدیث بھی فردِ مطلق ہوگی، مسندِ بزار اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی معجم الاوسط میں اس صورت کی کثرت کیساتھ مثالیں موجود ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

فردِ نسبی کا بیان

﴿عبارت﴾: (وَالثَّانِیْ اَلْفَرْدُ النِّسْبِیُّ) سُمِّیَ نِسْبِیًّا لِکَوْنِ التَّفَرُّدِ فِیْہِ حَصَلَ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی شَخْصٍ مُّعَیَّنٍ وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ فِیْ نَفْسِہٖ مَشْھُوْرًا

﴿ترجمہ﴾: حدیث غریب کی دوسری قسم فردِ نسبی ہے اسے فردِ نسبی (بکسر النون وسکون السین) اس وجہ سے کہا

جاتا ہے کیونکہ اس میں تفرد شخص معین کے اعتبار سے ہوتا ہے، اگر چہ یہ بذات خود مشہور ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّانِيْ اَلْفَرْدُ الخ: سے غرض مصنف حدیث غریب کی دوسری قسم فردِ نسبی کا بیان کرنا ہے۔

فردِ نسبی کی تعریف:

حدیث فردِ نسبی وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان کے کسی طبقے میں کوئی راوی اکیلا رہ جائے۔

فردِ نسبی کی مثال::

عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ (رواہ الشیخان)

(ترجمہ) حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے مبارک سر پر خود تھا۔

اس حدیث پاک کو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ روایت میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے، مگر امام زہری کے استاذ حضرت سالم سے اس حدیث پاک کو کثیر رواۃ نے روایت کیا ہے پھر اسی طرح حضرت سالم کے استاذ حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی متعدد رواۃ نے روایت کیا ہے۔

پس یہ حدیث پاک امام زہری سے روایت کرنے والے متفرد راوی (امام مالک) کی وجہ سے فردِ نسبی کہلائی ہے۔

سُمِّيَ نِسْبِيًّا لِكَوْنِ الخ: سے حدیث فردِ نسبی کی وجہ تسمیہ بیان کرنی مقصود ہے، کہ اس حدیث کا نام فردِ نسبی اس لیئے ہے کہ اس میں تفرد ایک فردِ معین کے لحاظ سے پایا گیا ہے۔

وَاِنْ كَانَ الْحَدِيْثُ الخ: سے یہ بتانا ہے کہ اگر چہ حدیث فردِ نسبی بعض اوقات لوگوں میں مشہور ہوتی ہے لیکن راوی کے متفرد ہونے کی وجہ سے فردِ نسبی کہلاتی ہے مثلاً مذکورہ حدیث! جسے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور صورت حال یہ ہے کہ اسے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے والی بھی ایک جماعت ہے اور پھر آگے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس حدیث پاک کو روایت کرنے والی ایک جماعت ہے لیکن امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کیا ہے تو اب یہ حدیث غریب (مذکورہ) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کے راویوں کے لحاظ سے تو مشہور ہے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے راوی کے اعتبار سے فردِ نسبی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

فرد اور غرابت کا استعمال

﴿عبارت﴾: وَيَقِلُّ اِطْلَاقُ الْفَرْدِيَّةِ عَلَيْهِ لِاَنَّ الْغَرِيْبَ وَالْفَرْدَ مُتَرَادِفَانِ لُغَةً وَّاصْطِلَاحًا اِلَّا اَنَّ اَهْلَ الْاِصْطِلَاحِ غَايَرُوْا بَيْنَهُمَا مِنْ حَيْثُ كَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَقِلَّتِهٖ فَالْفَرْدُ اَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهٗ عَلَى الْفَرْدِ الْمُطْلَقِ وَالْغَرِيْبُ اَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهٗ عَلَى الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ وَهٰذَا مِنْ حَيْثُ اِطْلَاقِ الْاِسْمِ عَلَيْهِمَا وَاَمَّا مِنْ حَيْثُ اسْتِعْمَالِهِمُ الْفِعْلَ الْمُشْتَقَّ فَلَا يُفَرِّقُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فِي الْمُطْلَقِ وَالنِّسْبِيِّ تَفَرَّدَ بِهٖ فُلَانٌ اَوْ اَغْرَبَ بِهٖ فُلَانٌ

﴿ترجمہ﴾: فردِ نسبی پر فرد کا اطلاق کم ہوتا ہے اس لیئے کہ غریب اور فرد لغت اور اصطلاح کے اعتبار سے مترادف ہیں البتہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے قلت و کثرتِ استعمال کے اعتبار سے ان میں فرق کیا ہے (اور وہ یہ ہے) کہ فرد کا اطلاق وہ زیادہ تر فردِ مطلق پر کرتے ہیں اور غریب کا اطلاق زیادہ تر فردِ نسبی پر کرتے ہیں، (فرد اور غریب میں) یہ فرق اسم کے ان دونوں (فردِ مطلق اور فردِ نسبی) پر اطلاق کے اعتبار سے ہے، لیکن جب محدثین رحمۃ اللہ علیہم فعل مشتق کا استعمال کرتے ہیں تو پھر (فرد اور غریب میں) کوئی فرق نہیں کرتے، چنانچہ مطلق اور نسبی دونوں میں تَفَرَّدَ بِهٖ فُلَان یا اَغْرَبَ بِهٖ فُلَانٌ کہہ دیتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

الْفَرْدِيَّةِ عَلَيْهِ میں ضمیر مجرور کا مرجع فردِ نسبی ہے

هٰذَا اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ اَلتَّغَايُرُ بَيْنَهُمَا (فرد اور غریب کے درمیان فرق) ہے۔

عَلَيْهِمَا میں ضمیر مجرور کا مرجع فردِ مطلق اور فردِ نسبی ہے۔

اسْتِعْمَالِهِمْ میں ضمیر مجرور کا مرجع محدثین ہے۔

فرد اور غریب میں ترادف وتغایر:

فرد اور غریب کے درمیان لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے ترادف ہے لیکن ان کے استعمال کے اعتبار سے فرق ہے۔

وَيَقِلُّ اِطْلَاقُ الْفَرْدِيَّةِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض فرد اور غریب کے درمیان استعمال کے اعتبار سے فرق کو بیان کرنا ہے، چونکہ فردِ مطلق اور فردِ نسبی غریب اور فرد کی اقسام ہیں لہٰذا ان دونوں قسموں پر غریب اور فرد کا اطلاق ہونا چاہیئے تھا لیکن ہوتا نہیں، کیونکہ محدثین دونوں کے استعمال میں فرق کرتے ہیں کہ فرد کا استعمال اکثر وبیشتر فردِ مطلق پر کرتے ہیں اور غریب کا استعمال اکثر وبیشتر فردِ نسبی پر کرتے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اَنَّ الْغَرِیْبَ وَالْفَرْدَ مُتَرَادِفَانِ کہ غریب اور فرد دونوں مترادف المعنیٰ ہیں یہ کہنا درست نہیں، کیونکہ غریب اسے کہتے ہیں جو اپنے وطن سے دور ہو اور فرد اسے کہتے ہیں جو اکیلا ہو تو جب دونوں کا معنیٰ ہی ایک نہیں تو یہ دونوں مترادف المعنیٰ کیسے ہو سکتے ہیں؟۔

﴿جواب﴾: لفظِ غریب اپنے معنیٰ کے مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے فرد کا ہم معنیٰ ہے کیونکہ جو اپنے وطن سے دور ہوتا ہے وہ بھی تو اکیلا ہوتا ہے لہٰذا دونوں کا معنیٰ ایک ہوا اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا انہیں مترادفین کہنا درست ہوا۔

وَهٰذَا مِنْ حَيْثُ اِطْلَاقِ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا ہے کہ غریب اور فرد میں استعمالاً فرق تب ہوتا ہے کہ جب غریب اور فرد کا اطلاق ان دونوں قسموں پر بطورِ اسم ہو مثلاً کہا جائے هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْفَرِدٌ یا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ تو اس وقت فرد سے مراد حدیث فردِ مطلق اور غریب سے مراد حدیث فردِ نسبی ہوتی ہے۔

وَاَمَّا مِنْ حَيْثُ اسْتِعْمَالِهِمْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنا ہے کہ جب محدثین غریب اور فرد کا اطلاق ان دونوں قسموں (فردِ مطلق اور فردِ نسبی) پر بطورِ فعل کرتے ہیں مثلاً هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْفَرِدٌ کی بجائے تَفَرَّدَ بِهٖ فُلَانٌ یا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ کی بجائے اَغْرَبَ بِهٖ فُلَانٌ کہتے ہیں تو اس وقت محدثین رحمۃ اللہ علیہم یہ مشتق جملہ فردِ مطلق اور فردِ نسبی دونوں پر یکساں طور پر بول جاتے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

ارسال اور انقطاع کا استعمال

﴿عبارت﴾: وَقَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا اخْتِلَافُهُمْ فِي الْمُنْقَطِعِ وَالْمُرْسَلِ وَهَلْ هُمَا مُتَغَايِرَانِ اَوْلَا فَاَكْثَرُ الْمُحَدِّثِيْنَ عَلَى التَّغَايُرِ لٰكِنَّهٗ عِنْدَ اِطْلَاقِ الْاِسْمِ وَاَمَّا عِنْدَ اسْتِعْمَالِ الْفِعْلِ الْمُشْتَقِّ فَيَسْتَعْمِلُوْنَ الْاِرْسَالَ فَقَطْ فَيَقُوْلُوْنَ اَرْسَلَهٗ فُلَانٌ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ مُرْسَلًا اَوْ مُنْقَطِعًا وَمِنْ ثَمَّ اَطْلَقَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِمَّنْ لَمْ يُلَاحِظْ مَوَاضِعَ اسْتِعْمَالِهِمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ اَنَّهُمْ لَا يُغَايِرُوْنَ بَيْنَ الْمُرْسَلِ وَالْمُنْقَطِعِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ لِمَا حَرَّرْنَاهُ وَقَلَّ مَنْ نَبَّهَ عَلَى النُّكْتَةِ فِيْ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

﴿ترجمہ﴾: اسی اختلاف کے قریب محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا وہ اختلاف ہے جو حدیث مرسل اور حدیث منقطع کے متعلق ہے کہ یہ دونوں (مرسل اور منقطع) متغایر ہیں یا نہیں، اکثر محدثین رحمۃ اللہ علیہم تغایر کے قائل ہیں، لیکن یہ تغایر اسی اطلاق کے وقت ہے البتہ فعل مشتق کے استعمال کے وقت ہر جگہ صرف لفظ ارسال ہی استعمال کرتے ہیں خواہ حدیث مرسل ہو یا منقطع ہو ہر صورت میں یوں کہتے ہیں اَرْسَلَهٗ فُلَانٌ، اسی وجہ سے ان لوگوں نے جو

محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے استعمال کے مواقع غور سے دیکھ نہیں سکے کثیر محدثین رحمۃ اللہ علیہم پر اعتراض کر دیا کہ وہ حدیث مرسل اور حدیث منقطع میں فرق نہیں کرتے حالانکہ یہ بات (کہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم مغایرت کے قائل نہیں) صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان کا طریقہ کار ہم نے بیان کر دیا ہے اور بہت ہی کم لوگ اس تغایر کے نکتہ پر مطلع ہوئے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

قَرِیْبٌ مِنْ هٰذَا میں اسم اشارہ مشارٌ الیہ اختلاف ہے۔ اِخْتِلَافِهِمْ میں ضمیر مجرور کا مرجع محدثین ہے۔

اَلْمُرْسَل وہ حدیث ہے کہ جس میں راوی صحابی یا تابعی کا واسطہ ذکر کیئے بغیر حضور ﷺ سے مرفوعاً روایت کی جائے۔

اَلْمُنْقَطِعُ وہ حدیث ہے کہ جس کی سند کے درمیان صرف ایک راوی حذف ہوا ہو یا چند راوی حذف ہوئے ہوں لیکن مسلسل حذف نہ ہوئے ہوں۔

لٰکِنَّهٗ میں ضمیر منصوب کا مرجع التغایر ہے۔

مِنْ ثَمَّ میں اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ جِهَةِ اِسْتِعْمَالِ الْاِرْسَالِ بِالْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْاِطْلَاقِ (فعل ارسال کے مطلق استعمال ہونے کی وجہ سے) ہے۔

اَلنُّكْتَة وہ باریک بات جو انتہائی غور وخوض کے بعد حاصل کی جائے۔

فِیْ ذٰلِكَ میں اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ اَلْفَرْقِ ہے۔

وَقَرِیْبٌ مِنْ هٰذَا اخْتِلَافُهُمْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا ہے کہ جس طرح محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں فرد اور غریب کا فعل (تَفَرَّدَ اور اَغْرَبَ) حدیث فرد مطلق اور حدیث فردِ نسبی دونوں کے لیئے عام ہوتا ہے، اسی طرح صرف اِرْسَال کا فعل (اَرْسَلَ) بھی حدیث مرسل اور حدیث منقطع دونوں کے لیئے عام ہے یعنی محدثین رحمۃ اللہ علیہم حدیث مرسل اور حدیث منقطع کے لیئے هُوَ مُرْسَلٌ یا هُوَ مُنْقَطِعٌ کہنے کی بجائے اَرْسَلَهٗ فُلَانٌ کہہ دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ حدیث مرسل اور حدیث منقطع میں فرق نہیں کرتے بلکہ یہ عام طور پر ان کی عادت سی ہے۔

لیکن اسی اطلاق کی صورت میں یعنی جب کہا جائے هٰذَا حَدِیْثٌ مُرْسَلٌ یا هٰذَا حَدِیْثٌ مُنْقَطِعٌ تو اس وقت مرسل سے مراد بس حدیث مرسل ہوتی ہے اور منقطع سے مراد حدیث منقطع ہی ہوتی ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ اَطْلَقَ غَیْرُ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ بعض ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو مذکورہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ کار نہ جاننے کی بنیاد پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم حدیث مرسل اور حدیث منقطع میں فرق نہیں کرتے، مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ارسال اور انقطاع کے استعمال کے مذکورہ بیان پر ہر کوئی مطلع نہیں ہے لہٰذا اسے خوب اچھی طرح سمجھنا چاہیئے۔

خبر مقبول کی تقسیم

﴿عبارت﴾: (خَبَرُ الْآحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلَ السَّنَدِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍّ هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ وَهٰذَا أَوَّلُ تَقْسِيمِ مَقْبُوْلٍ إِلٰى أَرْبَعَةِ أَنْوَاعٍ لِأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يَشْتَمِلَ مِنْ صِفَاتِ الْقَبُوْلِ عَلٰى أَعْلَاهَا أَوْ لَا اَلْأَوَّلُ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ وَالثَّانِيْ إِنْ وُجِدَ مَا يَجْبُرُ ذٰلِكَ الْقُصُوْرَ كَكَثْرَةِ الطُّرُقِ فَهُوَ الصَّحِيحُ أَيْضًا لٰكِنْ لَا لِذَاتِهِ وَحَيْثُ لَا جُبْرَانَ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ وَإِنْ قَامَتْ قَرِيْنَةٌ تُرَجِّحُ جَانِبَ قَبُوْلِ مَا يُتَوَقَّفُ فِيْهِ فَهُوَ الْحَسَنُ أَيْضًا لٰكِنْ لَا لِذَاتِهِ وَقُدِّمَ الْكَلَامُ عَلَى الصَّحِيحِ لِذَاتِهِ لِعُلُوِّ رُتْبَتِهِ

﴿ترجمہ﴾: ایسی خبر واحد جس کو نقل کرنے والے تمام راوی عادل، تام الضبط ہوں اس کی سند متصل ہو معلل اور شاذ نہ ہو تو یہ صحیح لذاتہٖ ہے، یہ حدیث مقبول کی سب سے پہلی تقسیم ہے چار انواع کی طرف، اس لیئے کہ خبر مقبول یا تو صفات قبولیت کے اعلیٰ مراتب پر مشتمل ہوگی یا نہیں، بصورتِ اول صحیح لذاتہٖ ہے اور بصورتِ ثانی (میں) اگر کمی کی تلافی دیگر ذرائع مثلاً کثرت طرق سے ہو تو یہ بھی صحیح ہے لیکن لذاتہٖ نہیں ہے (بلکہ لغیرہٖ ہے)۔ اگر (دیگر ذرائع سے) کمی کی تلافی نہیں کی گئی تو حسن لذاتہٖ ہے اور اگر کوئی قرینہ قائم ہو جائے جو اس حدیث پاک کو جس میں توقف کیا گیا ہے اس کی جانب قبول کو ترجیح دیدے تو یہ بھی حسن ہے لیکن لذاتہٖ نہیں (بلکہ لغیرہٖ ہے)، صحیح لذاتہٖ کی بحث کو اس کے اعلیٰ درجہ کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

(نوٹ) صحیح لذاتہٖ کی تعریف میں مذکور تمام الفاظ کی وضاحت آگے خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں۔

مُتَّصِلَ السَّنَدِ لفظِ نَقْلٍ سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

غَيْرَ مُعَلَّلٍ حالِ ثانی ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

وَلَا شَاذٍّ کا عطف معلل پر ہے نا کہ غیر معلل پر۔

لِأَنَّهُ میں ضمیر منصوب کا مرجع خبر مقبول ہے۔

صِفَاتِ الْقَبُوْلِ جیسے عدل اور ضبط۔

أَعْلَاهَا میں ضمیر مجرور کا مرجع مَرَاتِبِ صِفَاتِ الْقَبُوْلِ ہے۔

وَالثَّانِيْ یعنی جو حدیث مقبول اوسط یا ادنیٰ درجے کی صفات قبول پر مشتمل ہو۔

لِعُلُوِّ رُتْبَتِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع صحیح لذاتہ ہے۔

﴿فائدہ﴾:

ماقبل میں خبر واحد کی تین تقسیمات گزری ہیں پہلی تقسیم تعدد طرق کے اعتبار تھی اس اعتبار سے خبر واحد کی تین قسمیں تھیں۔

(۱) خبر مشہور۔(۲) خبر عزیز۔(۳) خبر غریب۔

دوسری تقسیم قبولیت وعدمِ قبولیت کے اعتبار سے تھی اس اعتبار سے خبر واحد کی دو قسمیں تھیں۔

(۱) خبر مقبول۔(۲) خبر مردود۔

اور تیسری تقسیم قرائن کے پائے جانے کے اعتبار سے تھی اس اعتبار سے خبر واحد کی تین قسمیں تھیں۔

(۱) شیخین کی بیان کردہ خبر واحد۔(۲) خبر مشہور باسانید کثیرہ۔(۳) مسلسل بالائمہ۔

❁ اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ خبر مقبول کی پہلی تقسیم فرمارہے ہیں۔

خبر مقبول کی تقسیمِ اول:

❁ خبر مقبول کی یہ تقسیم چار قسموں پر مشتمل ہے۔

(1) صحیح لذاتہٖ (2) صحیح لغیرہٖ (3) حسن لذاتہٖ (4) حسن لغیرہٖ

وَهٰذَا اَوَّلُ تَقْسِيْمِ الخ سے اس تقسیم کا اولی ہونا بیان کرنا ہے کہ یہ خبر مقبول کی سب سے پہلی تقسیم ہے، اور اس کی دوسری تقسیم ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ اِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ الخ سے ہورہی ہے۔

لِاَنَّهٗ اِمَّا اَنْ يَّشْتَمِلَ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ خبر مقبول کی مذکورہ اقسام اربعہ کی وجہ حصر بیان کرنی ہے۔

کہ خبر مقبول دو حال سے خالی نہیں ہوگی کہ اس میں یا تو اعلیٰ درجے کی صفاتِ قبولیت پائی جائیں گی یا نہیں، بصورتِ اول صحیح لذاتہٖ اور بصورتِ ثانی یعنی اگر اعلیٰ درجے کی صفاتِ قبولیت اس میں نہ پائی جارہی ہوں، لیکن اس کمی کی تلافی کثرتِ طرق سے کردی گئی ہو، تو وہ صحیح لغیرہ ہے، اور اگر اس کمی کی تلافی نہیں کی گئی، تو وہ حسن لذاتہٖ ہے اور جس حدیثِ پاک پر توقف کیا گیا ہے لیکن قبولیت کا قرینہ اس کے ساتھ موجود ہے جو ترجیح دینے والا ہے تو وہ حسن لغیر یہ ہے۔ پس مذکورہ اقسام اربعہ کی تعریفات وجہ حصر سے ہی معلوم ہوگئیں کہ......

1-وہ خبر واحد جس میں اعلیٰ درجے کی صفاتِ قبولیت پائی جائیں تو وہ صحیح لذاتہٖ ہے۔

2-وہ خبر واحد جس میں اعلیٰ درجے کی صفاتِ قبولیت تو نہیں پائی جارہیں لیکن اس کمی کی تلافی کثرتِ طرق سے پوری ہوگئی ہو تو یہ خبر واحد صحیح لغیرہ ہے۔

3-وہ خبر واحد جس میں اعلیٰ درجے کی صفاتِ قبولیت تو نہیں پائی جارہیں اور اس کمی کی تلافی بھی نہیں ہوسکی تو یہ حسن لذاتہٖ ہے۔

4-وہ خبر واحد جس میں صفاتِ قبولیت کی اسقدر کمی ہو کہ بات اس کے توقف تک جا پہنچے تو ایسی صورتِ حال میں اگر کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو اس کی جانب قبولیت کو ترجیح دیدے تو وہ حدیث حسن لغیرہ ہوگی۔

حدیث صحیح لذاتہ کی تعریف:

خَبَرُ الْاٰحَادِ بِنَقْلِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض حدیث مقبول کی تقسیم کرتے ہوئے اس کی پہلی قسم حدیث صحیح لذاتہ کی تعریف کرنی ہے، کہ حدیث صحیح لذاتہ وہ خبر واحد ہے، جس کے تمام رواۃ حدیث کی روایت میں عادل اور کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو اور اس روایت میں کسی قسم کی کوئی علت اور شذوذ نہ ہو۔

ضروری بات:1

ہر حدیث صحیح حجت نہیں ہوا کرتی، بلکہ کسی بھی صحیح حدیث کے حجت ہونے کے لیئے آٹھ شرطیں ہیں جن میں سے چار شرطیں راوی کے لئے ضروری ہیں اور چار شرطیں روایت کے لئے ضروری ہیں۔

راوی کے لئے چار شرطیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- راوی عاقل ہو۔ 2- کامل الضبط ہو۔ 3- عادل ہو۔ 4- مسلمان ہو۔

روایت کے لئے چار شرطیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- قرآن کے مخالف نہ ہو۔ 2- سنتِ مشہورہ کے مخالف نہ ہو۔

3- عموم بلویٰ کے متعلق نہ ہو۔ 4- خیر القرون کے متعلق نہ ہو۔

ضروری بات:2

جب کسی محدّث کی جانب سے یہ کہا جائے کہ یہ حدیث صحیح نہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ جھوٹ اور من گھڑت بات ہے، بلکہ محدّث کے اس قول (کہ یہ حدیث صحیح نہیں) میں کئی احتمال ہوتے ہیں۔

1- ممکن ہے اس قول سے محدث کا یہ مطلب ہو کہ یہ حدیث صحیح لذاتہ نہیں بلکہ صحیح لغیرہ ہے۔

2- یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ حدیث حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ ہے۔

3- اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث اس محدث کی شرائط پر صحیح نہ ہو، جبکہ دیگر محدثین کی شرائط پر صحیح ہو۔

۞ الغرض! محدث کا یہ قول (کہ یہ حدیث صحیح نہیں) کئی احتمالات کا حامل ہے لہٰذا خبردار رہنا چاہیئے کہ بعض اوقات بدعقیدہ لوگ کسی محدث کا یہ قول (کہ یہ حدیث صحیح نہیں) پیش کر کے یہ گمراہی پھیلاتے ہیں کہ جب یہ حدیث صحیح نہیں تو لا محالہ موضوع و من گھڑت ہے، حالانکہ صحیح اور موضوع کے درمیان بہت سے درجات کا فاصلہ ہے۔

حدیث صحیح لذاتہ کی مثال:

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَرَأَ فِی الْمَغْرِبِ الطُّوْرَ (اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ کِتَابِ الْمَغَازِیْ)

حدیث صحیح لذاتہ کا حکم:

تمام محدثین، فقہاء اور معتبر علمائے اصول کا اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث صحیح پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ دلیل شرعیہ میں سے ایک دلیل اور حجت ہے، کسی مسلمان کو اس کا ترک کرنا روا نہیں۔

وَقُدِّمَ الْکَلَامُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث صحیح لذاتہ کو بقیہ اقسام ثلاثہ سے مقدم کرنے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ اس کا مرتبہ بقیہ اقسام کی بنسبت عالی ہے پس اسے عالی مرتبہ ہونے کی وجہ سے تقدم بالکلام حاصل ہوا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صحیح لذاتہ کی تعریف کے الفاظ کی تشریح وتوضیح

﴿عبارت﴾ وَالْمُرَادُ بِالْعَدْلِ مَنْ لَہٗ مَلَکَۃٌ تَحْمِلُہٗ عَلٰی مُلَازَمَۃِ التَّقْوٰی وَالْمُرُوْءَۃِ وَالْمُرَادُ بِالتَّقْوٰی اِجْتِنَابُ الْاَعْمَالِ السَّیِّئَۃِ مِنْ شِرْكٍ اَوْ فِسْقٍ اَوْ بِدْعَۃٍ وَّالضَّبْطُ ضَبْطَانِ ضَبْطُ صَدْرٍ وَھُوَ اَنْ یُّثْبِتَ مَا سَمِعَہٗ بِحَیْثُ یَتَمَکَّنُ مِنَ اسْتِحْضَارِہٖ مَتٰی شَاءَ وَضَبْطُ کِتَابٍ وَھُوَ صِیَانَتُہٗ لَدَیْہِ مُنْذُ سَمِعَ فِیْہِ وَصَحَّحَہٗ اِلٰی اَنْ یُّؤَدِّیَ مِنْہُ وَقَیَّدَہٗ بِالتَّامِّ اِشَارَۃً اِلَی الرُّتْبَۃِ الْعُلْیَا فِیْ ذٰلِكَ وَالْمُتَّصِلُ مَا سَلِمَ اِسْنَادُہٗ مِنْ سُقُوْطٍ فِیْہِ بِحَیْثُ یَکُوْنُ کُلٌّ مِّنْ رِّجَالِہٖ سَمِعَ ذٰلِكَ الْمَرْوِیَّ مِنْ شَیْخِہٖ وَالسَّنَدُ تَقَدَّمَ تَعْرِیْفُہٗ وَالْمُعَلَّلُ لُغَۃً مَا فِیْہِ عِلَّۃٌ وَّاِصْطِلَاحًا مَا فِیْہِ عِلَّۃٌ خَفِیَّۃٌ قَادِحَۃٌ وَالشَّاذُّ لُغَۃً اَلْمُنْفَرِدُ وَ اِصْطِلَاحًا مَا یُخَالِفُ فِیْہِ الرَّاوِیْ مَنْ ھُوَ اَرْجَحُ مِنْہُ وَلَہٗ تَفْسِیْرٌ اٰخَرُ سَیَاْتِیْ

﴿ترجمہ﴾: اور عادل وہ شخص ہے جس کے پاس ایسا ملکہ ہو جو اسے تقویٰ اور مروت پر سختی سے قائم رکھے، اور تقویٰ سے برے اعمال یعنی شرک، فسق اور بدعت سے اجتناب کرنا مراد ہے، اور ضبط (محفوظ کرنے کی صلاحیت) دو قسم پر ہے صدری یاداشت کہ سنی ہوئی بات اس طرح یاد رہے کہ جب چاہے اسے پیش کرنے پر قادر ہو، دوسری قسم کتابی یاداشت یہ ہے کہ جب اس نے شیخ سے اس کتاب میں سنا اور اس کی تصحیح کر لی ہے تب سے لے کر اس حدیث پاک کو ادا کرنے کے وقت تک اس کتاب کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا تعریف کو تام کی قید سے مقید کرنا ضبط صدر میں بلند مرتبے کی طرف اشارہ ہے، اور متصل وہ حدیث ہے جس کی سند راویوں کے سقوط سے محفوظ ہو یعنی ہر راوی نے اسے اپنے شیخ سے سنا ہو اور سند کی تعریف پہلے گزر چکی ہے اور معلل لغت میں اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی علت ہو اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں کوئی مخفی علت قادحہ (عیب لگانے والی) ہو اور شاذ لغت میں تنہا چیز کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی اپنے سے ارجح کی مخالفت کرے، شاذ کی ایک اور تعریف بھی ہے جو آگے انشاء اللہ آئے گی۔

﴿تشریح﴾:

مَلَکَۃ ذہن کی کیفیت راسخہ کو کہتے ہیں۔

اَلْمُرُوْءَۃِ آدمیت اور انسانیت یعنی ان چیزوں سے بچنا جو عرفاً ذوی العقول کے ہاں مذموم ہیں مثلاً راستے میں کھانا پینا، اور آوارہ قسم کے لوگوں کی صحبت وسنگت وغیرہ۔

التَّقْوٰی ہر قسم کے گناہوں سے بچنا۔

بِدْعَۃٍ بدعت سے مراد وہ بدعت ہے جس سے انسان کافر ہو جائے۔

اَنْ یَّثْبُتَ میں ضمیر مرفوع کا مرجع راوی ہے۔

اِسْتِحْضَارِہٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع مسموعہ (اپنی سنی ہوئی حدیث) ہے۔

صِیَانَتُہٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع الکتاب ہے۔

مُنْذُسَمِعَ فِیْہِ میں ضمیر مجرور کا مرجع ذالك الکتاب ہے۔

اَنْ یُّؤَدِّیَ مِنْہُ میں ضمیر منصوب کا مرجع حدیث اور ضمیر مجرور کا مرجع الکتاب ہے۔

قَیَّدَہٗ میں ضمیر منصوب کا مرجع تعریف صحیح ہے۔

فِیْ ذٰلِكَ میں اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ ضبطِ صدر ہے۔

مِنْ سُقُوْطٍ فِیْہِ اَیْ فِیْ اَوَّلِہٖ وَ آخِرِہٖ وَوَسَطِہٖ ہے۔

عِلَّۃٍ خَفِیَّۃٍ اَیْ عَلٰی غَیْرِ الْمُتَبَحِّرِ فِیْ ھٰذَا لشَّانِ (ایسی علت جو اس شخص پر مخفی ہو جو اس فن میں ماہر نہیں)۔

وَالْمُرَادُبِالْعَدْلِ مَنْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ تعریف صحیح لذاتہٖ میں بیان کردہ الفاظ عدل، ضبط، متصل السند، معلل اور شاذان میں سے ہر ایک کی تشریح وتوضیح کرنا مقصود ہے۔

وَالْمُرَادُبِالْعَدْلِ مَن الخ: عدل بمعنیٰ عادل ہے، اور یہاں عادل سے مراد وہ شخص ہے جس میں ایسی قوت راسخہ پائی جائے جو اسے تقویٰ اور مروت پر قائم رکھے یعنی سند میں موجود ہر ہر راوی متقی ہو اور ان چیزوں سے بچنے والا ہو جو عرفاً ذوی

العقول کے ہاں مذموم ہیں جیسے راستے میں پیشاب کرنا، راستے میں کھانا پینا اور آوارہ لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔

وَالضَّبْطُ ضَبْطَانِ الخ: ضبط بمعنیٰ یاداشت دو قسم پر ہے۔ (1) ضبط صدری (2) ضبط کتابی۔

﴿ضبط صدری﴾:

یہ ہے کہ راوی روایت کو اسقدر ذہن نشین کرلے کہ جب چاہے بغیر کسی جھجھک کے بیان کرسکے اور اسے بیان کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

﴿ضبط کتابی﴾:

یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ سے حدیث پاک کو سن کر لکھ لے اور لکھے ہوئے کی تصحیح کرلے اور مشتبہ کلمات پر اعراب بھی لگالے، اور جب تک اسے آگے نقل نہ کردے تب تک اسے اپنی خاص حفاظت میں رکھے، تاکہ اس میں کوئی ردو بدل نہ کرسکے۔

وَقُيِّدَهُ بَالتَّامِّ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا مقصود ہے کہ تعریفِ حدیثِ صحیح لذاتہٖ میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ حدیث صحیح لذاتہٖ کے راویوں میں ضبطِ صدر اعلیٰ درجے کا پایا جائے۔

❁ یادرہے کہ ضبطِ صدر میں تو نقص ہوسکتا ہے لیکن ضبطِ کتاب صرف تام ہی ہوتا ہے نقص وارد نہیں ہوتا۔

﴿فائدہ﴾:

جس راوی کا ضبط معلوم نہ ہو اس کے ضبط کو معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی بیان کردہ روایات کو دیگر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی بیان کردہ روایات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے اگر باہمی موافقت پائی جائے تو یہ اس راوی کے ضبط کی دلیل ہے۔

﴿حدیث متصل کی تعریف﴾:

وَالْمُتَّصِلُ مَاسَلِمَ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ حدیث صحیح لذاتہٖ کی تعریف میں ذکر کردہ لفظ متصل السند کی توضیح فرمارہے ہیں کہ حدیث متصل وہ حدیث ہے جس کی سند مسلسل ہو اور کوئی راوی بھی شروع سے لے کر آخر تک سلسلۂ سند سے ساقط نہ ہوا ہو۔

﴿حدیث معلل کی تعریف﴾:

وَالْمُعَلَّلُ لُغَةًمَافِيْهِ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ حدیث صحیح لذاتہٖ کی تعریف میں ذکر کردہ لفظ معلل کی توضیح کرتے ہوئے حدیث معلل کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ معلل کا لغوی معنیٰ وہ چیز جس میں کوئی علت پائی جائے، اور اصطلاحاً وہ حدیث پاک جس میں کوئی ایسا نقص پایا جائے جو اس کی صحت کو نقصان پہنچائے۔

مثلاً: ارسال خفی (راوی کا اپنے شیخ کو حذف کرکے ایسے ہمعصر شیخ سے روایت کرنا جس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔

تدلیس (راوی کا اپنے استاذ کو حذف کر کے مافوق (جس سے ملاقات تو ہوئی ہے لیکن اس سے یہ حدیث نہیں سنی ہے) حدیث اس طرح روایت کرنا کہ استاذ کا حذف ہونا معلوم ہی نہ ہو مثلاً یوں کہے عَنْ فُلَانٍ یا کہے قَالَ فُلَانٌ ۔

﴿حدیث شاذ کی تعریف﴾:

وَالشَّاذُّ لُغَةً اَلْمُنْفَرِدُ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ حدیث صحیح لذاتہ کی تعریف میں ذکر کردہ لفظ شاذ کی توضیح کرتے ہوئے حدیث شاذ کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان فرمار ہے ہیں کہ شاذ کا لغوی معنیٰ تنہا اور اصطلاحی معنی......

حدیث شاذ کی تعریف:

شاذ! وہ حدیث پاک جس کا راوی ثقہ ہو مگر اس کی روایت اس سے زیادہ ثقہ راوی کی روایت کے خلاف ہو۔

﴿ضروری بات﴾:

کئی چیزیں محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے ہاں تو علت وشذوذ کا باعث ہوتی ہیں لیکن فقہائے کرام علیہم الرحمۃ کے ہاں علت وشذوذ کا باعث نہیں ہوتیں اور کئی چیزیں فقہائے کرام علیہم الرحمۃ کے ہاں تو علت وشذوذ کا باعث ہوتی ہیں لیکن محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے ہاں علت وشذوذ کا باعث نہیں ہوتیں۔

لہٰذا اگر کوئی حدیث پاک محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے ہاں تو شاذ یا معلل ہو لیکن وہ حدیث پاک فقہائے کرام علیہم الرحمۃ کے ہاں باعث استدلال ہو تو اس سے اضطراب والتھاب کا شکار ہو کر امت مسلمہ کے محسنین فقہاءِ کرام علیہم الرحمۃ پر تنقید وطعن نہیں کرنا چاہیئے کہ انہوں نے حدیث شاذ یا معلل سے استدلال کرلیا، بلکہ یہ سوچ کر سکھ اور چین کا سانس لینا چاہیئے کہ یہ حدیث پاک یقیناً فقہائے کرام علیہم الرحمۃ کے ہاں صحیح ہوگی شاذ یا معلل نہیں ہوگی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث صحیح لذاتہ کی تعریف کے فوائدِ قیود

﴿عبارت﴾: تَنْبِيْهٌ قَوْلُهُ وَخَبَرُ الْاٰحَادِ كَالْجِنْسِ وَبَاقِيْ قُيُوْدِهٖ كَالْفَصْلِ وَقَوْلُهُ بِنَقْلِ عَدْلٍ اِحْتِرَازٌ عَمَّا يَنْقُلُهُ غَيْرُ الْعَدْلِ وَقَوْلُهُ هُوَ يُسَمّٰى فَصْلًا يَتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ يُؤْذِنُ بِاَنَّ مَا بَعْدَهُ خَبَرٌ عَمَّا قَبْلَهُ وَلَيْسَ بِنَعْتٍ لَّهُ وَقَوْلُهُ لِذَاتِهٖ يُخْرِجُ مَا يُسَمّٰى صَحِيْحًا بِاَمْرٍ خَارِجٍ عَنْهُ كَمَا تَقَدَّمَ

﴿ترجمہ﴾: خبردار! مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول وَخَبَرُ الْاٰحَادِ جنس کے درجے میں ہے اور باقی قیودات فصل کے درجے میں ہیں، اور لفظ بِنَقْلِ عَدْلٍ سے مقصود ناقل غیر عادل سے احتراز ہے، اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ھُوَ ضمیر فاصل ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان میں ہو کر اس بات کی خبر دیتا ہے کہ اس کا مابعد ماقبل کی خبر ہے صفت نہیں ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول لِذَاتِہٖ اس حدیث کو نکالنے کے لیئے ہے جس کو صحیح قرار دیا جاتا ہے امر خارج کی وجہ سے، جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔

﴿تشریح﴾:

تَنْبِیْہ مبتدا محذوف ھٰذَا کی خبر ہے۔ لغت میں تنبیہ بیدار کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں بعد میں آنے والے اس تفصیلی کلام کا نام ہے جس کا اجمالاً پہلے ذکر ہو گیا ہو۔

قُیُوْدِہٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع مصنف یا تعریف ہے۔

كَمَاتَقَدَّمَ ای تَحْقِیْقُهٗ فِی الشَّرْحِ

لَیْسَ بِنَعْتٍ لَهٗ اَیْ لِمَاقَبْلَهٗ

﴿فائدہ﴾:

تعریف کے اندر ایسے الفاظ کا ذکر جو بمنزلہ جنس وفصل کے ہوں تعریف کو جامع و مانع بنانے کے لیئے ہوتا ہے۔

قَوْلُهٗ وَخَبَرُ الْاٰحَادِ الخ:

سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح لذاتہٖ کی تعریف میں مذکور الفاظ جو جنس اور فصل کے درجے میں ہیں ان کا ذکر کر کے تعریف کو جامع و مانع بنانا ہے۔

خَبَرُ الْاٰحَادِ: یہ لفظ تعریف صحیح لذاتہٖ میں بمنزلہ جنس کے ہے جو معرَّف (صحیح لذاتہٖ) اور غیر معرف (صحیح لغیرہ، حسن لذاتہٖ، حسن لغیرہٖ) تمام کو شامل ہے، جبکہ مذکور دیگر الفاظ (نقل عدل، تام الضبط، متصل السند، غیر معلل، غیر شاذ) بمنزلہ فصل کے ہیں کہ اگر یہ تمام قیودات پائی جائیں گی اور بدرجۂ اتم پائی جائیں گی تو وہ حدیث صحیح لذاتہٖ ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہوئی تو وہ حدیث صحیح لذاتہٖ نہیں ہوگی۔

وَقَوْلُهٗ بِنَقْلِ عَدْلٍ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قید احترازی ہے اس کی وجہ سے وہ روایات نکل گئیں جن کو نقل کرنے والے غیر عادل ہوں۔

وَقَوْلُهٗ ھُوَ یُسَمّٰی الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ مبتدا (خَبَرُ الْاٰحَادِ) اور خبر (الصَّحِیْحُ لِذَاتِہٖ) کے درمیان واقع ہونے والی ضمیر (ھُوَ) کو لانے کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے کہ یہ ضمیر فاصل ہے جو خبر کے معرفہ ہونے کی صورت میں لائی جاتی ہے تا کہ یہ ضمیر خبر میں جو صفت ہونے کا احتمال ہے اسے زائل کر دے کیونکہ موصوف اور صفت کے درمیان فصل نہیں ہوا کرتا۔

وَقَوْلُهُ لِذَاتِهِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قید بھی احترازی ہے اس کی وجہ سے حدیث صحیح لغیرہ نکل گئی کیونکہ اس کی صحت امر خارجی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث صحیح کے مراتب

﴿عبارت﴾ وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ) اَیِ الصَّحِیْحِ (بِ) سَبَبِ (تَفَاوُتِ هٰذِهِ الْاَوْصَافِ) اَلْمُقْتَضِیَةِ لِلتَّصْحِیْحِ فِی الْقُوَّةِ فَاِنَّهَا لَمَّا كَانَتْ مُفِیْدَةً لِغَلَبَةِ الظَّنِّ الَّذِیْ عَلَیْهِ مَدَارُ الصِّحَّةِ اقْتَضَتْ اَنْ یَّكُوْنَ لَهَا دَرَجَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ بِحَسَبِ الْاُمُوْرِ الْمُقَوِّیَةِ وَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَمَا یَكُوْنُ رُوَاتُهُ فِی الدَّرَجَةِ الْعُلْیَا مِنَ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَسَائِرِ الصِّفَاتِ الَّتِیْ تُوْجِبُ التَّرْجِیْحَ لَهُ كَانَ اَصَحَّ مِمَّا دُوْنَهُ

﴿ترجمہ﴾: اور وہ اوصاف جو قوت کے لحاظ سے تصحیح کا تقاضا کرتے ہیں، ان کے متفاوت ہونے کی وجہ سے صحیح لذاتہ کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں کیونکہ یہ اوصاف (ضبط وعدالت وغیرہ) چونکہ ظن غالب کا فائدہ دینے والے ہیں جس پر صحت کا مدار ہے، لہٰذا یہ مختلف المراتب اوصاف تقاضا کرتے ہیں کہ حدیث صحیح لذاتہ کے کئی مراتب ہوں جن میں سے بعض بعض سے اعلیٰ ہوں قوت پہنچانے والے اوصاف کی وجہ سے، جب یہ بات ہے تو جس روایت کے رواۃ عدالت، ضبط اور بقیہ ان صفات میں جو ترجیح کو واجب کرتی ہیں بلند مرتبہ پر ہوں گے تو یہ روایت دوسروں کی بنسبت اصح ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

(وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ) اَیِ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح لذاتہ کی مراتب کے اعتبار سے تقسیم کرنی ہے کہ حدیث صحیح لذاتہ کی مراتب کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں ہیں؟ (1) علیا۔ (2) وسطیٰ۔ (3) سفلیٰ۔

❁ کیونکہ تصحیح کا تقاضا کرنے والے اوصاف (عدالت وضبط وغیرہ) متفاوت ومختلف ہوتے ہیں، انہی اوصاف مختلفہ کی وجہ سے اخبار واحادیث میں ظن غالب پیدا ہوتا ہے جو کہ مدارِ صحت ہے اور ظن غالب کے کئی مراتب ہیں تو اس ظن غالب کی علت بننے والے اوصاف (عدالت وضبط وغیرہ) کے بھی کئی مراتب ودرجات ہونگے، تو جب اوصاف کے کئی مراتب ہوئے تو پھر یقیناً ان اوصاف کے مقتضیٰ یعنی تصحیح کے بھی قوت کے لحاظ سے بھی کئی مراتب ہونگے، جن میں سے کچھ اعلیٰ، کچھ متوسط اور کچھ ادنیٰ۔

پس جس حدیث کے رواۃ میں عدالت وضبط وغیرھما اوصاف اعلیٰ واقویٰ درجہ کے پائے جائیں گے وہ حدیث ان احادیث کی بہ نسبت اصح قرار دی جائے گی جن کے رواۃ میں اس درجے کے اوصاف نہیں پائے جائیں گے۔

اَلْاَوْصَاف سے مراد عدالت وضبط وغیرہ ہیں۔

فَاِنَّهَا میں ضمیر منصوب کا مرجع اوصاف ہیں۔

اِقْتَضَتْ میں ضمیر مرفوع کا مرجع **اَلْاَوْصَافُ الْمُخْتَلِفَةُ الْمَرَاتِبُ** ہے۔

اَنْ يَّكُوْنَ لَهَا میں ضمیر منصوب کا مرجع **صِحَّة** ہے

كَذٰلِكَ میں اسم اشارہ کا مرجع **كَمَا قَدَّمْنَاهُ** ہے(جب اوصاف کے تفاوت سے صحیح لذاتہٖ کے مراتب متفاوت ہو جاتے ہیں)۔

وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهٗ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا تمام صحیح لذاتہٖ احادیث ایک ہی درجہ کی ہیں یا کہ ان میں بھی تفاوت ہے؟

﴿جواب﴾: تمام احادیثِ صحیح لذاتہٖ ایک ہی درجہ کی نہیں ہیں بلکہ راویوں کے اوصاف کے تفاوت کی وجہ سے صحیح لذاتہٖ احادیث متفاوت ہوتی ہیں۔

فَاِنَّهَا لَمَّا كَانَتْ الخ: سے غرض مصنف رحمة الله علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اوصاف کے تفاوت سے حدیث صحیح لذاتہٖ کی صحت میں تفاوت کیوں آتا ہے؟

﴿جواب﴾: اوصاف (ضبط وعدالت وغیرہ) سے چونکہ ظن غالب کا حصول ہوتا ہے، اور ظنِ غالب کا حصول حدیث صحیح لذاتہٖ کے لئے انتہائی ضروری ہے، تو جب اوصاف مختلف المراتب ہوتے ہیں (بعض رواۃ میں یہ اوصاف اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں اور بعض میں اوسط یا ادنیٰ درجے کے ہوتے ہیں) تو اوصاف کا متفاوت ہونا مقتضی ہوتا ہے اس امر کا کہ اوصاف متفاوتہ سے ظنِ غالب کا حصول بھی متفاوت حاصل ہو، تو جب اوصاف متفاوتہ سے ظن غالب کا حصول بھی متفاوت حاصل ہوگا تو یقیناً وہ حدیث صحیح لذاتہٖ جس کا مدار اور انحصار ہی ظن غالب پر ہوتا ہے اس کے درجات میں بھی تفاوت آجائے گا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اصح الاسانید کا بیان

﴿عبارت﴾: **فَمِنَ الْمَرْتَبَةِ الْعُلْيَا فِيْ ذٰلِكَ مَا اَطْلَقَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْاَئِمَّةِ اَنَّهٗ اَصَحُّ الْاَسَانِيْدِ كَالزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ وَكَمُحَمَّدِبْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبِيْدَةَبْنِ عَمْرٍو السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَكَاِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ**

ابْنِ مَسْعُوْدٍ

﴿ترجمہ﴾ پس اس سلسلے میں سب سے بلند مرتبہ وہ حدیث ہے جس پر بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے، جیسے وہ حدیث پاک کہ جسے حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم ابن عبداللہ ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، یا جیسے وہ حدیث پاک کہ جسے حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت عبیدہ ابن عمرو السلمانی رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، یا جیسے وہ حدیث پاک کہ جسے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کریں اور انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہو۔

﴿تشریح﴾

فِیْ ذٰلِکَ اَیْ فِیْ بَابِ الصَّحِیْحِ اَوْ فِیْ ھٰذَا الْفَنِّ یعنی اس فن میں سب سے بلند مرتبہ وہ حدیث ہے۔

کَالزُّھْرِیِّ اَیْ کَالْحَدِیْثِ الَّذِیْ یَرْوِیْہِ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں۔

فَمِنَ الْمَرْتَبَۃِ الْعُلْیَا الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح لذاتہ کے مراتب ثلاثہ میں سے مرتبۂ علیا کو بطور مثال بیان کرنا ہے کہ مرتبۂ علیا کی حدیث صحیح لذاتہ وہ ہے جس کی سند کے تمام رواۃ میں صحت کے لیئے مطلوب تمام صفات بدرجۂ اتم پائی جائیں اور ایسی سند کو بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ اصح الاسانید سے موسوم کرتے ہیں۔

❁ یاد رہے یہاں مصنف علیہ الرحمۃ نے حدیث صحیح لذاتہ کے مرتبہ علیا کی تین اسانید کو بطورِ مثال پیش کیا ہے۔

1-الزُّھْرِیِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ

(رضی اللہ عنہما عبد اللہ) اس سند کو امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے اصح الاسانید میں شمار کیا ہے۔

2-مُحَمَّدِبْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عَبِیْدَۃَ بْنِ عَمْرٍو السَّلْمَانِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہم،

اس سند کو امام علی ابن المدینی اور عمر بن علی القلانسی نے اصح الاسانید قرار دیا۔

3- اِبْرَاھِیْمَ النَّخْعِیِّ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اس سند کو امام نسائی اور یحیٰ بن معین نے اصح الاسانید قرار دیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صحیح کے درجہ متوسط اور درجہ ادنیٰ کی مثالیں

﴿عبارت﴾: وَدُوْنَھَا فِی الرُّتْبَۃِ کَرِوَایَۃِ بُرَیْدِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ اَبِیْہِ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ وَکَحَمَّادِبْنِ سَلَمَۃَ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِیِّ عَنْ اَنَسٍ وَدُوْنَھَا فِی

الرُّتْبَۃِ کَسُھَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَ کَالْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

﴿ترجمہ﴾: اوراس سے کم درجہ کی حدیث وہ ہے جسے حضرت برید ابن عبداللہ ابن ابی بردہ رحمۃ اللہ علیہم اپنے دادا (حضرت ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کریں، اور وہ اپنے باپ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کریں، یا وہ حدیث پاک کہ جسے حضرت حماد ابن سلمہ رحمۃ اللہ علیہما حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کریں، اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کریں۔ اور اس سے بھی کم درجہ کی حدیث وہ ہے کہ جسے حضرت سہیل ابن صالح رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کریں اور وہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں یا وہ حدیث پاک ہے کہ جسے علاء ابن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہما اپنے والد سے روایت کریں اور وہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں۔

﴿تشریح﴾:

دُوْنَھَا فِی الرُّتْبَۃِ یہ لفظ اس عبارت میں دو بار استعمال ہوا ہے پہلی بار اس میں ضمیر مجرور کا مرجع اسانید مذکورہ ہیں (دُوْنَ الْاَسَانِیْدِ الْمَذْکُوْرَۃِ فِی الرُّتْبَۃِ) یعنی اسانید مذکورہ سے کم مرتبہ، اور دوسری مرتبہ ضمیر مجرور کا مرجع اسانید ثانیہ ہیں (دُوْنَ الْاَسَانِیْدِ الثَّانِیَۃِ فِی الرُّتْبَۃِ) یعنی دوسرے نمبر پر مذکور اسانید سے کم مرتبہ۔

وَدُوْنَھَا فِی الرُّتْبَۃِ کَرِوَایَۃِ الخ: سے غرضِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح لذاتہٖ کے مرتبۂ وسطیٰ کو بیان کرنا ہے کہ جس کی سند کے رواۃ میں اصح الاسانید کی بنسبت کم صفات پائی جائیں۔

❁ یہاں مصنف علیہ الرحمۃ نے حدیث صحیح لذاتہٖ کے مرتبہ وسطیٰ کی دو سندیں بطور مثال پیش کی ہیں۔

1-بُرَیْدُبْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ اَبِیْہِ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیْ

2-حَمَّادُبْنُ سَلَمَۃَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنْ اَنَسٍ

وَدُوْنَھَا فِی الرُّتْبَۃِ کَسُھَیْلٍ الخ: سے غرضِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح لذاتہٖ کے مرتبۂ ادنیٰ کو بیان کرنا ہے کہ جس کی سند کے رواۃ میں مرتبۂ وسطیٰ کی بنسبت کم صفات پائی جائیں۔

❁ یہاں مصنف علیہ الرحمۃ نے حدیث صحیح لذاتہٖ کے مرتبہ سفلیٰ کی دو سندیں بطور مثال پیش کی ہیں۔

1-سُھَیْلُ بْنُ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

2-اَلْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

ضروری بات:

کسی بھی حدیث کو اصح الاسانید قرار دینے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہوتا رہتا ہے لہٰذا کسی حدیث پر اصح الاسانید کا اطلاق اس بات کی دلیل نہیں ہوگی کہ وہ تمام محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اصح الاسانید ہے چنانچہ مسند امام اعظم صف 50 پر درج ہے کہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی تو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رفع الیدین نہ کرنے کی بارے میں پوچھا، تو امام صاحب نے فرمایا کہ چونکہ اس بارے میں آقا ﷺ کی کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیسے صحیح حدیث منقول نہیں حالانکہ مجھے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سالم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا، اور انہوں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، یعنی وہ سند پیش کی جسے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ صح الاسانید قرار دیتے ہیں، تو جواباً امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا، اور انہوں نے حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا، اور حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے صرف نماز کے شروع میں رفع الیدین فرمایا ہے پھر بعد میں نہیں فرمایا ہے، اس پر امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے عالی ہونے کا اظہار کیا کہ میں نے آپ کو وہ حدیث پیش کی ہے جسے میں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اور انہوں نے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اور حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

تو جواباً امام صاحب نے فرمایا حضرت حماد ابن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہما امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ تھے، اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ تھے، اور اگر حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ صحابی نہ ہوتے تو میں ضرور کہتا حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہیں، رہی بات حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی! تو ان کا فقاہت میں کون ثانی ہے؟ اس پر امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔

الغرض! کسی بھی حدیث کو اصح الاسانید قرار دینے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہوتا رہتا ہے لہٰذا کسی حدیث پر اصح الاسانید کا اطلاق اس بات کی دلیل نہیں ہوگی کہ وہ تمام محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اصح الاسانید ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مراتبِ ثلاثہ میں تقدم وتاخر کیوں؟

﴿عبارت﴾: فَـاِنَّ الْـجَمِيْعَ يَشْمَلُهُمْ اِسْمُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ اِلَّاۤ اَنَّ فِی الْمَرْتَبَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصِّفَاتِ الْمُرَجِّحَةِ مَا يَقْتَضِیْ تَقْدِيْمَ رِوَايَتِهِمْ عَلَى الَّتِیْ تَلِيْهَا وَفِی الَّتِیْ تَلِيْهَا مِنْ

قُوَّةِ الضَّبْطِ مَا يَقْتَضِيْ تَقْدِيْمَهَا عَلَى الثَّالِثَةِ وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلٰى رِوَايَةِ مَنْ يُعَدُّ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ حَسَنًا كَمُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ وَقِسْ عَلٰى هٰذِهِ الْمَرَاتِبِ مَا يُشْبِهُهَا فِي الصِّفَاتِ الْمُرَجِّحَةِ

﴿ترجمہ﴾: کیونکہ یہ تمام مذکورہ رواۃ عادل اور صاحبانِ ضبط ہیں مگر مرتبہ اولیٰ (کے رواۃ) میں وہ باعث ترجیح صفات پائی جارہی ہیں جو ان کی بعد والی روایات پر تقدیم کا تقاضا کرتی ہیں اور مرتبہ ثانیہ (کے رواۃ) میں وہ قوت ضبط ہے جو مرتبہ ثانیہ کی تقدیم کا مرتبہ ثالثہ پر تقاضا کرتا ہے اور مرتبہ ثالثہ کی روایات ان پر مقدم ہوں گی کہ جن کی روایات متفرد ہونے کی صورت میں بھی حسن شمار کی جاتی ہیں جیسے حضرت محمد ابن اسحاق کی روایت حضرت عاصم ابن عمر سے اور وہ حضرت جابر سے روایت کریں، یا عمر بن شعیب کی روایت اپنے والد سے اور ان کی اپنے دادا سے اور انہی مراتب پر ان روایات کو جو باعث ترجیح صفات میں ان مراتب کے مشابہہ ہیں قیاس کرلیں، اور مرتبہ اولیٰ ہی ایسا ہے کہ جسے بعض ائمہ کرام نے اصح الاسانید قرار دیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

الصِّفَاتِ الْمُرَجِّحَةِ جن کی معرفت ماہر ائمہ کرام اور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کو ہوتی ہے ہر ایک کو نہیں ہوتی۔

تَقْدِيْمَ رِوَايَاتِهِمْ میں ضمیر مجرور کا مرجع مذکورین ہے، یعنی مرتبہ اولیٰ میں مذکورین رواۃ۔

اَلَّتِيْ تَلِيْهَا یہ لفظ دو بار استعمال ہوا ہے پہلی بار اس میں ضمیر منصوب کا مرجع مرتبہ ثانیہ اور ثالثہ ہے اور دوسری بار مرتبہ ثالثہ ہے۔

مِنْ قُوَّةِ الضَّبْطِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الصِّفَاتِ یعنی صرف قوت ضبط ہی نہیں بلکہ دیگر صفات بھی ملحوظ ہیں۔

تَقْدِيْمَهَا میں ضمیر مجرور کا مرجع مرتبہ ثانیہ ہے۔

هِيَ ضمیر مرفوع کا مرجع مرتبہ ثالثہ ہے۔

بِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع ما موصولہ ہے۔

حَسَنًا يُعَدُّ کا مفعول ثانی ہے اور حسن سے مراد حسن لذاتہ ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ کی وضاحت:

اس عبارت میں اَبِيْهِ کی ضمیر عمرو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف راجع ہے اور جَدِّهٖ کی ضمیر شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو کہ صحابی ہیں اور ان کے

والد عمرو بن عاص بھی صحابی ہیں، چونکہ حضرت شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے والد انتقال فرما گئے تھے تو ان کے دادا (حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) نے ان کی پرورش کی تھی۔

اَلْمَرَاتِب یعنی مرتبہ علیا، مرتبہ وسطیٰ اور مرتبہ سفلیٰ۔

فَاِنَّ الْجَمِيْعَ يَشْمَلُهُمْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ صحیح لذاتہ کے مراتب ثلاثہ میں باعث اختلاف امر کو بیان کرنا ہے کہ مرتبہ اولیٰ کو مرتبہ ثانیہ اور ثالثہ پر اور مرتبہ ثانیہ کو مرتبہ ثالثہ پر ترجیح دینے والی شے کیا ہے؟۔

چونکہ مرتبہ اولیٰ کی احادیث رواۃ کی صفات کے لحاظ سے صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اس لیئے وہ مرتبہ ثانیہ اور مرتبہ ثالثہ کی احادیث پر مقدم ہوں گی اور مرتبہ ثانیہ کی احادیث چونکہ رواۃ کی صفات کے لحاظ سے مرتبہ ثالثہ کی احادیث پر مقدم ہیں اس لیئے وہ مرتبہ ثالثہ کی احادیث پر مقدم ہوں گی، اور مرتبہ ثالثہ کی احادیث اس شخص کی روایت پر مقدم ہوں گی جو اگر تنہا کسی احادیث کو روایت کرے تو وہ حسن لذاتہ شمار کی جائے۔ جیسے حدیث محمد ابن اسحاق عن عاصم بن عمر عن جابر اور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔

وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلٰى الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا ہے کہ صحیح لذاتہ کے مرتبہ ثالثہ کو اس شخص کی روایت پر تقدم حاصل ہوگا جو اگر تنہا کسی حدیث کو روایت کرے تو وہ حسن شمار کی جائے یا صحیح لغیرہ شمار کی جائے، کیونکہ صحیح لذاتہ کا مرتبہ حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ سے اونچا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

کیا کسی سند کو اصح الاسانید کہنا چاہیئے یا نہیں؟

﴿عبارت﴾: وَالْمَرْتَبَةُ الْاُوْلٰى هِيَ الَّتِيْ اَطْلَقَ عَلَيْهَا بَعْضُ الْاَئِمَّةِ اَنَّهَا اَصَحُّ الْاَسَانِيْدِ وَالْمُعْتَمَدُ عَدَمُ الْاِطْلَاقِ لِتَرْجَمَةٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْهَا نَعَمْ يُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوْعِ مَا اَطْلَقَ الْاَئِمَّةُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ اَرْجَحِيَّتُهُ عَلٰى مَا لَمْ يُطْلِقُوْهُ وَيَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلٰى تَخْرِيْجِهِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُهُمَا وَمَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ مُسْلِمٌ لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعْدَهُمَا عَلٰى تَلَقِّيْ كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ وَاخْتِلَافِ بَعْضِهِمْ عَلٰى اَيِّهِمَا اَرْجَحُ فَمَا اتَّفَقَا عَلَيْهِ اَرْجَحُ مِنْ هٰذِهِ الْحَيْثِيَّةِ مِمَّا لَمْ يَتَّفِقَا عَلَيْهِ وَقَدْ صَرَّحَ الْجُمْهُوْرُ بِتَقْدِيْمِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فِي الصِّحَّةِ وَلَمْ يُوْجَدْ عَنْ اَحَدٍ التَّصْرِيْحُ بِنَقِيْضِهٖ

﴿ترجمہ﴾: پہلا مرتبہ وہ ہے جس پر بعض ائمہ نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے اور قابل اعتماد قول یہ ہے کہ کسی معین حدیث پر اصح الاسانید کا اطلاق نہیں کرنا چاہیئے، ہاں! اس سے یہ فائدہ ضرور حاصل ہوگا کہ جن ائمہ نے

اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے وہ اس کی بنسبت راجح ہوگی جس پر اطلاق نہیں ہوا۔

اس فضیلت میں شیخین کی وہ احادیث بھی شامل ہونگی جن کی تخریج پر دونوں نے اتفاق کیا ہے بنسبت اس حدیث کے کہ جس کی تخریج پر ان میں سے کوئی ایک متفرد ہو، اور جس کی تخریج پر امام بخاری متفرد ہو (تو وہ راجح ہو گی) اس کی بنسبت جس کی تخریج پر امام مسلم متفرد ہو، کیونکہ ان کے بعد ان دونوں کی کتب کی قبولیت پر اہل علم کا اتفاق ہو چکا ہے، اور بعض نے اختلاف کیا ہے کہ ان میں سے کونسی راجح ہے؟ تو جس پر دونوں کا اتفاق ہو جائے اس حیثیت سے وہ عدم اتفاق والی سے راجح ہوگی، جمہور علمائے نے صحت کے اعتبار سے بخاری کی تقدیم کی تصریح کی ہے اور اس کی نقیض کی تصریح کسی سے بھی نہیں پائی گئی۔

﴿تشریح﴾:

وَالْمَرْتَبَةُ الْأُولٰى هِيَ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا ہے کہ صحیح لذاتہٖ کے ان مراتب ثلاثہ میں سے فقط مرتبہ اولیٰ کو ہی بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اصح الاسانید کا نام دیتے ہیں۔

وَالْمُعْتَمَدُ عَدَمُ الْإِطْلَاقِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا کسی سند کو اصح الاسانید کہنا چاہیئے یا نہیں؟

﴿جواب﴾: کسی بھی متعین سند کو اصح الاسانید قرار دینا درست نہیں کیونکہ اس قول سے اس سند کے تمام رجال کی صفات کو برابر ماننا لازم آئیگا کہ وہ تمام کے تمام رجال عدالت میں مساوی ہیں، ضبط میں مساوی ہیں وغیرھا حالانکہ برابری ممکن نہیں ہوتی چنانچہ قرآن پاک میں ہے وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ "کہ صفات میں یکسانیت نہیں ہوا کرتی"۔

نَعَمْ يُسْتَفَادُ مِنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک فائدہ بیان کرنا ہے کہ جن اسانید کے بارے میں ائمہ کرام نے فرمایا کہ وہ اصح الاسانید ہیں تو ان اسانید کو دیگر اسانید پر فوقیت حاصل ہوگی۔

﴿ضروری بات﴾:

"اصح الاسانید سے ملقب اسانید کا دیگر اسانید پر فوقیت پانا عند الشوافع ہے" یعنی وہ اسانید جن کے متعلق بعض ائمہ نے کہا کہ وہ اصح الاسانید ہیں انہیں ان اسانید پر فضیلت وفوقیت ملنا کہ جن کو اصح الاسانید قرار نہیں دیا گیا یہ ضابطہ امام شافعی کے ہاں ہے یعنی شافعی حضرات اس بات کے قائل ہیں، عند الاحناف یہ بات مسلم نہیں۔

یہی وجہ تھی حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمۃ نے امام اعظم علیہ الرحمۃ کو رفع الیدین کے اثبات پر حدیث اصح الاسانید پیش کی تھی تو امام صاحب علیہ الرحمۃ نے انہیں وہ حدیث سنا کر لا جواب کر دیا جسے کسی نے اصح الاسانید قرار ہی نہیں دیا تھا۔

وَيَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک امر تشبیہ بیان کرنا ہے۔

''کہ جس طرح مطلق صحیح احادیث میں صحت کے لحاظ سے تفاوت ہے اسی طرح صحیحین کی بیان کردہ مخصوص احادیث میں بھی صحت کے لحاظ سے تفاوت ہے''۔

1-چنانچہ جس حدیث کی تخریج شیخین نے بالاتفاق کی ہے وہ مرتبہ علیا پر ہے بنسبت دیگر کتب کی احادیث صحیحہ کے۔

2-اور جس کی تخریج فقط امام بخاری نے کی ہو وہ مرتبہ وسطیٰ پر ہے یعنی ان (شیخین) کے اختلاف کی صورت میں امام بخاری کی تخریج کردہ حدیث کو امام مسلم کی تخریج کردہ حدیث پر ترجیح حاصل ہوگی۔

3-اور جس کی تخریج صرف امام مسلم نے کی ہو امام بخاری نے نہ کی ہو وہ حدیث صحت میں مرتبہ سفلیٰ پر ہوگی۔

﴿فائدہ﴾:

یہ کل سات قسمیں ہوں گی تین کا ذکر ہو گیا ہے بقیہ چار کا ذکر آگے آنے والا ہے۔

لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعْدَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ شیخین کی بیان کردہ احادیث کو اس فضیلت میں شامل کرنے کی وجہ بیان کرنا ہے''کہ شیخین کے بعد علمائے امت نے ان کی کتب (بخاری ومسلم) کو تلقی بالقبول سے نوازا اور تمام ائمہ نے اس پر اجماع واتفاق کیا''۔

وَاخْتِلَافِ بِعْضِهِمْ عَلٰی الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بخاری ومسلم کے متعلق ایک اختلاف اور اس کا ثمر بیان کرنا ہے۔

صحیحین کی مقبولیت پر تو تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے لیکن ان دونوں میں کس کو کس پر ترجیح حاصل ہے؟ بس اس بات میں اختلاف ہے پس اس اختلاف کی وجہ سے جن احادیث پر دونوں (شیخین) کا اتفاق ہو گیا ہے وہ ان احادیث کی بنسبت راجح ہونگی جن پر ان کا اتفاق نہیں ہوا، اور ان کے باہمی اختلاف کی صورت میں حدیث بخاری کو حدیث مسلم پر فوقیت حاصل ہوگی۔

وَقَدْ صَرَّحَ الْجُمْهُوْرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اپنے دعویٰ''کہ شیخین کے اختلاف کی صورت میں حدیث بخاری کو حدیث مسلم پر تقدم حاصل ہوگا'' پر دلیل دینا ہے کہ حدیث بخاری کو حدیث مسلم پر اختلاف کی صورت میں ترجیح اس لئے ہوگی کیونکہ جمہور نے تصریح کی ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر تقدم حاصل ہے اور اس کے خلاف کسی کی بھی تصریح نہیں پائی گئی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صحیح مسلم کی اصحیت سے متعلق اقوال کی توجیہ وتوضیح

﴿عبارت﴾: وَاَمَّا مَانُقِلَ عَنْ اَبِیْ عَلِیِّ النَّیْسَابُوْرِیِّ اَنَّهٗ قَالَ مَاتَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ اَصَحُّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ فَلَمْ يُصَرِّحْ بِكَوْنِهٖ اَصَحَّ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ لِاَنَّهٗ اِنَّمَا نَفٰى

وُجُوْدِ کِتَابٍ اَصَحَّ مِنْ کِتَابِ مُسْلِمٍ اِذِ الْمَنْفِیُّ اِنَّمَا ھُوَ مَاتَقْتَضِیْهِ صِیْغَةُ اَفْعَلَ مِنْ زِیَادَةِ صِحَّةٍ فِیْ کِتَابٍ شَارَكَ کِتَابَ مُسْلِمٍ فِی الصِّحَّةِ یُمْتَازُ بِتِلْكَ الزِّیَادَةِ عَلَیْهِ وَلَمْ یَنْفِ الْمُسَاوَاةَ وَکَذٰلِكَ مَا نُقِلَ عَنْ بَعْضِ الْمَغَارِبَةِ اَنَّهٗ فَضَّلَ صَحِیْحَ مُسْلِمٍ عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ فَذٰلِكَ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلٰی حُسْنِ السِّیَاقِ وَجَوْدَةِ الْوَضْعِ وَالتَّرْتِیْبِ وَلَمْ یُفْصِحْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ بِاَنَّ ذٰلِكَ رَاجِعٌ اِلَی الْاَصَحِّیَةِ وَلَوْ اَفْصَحُوْا بِهٖ لَرَدَّهٗ عَلَیْهِمْ شَاهِدًا لْوُجُوْدِ

﴿ترجمہ﴾: اور جو ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آسمان کے نیچے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے تو انہوں نے اس بات کی تصریح نہیں کی کہ مسلم شریف بخاری شریف سے زیادہ صحیح کتاب ہے، کیونکہ انہوں نے کتاب مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ صحیح کتاب کے وجود کی نفی کی ہے، کیونکہ منفی شدہ کتاب جس کا صیغہ افعل تقاضا کر رہا ہے وہ مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے زیادہ صحیح کتاب ہے جو صحت کے لحاظ سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے ہم پلہ ہو اور زیادتی صحت میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پر ممتاز ہو جائے اور انہوں نے مساوات کی نفی نہیں کی ہے اسی طرح بعض اہل مغرب سے جو منقول ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے تو وہ حسن ترتیب، عمدہ وضع و ترتیب کے اعتبار سے ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی اس افضلیت کو اصحیت کی طرف منسوب نہیں کیا اگر وہ اس کی بھی صراحت کرتے تو واضح دلائل ان کی تصریح کی تردید کر دیتے۔

﴿تشریح﴾:

اَدِیْم بمعنیٰ چمڑا، جسم، ظاہر۔ بِکَوْنِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع مسلم شریف ہے۔

لِاَنَّهٗ اِنَّمَا میں ضمیر منصوب کا مرجع ابو علی نیشاپوری ہے۔

اَلزِّیَادَةِ عَلَیْهِ میں ضمیر مجرور کتاب مسلم ہے۔

اَنَّهٗ فَضَّلَ میں ضمیر منصوب کا مرجع بَعْضُ الْمَغَارِبَة ہیں۔

اَفْصَحُوْا بِهٖ اَیْ بِکَوْنِهٖ اَصَحَّ یعنی اگر وہ مسلم شریف کے صحیح ہونے کی وضاحت کر دیں۔

وَاَمَّا مَا نُقِلَ عَنْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک صحت کے اعتبار سے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت حاصل ہے اور اس نظریہ جمہور کی کسی نے بھی مخالفت نہیں کی حالانکہ ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول (مَا تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ اَصَحُّ مِنْ کِتَابِ مُسْلِمٍ) نظریۂ جمہور کی مخالفت کرتا ہے۔

﴿جواب﴾: ابوعلی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول (مَاتَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ اَصَحُّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ آسمان کے نیچے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے) کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مسلم شریف کو بخاری شریف پر صحت کے اعتبار سے تقدیم حاصل ہے بلکہ ان کے قول کا مقصد صرف مسلم شریف سے زیادہ صحیح کتاب کی نفی کرنا ہے۔

❁ الغرض ابوعلی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا ہے کہ صحیح مسلم کو صحیح بخاری کے برابر قرار دے دیا ہے، لیکن صحیح بخاری پر فوقیت نہیں دی، جبکہ جمہور نے فوقیت دی ہے، لہٰذا مخالفت ثابت نہ ہوئی۔

وَكَذٰلِكَ مَانُقِلَ عَنْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ابوعلی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اگرچہ صحیح مسلم کی صحیح بخاری پر تقدیم کی تصریح نہیں ہوتی لیکن بعض اہل مغرب (مراکش، تیونس اور دیگر ممالک شمالی افریقہ) نے تو صراحۃً صحیح مسلم کی صحیح بخاری پر فضیلت کی بات کی ہے لہٰذا جمہور کی مخالفت پائی گئی اور آپ کی بات درست نہ ہوئی۔

﴿جواب﴾: بعض اہل مغرب نے مسلم شریف کی بخاری شریف پر جو فضیلت بیان کی ہے وہ صحت کے اعتبار سے بیان نہیں کی، بلکہ ترتیب و تدوین کے اعتبار سے بیان کی ہے جبکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ صحت کے اعتبار سے بخاری شریف کو مسلم شریف پر فضیلت حاصل ہے اور اس کے خلاف کسی نے بھی تصریح نہیں کی۔

﴿فائدہ﴾:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ایک موضوع کی تمام احادیث کو ایک مقام پر جمع کر دیتے ہیں اور پھر ان میں مجمل، مشکل، منسوخ، معنعن اور مبہم کو پہلے لاتے ہیں، اور ان کے بعد مبین، مفسر، ناسخ، مصرح اور معین کو لاتے ہیں اور یہ دونوں فائدے فقط مسلم شریف میں ہیں، بخاری شریف میں نہیں۔

وَلَوْاَفْصَحُوْا بِهِ الخ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ مسلم شریف کو صحت کے اعتبار سے بخاری شریف پر فوقیت حاصل ہے تو بخاری شریف کی بداہۃً مقبولیت اس کلام کو رد کر دے گی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

بخاری شریف کے مسلم شریف پر ارجحیت کے اجمالاً دلائل

﴿عبارت﴾: فَالصِّفَاتُ الَّتِيْ تَدُوْرُ عَلَيْهَا الصِّحَّةُ فِيْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ اَتَمُّ مِنْهَا فِيْ كِتَابِ مُسْلِمٍ وَاَشَدُّ وَشَرْطُهُ فِيْهَا اَقْوٰى وَاَسَدُّ. اَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْاِتِّصَالِ فَلِاشْتِرَاطِهِ اَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ قَدْ ثَبَتَ لَهُ لِقَاءُ مَنْ رَوٰى عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَّاكْتَفٰى مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ وَاَلْزَمَ الْبُخَارِيَّ بِاَنَّهُ يَحْتَاجُ اِلٰى اَنْ لَّا يَقْبَلَ الْعَنْعَنَةَ اَصْلًا وَمَا اَلْزَمَهُ بِهِ لَيْسَ بِلَازِمٍ لِاَنَّ

الرَّاوِیَ اِذَا ثَبَتَ لَهُ اللِّقَاءُ مَرَّةً لَا یَجْرِیْ فِیْ رِوَایَتِهٖ احْتِمَالُ اَنْ لَّا یَکُوْنَ قَدْ سَمِعَ مِنْهُ لِاَنَّهٗ یَلْزَمُ مِنْ جَرْیَانِهٖ اَنْ یَکُوْنَ مُدَلِّسًا وَالْمَسْاَلَةُ مَفْرُوْضَةٌ فِیْ غَیْرِ الْمُدَلِّسِ

﴿ترجمہ﴾: پس وہ صفات جن پر صحت کا مدار ہے بخاری شریف میں مسلم شریف کی بنسبت بدرجہ اتم موجود ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرطِ صحت (امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی بنسبت) زیادہ قوی اور زیادہ سخت ہے بہر حال بخاری شریف کا ارجح ہونا اتصالِ سند کے اعتبار سے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس شرط کی وجہ سے ہے کہ راوی کی اس سے ملاقات ثابت ہو جس سے وہ روایت کر رہا ہے اگر چہ ایک ہی بار ملاقات ہوئی ہو، جبکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فقط ہمعصر ہونے کو ہی کافی سمجھا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ اس امر کے حاجتمند ہیں کہ حدیث عنعنہ کو بالکل قبول ہی نہ کریں اور جو الزام امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری پر عائد کیا ہے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ راوی کی جب مروی عنہ ایک بار ملاقات ثابت ہو جائے گی، تو اس کی روایت میں نہ سننے کا احتمال باقی نہیں رہے گا، کیونکہ یہ احتمال فرض کرنے پر راوی کا مدلس ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ مسئلہ جس میں ہم ہیں غیر مدلس راوی کے متعلق ہے مدلس کے متعلق نہیں ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَالصِّفَاتُ الَّتِیْ تَدُوْرُ الخ: وہ صفات جن پر حدیث کے صحیح ہونے کا مدار ہے وہ یہ ہیں عدالت، تمام ضبط، اتصالِ سند، اور عدم شذوذ و اعلال۔

اَتَمُّ مِنْهَا اَیْ مِنْ تِلْكَ الصِّفَاتِ الْوَاقِعَةِ یعنی ان صفات کی بنسبت کامل ترین صفات ہیں جو مسلم شریف میں ہیں۔

شَرْطُهٗ فِیْهَا میں ضمیر اول کا مرجع امام بخاری ہیں اور ضمیر ثانی کا مرجع صحت ہے۔

رُجْحَانُهٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع بخاری شریف ہے۔

فَلِاشْتِرَاطِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع امام بخاری ہیں۔

اَلْزَمَ میں ضمیر مرفوع کا مرجع امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

عَنْعَنَة وہ حدیث ہے جسے راوی حَدَّثَنِیْ یا اَخْبَرَنِیْ یا سَمِعْتُ کی بجائے لفظ عن سے بیان کرے راوی کا یہ طریقہ عَنْعَنَہ اور وہ حدیث مُعَنْعَنْ کہلاتی ہے۔

یَحْتَاجُ میں ضمیر مرفوع کا مرجع امام بخاری ہیں۔

مَا اَلْزَمَهٗ بِهٖ میں ضمیر مرفوع امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ضمیر منصوب کا مرجع امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ضمیر مجرور کا

مرجع ماموصولہ ہے۔

مِنْ جَرَيَانِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع الاحتمال ہے۔

مُدَلِّسًا وہ راوی ہے جو اپنے استاذ کو (جس سے حدیث سنی ہے) حذف کر کے مافوق سے (جس سے اس کی ملاقات تو ہوئی ہے لیکن اس سے یہ حدیث نہیں سنی ہے) اس طرح روایت کرے کہ استاذ کا محذوف ہونا معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ اس نے مافوق سے ہی سنی ہے مثلاً کہے عَنْ فُلَانٍ یا کہے قَالَ فُلَانٌ ۔

❁ یاد رہے مدلس راوی کی روایت مردود ہے۔

فَالصِّفَاتُ الَّتِیْ تَدُوْرُ عَلَيْهَا الخ:

سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے مسلم شریف پر ارجحیت کے اجمالاً دلائل بیان کرنے ہیں، کہ وہ صفات جن پر صحت کا مدار ہے (اتصال سند، عدالت، ضبط، عدم شذوذ واعلال) یہ بخاری شریف میں مسلم شریف کی بنسبت زیادہ کامل ترین اور شدید ترین صورت میں موجود ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کے صحیح ہونے کے لیئے شرط امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کی بنسبت زیادہ قوی اور زیادہ سخت ہے۔

اَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ الخ:

سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ اجمال کی تفصیل کرتے ہوئے دلیلِ اول بیان کی جارہی ہے کہ بخاری شریف کو مسلم شریف پر اتصال سند کے اعتبار سے ترجیح حاصل ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے کے لیئے شرط ہے کہ راوی کی اپنے استاذ سے کم از کم ایک بار ملاقات ضرور ہوئی ہو جبکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے صحیح ہونے کے لیئے اس شرط کا لحاظ نہیں کرتے بلکہ صرف ہمعصر ہونے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔

اَلْزَمَ الْبُخَارِیَّ بِاَنَّهٗ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر واقع کردہ اعتراض ذکر کر کے اس کا جواب دینا ہے۔

❁ قبل از اعتراض تمہیداً تین باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حدیث معنعن (جس کا ابھی ذکر ہوا) میں عدمِ سماع کا بھی احتمال ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ راوی کی اپنے مروی عنہ یعنی استاذ سے ملاقات ہی نہ ہوئی ہو اور راوی نے یونہی کہہ دیا ہو کہ عَنْ فُلَانٍ

(2) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث معنعن کو بخاری شریف میں ذکر کیا ہے۔

(3) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں حدیث مقبول کا اہتمام کیا ہے حدیث مردود کا نہیں کیا۔

﴿اعتراض﴾: جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے کے لیئے راوی کی اپنے مروی عنہ (

استاذ) سے ملاقات شرط ہے تو پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چاہیے تھا کہ حدیث معنعن کو اپنی کتاب میں نہ لاتے کیونکہ حدیث معنعن میں راوی کی اپنے مروی عنہ سے عدم ملاقات اور عدم سماع کا بھی احتمال ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: جناب! یہ اعتراض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پائی جائے گی یعنی راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو جائے گی، تو پھر راوی کا اپنے شیخ سے سماع بھی ثابت ہو جائے گا، اور عدم سماع کا احتمال جاتا رہیگا ورنہ (عدم سماع کے باوجود بھی) اگر راوی اس سے روایت کریگا تو مدلس ہوگا اور مدلس کی روایت مردود ہے (جیسا کہ ابھی ماقبل میں گذرا) جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مقبول کا اہتمام کیا ہے حدیث مردود کا اہتمام نہیں کیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

ضبط اور عدالت کے اعتبار سے بخاری کو ترجیح

﴿عبارت﴾: وَاَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ فَلِاَنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِّجَالِ مُسْلِمٍ اَكْثَرَ عَدَدًا مِّنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ مَعَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يُكْثِرْ مِنْ اِخْرَاجِ حَدِيْثِهِمْ بَلْ غَالِبُهُمْ مِنْ شُيُوْخِهِ الَّذِيْنَ اَخَذَ عَنْهُمْ وَمَارَسَ حَدِيْثَهُمْ بِخِلَافِ مُسْلِمٍ فِي الْاَمْرَيْنِ

﴿ترجمہ﴾: بہر حال بخاری شریف کا عدالت اور ضبط کے اعتبار سے راجح ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ مسلم کے وہ رواۃ کہ جن پر جرح کی گئی ہے وہ بخاری کے مجروحین رواۃ کی بنسبت زیادہ ہیں، اس کے ساتھ ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان مجروحین محدثین سے کثرت سے روایت بھی نہیں کی بلکہ ان مجروحین رواۃ میں سے اکثر تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ تھے جن سے انہوں نے خوب پرکھ کے حدیث لی ہے بخلاف امام مسلم کے کہ انہوں نے ان دونوں باتوں کا لحاظ نہیں کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

تُكُلِّمَ: ماضی مجہول کا صیغہ ہے، (جس راوی پر طعن اور جرح کی گئی ہو)۔

لَمْ يُكْثِرْ باب افعال کا صیغہ ہے۔

اِخْرَاجِ حَدِيْثِهِمْ میں ضمیر مجرور کا مرجع مجروحین رواۃ ہیں۔

بَلْ غَالِبُهُمْ میں ضمیر مجرور کا مرجع مجروحین رواۃ ہیں۔

مِنْ شُيُوْخِهِ میں ضمیر مجرور کا مرجع امام بخاری ہیں۔

وَاَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف پر افضلیت بخاری کی دوسری دلیل بیان کرنی ہے کہ عدالت وضبط رواۃ کے اعتبار سے بھی بخاری شریف کو مسلم شریف پر ترجیح وتقدیم حاصل ہے کیونکہ مسلم شریف کے مجروحین (جرح اور طعن کیئے گئے) رواۃ بخاری شریف کے مجروحین رواۃ کی بنسبت زیادہ ہیں۔

﴿فائدہ﴾:

بخاری شریف کے منفرد رواۃ جو مسلم شریف میں مذکور نہیں ہیں 435 ہیں، جن میں سے مجروحین رواۃ 80 ہیں، جبکہ مسلم شریف میں منفرد رواۃ جو بخاری شریف میں مذکور نہیں 620 ہیں، اور مجروحین رواۃ 160 ہیں۔

(شرح شرح نخبۃ الفکر صف 278 از ملا علی قاری)

❁ رهی یه بات که: جب صحیحین میں بھی ایسے رواۃ ہیں کہ جن کی ثقاہت سب کے ہاں مسلم نہیں تو پھر انکو صحیحین نہیں کہنا چاہیئے؟ کیونکہ یہ چیز تو صحت کے منافی ہے۔

﴿جواب﴾: جب شیخین نے ان رواۃ سے روایت کی تھی اس وقت ان میں ضعف نہیں تھا اس وقت ان رواۃ کی روایت حالت صحت میں تھی، پھر بعد میں ان رواۃ پر ضعف طاری ہو گیا تھا لہٰذا ان کا ضعف ان کی روایات کی صحت کے منافی نہ ہوا۔

مَعَ اَنَّ الْبُخَارِیَّ لَمْ یُکْثِرْ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بخاری شریف کی فضیلت کے ضمن میں بخاری شریف کی دو اور وجوہ ترجیح بیان کرنی ہیں۔

(1) کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجروحین محدثین سے زیادہ روایت نہیں کی۔

(2) مجروحین محدثین میں سے اکثر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ ہیں جنکی روایت سے وہ بخوبی آگاہ تھے۔

بِخِلَافِ مُسْلِمٍ فِی الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی مسلم شریف مذکورہ دونوں خوبیوں سے خالی ہے کیونکہ انہوں نے مجروحین رواۃ سے زیادہ روایت بھی کیا ہے، اور مجروحین محدثین میں سے اکثر ان کے شیوخ بھی نہیں تھے کہ جن کی روایت سے وہ بخوبی آگاہ ہوں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

عدم شذوذ اور عدم اعلال کے اعتبار سے بخاری کو ترجیح

وَاَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ عَدَمِ الشُّذُوْذِ وَالْاِعْلَالِ فَلِاَنَّ مَا انْتُقِدَ عَلَی الْبُخَارِیِّ کَانَ مِنَ الْاَحَادِیْثِ اَقَلَّ عَدَدًا مِمَّا انْتُقِدَ عَلٰی مُسْلِمٍ هٰذَا مَعَ اِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلٰی اَنَّ الْبُخَارِیَّ کَانَ اَجَلَّ مِنْ مُسْلِمٍ فِی الْعُلُوْمِ وَاَعْرَفَ مِنْهُ بِصِنَاعَةِ الْحَدِیْثِ وَاَنَّ مُسْلِمًا تِلْمِیْذُهٗ وَخِرِّیْجُهٗ وَلَمْ یَزَلْ یَسْتَفِیْدُ مِنْهُ

وَيَتَبِعُ آثَارَهٗ حَتّٰى قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ لَوْلَا الْبُخَارِيُّ لَمَارَاحَ مُسْلِمٌ وَّلَاجَاءَ .

﴿ترجمہ﴾: بہر حال بخاری شریف کا شاذ اور معلل نہ ہونے کے لحاظ سے راجح ہونا اس وجہ سے ہے کہ بخاری شریف کی مجروح روایات مسلم شریف کی مجروح روایات کی بنسبت کم ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی بنسبت علوم میں اور فن حدیث میں بڑے اونچے مرتبے پر ہیں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد اور انہی سے روایتوں کو نقل کرنے والے ہیں، اور وہ ہمیشہ انہی سے استفادہ کرتے رہے اور انہی کے نقش قدم پر چلتے رہے اسی وجہ سے امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نہ ظاہر ہوتے، اور نہ ہی (اس وادی میں) آتے۔

﴿تشریح﴾:

هٰذَا اَیْ خُذْ هٰذَا اَعْرَفَ مِنْهُ میں ضمیر مجرور کا مرجع امام مسلم ہیں۔

صِنَاعَةِ الْحَدِیْثِ صاد کے کسرہ کے ساتھ ہے، یعنی فن حدیث۔

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا اسم گرامی علی بن عمر بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبد اللہ ہے، آپ کی کنیت ابو الحسن ہے، آپ شافعی المذہب تھے، اور بغداد کے محلہ دار القطن میں رہتے تھے، اسی وجہ سے دار قطنی مشہور ہوگئے، سنن دار قطنی آپ کی تالیف ہے۔

لَمَارَاحَ مُسْلِمٌ وَّلَاجَاءَ ۔اَیْ مَاظَهَرَ فِیْ هٰذَا الْفَنِّ وَلَمْ یَضَعْ فِیْهِ الْقَدَمَ

یعنی نہ تو وہ اس فن میں ظاہر ہوتے اور نہ ہی اس وادی میں قدم رکھتے۔

وَاَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَیْثُ عَدَمِ الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف پر افضلیت بخاری کی تیسری دلیل بیان کرنی ہے کہ شذوذ اور علل سے بچنے کے اعتبار سے بھی بخاری شریف کو مسلم شریف پر ترجیح اور تقدیم حاصل ہے کیونکہ شاذ اور معلل احادیث مسلم کی بنسبت بخاری شریف میں بہت ہی کم ہیں۔

﴿فائدہ﴾:

صحیح بخاری و مسلم کی تقریباً 210 احادیث پر تنقید کی گئی ہے جن میں سے 80 سے کم روایات بخاری کی ہیں اور 32 روایات ایسی ہیں کہ جن میں دونوں شریک ہیں اور بقیہ 98 روایات صرف مسلم کی ہیں۔

(شرح شرح نخبۃ الفکر از ملا علی قاری صفحہ 279)

مَعَ اِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلٰی الخ: سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بخاری شریف کی فضیلت کے ضمن میں بخاری شریف کی ایک اور وجہ ترجیح بیان کرنی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ استاذ ہیں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد ہیں اور استاذ کا درجہ شاگرد سے بلند تر ہوتا ہے لہٰذا استاذ کی کتاب کا درجہ بھی بلند ہوگا، کیونکہ معروف قاعدہ ہے سُمُوُّ الْمُؤَلَّفَاتِ بِعُلُوِّ طَبَقَةِ الْمُؤَلِّفِيْنَ کہ مؤلفین کے اعلیٰ طبقہ ہونے کی وجہ سے ان کی کتب وتالیفات کا بھی درجہ بڑھ جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

کتب حدیث کی ترتیب

﴿عبارت﴾: (وَمِنْ ثَمَّ) اَیْ وَمِنْ هٰذِهِ الْجِهَةِ وَهِیَ اَرْجَحِيَّةُ شَرْطِ الْبُخَارِیِّ عَلٰی غَيْرِهٖ (قُدِّمَ صَحِيْحُ الْبُخَارِیِّ) عَلٰی غَيْرِهٖ مِنَ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِی الْحَدِيْثِ (ثُمَّ) صَحِيْحُ (مُسْلِمٍ) لِمُشَارَكَتِهٖ لِلْبُخَارِیِّ فِی اِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلٰی تَلَقِّی كِتَابِهٖ بِالْقَبُوْلِ اَيْضًا سِوٰی مَا عُلِّلَ

﴿ترجمہ﴾ اسی وجہ سے یعنی شرط بخاری کی ترجیح کے باعث صحیح بخاری کو دیگر تمام کتب احادیث پر فوقیت حاصل ہے پھر سوائے صحیح مسلم کی معلل احادیث کے صحیح مسلم کا درجہ ہے، کیونکہ اسے صحیح بخاری کے ساتھ اس بات میں مشارکت حاصل ہے کہ یہ بھی بالاتفاق علمائے احادیث کی مقبول کتاب ہے۔

﴿تشریح﴾:

لِمُشَارَكَتِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع مسلم شریف ہے۔ تَلَقِّی كِتَابِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع امام مسلم ہیں۔ لِاَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع شرط شیخین ہے۔

(وَمِنْ ثَمَّ) اَیْ وَمِنْ هٰذِهِ الخ: سے غرض مصنف مراتب کتب احادیث کو بیان کرنا ہے، چونکہ شرائط صحت صحیح بخاری میں زیادہ قوی اور زیادہ کامل طریقے سے پائی جاتی ہیں، لہٰذا صحیح بخاری تمام کتب احادیث پر مقدم ہوگی، اور صحیح مسلم نے بھی عند العلماء مقبولیت کا درجہ حاصل کرلیا ہے اس لیئے صحیح مسلم بھی سوائے ان احادیث کے کہ جن میں کلام کیا گیا ہے دیگر کتب سے مقدم ہوگی، پھر ان کتب کی احادیث مقدم ہوں گی جو صحیحین کی شرائط کے مطابق ہوں۔

سِوٰی مَا عُلِّلَ: یعنی مسلم شریف کی سوائے ان احادیث کے کہ جن پر ائمہ کرام نے نقد و جرح کی ہے، بقیہ تمام احادیث مسلم و بخاری شریف کے علاوہ دیگر تمام کتب احادیث سے مقدم ہیں۔

﴿فائدہ﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف کی احادیثِ معللہ کا ذکر نہیں کیا، صرف مسلم شریف کی احادیث معللہ کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ مسلم شریف کی احادیث معللہ کی بنسبت قلیل ہیں، اور قلیل کالمعدوم ہوتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث صحیح کا مرتبہ رابع

﴿عبارت﴾: (ثُمَّ) يُقَدَّمُ فِي الْاَرْجِحِيَّةِ مِنْ حَيْثُ الْاَصَحِّيَّةِ مَا وَافَقَهُ (شَرْطُهُمَا) لِاَنَّ الْمُرَادَ بِهِ رُوَاتُهُمَا مَعَ بَاقِي شُرُوْطِ الصَّحِيْحِ وَرُوَاتُهُمَا قَدْ حَصَلَ الْاِتِّفَاقُ عَلَى الْقَوْلِ بِتَعْدِيْلِهِمْ بِطَرِيْقِ اللُّزُوْمِ فَهُمْ مُقَدَّمُوْنَ عَلٰى غَيْرِهِمْ فِيْ رِوَايَاتِهِمْ وَهٰذَا اَصْلٌ لَا يُخْرَجُ عَنْهُ اِلَّا بِدَلِيْلٍ فَاِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَلٰى شَرْطِهِمَا مَعًا كَانَ دُوْنَ مَا اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ اَوْ مِثْلَهُ

﴿ترجمہ﴾: پھر راجح ہونے میں صحت کے اعتبار سے وہ روایت مقدم ہوگی جو شرائطِ شیخین کی مطابق ہو اور شرائطِ شیخین سے مراد صحیحین کے رواۃ ہیں جبکہ دیگر شرائطِ صحت کو بھی ملحوظ رکھا جائے اور شیخین کے راویوں پر تعدیل کا قول بالاتفاق حتمی طور پر ثابت ہو چکا ہے اس لیئے یہ رواۃ اپنی روایات میں دیگر راویوں پر مقدم ہوں گے اور یہ ایسا قاعدہ ہے کہ جس سے دلیل کے بغیر نکلا نہیں جا سکتا، پس اگر کوئی روایت دونوں کی شرط کے مطابق ہو تو اس کا مرتبہ اس روایت سے کم ہوگا جسے فقط امام مسلم یا ان کے ہم پلہ نے روایت کیا ہو۔

﴿تشریح﴾:

(ثُمَّ) يُقَدَّمُ فِي الْاَرْجِحِيَّةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث صحیح کا مرتبہ رابع بیان کرنا ہے۔

﴿تمہید﴾:

گزشتہ کلام میں مصنف علیہ الرحمۃ نے (وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ الخ کے تحت) حدیث صحیح لذاتہ کی مراتب کے اعتبار سے تقسیم ذکر کی علیا، وسطیٰ اور سفلیٰ کی طرف، اور مراتب ثلاثہ کی امثلہ بیان کیں۔

پھر (وَيَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ الخ کے تحت) ایک امر تشبیہ کا ذکر کیا "کہ جس طرح مطلق صحیح احادیث میں صحت کے لحاظ سے تفاوت ہے علیا، وسطیٰ اور سفلیٰ ہونے کی صورت میں اسی طرح صحیحین کی بیان کردہ مخصوص احادیث میں بھی صحت کے لحاظ سے تفاوت ہے"۔ چنانچہ جس حدیث کی تخریج شیخین نے بالاتفاق کی ہے وہ مرتبہ علیا واولیٰ پر ہے بنسبت دیگر کتب کی احادیث صحیحہ کے اور جس کی تخریج فقط امام بخاری نے کی ہو وہ مرتبہ وسطیٰ وثانیہ پر ہے یعنی ان (شیخین) کے اختلاف کی

صورت میں امام بخاری کی تخریج کردہ حدیث کو امام مسلم کی تخریج کردہ حدیث پر ترجیح حاصل ہوگی، اور جس کی تخریج صرف امام مسلم نے کی ہو امام بخاری نے نہ کی ہو وہ حدیث صحت میں مرتبہ سفلیٰ وثالثہ پر ہوگی۔

4- اب ان مراتب ثلاثہ کو ذکر کر لینے کے بعد مصنف علیہ الرحمۃ (ثُمَّ) يُقَدَّمُ فِي الْاَرْجَحِيَّةِ الخ: سے حدیث کا مرتبہ رابع یعنی چوتھے درجے کی حدیث کا ذکر کر رہے ہیں کہ چوتھے درجے کی حدیث وہ ہوگی جسے اگرچہ امام بخاری ومسلم نے تخریج نہ کیا ہو مگر وہ امام بخاری ومسلم کی شرط پر ہو۔

لِاَنَّ الْمُرَادَبِهِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کسی حدیث کے بخاری ومسلم کی شرط پر ہونے کا مطلب بیان کرنا ہے۔

"کہ اس حدیث کے تمام رواۃ بخاری ومسلم کے رواۃ ہوں یعنی وہ رواۃ بخاری ومسلم کی کسی حدیث کی سند میں موجود ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ صحیح کی دیگر شرائط بھی پائی جائیں (مثلاً سند متصل ہو، وہ حدیث معلل وشاذ نہ ہو) لیکن کسی وجہ سے شیخین نے اسے ذکر نہ کیا ہو تو اب یہ حدیث! مرتبہ رابع پر ہوگی۔

وَرُوَاتُهُمَاقَدْحَصَلَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ رواۃ بخاری ومسلم کی وجہ ترجیح بیان کرنی ہے کہ انہیں دیگر رواۃ پر ترجیح حاصل کیوں ہے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس روایت کے رواۃ بخاری ومسلم کے رواۃ ہوں تو اسے تقدم وترجیح اس لیئے حاصل ہے کہ بخاری ومسلم کو علمائے امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے تو التزامی طور پر ان کے رواۃ کی تعدیل وتوثیق بھی عند العلماء یقینی اور متفقہ ہوگی، لہٰذا یہ رواۃ اپنی روایت میں دیگر رواۃ پر مقدم ہونگے کیونکہ دیگر رواۃ کی تعدیل وتوثیق پر عند العلماء اجماع التزامی نہیں ہوا۔

وَهٰذَااَصْلٌ لَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ہم نے باعتبار صحت جو مراتب بیان کیے ہیں یعنی......

مرتبہ اولیٰ............ مَااتَّفَقَ عَلَيْهِ الشَّيْخَانِ

مرتبہ ثانیہ............ مَااَخْرَجَهُ بُخَارِيٌّ مُنْفَرِدًا

مرتبہ ثالثہ............ مَااَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مُنْفَرِدًا

مرتبہ رابعہ............ اَلَّذِيْ عَلٰى شَرْطِهِمَا

❁ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ ایک ایسا اصل کلی ہے کہ اس سے خروج بلا دلیل ناممکن ہے۔

فَاِنْ كَانَ الْخَبَرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ چوتھے مرتبے پر واقع ہونے والی حدیث کا حکم بیان کرنا ہے۔

"کہ اگر حدیث امام بخاری وامام مسلم کی شرط کے مطابق ہو تو اس کا درجہ ومرتبہ اس حدیث سے کم ہوگا جسے فقط امام مسلم

یا ان کے کسی ہم پلہ نے روایت کیا ہوگا''۔ اور اس حکم سے پانچویں، چھٹے اور ساتویں درجے پر ہونے والی حدیث کا حکم ضمناً خود بخود ثابت ہو گیا کہ جب چوتھے درجے والی حدیث پہلے درجاتِ ثلاثہ (مرتبہ اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ) میں سے کسی کے برابر نہیں تو پھر بعد کے درجات (مرتبہ خامسہ، سادسہ، سابعہ) والی حدیث پہلے درجات میں سے کسی کے برابر کیسے ہو سکتی ہے؟

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث صحیح کا مرتبہ خامس، سادس اور سابع

﴿عبارت﴾: وَاِنْ كَانَ عَلٰى شَرْطِ اَحَدِهِمَا فَيُقَدَّمُ شَرْطُ الْبُخَارِيِّ وَحْدَهٗ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَحْدَهٗ تَبَعًا لِاَصْلِ كُلٍّ مِّنْهُمَا فَخَرَجَ لَنَا مِنْ هٰذَا سِتَّةُ اَقْسَامٍ تَتَفَاوَتُ دَرَجَاتُهَا فِي الصِّحَّةِ. وَثَمَّهٗ قِسْمٌ سَابِعٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ عَلٰى شَرْطِهِمَا اجْتِمَاعًا وَانْفِرَادًا وَهٰذَا التَّفَاوُتُ اِنَّمَا هُوَ بِالنَّظَرِ اِلَى الْحَيْثِيَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ

﴿ترجمہ﴾: اور اگر ان دونوں میں سے ایک کی شرط کے مطابق ہو تو تنہا بخاری کی شرط والی حدیث کو تنہا مسلم کی شرط والی حدیث پر تقدم حاصل ہوگا ان کے اصل کی پیروی کی وجہ سے، پس اس بحث سے چھ قسمیں حاصل ہوئیں، اور یہاں ایک ساتویں قسم بھی ہے جو اجتماعی یا انفرادی (کسی بھی طریق پر) شیخین کی شرط پر نہ ہو، یہ اختلاف تو حیثیتِ مذکورہ کی وجہ سے تھا۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ كَانَ عَلٰى شَرْطِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث صحیح کا مرتبہ خامس، سادس اور مرتبہ سابع بیان کرنا ہے۔

5 کہ پانچویں مرتبے کی حدیثِ صحیح وہ حدیث ہے جو فقط امام بخاری کی شرط پر ہو، امام مسلم کی شرط پر نہ ہو۔

6 اور چھٹے درجے اور مرتبے کی حدیثِ صحیح وہ حدیث ہے جو فقط امام مسلم کی شرط پر ہو، امام بخاری کی شرط پر نہ ہو۔

7 اور ساتویں مرتبے کی حدیثِ صحیح وہ حدیث ہے جو ان دونوں کی شرط پر بھی نہ ہو اور دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر بھی نہ ہو۔

تَبَعًا لِاَصْلِ كُلٍّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تنہا شرطِ بخاری والی حدیث کو تنہا شرطِ مسلم والی حدیث پر تقدم کی وجہ بیان کرنی ہے، کہ چونکہ اصل میں بخاری کی روایت امسلم کی روایت سے مقدم ہے لہٰذا فرع میں شرطِ بخاری والی حدیث بھی شرطِ مسلم والی حدیث سے مقدم ہوگی کیونکہ فرع اصل کے تابع ہوتی ہے۔

فَخَرَجَ لَنَا مِنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ گزشتہ کلام کا خلاصہ اور لب لباب پیش کرنا ہے۔

کہ خلاصہ بحث یہ ہوا کہ حدیث صحیح کی مراتب مختلفہ کے اعتبار سے کل سات اقسام ہوگئیں جو کہ اجمالاً مندرجہ ذیل ہیں۔

1- وہ حدیث جس کی تخریج پر امام بخاری وامام مسلم نے اتفاق کیا ہو۔

2- وہ حدیث جس کو صرف امام بخاری نے ذکر کیا ہو۔

3- وہ حدیث جس کو صرف امام مسلم نے ذکر کیا ہو۔

4- وہ حدیث جو ان دونوں (شیخین) کی شرط پر ہو۔

5- وہ حدیث جو صرف امام بخاری کی شرط پر ہو۔

6- وہ حدیث جو صرف امام مسلم کی شرط پر ہو۔

7- وہ حدیث جو ان دونوں کی شرط پر بھی نہ ہو اور دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر بھی نہ ہو۔

وَهٰذَا التَّفَاوُتُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ یہ حدیث صحیح کی تقسیم اوصاف کے متفاوت ومختلف ہونے کے اعتبار سے تھی

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

ادنیٰ کو قرینے کی وجہ سے تقدیم ہو سکتی ہے۔

﴿عبارت﴾: اَمَّا لَوْ رُجِّحَ قِسْمٌ عَلٰى مَافَوْقَهٗ بِاُمُوْرٍ اُخْرٰى تَقْتَضِى التَّرْجِيْحَ عَلٰى مَافَوْقَهٗ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلٰى مَافَوْقَهٗ اِذْقَدْ يَعْرِضُ لِلْمَفُوْقِ مَايَجْعَلُهٗ فَائِقًا كَمَالَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ مَثَلًا وَهُوَ مَشْهُوْرٌ قَاصِرٌ عَنْ دَرَجَةِ التَّوَاتُرِ لٰكِنْ حَفَّتْ قَرِيْنَةٌ صَارَ بِهَا يُفِيْدُ الْعِلْمَ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلَى الْحَدِيْثِ الَّذِىْ يُخَرِّجُهُ الْبُخَارِىُّ اِذَا كَانَ فَرْدًا مُطْلَقًا وَكَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ الَّذِىْ لَمْ يُخَرِّجَاهُ مِنْ تَرْجَمَةٍ وُصِفَتْ بِكَوْنِهَا اَصَحَّ الْاَسَانِيْدِ كَمَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلٰى مَاانْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُهُمَا مَثَلًا لَاسِيَّمَا اِذَا كَانَ فِىْ اِسْنَادِهٖ مَنْ كَانَ فِيْهِ مَقَالٌ

﴿ترجمہ﴾: اگر کسی کم درجہ کی قسم کو اپنے سے فائق تر پر ترجیح کا تقاضا کرنے والے امور کی وجہ ترجیح دے دی جائے تو وہ کم درجہ کی قسم اس اعلیٰ اور فائق پر مقدم ہو جائے گی کیونکہ کبھی کبھی کم درجہ کی روایت کو وہ اوصاف حاصل ہو جاتے ہیں جو اسے فائق تر بنا دیتے ہیں جیسے بالفرض ایک حدیث امام مسلم کے ہاں مشہور ہے، حدتواتر سے کم ہے لیکن وہ حدیث مشہور محتف بالقرینہ ہے یعنی قرینہ پر مشتمل ہے کہ جس کی وجہ سے وہ مفید یقین ہوگئی، تو اسے امام بخاری کی اس حدیث سے مقدم قرار دیا جائے گا جسے امام بخاری نے ذکر کیا ہو مگر وہ فرد ہو۔ ایسے ہی وہ

حدیث جواصح الاسانید سے متصف ہے مثلاً مَالِك عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اوراسے شیخین نے ذکر نہ کیا ہوتو یہ حدیث اس حدیث پر مقدم ہوگی جوان میں سے ایک نے ذکر کی ہو بالخصوص جبکہ مفرد بخاری یا مفرد مسلم کی سند میں کوئی راوی مجروح ہو۔

﴿تشریح﴾:

اَمَّا لَوْ رُجِّحَ قِسْمٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ گذشتہ بیان کردہ حدیث صحیح کی اقسام سبعہ میں سے ماتحت اقسام کبھی فائق بھی ہو جایا کرتی ہیں بشرطیکہ جب اس ماتحت قسم کو کوئی ایسا قرینہ مل جائے جواس کے مرتبہ کو بلند کردے،اورایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی ماتحت اقسام کو کچھ ایسی ترجیحات اور قرائن حاصل ہو جاتے ہیں جواسے ماتحت سے فائق بنادیتے ہیں۔

كَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اپنے بیان کردہ دعویٰ (ماتحت قسم کا فائق ہونا) پر مثال دینا ہے۔

جیسے صحیح مسلم کی حدیث مشہور کہ جس کے ساتھ چند ایسے امور اور قرائن لاحق ہو گئے کہ جن کی وجہ سے وہ خبر مشہور مفید یقین ہوجائے تو یہ حدیث! صحیح بخاری کی حدیث فرد سے مقدم کی جائے گی۔

كَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اپنے بیان کردہ دعویٰ پر دوسری مثال دینا ہے۔

جیسے وہ حدیث جواصح الاسانید ہو مثلاً مَالِك عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اور صحیحین میں اس کی تخریج نہ کی گئی ہو،تو یہ حدیث مفرد بخاری اور مفرد مسلم پر مقدم کی جائے گی بالخصوص اس وقت کہ جب بخاری یا مسلم کی سند میں کوئی مجروح راوی موجود ہو۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث حسن لذاتہٖ کا بیان

﴿عبارت﴾: (فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ) اَیْ قَلَّ، يُقَالُ: خَفَّ الْقَوْمُ خُفُوْفًا: قَلُّوْا: وَالْمُرَادُ مَعَ بَقِيَّةِ الشُّرُوْطِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِیْ حَدِّ الصَّحِيْحِ (فَ)هُوَ (الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ) لَا لِشَیْءٍ خَارِجٍ: وَهُوَ الَّذِیْ يَكُوْنُ حُسْنُهٗ بِسَبَبِ الْإِعْتِضَادِ، نَحْوُ حَدِيْثِ الْمَسْتُوْرِ إِذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهٗ وَخَرَجَ بِاشْتِرَاطِ بَاقِی الْاَوْصَافِ الضَّعِيْفِ وَهٰذَا الْقِسْمُ مِنَ الْحَسَنِ مُشَارِكٌ لِلصَّحِيْحِ فِی الْاِحْتِجَاجِ بِهٖ وَإِنْ كَانَ دُوْنَهٗ وَمُشَابِهٌ لَهٗ فِیْ انْقِسَامِهٖ إِلٰی مَرَاتِبِ

بَعْضِهَا فَوْقَ بَعْضٍ

﴿ترجمہ﴾: پس اگر ضبط میں خفت ہو جائے یعنی کمی ہو جائے جیسے خَفَّ الْقَوْمُ خُفُوْفًا یہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب لوگ کم ہو جائیں اور مراد یہ ہے کہ ضبط کی کمی بقیہ ان شرائط کے ساتھ جو صحیح کی تعریف میں گزر چکیں تو وہ حسن اپنی ذات کی وجہ سے ہے کسی خارجی شے کی وجہ سے نہیں اور یہ وہ ہے جس کا حسن ہونا کثرتِ سند کی وجہ سے ہو جیسے مستور راوی کی روایت جبکہ اس کے طرق متعدد ہو جائیں اور بقیہ اوصاف کی شرط لگانے سے ضعیف نکل گئی اور حسن کی یہ قسم (لذاتہ) حجت ہونے میں صحیح کی طرح ہے اگر چہ یہ اس سے کم مرتبہ ہے اور یہ حدیث حسن لذاتہ مختلف مراتب و درجات میں حدیث صحیح کے مشابہ ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث حسن لذاتہ کی تعریف کرنی ہے۔

حدیث حسن لذاتہ کی تعریف:

حدیث حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس میں صحیح لذاتہ کی تمام شرائط (عدالت، اتصال سند، معلل و شاذ نہ ہونا) پائی جائیں سوائے اس کے کہ اس کا راوی خفیف الضبط ہو یعنی اس کے ضبط میں نقصان و کمی ہو۔

يُقَالُ: خَفَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خَفَّ بمعنیٰ قَلَّ ہونے پر اہل عرب کے مقولے سے دلیل دینا ہے۔

کہ یہ خَفَّ الْقَوْمُ خُفُوْفًا اہل عرب کے ہاں ایک مقولہ ہے اور یہ مقولہ اس وقت بولا جاتا ہے جب قَلُّوْا کہنا مقصود ہو، پس ثابت ہوا خَفَّ بمعنیٰ قَلَّ ہے۔

(فَ)هُوَ (الْحَسَنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حسن لذاتہ کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

"کہ حسن لذاتہ کو حسن لذاتہ اس لیئے کہتے ہیں کیونکہ اس میں حسن کسی خارجی شے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی اپنی ذات کی وجہ سے ہوتا ہے"۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَكُوْنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حسن لغیرہ کی تعریف اور اس کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے۔

حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہوتی ہے جس میں حسن ذاتی نہ ہو بلکہ کسی خارجی شے (مثلاً کثرتِ طرق) کی وجہ سے پیدا ہو۔ مثلاً مستور راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے مگر جب اس روایت المستور کے طرق متعدد ہو جائیں تو اس سے ضعف جاتا رہتا ہے اور اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے، چونکہ یہ قوت خارجی شے (تعدد طرق) کی وجہ سے آئی ہے، اس لیئے اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔

وَخَرَجَ بِاشْتِرَاطِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ تعریف حسن لذاتہ میں مَعَ بَقِيَّةِ الشُّرُوْطِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِىْ حَدِّ الصَّحِيْحِ (حدیث حسن لذاتہ میں سوائے ضبط کی کمی کے بقیہ حدیث صحیح کی تمام شرائط پائی جائیں) کی قید بدرجہ فصل ہے، اس قید سے حسن لذاتہ کی تعریف سے حدیث ضعیف خارج ہوگئی کیونکہ اس میں بقیہ شرائط مفقود ہوتی ہیں۔

وَهٰذَا الْقِسْمُ مِنَ الْحَسَنِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث حسن لذاتہ کا حکم بیان کرنا ہے۔

حدیث حسن لذاتہ کا حکم:

''حدیث حسن لذاتہ! حدیث صحیح سے کم تر ہونے کے باوجود حجت اور استدلال میں حدیث صحیح کی طرح ہوتی ہے، اور جس طرح صحت کی مراتب میں تفاوت کی وجہ سے حدیث صحیح کے کئی مراتب اور اقسام ہیں اسی طرح حدیث حسن لذاتہ کے بھی کئی درجات و مراتب ہیں''۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث صحیح لغیرہ کا بیان

﴿عبارت﴾: (وَبِكَثْرَةِ طُرُقِهٖ يُصَحَّحُ) وَاِنَّمَا يُحْكَمُ لَهٗ بِالصِّحَّةِ عِنْدَ تَعَدُّدِ الطُّرُقِ لِاَنَّ لِلصُّوْرَةِ الْمَجْمُوْعَةِ قُوَّةً تَجْبُرُ الْقَدْرَ الَّذِىْ قَصُرَ بِهٖ ضَبْطُ رَاوِى الْحَسَنِ عَنْ رَاوِى الصَّحِيْحِ وَمِنْ ثَمَّ يُطْلَقُ الصِّحَّةُ عَلَى الْاِسْنَادِ الَّذِىْ يَكُوْنُ حَسَنًا لِذَاتِهٖ لَوْتَفَرَّدَ اِذَا تَعَدَّدَ وَهٰذَا يَنْفَرِدُ الْوَصْفُ

﴿ترجمہ﴾: حدیث حسن لذاتہ کو کثرت طرق کی وجہ سے صحیح (لغیرہ) قرار دیا جاتا ہے اور کثرت طرق کے وقت حسن لذاتہ کو صحیح لذاتہ کا نام اس لئے دیا جاتا ہے کیونکہ صورت اجتماعیہ (کثرت اسانید) کی وجہ سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو اس نقصان کی مقدار کو پورا کر دیتی ہے کہ جس مقدار کے ساتھ حدیث حسن کے راوی کا ضبط ناقص و قاصر ہوتا ہے حدیث صحیح کے راوی کی بنسبت۔ اسی وجہ سے اس اسناد پر جو تفرد کی صورت میں حسن لذاتہ ہوتی ہے مگر تعدد طرق کی صورت میں اس پر صحت کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور یہ تفصیل اس وقت ہے جب وصف ایک ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَبِكَثْرَةِ طُرُقِهٖ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف کرنی ہے۔

حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف:

''کہ حدیث صحیح لغیرہ وہ حدیث حسن لذاتہٖ ہے جو مزید اس جیسی یا اس سے قوی تر اسانید کے ذریعے بھی منقول ہو''۔

لِاَنَّ لِلصُّوْرَۃِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: حدیث حسن لذاتہٖ کو کثرت طرق کی وجہ سے صحیح لغیرہ کیوں قرار دیا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ کثرت طرق کی وجہ سے حدیث حسن لذاتہٖ کو ایک مجموعی صورت حاصل ہو جاتی ہے جو حدیث حسن لذاتہٖ کے نقصان و کمی کو زائل کر دیتی ہے جو نقصان و کمی صحیح اور حسن کے راوی کے مابین باعث فرق ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ يُطْلَقُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تعددِ طرق کا فائدہ بتانا ہے کہ

''چونکہ حدیث حسن لذاتہٖ کے طرق کا متعدد ہونا اس کے صحیح (لغیرہ) ہونے کا مقتضی ہے بس اسی لئے اس حدیث پر تعددِ طرق کی صورت میں صحیح (لغیرہ) کا اطلاق کیا جاتا ہے جس پر تفردِ طریق کی صورت میں حسن لذاتہٖ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

وَهٰذَا يَنْفَرِدُ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کسی بھی حدیث پر قطعی طور پر صحیح یا حسن کا اطلاق کرنا اس وقت درست ہے کہ جب یہ اوصاف (صحیح، حسن) تنہا ہوں۔

مثلاً یوں کہا جائے هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ یا هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ کی توجیہ

﴿عبارت﴾: فَاِنْ جُمِعَا اَیِ الصَّحِيْحُ وَالْحَسَنُ فِیْ وَصْفٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِ التِّرْمَذِیِّ وَغَيْرِهٖ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ فَلِلتَّرَدُّدِ الْحَاصِلِ مِنَ الْمُجْتَهِدِ فِی النَّاقِلِ هَلِ اجْتَمَعَتْ فِيْهِ شُرُوْطُ الصِّحَّةِ اَوْ قَصَرَ عَنْهَا وَهٰذَا حَيْثُ يَحْصُلُ مِنْهُ التَّفَرُّدُ بِتِلْكَ الرِّوَايَةِ

﴿ترجمہ﴾: پس اگر صحیح اور حسن، دونوں صفات کو کسی ایک روایت کی صفت میں جمع کیا جائے جیسا کہ ترمذی وغیرہ کا قول ہے ''یہ حدیث حسن صحیح ہے'' تو یہ اس تردد کی وجہ سے ہے جو مجتہد کو راوی حدیث کے بارے میں ہے کہ اس راوی میں صحت کی تمام شرائط موجود ہیں یا ان میں کچھ کمی ہے لیکن یہ بات تب ہے جب وہ راوی روایت میں ایک ہی ہو۔

﴿تشریح﴾:

فَاِنَّ جُمِعَا اَیِ الصَّحِیْحُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ امام ترمذی علیہ الرحمۃ اور دیگران محدثین کرام (امام بخاری، امام یعقوب بن شیبہ، ابوعلی الطوسی) کے قول هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ کی توجیہ کرنی ہے کہ جس میں وہ دو وصف (حسن اور صحیح) ایک ہی حدیث پر بولتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ کہ یہ حدیث حسن بھی ہے اور صحیح بھی ہے حالانکہ حدیث حسن لذاتہٖ احدیث صحیح لذاتہٖ کے مقابلے میں رتبے میں کم ہے، جبکہ وہ ایک ہی حدیث کے دو مرتبے بیان کردیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک ہی حدیث کے متعلق دو وصفوں کو بیان کیا جانا اس لئے ہوتا ہے کہ مجتہد و محدث کو اس حدیث کے راوی کے متعلق شک و شبہ ہوتا ہے کہ آیا اس میں صحیح کی شرائط پائی جارہی ہیں یا حسن کی ؟پس دونوں وصفوں کا ذکر کر کے محدث اپنے تردد کا اظہار کرتا ہے تاکہ بعد والے محدث کے ہاں جو راجح ہو وہ اسے ہی اپنا لے۔

وَهٰذَا حَیْثُ یَحْصُلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ مذکورہ توجیہ اس وقت تک ہے جب اس محدث کے پاس اس روایت کی صرف ایک ہی سند ہو، لیکن اگر اس کے پاس اس حدیث کی ایک سے زائد سندیں ہوں اور پھر بھی یہی انداز اپنائے تو پھر اس کی وجہ یہ نہیں ہوگی، بلکہ وہ ہوگی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتراض اور اس کا جواب

﴿عبارت﴾: وَعُرِفَ بِهٰذَا جَوَابُ مَنِ اسْتَشْكَلَ الْجَمْعَ بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ فَقَالَ الْحَسَنُ قَاصِرٌ عَنِ الصَّحِيْحِ كَمَا عُرِفَ مِنْ حَدَّيْهِمَا فَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ اِثْبَاتٌ لِذٰلِكَ الْقُصُوْرِ وَنَفْيُهٗ وَمُحَصَّلُ الْجَوَابِ اَنَّ تَرَدُّدَ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ فِيْ حَالِ نَاقِلِهٖ اِقْتَضٰى لِلْمُجْتَهِدِ اَنْ لَّا يَصِفَهٗ بِاَحَدِ الْوَصْفَيْنِ فَيُقَالُ فِيْهِ حَسَنٌ بِاِعْتِبَارِ وَصْفِهٖ عِنْدَ قَوْمٍ صَحِيْحٌ بِاِعْتِبَارِ وَصْفِهٖ عِنْدَ قَوْمٍ وَغَايَةُ مَا فِيْهِ اَنَّهٗ حُذِفَ مِنْهُ حَرْفُ التَّرَدُّدِ لِاَنَّ حَقَّهٗ اَنْ يَّقُوْلَ حَسَنٌ اَوْ صَحِيْحٌ وَهٰذَا كَمَا حُذِفَ حَرْفُ الْعَطْفِ مِنَ الَّذِيْ يَعُدُّهٗ وَعَلٰى هٰذَا فَمَا قِيْلَ فِيْهِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ دُوْنَ مَا قِيْلَ فِيْهِ صَحِيْحٌ لِاَنَّ الْجَزْمَ اَقْوٰى مِنَ التَّرَدُّدِ وَهٰذَا حَيْثُ التَّفَرُّدِ

﴿ترجمہ﴾: اس مذکورہ توجیہ سے اس شخص کا جواب بھی مل گیا کہ جس نے جمع بین الوصفین کا اشکال کیا ہے اور کہا

ہے کہ حدیث حسن تو حدیث صحیح سے کم مرتبہ ہے جیسا کہ (ماقبل میں) ان کی تعریفوں سے یہ بات معلوم ہوئی ہے پس دونوں وصفوں کو جمع کرنے میں اس کمی کو ظاہر نا اور اس کی نفی کرنا ہے، اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ حدیث کو تردد راوی کے حال میں ہوا ہے جس نے مجتہد سے تقاضا کیا ہے کہ وہ اس حدیث کو دو وصفوں میں سے کسی ایک وصف کے ساتھ متصف نہ کرے۔

پس یہ کہا جائے گا کہ یہ ایک قوم کے نزدیک ایک وصف کے باعث حسن ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک (فلاں) وصف کے باعث یہ صحیح ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض ہوگا کہ اس مقام پر حرف تردد (اَوْ) کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ حق یہ تھا کہ وہ یوں کہتے حَسَنٌ اَوْ صَحِيْحٌ اور یہ حرف عطف کا حذف ہونا اسی طرح ہے جیسے اس خبر سے جو متعدد ہو حرف عطف کو حذف کر دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جو حسن صحیح ہو اس کا درجہ کم ہے بنسبت اس کے جس کے بارے میں صحیح کہا گیا ہو، کیونکہ یقین قوی ہے تردد سے، اور یہ جواب اس وقت ہے جب سند ایک ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَعُرِفَ بِهٰذَا جَوَابُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: امام ترمذی وغیرہ وصفِ حسن اور وصف صحیح کو ایک حدیث کے لئے بولتے ہوئے یوں کہہ دیتے ہیں هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ حالانکہ یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ حدیث صحیح کا راوی تام الضبط ہوتا ہے اور حدیث حسن کا راوی خفیف الضبط ہوتا ہے یعنی اس کے ضبط میں نقصان و کمی ہوتی ہے اب اگر کسی حدیث کے لئے یہ کہا جائے گا کہ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس حدیث کا راوی تمام الضبط بھی ہے اور خفیف الضبط بھی ہے۔

﴿جواب﴾: چونکہ قاعدہ ہے کہ اگر محدث کو کسی حدیث کے ناقل و راوی کے احوال میں تردد ہو کہ آیا یہ راوی تام الضبط ہے یا خفیف الضبط؟ تو اس پر وہ محدث اس حدیث کے بارے میں صحت یا حسن کا حتمی فیصلہ نہ کرے، پس اس قاعدے کی بناء پر ائمہ حدیث کو جس حدیث کے بارے میں تردد ہوتا ہے کہ اس کا راوی و ناقل تام الضبط ہے یا خفیف الضبط؟ تو ان کا تردد ان محدثین سے اس امر کا مقتضی ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کے بارے میں صحت یا حسن کا حکم نہ لگائیں۔

پس اس لئے محدث! جب اس صورتحال کا شکار ہوتا ہے تو وہ دونوں وصفوں کا ذکر کر کے یوں کہہ دیتا ہے هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ کہ اس حدیث کا ناقل بعض ائمہ حدیث کے ہاں صحیح کا ناقل ہے لہٰذا میرے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے، اور بعض ائمہ حدیث کے ہاں وہ ناقل حسن کا ناقل ہے لہٰذا میرے نزدیک بھی وہ حدیث حسن ہے، یعنی صحیح اور حسن کا حکم لگانے والا محدث ایک ہی ہوتا ہے پس اسے اس راوی کے حال کے بارے میں تردد ہو جاتا ہے کیونکہ اس حدیث کو بعض نے صحیح قرار دیا ہوتا ہے اور بعض نے حسن قرار دیا ہوتا ہے۔

وَمُحَصَّلُ الْجَوَابِ اَنَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اس مقام پر اعتراض کو نمایاں کرنے والا امر حرف اَوْ کا حذف ہے جو کثرتِ استعمال کے باعث حذف کر دیا جاتا ہے یعنی اصل میں یوں تھا هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اَوْ صَحِيْحٌ پس اَوْ کے مذکور نہ ہونے کے باعث یہ اعتراض ہوا۔

وَهٰذَا كَمَا حُذِفَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کثرتِ استعمال کے باعث اَوْ حرفِ عطف کا حذف ہونا اسی طرح ہے جیسے جب ایک سے زائد خبریں ہوتی ہیں تو حرف عطف کو کبھی حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے زَيْدٌ عَالِمٌ نَائِمٌ۔

وَعَلٰى هٰذَا فَمَا قِيْلَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس حدیث کا حکم بیان کرنا ہے کہ جس کے بارے میں کہا گیا ہو هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، کیونکہ ایسی حدیث میں تردد اور شک ہوتا ہے لہٰذا ایسی حدیث کا درجہ اس حدیث سے کم ہوگا جس کو صرف صَحِيْحٌ کہا گیا ہو، کیونکہ یقین شک سے بہتر ہوتا ہے۔

وَهٰذَا حَيْثُ التَّفَرُّدِ: یہاں پھر وہی بات کہ مذکورہ توجیہ اس وقت تک ہے جب اس محدث کے پاس اس روایت کی صرف ایک ہی سند ہو، لیکن اگر اس کے پاس اس حدیث کی ایک سے زائد سندیں ہوں اور پھر بھی یہی انداز اپنائے تو پھر اس کی وجہ یہ نہیں ہوگی، بلکہ وہ ہوگی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

دو سندوں والی حدیث کو حَسَنٌ صَحِيْحٌ کہنے کا مطلب

﴿عبارت﴾: وَاِلَّا اَیْ اِذَا لَمْ يَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَاِطْلَاقُ الْوَصْفَيْنِ مَعًا عَلَى الْحَدِيْثِ يَكُوْنُ بِاعْتِبَارِ الْاِسْنَادَيْنِ اَحَدُهُمَا صَحِيْحٌ وَالْاٰخَرُ حَسَنٌ وَعَلٰى هٰذَا فَمَا قِيْلَ فِيْهِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ فَوْقَ مَا قِيْلَ فِيْهِ صَحِيْحٌ فَقَطْ اِذَا كَانَ فَرْدًا لِاَنَّ كَثْرَةَ الطُّرُقِ تُقَوِّيْ

﴿ترجمہ﴾: ورنہ اگر اسناد میں تفرد نہ ہو تو پھر دونوں وصفوں کا کسی ایک حدیث پر اطلاق کرنا دو علیحدہ سندوں کے اعتبار سے ہوگا، کہ ان میں سے ایک صحیح ہو اور دوسری حسن ہو، اسی وجہ سے وہ قول جس میں کہا گیا حَسَنٌ صَحِيْحٌ وہ اعلیٰ ہوگا اس قول سے جس میں صرف صَحِيْحٌ کہا گیا، جبکہ یہ سند فرد (غریب) ہو، کیونکہ طرق کی کثرت قوت پیدا کر دیتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِلَّا اَیْ اِذَا لَمْ يَحْصُلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ دو سندوں والی حدیث کو حَسَنٌ صَحِيْحٌ کہنے کا مطلب

بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی محدث کسی ایسی حدیث کے بارے میں ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ کہتا ہے کہ جس کی ایک سے زائد سندیں ہوں مثلاً دو سندیں اس کے پاس ہیں تو ایسی صورت میں ان دونوں وصفوں (حسن، صحیح) کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ حدیث ایک سند کے لحاظ سے حسن ہے اور ایک سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔

وَعَلٰی ھٰذَا فَمَا قِیْلَ فِیْہِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ حدیث (یعنی وہ حدیث جس کی دو سندیں محدث کے پاس ہوں اور وہ اس کے بارے میں کہہ رہا ہو ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ) کا حکم بیان کرنا ہے کہ اس حدیث کا درجہ اعلیٰ ہوگا اس حدیث غریب کی بنسبت جس کو صرف صَحِیْحٌ کہا گیا، کیونکہ دو سندوں والی حدیث کو محدث کا یہ کہنا ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ دلیل ہے کہ اس کی دو سندوں میں سے ایک سند کے لحاظ سے وہ حدیث حسن ہے اور ایک سند کے لحاظ سے وہ حدیث صحیح ہے، یعنی ایسی حدیث تعددِ طرق کی وجہ سے قوی ہو جائے گی اور ایک سند والی حدیث جس کو صرف صَحِیْحٌ کہا گیا اس کی تو صرف ایک ہی سند ہے اور تعدد طرق کے وصف سے ہی محروم ہے لہٰذا ایسی حدیث کا درجہ کم ہوگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

ھٰذَا حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَانَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ کی توجیہ

فَاِنْ قِیْلَ قَدْ صَرَّحَ التِّرْمَذِیُّ بِاَنَّ شَرْطَ الْحَسَنِ اَنْ یُّرْوٰی مِنْ غَیْرِ وَجْہٍ فَکَیْفَ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ الْاَحَادِیْثِ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَانَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ فَالْجَوَابُ اَنَّ التِّرْمَذِیَّ لَمْ یُعَرِّفِ الْحَسَنَ مُطْلَقًا وَاِنَّمَا عَرَّفَ بِنَوْعٍ خَاصٍ مِنْہُ وَقَعَ فِیْ کِتَابِہٖ وَھُوَ مَا یَقُوْلُ فِیْہِ حَسَنٌ مِنْ غَیْرِ صِفَۃٍ اُخْرٰی

﴿ترجمہ﴾: پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث حسن کی شرط یہ ہے کہ وہ ایک سے زائد طرق سے مروی ہو تو پھر وہ بعض احادیث کے بارے میں یہ کیسے فرما دیتے ہیں حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَانَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ کہ ''یہ حدیث حسن غریب ہے اسے ہم اس طریق کے علاوہ کسی اور طریق نہیں جانتے'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مطلقاً حدیث حسن کی تعریف نہیں کی، بلکہ انہوں نے حدیث حسن کی ایک مخصوص قسم کی تعریف کی ہے جو ان کی کتاب میں واقع ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اسے کسی دوسری صفت سے ملائے بغیر ہی حَسَنٌ کہہ دیتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

فَاِنْ قِیْلَ قَدْ صَرَّحَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کر کے اس کا جواب دینا ہے۔ قبل از اعتراض ایک تمہید ملاحظہ فرمائیں۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب سنن ترمذی کی کِتَابُ الْعِلَلِ میں حدیث حسن کی تعریف کرتے ہوئے

فرمایا ہے کہ میرے ہاں! حدیث حسن وہ حدیث ہے جو یُرْوٰی مِنْ غَیْرِ وَجْہٍ یعنی جو ایک سے زائد طریق اور اسناد سے مروی ہو۔ اور جمہور محدثین کرام کے ہاں حدیث غریب وہ حدیث ہے جو صرف ایک ہی طریق سے مروی ہو۔ گویا امام ترمذی کی بیان کردہ حدیث حسن اور حدیث غریب کے مابین تباین وتعارض ہے۔

﴿اعتراض﴾: امام ترمذی علیہ الرحمۃ کے نزدیک حدیث حسن وہ حدیث ہے جو ایک سے زائد طرق سے مروی ہو اور حدیث غریب وہ حدیث ہے جو کسی ایک طریق سے مروی ہو پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض وٹکراؤ ہوا جو کہ اجماع کے منافی ہے تو پھر امام ترمذی ان دونوں وصفوں کو کسی ایک حدیث میں جمع کر کے کیسے فرمادیتے ہیں کہ ھٰذَا حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَانَعْرِفُہٗ اِلَّامِنْ ھٰذَاالْوَجْہِ کہ ''یہ حدیث حسن غریب ہے اسے ہم اس طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں جانتے'' حالانکہ حدیث حسن اور حدیث غریب کے مابین تعارض ہے، تو پھر دو متعارض چیزیں جمع کیسے ہو جاتی ہیں۔

﴿جواب﴾: امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے جس حدیث حسن کی تعریف یوں کی ہے کہ ''وہ حدیث جو ایک سے زائد طریق سے مروی ہو'' یہ عام حدیث حسن نہیں کہ جس کے ساتھ کوئی اور بھی حدیث جمع ہو سکے، بلکہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ حدیث حسن سے وہ خاص حدیث حسن مراد ہے جو اکیلی مذکور ہو اس کے ساتھ کوئی اور وصف نہ پایا جائے، لہٰذا وہ حدیث حسن! جس کے ساتھ کوئی اور بھی وصف پایا جائے گا تو اس حدیث حسن سے مراد وہ حدیث حسن ہوگی جو عندالجمہور حدیث حسن ہے، جس کے راوی کے ضبط میں نقصان ہو پس اس لحاظ سے حدیث حسن اور حدیث غریب کو جمع کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہو گا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

احادیث پر حکم لگانے کے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف اسلوب اور انداز

﴿عبارت﴾: وَذَالِكَ اَنَّہٗ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ الْاَحَادِیْثِ حَسَنٌ وَفِیْ بَعْضِھَا صَحِیْحٌ وَفِیْ بَعْضِھَا غَرِیْبٌ وَفِیْ بَعْضِھَا حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِیْ بَعْضِھَا حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَفِیْ بَعْضِھَا صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ وَفِیْ بَعْضِھَا حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ وَتَعْرِیْفُہٗ اِنَّمَا وَقَعَ عَلَی الْاَوَّلِ فَقَطْ

﴿ترجمہ﴾: اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ) کسی حدیث کے بارے میں صرف حسن کہتے ہیں، اور کسی کے بارے میں صحیح کہتے ہیں، اور کسی کے بارے میں غریب کہتے ہیں، اور کسی کے بارے حسن صحیح کہتے ہیں، اور کسی کے بارے میں حسن غریب کہتے ہیں اور کسی کے بارے میں صحیح غریب کہتے ہیں، اور کسی کے بارے میں حسن صحیح غریب کہتے ہیں، امام ترمذی کی تعریف صرف پہلی

صورت (محض حسن) پر صادق آتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَذَالِكَ اَنَّهُ يَقُوْلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ امام ترمذی علیہ الرحمۃ کے احادیث پر حکم لگانے کے مختلف اسلوب اور انداز بیان کرنے ہیں، کہ وہ حدیث پر کلام کرتے ہوئے کون کون سے الفاظ ذکر کرتے ہیں، پس اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمۃ نے امام ترمذی کے سات جملے نقل کیے ہیں کہ وہ مختلف احادیث پر یوں حکم لگاتے ہیں۔

1- هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ (یہ حدیث حسن ہے)۔

2- هٰذَاحَدِيْثٌ صَحِيْحٌ (یہ حدیث صحیح ہے)۔

3- هٰذَاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ (یہ حدیث غریب ہے)۔

4- هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

5- هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ (یہ حدیث حسن غریب ہے)۔

6- هٰذَاحَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ (یہ حدیث صحیح غریب ہے)۔

7- هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ (یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)۔

❁ امام ترمذی علیہ الرحمۃ احادیث کی تمام اصطلاحات جمہور والی ہی اپناتے ہیں لیکن جہاں وہ صرف ''حدیث حسن'' کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں جمہور والی حدیث حسن مراد نہیں لیتے، بلکہ مخصوص حدیث مراد لیتے ہیں یعنی وہ حدیث جو ایک سے زائد طریق سے مروی ہو۔ جو جمہور محدثین سے مختلف ہے جس کا ذکر علامہ ابن حجر مابعد عبارت میں فرمارہے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

هٰذَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد

﴿عبارت﴾: وَعِبَارَتُهُ تُرْشِدُاِلٰى ذَالِكَ حَيْثُ قَالَ فِيْ اَوَاخِرِ كِتَابِهِ وَمَاقُلْنَافِيْ كِتَابِنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ فَاِنَّمَا اَرَدْنَابِهِ حَسَنٌ اِسْنَادُهُ عِنْدَنَافَكُلُّ حَدِيْثٍ يُرْوٰى وَلَايَكُوْنُ رَاوِيْهِ مُتَّهَمًا بِالْكِذْبِ وَيُرْوٰى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوُذَالِكَ وَلَايَكُوْنُ شَاذًّافَهُوَعِنْدَنَاحَدِيْثٌ حَسَنٌ

﴿ترجمہ﴾: اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی عبارت بھی اس بات کی طرف نشاندہی کر رہی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی

کتاب کے آخر میں فرمایا'' کہ ہم نے اپنی کتاب میں جو حَدِیْثٌ حَسَنٌ کہا ہے اس سے ہم نے وہ حدیث مراد لی ہے جس کی سند ہمارے نزدیک حسن ہو اور وہ حدیث مراد لی ہے جس کی روایت متعدد طرق سے ہو، اور اس کا راوی کذب سے متہم نہ ہو، اور وہ شاذ نہ ہو، پس یہ حدیث ہمارے نزدیک حَسَن ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَعِبَارَتُہُ تُرْشِدُ اِلٰی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اپنے دعویٰ (کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جہاں صرف ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ کہتے ہیں تو وہاں حدیث حسن سے مراد ان کی اپنی اصطلاح ہوتی ہے) پر دلیل دینا ہے، کہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اپنی

کتاب کے آخر میں اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ میری کتاب میں جہاں صرف حدیثِ حسن مذکور ہو تو وہاں حدیثِ حسن سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند ہمارے نزدیک حسن ہو اور وہ حدیث جس کی سند ہمارے نزدیک حسن ہو وہ ہر وہ حدیث ہے جو مروی ہو، اس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو، وہ ایک سے زائد طرق سے مروی ہو اور وہ شاذ نہ ہو۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مخصوص حدیث حسن کی بحث کا خلاصہ

﴿عبارت﴾: فَعُرِفَ بِھٰذَا اَنَّہُ اِنَّمَا عَرَّفَ الَّذِیْ یَقُوْلُ فِیْہِ حَسَنٌ فَقَطْ اِمَّا مَایَقُوْلُ فِیْہِ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، اَوْ حَسَنٌ غَرِیْبٌ اَوْ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ، فَلَمْ یُعَرِّجْ عَلٰی تَعْرِیْفِہٖ کَمَا لَمْ یُعَرِّجْ عَلٰی تَعْرِیْفِ مَایَقُوْلُ فِیْہِ صَحِیْحٌ فَقَطْ اَوْ غَرِیْبٌ فَقَطْ فَکَاَنَّہُ تَرَکَ ذَالِکَ اِسْتِغْنَاءً بِشُھْرَتِہٖ عِنْدَ اَھْلِ الْفَنِّ وَاقْتَصَرَ عَلٰی تَعْرِیْفِ مَایَقُوْلُ فِیْہِ فِیْ کِتَابِہٖ حَسَنٌ فَقَطْ اِمَّا لِغُمُوْضِہٖ وَاِمَّا لِاَنَّہُ اِصْطِلَاحٌ جَدِیْدٌ وَلِذَالِکَ قَیَّدَہُ بِقَوْلِہٖ عِنْدَنَا وَلَمْ یَنْسِبْہُ اِلٰی اَھْلِ الْحَدِیْثِ کَمَا فَعَلَ الْخَطَابِیُّ وَبِھٰذَا التَّقْرِیْرِ یَنْدَفِعُ کَثِیْرٌ مِّنَ الْاِیْرَادَاتِ الَّتِیْ طَالَ الْبَحْثُ فِیْھَا وَلَمْ یُسْفِرْ وَجْہُ تَوْجِیْھِھَا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی مَا اَلْھَمَ وَعَلَّمَ

﴿ترجمہ﴾: پس اسی بحث سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی نے صرف اس کی تعریف کی ہے جس کو وہ محض حسن کہتے ہیں، اور جس حدیث کے بارے میں وہ وہ حسن صحیح، یا حسن غریب، یا حسن صحیح غریب کہتے ہیں تو وہاں اس کی تعریف نہیں کی، جیسے انہوں نے اس کی تعریف نہیں کی جس کو صرف صحیح یا صرف غریب کہتے ہیں، گویا کہ انہوں اہل فن کے ہاں مشہور ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں سمجھی، اور انہوں نے اپنی کتاب میں اس کی تعریف

پر اکتفاء کیا جس کو وہ صرف حسن کہتے ہیں اس کے غامض و دقیق ہونے کی وجہ سے، یا ایک نئی اصطلاح ہونے کی وجہ سے،، اسی وجہ سے تو عندنا کی قید سے مقید کیا، اور دیگر محدثین کی طرف اس کی نسبت نہیں کی، جیسا کہ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اس جواب سے بہت سے شبہات دور ہو جائیں گے جن میں بحث و گفتگو بہت طویل ہے، جن کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی تھی، پس اللہ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اس کے الہام کرنے پر اور سکھلانے پر۔

﴿تشریح﴾:

فَعُرِفَ بِهٰذَا اَنَّهٗ اِنَّمَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل میں بیان کردہ امام ترمذی کی مخصوص حدیث حسن کی بحث کا خلاصہ بیان کرنا ہے، کہ لب لباب یہ ہوا کہ امام ترمذی نے صرف اسی حدیث حسن کی تعریف (جو ایک سے زائد طریق اور اِسناد سے مروی ہو) کی ہے جس کو وہ الگ ذکر کرتے ہوئے هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ کہتے ہیں، جس کے ساتھ وہ کسی اور صفت کا اضافہ نہیں کرتے، اور جس حدیث حسن کے ساتھ وہ کسی اور صفت کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں یہ حسن صحیح ہے، یا یہ حسن غریب ہے، یا یہ حسن صحیح غریب ہے تو اس حدیثِ حسن کی تعریف امام ترمذی نے نہیں کی ہے وہاں حدیث حسن سے مراد جمہور محدثین کی مشہور اصطلاح والی حدیث حسن مراد ہوتی ہے کہ جس کے راوی کے ضبط میں نقص ہو۔

كَمَا لَمْ يُعَرِّجْ عَلٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ دعوی (کہ امام ترمذی نے صرف اس حدیث حسن کی تعریف ہے جو کسی اور صفت کے ساتھ مذکور نہ ہو) کی توضیح کرنی ہے کہ اکیلی حدیث حسن کے علاوہ کسی اور اصطلاح کو امام ترمذی نے بالکل چھیڑا ہی نہیں حتی کہ آپ نے صرف صحیح، یا صرف غریب کی بھی علیحدہ سے کوئی تعریف نہیں کی، بلکہ انہیں وہ محدثین کرام کی مشہور اصطلاح کے موافق ہی ذکر کرتے ہیں۔

وَاقْتَصَرَ عَلٰى تَعْرِيْفِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: امام ترمذی نے صرف اس حدیث حسن کی ہی تعریف کیوں کی ہے جو کسی اور صفت کے ساتھ مذکور نہ ہو؟

﴿جواب﴾:

1- ایک تو اس لئے کہ یہ حسن کافی دقیق تھا اور کسی محدث نے بھی اس کی جامع و مانع تعریف نہیں کی تھی، پس امام ترمذی نے اسے محتاج تشریح سمجھتے ہوئے اس کی الگ سے تعریف کر دی۔

2- دوسری بات یہ تھی کہ یہ ایک مخفی اور جدید اصطلاح تھی جسے دیگر محدثین کرام نے متعارف نہیں کروایا تھا پس اس کے جدید ہونے کی وجہ سے اسے ذکر کر دیا، چونکہ یہ اصطلاح صرف امام ترمذی نے ہی متعارف کروائی ہے اسی وجہ سے اسے

اپنی طرف ہی منسوب کرتے ہوئے عندنا کہا ہے، دیگر محدثین کی طرف اس کی نسبت نہیں کی ہے۔

وَبِهٰذَا التَّقْرِيْرِ يَنْدَفِعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ہماری بیان کردہ بحث سے بہت سے ایسے اعتراضات بھی رفع ہو گئے جن کی کوئی خاطر خواہ توجیہ نہیں ہو سکتی تھی، جن کی تفصیل کے لئے ملا علی قاری کی شرح! شرح نخبۃ الفکر ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حسن اور صحیح روایت کی زیادتی کو قبول کرنے کا اصول

﴿عبارت﴾: (وَزِيَادَةُ رَاوِيْهِمَا) أَيِ الْحَسَنُ وَالصَّحِيْحُ (مَقْبُوْلَةٌ مَالَمْ تَقَعْ مُنَافِيَةً لِمَا) لِرِوَايَةِ مَنْ (هُوَ أَوْثَقُ) مِمَّنْ لَمْ يَذْكُرْ تِلْكَ الزِّيَادَةَ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ لَا تَنَافِيَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ رِوَايَةِ مَنْ لَمْ يَذْكُرْهَا فَهٰذِهٖ تُقْبَلُ مُطْلَقًا لِأَنَّهَا فِيْ حُكْمِ الْحَدِيْثِ الْمُسْتَقِلِّ الَّذِيْ يَتَفَرَّدُ بِهِ الثِّقَةُ وَلَا يَرْوِيْهِ عَنْ شَيْخِهٖ غَيْرُهٗ وَإِمَّا أَنْ تَكُوْنَ مُنَافِيَةً بِحَيْثُ يَلْزَمُ مِنْ قُبُوْلِهَا رَدُّ الرِّوَايَةِ الْأُخْرٰى فَهٰذِهِ الَّتِيْ يَقَعُ التَّرْجِيْحُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مُعَارِضِهَا فَيُقْبَلُ الرَّاجِحُ وَيُرَدُّ الْمَرْجُوْحُ

﴿ترجمہ﴾: اور ان دونوں (حسن اور صحیح کے رواۃ) کی زیادتی اس وقت مقبول ہے جب وہ کسی ایسے اوثق راوی کی روایت کے مخالف نہ ہو جس نے اس زیادتی کو ذکر نہیں کیا، کیونکہ زیادتی اگر ایسی ہو کہ اس میں اور اس راوی کی راویت میں کہ جس نے اسے ذکر نہیں کیا منافات نہ ہو تو یہ زیادتی مطلقاً قبول کی جائے گی، کیونکہ یہ ایسی مستقل حدیث کے حکم میں ہے کہ جس کی روایت میں ثقہ راوی متفرد ہے، اس روایت کو اس کے شیخ سے اس کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا، یا اس زیادتی سے ایسی منافات ہو گی کہ اس کے قبول کرنے سے دوسری روایت کو رد کرنا لازم آئے گا، یہی وہ روایت ہے کہ اس کے اور اس کے معارض روایت کے درمیان ترجیح کی شکل اختیار کی جاتی ہے پس راجح کو قبول اور مرجوح کو رد کر دیا جائے گا۔

﴿تشریح﴾

(وَزِيَادَةُ رَاوِيْهِمَا) أَيِ الْحَسَنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حسن اور صحیح روایت کی زیادتی کو قبول کرنے کا اصول بیان کرنا ہے کہ کونسی زیادتی قبول کی جائے گی اور کون سی زیادتی رد کی جائے گی۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں حسن اور صحیح کے رواۃ کی زیادتی دو حال سے خالی نہیں ہو گی، یا زیادتی والی روایت میں اور جس

راویت میں زیادتی نہ ہو ان دونوں میں کوئی منافات اور ٹکراؤ نہیں ہوگا یعنی زیادتی والی روایت کو قبول کرنے سے دوسری روایت کو رد کرنا لازم نہیں آئے گا تو ایسی زیادتی محدثین کے ہاں قبول کرلی جاتی ہے خواہ یہ زیادتی لفظاً ہو یا معنیً ہو، اس سے کوئی شرعی حکم متعلق ہو یا نہ ہو، پس اس زیادتی کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ زیادتی ایک مستقل حدیث کے درجے میں ہے اس زیادتی کو اس کے شیخ سے اس کے غیر نے روایت ہی نہیں کیا۔

اور اگر زیادتی والی روایت میں اور جس روایت میں زیادتی نہ ہو منافات اور ٹکراؤ ہو یعنی زیادتی والی روایت کو قبول کرنے سے دوسری روایت کو رد کرنا لازم آتا ہو تو ایسی زیادتی محدثین کے ہاں قبول نہیں کی جائے گی، بلکہ ان دونوں کے درمیان کوئی ترجیح کا طریقہ اختیار کیا جائے گا جس سے راجح کو قبول کرلیا جائے گا اور مرجوح کو رد کردیا جائے گا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

راوی کی زیادتی کو مطلقاً قبول کرنے کا حکم

﴿عبارت﴾: وَاشْتُهِرَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْقَوْلُ بِقُبُوْلِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقًامِنْ غَيْرِ تَفْصِيْلٍ وَلَايَتَاتّٰى ذَالِكَ عَلٰى طَرِيْقِ الْمُحَدِّثِيْنَ الَّذِيْنَ يَشْتَرِطُوْنَ فِي الصَّحِيْحِ اَنْ لَايَكُوْنَ شَاذًّاثُمَّ يُفَسِّرُوْنَ الشُّذُوْذَ بِمُخَالَفَةِ الثِّقَةِ مَنْ هُوَاَوْثَقُ مِنْهُ وَالْعَجَبُ مِمَّنْ غَفَلَ عَنْ ذَالِكَ مِنْهُمْ مَعَ اِعْتِرَافِهِ بِاشْتِرَاطِ اِنْتِفَاءِ الشُّذُوْذِفِيْ حَدِّالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ وَكَذَالِكَ الْحَسَنُ وَالْمَنْقُوْلُ عَنْ اَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ كَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَيَحْيَى الْقَطَّانِ وَاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَ وَيَحْيٰى بْنِ مَعِيْنٍ وَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَالْبُخَارِيِّ وَاَبِيْ زُرْعَةَ الرَّازِيِّ وَاَبِيْ حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيِّ وَالدَّارِ قُطْنِيِّ وَغَيْرِهِمْ اِعْتِبَارُالتَّرْجِيْحِ فِيْمَايَتَعَلَّقُ بِالزِّيَادَةِ وَغَيْرِهَاوَلَايُعْرَفُ عَنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اِطْلَاقُ قُبُوْلِ الزِّيَادَةِ

﴿ترجمہ﴾: علماء کرام کے ایک جم غفیر سے مطلقاً بغیر کسی تفصیل کے زیادتی کو قبول کرنے کا قول مشہور ہے یہ ان محدثین کے اسلوب کے مطابق نہیں ہے جو کہ صحیح کے لئے شاذ نہ ہونے کی شرط لگاتے ہیں، پھر شاذ کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ ثقہ راوی اپنے سے اوثق کی مخالفت کرے، اور حیرت ہے ان میں سے ان حضرات پر جو اس سے غافل ہیں حالانکہ وہ اس بات کے معترف ہیں کہ حدیث صحیح اور حدیث حسن میں شاذ نہ ہونے کی شرط ہے، متقدمین ائمہ حدیث مثلاً مثلاً عبد الرحمٰن بن مہدی، یحیٰی القطان، احمد بن حنبل، یحیٰی بن معین، علی بن المدینی، امام بخاری، ابوزرعہ رازی، ابوحتم، امام نسائی، دارقطنی وغیرہ رحمھم اللہ تعالیٰ سے زیادتی اور غیر زیادتی والی

روایت میں ترجیح کے طریقے کا معتبر ہونا منقول ہے ان میں سے کسی سے بھی زیادتی کو مطلقاً قبول کرنے کا قول منقول نہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَاشْتُهِرَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ راوی کی زیادتی کو مطلقاً قبول کرنے کا حکم بیان کرنا ہے، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت سے راوی کی زیادتی کو مطلقاً (خواہ وہ اوثق کے مخالف ہو یا نہ ہو) قبول کرنے کا قول مشہور ہے مگر یہ قول مشہور درست نہیں۔

❁ جمہور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ثقہ راوی کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی۔

❁ کیونکہ حدیث مقبول! حدیث صحیح اور حدیث حسن میں منحصر ہے، اور ان دونوں میں عدم شذوذ بھی معتبر ہے، اب اگر مطلقاً زیادتی کو قبول کرنے کا قول تسلیم کیا جائے تو ایسی صورت میں حدیث مقبول! حدیث صحیح اور حدیث حسن میں منحصر نہیں ہوگی، بلکہ مقبول شاذ کو بھی شامل ہو جائے گی، یعنی جیسے صحیح اور حسن کو قبول کیا جاتا ہے ویسے ہی شاذ کو بھی قبول کیا جائے گا جس سے شاذ کے مدمقابل خبر محفوظ کو رد کرنا لازم آئے گا جو کہ خلاف اصل ہے۔

وَلَا يَتَأَتّٰى ذٰلِكَ عَلٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ مطلقاً راوی کی زیادتی کو قبول کرنے کا قول محدثین کے اسلوب کے مطابق صحیح نہیں ہے کیونکہ ائمہ حدیث صحیح اور حسن میں عدم شذوذ کو شرط قرار دیتے ہیں کہ وہ خبر یا اس کا راوی شاذ نہ ہو اور پھر شذوذ کو تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے تو یہ شذوذ ہے۔

❁ پس اگر مطلقاً زیادتی کو قبول کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم روایت شاذہ کو بھی قبول کر لیں، حالانکہ محدثین کرام روایت شاذہ کو اور شاذ کے راوی کو قبول نہیں کرتے۔

وَالْعَجَبُ مِمَّنْ غَفَلَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان محدثین کرام کی غلطی کی نشاندہی کرنی ہے جو کہتے ہیں کہ راوی کی زیادتی کو مطلقاً قبول کر لیا جائے گا، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو حدیث صحیح اور حدیث حسن کی تعریف میں عدم شذوذ کے شرط ہونے کی بات کرتے ہیں مگر غفلت کی وجہ سے راوی کی زیادتی کو مطلقاً قبول کرنے کی بات بھی کر لیتے ہیں،

یعنی ان کی ان دونوں باتوں میں منافات ہے۔

وَالْمَنْقُوْلُ عَنْ اَئِمَّةِ الخ: متقدمین ائمہ حدیث سے منقول ہے کہ منافات کی صورت میں مطلقاً راوی کی زیادتی کو قبول

نہیں کیا جائے گا بلکہ ترجیح دی جائے گی۔

یَحْییٰ بْنِ مَعِیْن:

ان کی کنیت ابوزکریا ہے، یہ بغداد کے رہنے والے تھے، 185 ہجری میں پیدا ہوئے، ان کی کتاب تاریخ یحییٰ بن معین فی احوال الرجال ایک عمدہ کتاب ہے 233 ہجری میں بغداد سے حج کے لئے تشریف لے گئے، پہلے مدینہ منورہ گئے، وہاں حضور اکی بارگاہ میں حاضری کے بعد خانہ کعبہ شریف کا قصد کیا، پہلی منزل میں جو نیند آئی تو غیب سے آواز آئی، کہ ابوزکریا! ہماری ہمسائیگی چھوڑے کہا جا رہے ہو؟ سمجھ گئے کہ یہ آقا ﷺ کا فرمان ہے، اور حضور ﷺ مجھے ابھی اپنے پاس ٹھہرنے کا حکم فرما رہے ہیں، فوراً واپس مدینہ پاک پلٹے اور مدینہ پاک میں اقامت فرمائی، اور پھر تیسرے روز آپ کا انتقال ہو گیا، پھر آپ کو یہ بھی سعادت ملی کہ جس چارپائی پر غسل آخری حضور ﷺ کو ہوا اسی چارپائی پر سیدنا یحییٰ بن معین کو بھی غسل دیا گیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

بعض شوافع کا رد

﴿عبارت﴾: وَاَعْجَبُ مِنْ ذَالِكَ اِطْلَاقُ كَثِيْرٍ مِّنَ الشَّافِعِيَّةِ الْقَوْلَ بِقُبُوْلِ زِيَادَةِ الثِّقَةِ مَعَ اَنَّ نَصَّ الشَّافِعِيِّ يَدُلُّ عَلٰى غَيْرِ ذَالِكَ فَاِنَّهٗ قَالَ فِيْ اَثْنَاءِ كَلَامِهٖ عَلٰى مَايُعْتَبَرُ بِهٖ حَالُ الرَّاوِيْ فِي الضَّبْطِ مَانَصُّهٗ وَيَكُوْنُ اِذَا شَرِكَ اَحَدًامِّنَ الْحُفَّاظِ لَمْ يُخَالِفْهُ فَاِنْ خَالَفَهٗ فَوُجِدَ حَدِيْثُهٗ اَنْقَصَ كَانَ فِيْ ذَالِكَ دَلِيْلٌ عَلٰى صِحَّةِ مَخْرَجِ حَدِيْثِهٖ وَمَتٰى خَالَفَ مَاوَصَفَ اَضَرَّ ذَالِكَ بِحَدِيْثِهٖ اِنْتَهٰى كَلَامُهٗ

﴿ترجمہ﴾: اور اس سے بڑھ کر تعجب خیز اور حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ اکثر شوافع حضرات سے ثقہ راوی کی زیادتی کو مطلقاً قبول کرنے کا قول منقول ہے، حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے صراحۃً اس کے خلاف منقول ہے، امام شافعی نے اس بحث میں کہ جہاں انہوں نے راوی کے ضبط کی بات کی ہے فرمایا ہے ''کہ جب کوئی راوی کسی حافظ کے ساتھ روایت میں شریک ہو تو اس کی مخالفت نہ کرے اگر اس نے اس کی مخالفت کی اور اس راوی کی حدیث میں کمی ہوئی تو یہ صحت تخریج کی دلیل ہوگی کہ اس کی حدیث صحیح ہے اور اگر اس نے مخالفت کی کسی اور طرح سے تو یہ اس کی روایت کے لئے مضر ہوگی''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

﴿تشریح﴾:

وَاَعْجَبُ مِنْ ذَالِكَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان بعض شوافع کا رد کرنا ہے کہ "جنہوں نے مطلقاً راوی کی زیادتی کو قبول کرنے کا قول کیا ہے" علامہ ابن حجر فرمارہے ہیں کہ خود امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اسے یعنی مطلقاً راوی کی زیادتی کو قبول نہیں کیا ان کے پیروکار کس طرح قبول کر رہے ہیں؟ یہ بات تو ان کی تقلید کے ہی خلاف ہے۔

فَاِنَّهٗ قَالَ فِی اَثْنَاءِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس بات پر دلیل دینا ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے کہاں اور کیسے فرمایا ہے کہ ثقہ راوی کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی۔

چنانچہ علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ ضبطِ راوی کی بحث میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی راوی کسی حافظ حدیث کے ساتھ روایتِ حدیث میں شریک ہو جائے تو اس راوی کو چاہیئے کہ حتی الامکان اس حافظ کی مخالفت نہ کرے، اگر اس نے مخالفت کردی تو اس راوی کی حدیث کو دیکھا جائے گا کہ اس کی بیان کردہ حدیث حافظ کی حدیث سے کم ہے یا زیادہ! اگر کم ہوئی تو اسے صحیح مانا جائے گا اور اگر اس راوی کی بیان کردہ حدیث حافظ کی حدیث کی بنسبت زیادتی پر مشتمل ہوئی تو پس اس زیادتی کی وجہ سے اس کی حدیث کو نقصان وضرر پہنچے گا یعنی اس کی زیادتی کو رد کر دیا جائے گا۔

مثلاً اگر ایک روایت کے راوی دو ہوں ایک حافظِ حدیث اور دوسرا غیر حافظِ حدیث اب اگر غیر حافظ حدیث !حافظِ حدیث کی بنسبت کم الفاظ روایت کرے تو یہ اس کے محتاط ہونے کی دلیل ہوگی، اور اگر غیر حافظ حدیث نے حافظِ حدیث کی کسی طریقے سے مخالفت کردی مثلاً اس کی بنست زیادہ الفاظ بیان کر دیئے تو ایسا کرنا اس کی زیادتی کے لئے ضرر رساں ہوگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ

﴿عبارت﴾: وَمُقْتَضَاهُ اَنَّهٗ اِذَا خَالَفَ فَوَجَدَ حَدِيْثَهٗ اَزْيَدَ اَضَرَّ ذَالِكَ بِحَدِيْثِهٖ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ زِيَادَةَ الْعَدْلِ عِنْدَهٗ لَا يَلْزَمُ قُبُوْلُهَا مُطْلَقًا وَاِنَّمَا يُقْبَلُ مِنَ الْحَافِظِ فَاِنَّهٗ اعْتَبَرَ اَنْ يَكُوْنَ حَدِيْثُ هٰذَا الْمُخَالِفِ اَنْقَصَ مِنْ حَدِيْثِ مَنْ خَالَفَهٗ مِنَ الْحُفَّاظِ وَجَعَلَ نُقْصَانَ هٰذَا الرَّاوِیْ مِنَ الْحَدِيْثِ دَلِيْلًا عَلٰى صِحَّتِهٖ لِاَنَّهٗ يَدُلُّ عَلٰى تَحَرِّيْهِ وَجَعَلَ مَا عَدَا ذَالِكَ مُضِرًّا بِحَدِيْثِهٖ فَدَخَلَتْ فِيْهِ الزِّيَادَةُ فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مَقْبُوْلَةً مُطْلَقًا لَمْ تَكُنْ مُضِرَّةً

بِحَدِيْثِ صَاحِبِهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: امام شافعی علیہ الرحمۃ کے کلام کا مقتضی یہ ہے کہ جب کوئی راوی کسی حافظ حدیث کی مخالفت کرے اور وہ راوی اپنی حدیث کو اس کی حدیث کی بنسبت زیادہ پائے تو یہ زیادتی اس کی حدیث کو نقصان پہنچائیگی، پس اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ہاں ثقہ کی زیادتی کو مطلقاً قبول کرنا لازمی نہیں، ہاں البتہ ثقہ حافظ کی زیادتی قبول کی جاتی ہے، پس امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ اس مخالف راوی کی حدیث حافظ کی حدیث کے مقابلے میں کم ہو جس کی اس نے مخالفت کی۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اسی کمی روایت کو ہی اس راوی کی حدیث کے لئے صحت کی دلیل قرار دیا ہے، کیونکہ یہ چیز اس کے محتاط ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اس کے علاوہ صورت کو اس مخالف راوی کی حدیث کے لئے مضر قرار دیا ہے چنانچہ اس اضرار میں زیادتی بھی داخل ہوگی، پس اگر امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ہاں راوی کی زیادتی مطلقاً قبول کی جاتی تو یہ زیادتی اپنے راوی کی حدیث کے لئے مضر نہ قرار پاتی۔

﴿تشریح﴾:

وَمُقْتَضَاهُ اَنَّهُ اِذَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل میں بیان کردہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے کلام کا خلاصہ پیش کرنا ہے کہ ان کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادتی اس کی اپنی حدیث کے لئے نقصان دہ ہے، گویا ان کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں کی جاتی، (بلکہ صرف حافظ کی زیادتی قبول کی جاتی ہے) کیونکہ اگر ثقہ راوی کی زیادتی مطلقاً قبول کی جاتی تو امام شافعی علیہ الرحمۃ اس زیادتی کو اس ثقہ راوی کی حدیث کے لئے نقصان دہ نہ قرار دیتے۔

تو جب امام شافعی علیہ الرحمۃ مطلقاً زیادتی کو قبول نہیں فرماتے تو پھر مسلک شافعی کے حاملین نے مطلقاً زیادتی کو قبول کیسے کرلیا؟ یہ عجیب بات ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر محفوظ، شاذ، معروف و منکر کا بیان

﴿عبارت﴾: (فَاِنْ خُوْلِفَ بِاَرْجَحَ) مِنْهُ لِمَزِيْدِ ضَبْطٍ اَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحَاتِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ (اَلْمَحْفُوْظُ وَمُقَابِلُهُ) وَهُوَ الْمَرْجُوْحُ يُقَالُ لَهُ (الشَّاذُّ) ۔

﴿ترجمہ﴾: پس اگر ثقہ راوی کی طرف سے کسی ایسے ارجح کی مخالفت کی جائے جو ضبط یا کثرت عدد یا اس کے

علاوہ کسی اور وجوہ ترجیح میں اس سے راجح ہو تو راجح کی حدیث کو محفوظ اور اس کے مقابل یعنی مرجوح کی حدیث کو شاذ کہا جائے گا۔

﴿تشریح﴾:

(فَاِنْ خُوْلِفَ بِاَرْجَحَ) الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مخالفت کے اعتبار سے خبر کی تقسیم کرنی ہے کہ اس اعتبار سے خبر کی چار قسمیں ہیں۔ محفوظ، شاذ، معروف، منکر۔ کیونکہ مخالفت کی دو صورتیں ہیں۔

1- کہ یا ثقہ راوی کی روایت اپنے سے اوثق راوی (مثلاً وہ راوی ضبط میں پختگی والا ہو یا اس کی روایت کے طرق زیادہ ہوں) کی روایت کے خلاف ہوگی۔

2- یا ضعیف راوی کی روایت کسی ثقہ راوی کی روایت کے خلاف ہوگی.

✿ پہلی صورت میں ثقہ راوی کی روایت کو خبر شاذ کہیں گے اور اوثق راوی کی روایت کو خبر محفوظ کہیں گے۔

✿ اور دوسری صورت میں ضعیف راوی کی روایت کو خبر منکر کہیں گے اور ثقہ راوی کی روایت کو خبر معروف کہیں گے۔

☆ اس مقام پر صرف معروف اور شاذ کا ذکر ہے منکر اور معروف کا ذکر عنقریب آگے ہوگا۔

نوٹ: خبر محفوظ کا حکم یہ ہے کہ وہ خبر! مقبول ہوتی ہے اور خبر شاذ کا حکم یہ ہے کہ یہ خبر مردود ہوتی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث محفوظ اور حدیث شاذ کی مثال

﴿عبارت﴾: مِثَالُ ذَالِكَ مَارَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِوبْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَوْسَجَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا تُوُفِّيَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا اِلَّامَوْلٰى هُوَاَعْتَقَهُ الْحَدِيْثُ وَتَابَعَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَلٰى وَصْلِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ وَغَيْرُهٗ وَخَالَفَهٗ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ فَرَوَاهُ عَنْ عَمْرِوبْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ، وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ اَلْمَحْفُوْظُ حَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ اِنْتَهٰى كَلَامُهٗ فَحَمَّادُبْنُ زَيْدٍ مِنْ اَهْلِ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَمَعَ ذَالِكَ رَجَّحَ اَبُوْحَاتِمٍ رِوَايَةَ مَنْ هُمْ اَكْثَرُ عَدَدًامِنْهُ وَعُرِفَ مِنْ هٰذَاالتَّقْرِيْرِ اَنَّ الشَّاذَّ مَارَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفًالِمَنْ هُوَاَوْلٰى مِنْهُ وَهٰذَاهُوَالْمُعْتَمَدُ فِيْ تَعْرِيْفِ الشَّاذِ بِحَسْبِ الْاِصْطِلَاحِ

﴿ترجمہ﴾: اس کی مثال وہ حدیث پاک ہے جسے امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ابن عیینہ کی سند (

عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَوْسَجَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.) سے بیان کیا کہ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں ایک شخص کی وفات ہوئی اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا تھا سوائے ایک غلام کے جس کو اس نے آزاد کر دیا ہوا تھا، ابن جریج وغیرہ نے اسے متصل کرنے میں ابن عیینہ کی متابعت کی ہے، اور حماد بن زید نے اس (کے اتصال) کی مخالفت کی ہے، (اس طرح کہ) انہوں نے اسے عمرو بن دینار سے اور انہوں نے عوسجہ سے روایت کیا ہے اور عبداللہ ابن عباس کا ذکر نہیں کیا، امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے امام حاتم کا کلام ختم ہوا، اب حماد ابن زید اہل عدالت اور ضبط میں سے ہے لیکن پھر بھی ابو حاتم نے اس روایت کو ترجیح دی جو تعداد کے اعتبار سے اس سے اکثر ہے، اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ شاذ وہ روایت ہے جسے مقبول راوی اپنے سے اولیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے، اصطلاحاً شاذ کی یہی تعریف ہی قابل اعتماد ہے۔

﴿ تشریح ﴾:

مِثَالُ ذَالِكَ مَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث محفوظ اور حدیث شاذ کی مثال دینا ہے

کہ امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ایک روایت بیان کی ابن عیینہ سے جس کو ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت کیا، اور انہوں نے عوسجہ سے، اور عوسجہ نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا۔

اَنَّ رَجُلًا تُوُفِّيَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا اِلَّا مَوْلٰى هُوَ اَعْتَقَهُ الْحَدِيْث

یہی حدیث حماد بن زید نے عمرو بن دینار سے روایت کی، اور انہوں نے عوسجہ سے روایت کی پھر آگے اس سند میں عبداللہ ابن عباس کا ذکر نہیں ہے۔

امام ابو حاتم ابن عیینہ کی حدیث کو محفوظ اور اور حماد بن زید کی حدیث کو شاذ قرار دیا ہے کیونکہ ابن عیینہ کی سند کی متابعت وموافقت ابن جریج وغیرہ نے کی ہے یعنی اسی حدیث کو ابن جریج نے یا تو ابن عیینہ کے شیخ عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے یا اسے ابن عیینہ کے شیخ الشیخ عوسجہ سے روایت کیا ہے، بہر دو صورت ابن جریج نے اس حدیث کو عبداللہ ابن عباس تک متصل کرنے میں ابن عیینہ کی متابعت وموافقت کی ہے پس اس متابعت وموافقت کی وجہ سے ابن عیینہ کی سند کو تقویت مل گئی۔

جبکہ حماد بن زید نے ابن عیینہ کی سند کی مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے عوسجہ کے بعد عبداللہ ابن عباس کا ذکر ہی نہیں کیا، یعنی ابن عیینہ کی سند متصل ہے اور حماد بن زید کی سند منقطع ہے۔

فَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ مِنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ابن عیینہ کی حماد بن زید پر وجہ ترجیح بیان کرنی ہے۔

اگر چہ حماد بن زید بھی اہل عدالت وضبط ہیں لیکن پھر بھی ان کی روایت کو امام ابو حاتم نے مرجوح اور شاذ قرار دیا ہے، اور

ابن عیینہ کی روایت کو راجح اور محفوظ قرار دیا ہے، اس لئے کہ ابن عیینہ کی سند میں روایوں کی کثرت پائی جارہی ہے جو کہ حماد بن زید کی سند میں نہیں پائی جارہی۔

خبر معروف اور خبر منکر کی تعریف اور ان کی مثال

﴿عبارت﴾: وَاِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ (مَعَ الضُّعْفِ، فَالرَّاجِحُ) يُقَالُ لَهُ (الْمَعْرُوْفُ وَمُقَابِلُهُ) يُقَالُ لَهُ (الْمُنْكَرُ) مِثَالُ مَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيِّبِ بْنِ حَبِيْبٍ وَهُوَ اَخُوْ حَمْزَةَ بْنِ حَبِيْبٍ الزَّيَّاتِ الْمُقْرِیْ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ هُوَ مُنْكَرٌ لِاَنَّ غَيْرَهُ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ مَوْقُوْفًا وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ وَعُرِفَ بِهٰذَا اَنَّ بَيْنَ الشَّاذِّ وَالْمُنْكَرِ عُمُوْمًا وَخُصُوْصًا مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّ بَيْنَهُمَا اِجْتِمَاعًا فِیْ اِشْتِرَاطِ الْمُخَالَفَةِ وَافْتِرَاقًا فِیْ اَنَّ الشَّاذَّ رِوَايَةُ ثِقَةٍ اَوْ صَدُوْقٍ وَالْمُنْكَرُ رِوَايَةُ ضَعِيْفٍ وَقَدْ غَفَلَ مَنْ سَوّٰى بَيْنَهُمَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: اور اگر ضعف راوی کے ساتھ مخالفت واقع ہو، تو راجح کی خبر کو معروف اور اس کے مقابل مرجوح کی خبر کو منکر کہیں گے، اور اس کی مثال وہ روایت ہے جسے ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب (جو حمزہ بن حبیب کے بھائی ہیں) سے روایت کیا ہے، انہوں نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے، انہوں عیزار بن حریث سے روایت کیا ہے، انہوں نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز قائم کرے، زکوۃ دے، حج کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے اور مہمان کو کھانا کھلائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا، امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ حبیب راوی کے علاوہ تمام ثقہ راویوں نے اس کو ابواسحاق سے موقوفاً روایت کیا ہے اور وہ موقوفاً روایت ہی خبر معروف ہے۔ اس بحث سے معلوم ہو کہ شاذ اور منکر کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان مادہ اجتماعی مخالفت کی شرط ہے، اور افتراقی مادہ یہ ہے کہ خبر شاذ یا تو ثقہ راوی کی ہوتی ہے یا راوی صدوق (وہ جو جھوٹ کو نقل تو نہ کرے لیکن ہو غیر ضابط) کی، اور خبر منکر ضعیف راوی کی ہوتی ہے اور جس نے ان دونوں کو مساوی قرار دیا ہے یہ اس کی غفلت کا نتیجہ ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر معروف اور خبر منکر کی تعریف اور ان کی مثال بیان کرنی ہے کہ اگر ضعیف راوی! ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو ثقہ راوی کی روایت راجح ہوگی، اور اس کی روایت خبر معروف کہلائے گی، اور ضعیف راوی کی روایت مرجوح ہوگی اور اسے خبر منکر کہا جائے گا۔

✿ اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند عَنْ حُبَيْبِ بْنِ حَبِيْبٍ وَهُوَ اَخُوْ حَمْزَةَ بْنِ حَبِيْبٍ الزَّيَّاتِ الْمُقْرِئِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سے روایت کیا کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ

✿ اس روایت کو امام ابو اسحٰق کے تلامذہ میں سے صرف حبیب ابن حبیب نے مرفوعاً ذکر کیا ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا جبکہ ابو اسحٰق کے دیگر شاگردوں نے اسے موقوف علی ابن عباس کے طور پر ہی روایت کیا ہے۔

✿ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک باعتبار سند مرفوع کے منکر ہے اور باعتبار سند موقوف کے معروف ہے۔

وَعُرِفَ بِهٰذَا اَنَّ بَيْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث شاذ اور منکر میں فرق بیان کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ علامہ ابن صلاح کا رد کرنا ہے۔ کہ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حدیث شاذ اور حدیث منکر کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے یاد رہے یہاں عموم وخصوص من وجہ سے مناطقہ کی وہ خاص اصطلاح مراد نہیں کہ جہاں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہوتے ہیں، بلکہ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک لحاظ سے اجتماع ہوگا اور ایک اعتبار سے دونوں میں افتراق ہوگا، اور یہاں ایسا ہی ہے کہ دونوں میں اوثق راوی کی مخالفت ہوتی ہے اس امر میں دونوں کا اجتماع ہے، اور افتراق اس امر میں ہے کہ شاذ کا راوی ثقہ ہوتا ہے اور منکر کا راوی ضعیف ہوتا ہے۔

✿ حدیث شاذ اور حدیث منکر کے مابین فرق بیان کرنے سے علامہ ابن صلاح کا بھی رد ہو گیا کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ یہ دونوں مساوی و برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

متابعت کی تعریف اور اس کی اقسام کا بیان

﴿عبارت﴾: وَمَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ (الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ اِنْ) وُجِدَ بَعْدَ ظَنِّ كَوْنِهِ فَرْدًا قَدْ (وَافَقَهُ غَيْرُهُ هُوَ الْمُتَابِعُ) بِكَسْرِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْمُتَابَعَةُ عَلٰى مَرَاتِبَ اِنْ حَصَلَتْ لِلرَّاوِيْ نَفْسِهِ

فَهِيَ التَّامَّةُ وَإِنْ حَصَلَتْ لِشَيْخِهٖ فَمَنْ فَوْقَهٗ فَهِيَ الْقَاصِرَةُ وَيُسْتَفَادُ مِنْهَا التَّقْوِيَةُ

﴿ترجمہ﴾: جس فردِ نسبی کا پہلے ذکر ہوا، اس کو فرد گمان کرنے کے بعد اگر دوسرا راوی اس کی موافقت کرے، تو دوسرا راوی متابِع بالکسر کہلاتا ہے اور متابعت کے کچھ مراتب ہیں اور اگر عین اسی راوی میں متابعت پائی جائے تو یہ متابعتِ تامہ ہے اور اگر راوی کے استاذ یا اس سے اوپر متابعت پائی جائے تو یہ متابعتِ قاصرہ ہے اس سے روایت کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَمَاتَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متابعت کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرنی ہیں۔

✿ ماقبل میں آپ نے خبر غریب کے ذکر میں یہ جان لیا ہے کہ غرابت کی دو قسمیں ہیں

(۱) فردِ مطلق۔ (۲) فردِ نسبی۔ اگر سند کے شروع میں یعنی طبقہ تابعین میں غرابت ہو تو اسے فردِ مطلق کہتے ہیں اور ابتدائے سند میں تو غرابت نہ ہو بلکہ وسطِ سند یا آخر سند میں غرابت ہو تو اسے فردِ نسبی کہتے ہیں۔

☆ یاد رہے لغت کے اعتبار سے غریب اور فرد دونوں لفظ مترادف ہیں مگر محدثین عموماً فرد کا لفظ فردِ مطلق کے لئے اور غریب کا لفظ فردِ نسبی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

متابعت کی تعریف

غریب یعنی فردِ نسبی کا کوئی موافق مل جائے تو اس موافق کو متابِع (بکسر الباء) اور موافقت کو متابعت کہتے ہیں۔ اور اس سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔

❁ پھر متابعت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) متابعتِ تامہ۔ (۲) متابعتِ قاصرہ۔

1- اگر متفرد راوی حدیث کے لئے متابِع پایا جائے تو یہ متابعتِ تامہ ہے۔

2- اور گر متفرد راوی کے شیخ یا اوپر کے کسی راوی کے لئے متابِع پایا جائے تو یہ متابعتِ قاصرہ ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

متابعتِ تامہ کی مثال

﴿عبارت﴾: مِثَالُ الْمُتَابَعَةِ التَّامَّةِ مَارَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي الْأُمِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَاتَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ

فَهٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ ظَنَّ قَوْمٌ اَنَّ الشَّافِعِيَّ تَفَرَّدَ بِهٖ عَنْ مَالِكٍ فَعَدُّوْهُ فِيْ غَرَائِبِهٖ لِاَنَّ اَصْحَابَ مَالِكٍ رَوَوْهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ بِلَفْظِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ لٰكِنْ وَجَدْنَا لِلشَّافِعِيِّ مُتَابِعًا وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ كَذٰلِكَ اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ عَنْهُ عَنْ مَالِكٍ وَهٰذِهٖ مُتَابَعَةٌ تَامَّةٌ

﴿ترجمہ﴾: متابعت تامہ کی مثال وہ روایت ہے جسے امام شافعی نے کتاب الام میں امام مالک سے روایت کیا، انہوں نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا اور انہوں عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ کبھی 29 دن کا بھی ہوتا ہے پس تم روزہ نہ رکھو یہاںتک کہ چاند کو دیکھ لو، اور افطار نہ کرو یہاںتک کہ اسے دیکھ لو، اور اگر وہ تم بادل کی وجہ سے چھپ جائے تو 30 دن پورے کرلو۔

اس حدیث کو امام مالک سے روایت کرنے میں ایک جماعت کا گمان تھا کہ امام شافعی اسے بیان کرنے میں متفرد ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اسے غرائب شافعی میں شمار کیا، کیونکہ امام مالک کے باقی شاگردوں نے اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ ان الفاظ "فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ" سے روایت کیا ہے، لیکن ہمیں امام شافعی کا ایک متابع مل گیا وہ عبداللہ بن مسلمہ القعنبی ہے، امام بخاری نے اس سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس نے امام مالک سے اور یہ متابعت تامہ ہے۔

﴿تشریح﴾:

مِثَالُ الْمُتَابَعَةِ التَّامَّةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متابعت تامہ کی مثال بیان کرنی ہے۔

کتاب الام میں امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث پاک اس طرح ذکر کی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ

امام مالک علیہ الرحمۃ کے تمام شاگردوں میں سے صرف امام شافعی نے اس حدیث کو ان الفاظ یعنی فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ امام مالک کے دیگر شاگردوں نے اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ فَاقْدِرُوْا لَهٗ کے الفاظ سے روایت کیا ہے، اسی وجہ سے بعض محدثین کرام کو یہ وہم ہوگیا کہ شاید امام شافعی نے تفرد اختیار کیا ہے وہ اسے امام شافعی کے تفردات اور غرائب میں شمار کرنے لگے۔

لیکن یہ صرف وہم ہی تھا اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا کیونکہ ہمیں امام شافعی کا ایک متابع اور موافق راوی

مل گیا، وہ حضرت عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ہیں، چنانچہ امام بخاری نے اسی روایت کو عبداللہ بن مسلمہ قعنبی سے روایت کیا اور انہوں نے امام مالک سے روایت کیا تو چونکہ یہاں متفرد راوی حدیث (امام شافعی) کے لئے متابع پایا گیا ہے اس لئے یہ متابعت تامہ ہے۔

متابعت قاصرہ کی دو مثالیں

﴿عبارت﴾: وَوَجَدْنَا لَهُ اَيْضًا مُتَابَعَةً قَاصِرَةً فِيْ صَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ مِنْ رِوَايَةِ عَاصِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِلَفْظِ فَكَمِّلُوْا ثَلَاثِيْنَ وَفِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِلَفْظِ فَاقْدِرُوْا ثَلَاثِيْنَ وَلَا اقْتِصَارَ فِيْ هٰذِهِ الْمُتَابَعَةِ سَوَاءٌ كَانَتْ تَامَّةً اَوْ قَاصِرَةً عَلَى اللَّفْظِ بَلْ لَوْ جَاءَتْ بِالْمَعْنٰى لَكَفٰى مُخْتَصَّةٌ بِكَوْنِهَا مِنْ رِوَايَةِ ذٰلِكَ الصَّحَابِيِّ

﴿ترجمہ﴾: اور ہم نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کی متابعت قاصرہ بھی پائی، جو کہ صحیح ابن خزیمہ میں عاصم ابن محمد کی روایت ہے انہوں نے اپنے والد محمد بن زید سے روایت کیا، انہوں نے اپنے دادا عبداللہ ابن عمر سے ان لفظوں کے ساتھ روایت کیا کہ فَكَمِّلُوْا ثَلَاثِيْنَ اور صحیح مسلم میں عبیداللہ بن عمر! نافع سے روایت کرتے ہیں، اور وہ عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں ان لفظوں کے ساتھ کہ فَاقْدِرُوْا ثَلَاثِيْنَ اور اس متابعت میں کوئی حصر نہیں خواہ تامہ ہو یا قاصرہ ہو خواہ اسی لفظ کے ساتھ آئے یا معنیٰ کے ساتھ، لیکن یہ ضروری ہے کہ متابعت والی روایت اسی صحابی سے مروی ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَوَجَدْنَا لَهُ اَيْضًا مُتَابَعَةً الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متابعت قاصرہ کی دو مثالیں بیان کرنی ہیں۔

1- صحیح ابن خزیمہ میں مذکورہ روایت (عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ) کی سند میں امام شافعی کا متابع پایا جا رہا ہے لیکن وہ متابعت تامہ نہیں بلکہ قاصرہ ہے کیونکہ وہاں متفرد راوی حدیث (امام شافعی) کے لئے متابع نہیں پایا جا رہا بلکہ امام شافعی کے شیخ الشیخ عبداللہ بن دینار کا متابع! محمد بن زید پایا جا رہا ہے، اور متفرد راوی کے شیخ یا اوپر کے کسی راوی کے لئے متابع پایا جائے تو یہ متابعت قاصرہ ہے۔

2- صحیح مسلم میں اسی روایت کو ان الفاظ یعنی فَاقْدِرُوْا ثَلَاثِيْنَ کے ساتھ عبداللہ ابن عمر سے عبداللہ بن دینار کی بجائے

حضرت نافع نے روایت کیا ہے تو چونکہ یہاں بھی حضرت نافع نے امام شافعی کے شیخ الشیخ یعنی عبداللہ بن دینار سے موافقت کی ہے لہٰذا یہ بھی متابعتِ قاصرہ ہے۔

وَلَا اقْتِصَارَ فِیْ هٰذِهٖ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ کی بیان کردہ مثالوں میں متابعتِ تامہ میں متنِ حدیث کی متنِ حدیث سے لفظی ومعنوی مناسبت ہے لیکن مناسبتِ قاصرہ میں لفظی مناسبت نہیں ہے بلکہ معنوی مناسبت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ متابعتِ تامہ میں تو متن کی متن سے مناسبت لفظی ومعنوی ضروری ہے لیکن متابعتِ قاصرہ میں مناسبت لفظی ضروری نہیں؟

﴿جواب﴾: متابعتِ تامہ ہو یا متابعتِ قاصرہ لفظاً مطابقت ضروری نہیں بلکہ متابع کی روایت بالمعنیٰ بھی ہو تو بھی کام چل جاتا ہے ضروری صرف ایک بات ہے مُتَابِع (بالکسر) کی روایت اسی صحابی سے مروی ہو جس سے مُتَابَع (بالفتح) کی روایت مروی ہو، کیونکہ صحابی کی تبدیلی سے وہ روایت متابع نہیں رہے گی بلکہ شاہد بن جائے گی، جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

شاہد کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاِنْ وُجِدَ مَتْنٌ يُرْوٰى مِنْ حَدِيْثِ صَحَابِيٍّ اٰخَرَ (يُشْبِهُهٗ) فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى اَوْفِي الْمَعْنٰى فَقَطْ (فَهُوَ الشَّاهِدُ) وَمِثَالُهٗ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ قَدَّمْنَاهُ مَارَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ سَوَاءً فَهٰذَا بِاللَّفْظِ وَاَمَّا بِالْمَعْنٰى فَهُوَ مَارَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ وَخَصَّ قَوْمٌ الْمُتَابَعَةَ بِمَاحَصَلَ بِاللَّفْظِ سَوَاءٌ كَانَ مِنْ رِوَايَةِ ذَالِكَ الصَّحَابِيِّ اَمْ لَا وَالشَّاهِدُ بِمَاحَصَلَ بِالْمَعْنٰى كَذَالِكَ وَقَدْ يُطْلَقُ الْمُتَابَعَةُ عَلَى الشَّاهِدِ وَبِالْعَكْسِ وَالْاَمْرُ فِيْهِ سَهْلٌ

﴿ترجمہ﴾: اگر دوسرے صحابی سے روایت کردہ ایسا متن مل گیا جو کسی (حدیث فرد) کے ساتھ لفظی اور معنوی یا صرف معنوی مشابہت رکھتا ہو تو اسے شاہد کہتے ہیں اس کی مثال اس حدیث میں جسے ہم بیان کر چکے ہیں وہ ہے جسے امام نسائی نے محمد بن جبیر سے روایت کیا انہوں نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا، انہوں نے رسول پاک ﷺ سے روایت کیا، محمد بن جبیر نے عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر والی سند کی روایت کے لفظاً (ومعنیً) مشابہہ روایت ذکر کی ہے۔

اور معنی میں مشابہت کی مثال وہ روایت ہے جس کو امام بخاری نے محمد بن زیاد سے روایت کیا، اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا، ان لفظوں کے ساتھ کہ" فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ "بعض لوگوں نے متابعت کو اس مشابہت کے ساتھ خاص کیا ہے جو لفظاً حاصل ہو خواہ اسی صحابی سے مروی ہو یا مروی نہ ہو اور شاہد کو اس مشابہت سے خاص کیا ہے جو معنیً حاصل ہو خواہ اسی صحابی سے مروی ہو یا نہ ہو اور کبھی کبھی شاہد پر متابعت کا بھی اطلاق کر دیا جاتا ہے اور کبھی عکس کے ساتھ مگر اس کا معاملہ آسان ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ وُجِدَ مَتْنٌ يُرْوٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ شاہد کی تعریف اور اس کی مثالیں بیان کرنی ہیں۔

شاہد کی تعریف:

وہ متن حدیث جو دوسرے متن حدیث کے ساتھ لفظاً اور معنیً دونوں طرح یا صرف معنیً مشابہت رکھتا ہو اور دونوں متن دو الگ الگ صحابیوں سے مروی ہوں۔

❁ جیسے ماقبل میں بیان حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ

اس حدیث کا شاہد وہ حدیث ہے جسے امام نسائی نے محمد بن جبیر سے، اور انہوں نے عبد اللہ ابن عباس سے ہو بہو انہیں الفاظ کے ساتھ روایت کیا، بس فرق اتنا سا ہے کہ پہلی حدیث میں مذکور صحابی حضرت عبد اللہ بن عمر ہیں، اور دوسری حدیث کے صحابی حضرت عبد اللہ بن عباس ہیں، اور یہی فرق ہونا شاہد کے وجود کے لئے شرط بھی ہے، الغرض! یہ لفظی و معنوی دونوں اعتبار سے شاہد کی مثال ہے۔

❁ شاہد معنوی کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے محمد بن زیاد سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ان لفظوں کے ساتھ کہ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ یہ متن حدیث صرف معنوی طور پر امام شافعی والی حدیث (عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ) سے مشابہت رکھتا ہے، لہذا یہ متن حدیث (فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ) بھی امام شافعی والی حدیث کے لئے شاہد متصور ہوگا۔ وَخَصَّ قَوْمٌ الْمُتَابَعَةَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متابعت اور شاہد کی تعریف کے سلسلے میں بعض

ائمہ کرام کا قول پیش کرنا ہے جنہوں نے جمہور سے اختلاف کیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض ائمہ کرام نے متابعت اور شاہد میں فرق اس طرح کیا ہے کہ متابعت کو لفظی موافقت کا نام دیا ہے اور شاہد کو معنوی موافقت کا نام دیا ہے، یعنی اگر لفظاً مشابہت ہو خواہ صحابی وہی ہو یا نہ ہو اسے متابع کہیں گے، اور اگر معنیً مشابہت ہو خواہ صحابی وہی ہو یا نہ ہو اسے شاہد کہیں گے۔

وَقَدْ يُطْلَقُ الْمُتَابَعَةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کبھی بیان کردہ شاہد اور متابع کے دونوں قسم کے فرق (جمہور کا بیان کردہ فرق اور بعض ائمہ کرام کا بیان کردہ فرق) کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا بلکہ متابع کا اطلاق شاہد پر اور شاہد کا اطلاق متابع پر کر دیا جاتا ہے۔

وَالْاَمْرُ فِيْهِ سَهْلٌ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل والے قول کی تائید کرنی ہے کہ چونکہ دونوں (متابع اور شاہد) سے مقصود تو روایت کی تقویت ہوتی ہے اور یہ مقصود دونوں صورتوں سے حاصل ہو جاتا ہے لہٰذا فرق کرنے کی مشکل میں کیا پڑنا ہے آسان انداز یہی ہے کہ خواہ متابع کو شاہد کہہ لیں یا شاہد کو متابع کہہ لیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اعتبار کا بیان

﴿عبارت﴾: (وَ)اِعْلَمْ اَنَّ (تَتَبُّعَ الطُّرُقِ)مِنَ الْجَوَامِعِ وَالْمَسَانِيْدِ وَالْاَجْزَاءِ(لِذَالِكَ) الْحَدِيْثِ الَّذِيْ يُظَنُّ اَنَّهٗ فَرْدٌ لِيُعْلَمَ هَلْ لَهٗ مُتَابِعٌ اَمْ لَا هُوَ(الْاِعْتِبَارُ)وَقَوْلُ ابْنِ الصَّلَاحِ مَعْرِفَةُ الْاِعْتِبَارِ وَالْمُتَابِعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ قَدْ يُوْهِمُ اَنَّ الْاِعْتِبَارَ قَسِيْمٌ لَهُمَا وَلَيْسَ كَذَالِكَ بَلْ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ اِلَيْهِمَا وَجَمِيْعُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ اَقْسَامِ الْمَقْبُوْلِ تَحْصُلُ فَائِدَةُ تَقْسِيْمِهٖ بِاعْتِبَارِ مَرَاتِبِهٖ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: جان لیں! کہ جوامع و مسانید اور اجزا سے اس حدیث کے لئے طرق کی تلاش کرنا کہ جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ یہ فرد ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی متابع (یا شاہد) ہے یا کہ نہیں، اس کا نام اعتبار ہے۔

اور علامہ ابن صلاح کا یہ قول مَعْرِفَةُ الْاِعْتِبَارِ وَالْمُتَابِعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ یہ اس بات کا وہم ڈالتا ہے (کیونکہ انہیں الْاِعْتِبَارِ وَالْمُتَابِعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ نہیں کہنا چاہیئے تھا بلکہ اِعْتِبَارِ الْمُتَابِعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ کہنا چاہیئے تھا) کہ اعتبار! متابع اور شاہد کا قسیم و مد مقابل ہے، حالانکہ بات ایسی نہیں ہے بلکہ اعتبار تو ان دونوں تک پہنچنے کی ایک صورت ہے اور مقبول کی تمام قسمیں جو ماقبل میں گزریں ان کی تقسیم کا فائدہ مراتب کے اعتبار سے معارضہ کے

وقت حاصل ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

(وَ)اِعْلَمْ اَنَّ (تَتَبُّعَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ''اعتبار'' کی تعریف کرنی ہے۔

فرد نسبی! روایت کے لئے متابع یا شاہد تلاش کرنا اور اس مقصد کے لئے حدیثوں کی سندوں کو جمع کرنا اعتبار کہلاتا ہے۔

جامع کی تعریف:

جامع کی جمع جوامع آتی ہے ہے، جامع اس کتاب حدیث کو کہا جاتا ہے جس کتاب میں آٹھ ابواب سے متعلق احادیث ہوں۔ وہ آٹھ ابواب یہ ہیں۔

1- ابواب العقائد۔ 2- ابواب الاحکام۔

3- ابواب شراط الساعة۔ 4- ابواب الآداب۔

5- ابواب التفسیر۔ 6- ابواب التاریخ والسیر۔

7- ابواب الفتن۔ 8- ابواب المناقب۔

❁ ان ابواب ثمانیہ پر امام بخاری علیہ الرحمۃ کی بخاری شریف مشتمل ہے اسی وجہ سے اسے الجامع الصحیح للبخاری کہا جاتا ہے

مسند کی تعریف:

اس کی جمع مسانید آتی ہے، مسند اس کتاب حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں ہر ہر صحابی کی علیحدہ علیحدہ مرویات جمع ہوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترتیب خواہ ان کی فضیلت کے اعتبار سے ہو یا سبقت الی الاسلام کے اعتبار سے ہو، یا ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت کے اعتبار سے ہو۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبل۔

جزء کی تعریف:

اس کی جمع اجزاء آتی ہے، جزء! اس مجموعۂ حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں کسی ایک شخصیت کی احادیث جمع ہوں خواہ وہ شخصیت! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہو یا ان کے بعد آنے والوں میں سے ہو، یا کسی ایک موضوع کے متعلق احادیث جمع ہوں۔

جیسے جزء حدیث ابی بکر، جزء رفع الیدین فی الصلوۃ للامام البخاری، جزء حدیث مالک وغیرہ۔

وَجَمِيْعُ مَا تَقَدَّمَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: خبر مقبول کی ماقبل میں بیان کردہ اقسام (مثلاً صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ وغیرہ) کا کوئی فائدہ بظاہر نظر نہیں آتا، کیونکہ وہ تمام کی تمام مقبول ہی تو ہیں۔

﴿جواب﴾: خبر مقبول کی گزشتہ تمام اقسام کا فائدہ اس وقت حاصل ہوگا جب ان اقسام کے درمیان آپس میں تقابل وتعارض ہوگا تو اس وقت ان کے مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اعلیٰ مرتبہ والی قسم کو ادنیٰ مرتبہ والی قسم پر ترجیح دی جائے گی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر مقبول کی دوسری تقسیم

﴿عبارت﴾: (ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ) يَنْقَسِمُ اَيْضًا اِلٰى مَعْمُوْلٍ بِهٖ وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِهٖ لِاَنَّهٗ (اِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ) اَیْ لَمْ يَاْتِ خَبَرٌ يُضَادُّهٗ (فَهُوَ الْمُحْكَمُ) وَاَمْثِلَتُهٗ كَثِيْرَةٌ (وَاِنْ عُوْرِضَ) فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مُعَارِضُهٗ مَقْبُوْلًا مِثْلَهٗ اَوْ يَكُوْنَ مَرْدُوْدًا وَالثَّانِیْ لَا اَثَرَ لَهٗ لِاَنَّ الْقَوِیَّ لَا يُؤَثِّرُ فِيْهِ مُخَالَفَةُ الضَّعِيْفِ وَاِنْ كَانَتِ الْمُعَارَضَةُ (بِمِثْلِهٖ) فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُمْكِنَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَدْلُوْلَيْهِمَا بِغَيْرِ تَعَسُّفٍ اَوْ لَا

﴿ترجمہ﴾: پھر حدیث مقبول ! معمول بہ اور غیر معمول بہ کی طرف بھی منقسم ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ معارضہ سے سالم ہو یعنی ایسی کوئی روایت نہ آئے جو اس کے متضاد ہو تو یہ خبر محکم ہوگی، اور اس کی مثالیں کثیر ہیں، اور اگر اس کا معارضہ کیا گیا تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو معارض اسی کی مثل مقبول ہوگا یا مردود ہوگا، اگر دوسری قسم ہو تو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ ضعیف کی مخالفت قوی میں مؤثر نہیں ہوتی، اگر معارض بھی اسی کی مثل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں حدیثوں کے مطالب میں بغیر تکلف کے تطبیق ممکن ہوگی یا ممکن نہیں ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

(ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ) يَنْقَسِمُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مقبول کی دوسری تقسیم کرنی ہے۔

کہ خبر مقبول کی دو قسمیں ہیں (۱) معمول بہ یعنی وہ جن پر عمل ہوگا۔ (۲) غیر معمول بہ یعنی وہ جن پر عمل نہیں ہوگا۔

اور یہ تقسیم اس لئے کی گئی ہے کہ خبر مقبول کی دو صورتیں ہیں جن کا ذکر ابھی وجہ حصر کے تحت ہوگا۔

✿ یاد رکھ لیں ! احادیث میں باہمی تعارض کے اعتبار سے حدیث مقبول کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) محکم۔ (۲) مختلف الحدیث۔ (۳) ناسخ۔ (۴) منسوخ۔ (۵) راجح۔ (۶) مرجوح (۷) متوقف فیہ

وجہ حصر:

خبر مقبول دو حال سے خالی نہیں کہ اس کے معارض کوئی روایت ہوگی یا نہیں ہوگی اگر نہیں ہوگی تو اسے خبر محکم کہتے

ہیں اگر کوئی خبر معارض ہو (یعنی کوئی ایسی خبر جس کا معنی ومفہوم اس کے متضاد ہو) تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

کہ یا تو وہ خبر معارض اس کے مثل مقبول ہوگی یا مردود ہوگی اگر خبر معارض مردود ہو تو اس معارضہ (ٹکراؤ) کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ خبر ضعیف ! خبر مقبول پر اثر انداز نہیں ہوتی، اور اگر خبر مقبول کی معارض بھی خبر مقبول ہو (یعنی جن دو خبروں کے درمیان ٹکراؤ ہے وہ دونوں ہی مقبول ہیں) تو پھر دو صورتیں ہونگی کہ آیا ان دونوں کو تطبیق دیکر جمع کرنا ممکن ہوگا یا نہیں ہوگا تو اسے **مختلف الحدیث** کہا جائے گا، اور اگر ممکن نہ ہو تو پھر تاریخ کے ذریعے تقدم وتاخر معلوم کیا جائے گا اگر معلوم ہوگیا تو مقدم کو **منسوخ** اور مؤخر کو **ناسخ** کہا جائے گا اور اگر تاریخ کے ذریعے بھی تقدم وتاخر معلوم نہ ہوا تو دیگر قرائن اور وجوہ ترجیح سے ان دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دی جائے گی، پس جس کو ترجیح دی گئی اسے **راجح** اور جس پر ترجیح دی گئی اسے **مرجوح** کہا جائے گا اور اگر قرائن اور وجوہ ترجیح سے بھی کام نہ چلے تو ان احادیث کے بارے میں توقف کیا جائے گا اور ان دونوں رواتیوں کو **متوقف فیہ** کہتے ہیں۔

خبر محکم کی تعریف:

وہ خبر ہے جس کے معارض ومنافی کوئی خبر نہ ملے، صحاح میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں، خبر مقبول بالیقین معمول بہ ہے، جیسے امام حاکم نے روایت کی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُشَبِّهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر مختلف الحدیث کا بیان

﴿عبارت﴾: فَاِنْ اَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰى بِـ(مُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ) وَمَثَّلَ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ بِحَدِيْثِ لَاعَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ مَعَ حَدِيْثِ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ وَكِلَاهُمَا فِي الصَّحِيْحِ وَظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ وَوَجْهُ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا اَنَّ هٰذِهِ الْاَمْرَاضَ لَاتُعْدِيْ بِطَبْعِهَا لٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ مُخَالَطَةَ الْمَرِيْضِ بِهَا لِلصَّحِيْحِ سَبَبًا لِاَعْدَائِهِ مَرَضَهُ ثُمَّ قَدْ يَتَخَلَّفُ ذٰلِكَ عَنْ سَبَبِهِ كَمَا فِيْ غَيْرِهِ مِنَ الْاَسْبَابِ كَذَا جَمَعَ بَيْنَهُمَا ابْنُ الصَّلَاحِ تَبَعًا لِغَيْرِهِ

﴿ترجمہ﴾: اگر تطبیق ممکن ہو تو اسے مختلف الحدیث کہا جاتا ہے اور اس کی مثال میں ابن صلاح نے **لاعدوی ولاطیرۃ** کی حدیث کو ذکر کیا ہے، اور اس کے ساتھ یہ حدیث بھی **فر من المجذوم فرارك من**

الاسد (کہ مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو)، یہ دونوں احادیث صحیح ہیں اور بظاہر ان میں تعارض ہے، ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ بلاشبہ یہ امراض فطری طور پر متعدی اور متجاوز نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ مریض کی مخالطت کو تندرست کیلئے مرض کے پہنچنے کا سبب بنا دیتا ہے، کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا جیسا کہ اس کے علاوہ دوسرے اسباب سے، اسی طرح ابن صلاح نے دیگر حضرات کی پیروی کرتے ہوئے ان دونوں احادیث میں تطبیق فرمائی ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مختلف الحدیث کی تعریف اور اس کی مثال بیان کرنی ہے۔

خبر مختلف الحدیث کی تعریف اور مثال:

وہ دو متعارض خبریں جو صحت میں برابر ہوں اور انہیں جمع کرنا ممکن ہو، یعنی ان کے اختلاف کو دور کرنا ممکن ہو۔ جیسے حدیث لَا عَدْوٰی (مرض متعدی نہیں ہوتا) اور حدیث فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ (کوڑھ کے مریض سے بھاگو) اس دوسری حدیث میں مرض کا متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے تبھی تو حضور ﷺ نے کوڑھ والے سے دور رہنے کا تاکیدی حکم فرمایا مگر ان دونوں میں جمع و تطبیق کی صورت ممکن ہے۔

وَوَجْهُ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ بیان کردہ دونوں احادیث میں امام ابن صلاح کی بیان کردہ تطبیق بیان کرنی ہے۔

اور تطبیق یہ ہے کہ پہلی حدیث (لَا عَدْوٰی) میں اس بات کا ذکر ہے کہ امراض فطری طور پر متعدی نہیں ہوتے، اور دوسری حدیث (فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ) میں اس بات کا ذکر ہے کہ مخالطت یعنی میل جول ان اسباب میں سے ہے کہ جن سے امراض متعدی ہو جاتی ہیں یعنی پہلی صورت میں جو تعدیہ کی نفی ہے وہ فطری اعتبار سے اور دوسری صورت میں تعدیہ کا اثبات اسباب کے اعتبار سے ہے۔!

ثُمَّ قَدْ يَتَخَلَّفُ ذٰلِكَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کبھی کبھی اسباب یعنی میل جول پائی بھی جاتی ہے مگر پھر بھی مرض متعدی نہیں ہوتی یعنی یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر اختلاط باعث تعدیہ مرض ہو ورنہ کوئی تیمارداری نہ کر سکتا، اور نہ ہی کوئی طبیب علاج کر سکتا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تطبیق

﴿عبارت﴾: وَالْاَوْلٰی فِی الْجَمْعِ بَیْنَهُمَا اَنْ یُقَالَ اِنَّ نَفْیَهٗ لِلْعَدْوٰی بَاقٍ عَلٰی عُمُوْمِهٖ وَقَدْ صَحَّ قَوْلُهٗ لَا یُعْدِیْ شَیْءٌ شَیْئًا وَقَوْلُهٗ لِمَنْ عَارَضَهٗ بِاَنَّ الْبَعِیْرَ الْاَجْرَبَ یَکُوْنُ فِی الْاِبِلِ الصَّحِیْحَةِ فَیُخَالِطُهَا فَتَجْرَبُ حَیْثُ رَدَّ عَلَیْهِ بِقَوْلِهٖ فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ یَعْنِیْ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اِبْتَدَاَ ذَالِكَ فِی الثَّانِیْ کَمَا اِبْتَدَائَهٗ فِی الْاَوَّلِ وَاَمَّا الْاَمْرُ بِالْفِرَارِ مِنَ الْمَجْزُوْمِ فَمِنْ بَابِ سَدِّ الذَّرَائِعِ لِئَلَّا یَتَّفِقَ لِلشَّخْصِ الَّذِیْ یُخَالِطُهٗ شَیْءٌ مِّنْ ذَالِكَ بِتَقْدِیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِبْتِدَاءً لَا بِالْعَدْوٰی الْمَنْفِیَّةِ فَیَظُنُّ اَنَّ ذَالِكَ بِسَبَبِ الْمُخَالَطَتِهٖ فَیَعْتَقِدُ صِحَّةَ الْعَدْوٰی فَیَقَعُ فِی الْحَرَجِ فَاَمَرَ بِتَجْنِیْبِهٖ حَسْمًا لِلْمَادَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَقَدْ صَنَّفَ فِیْ هٰذَا النَّوْعِ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ کِتَابَ اِخْتِلَافِ الْحَدِیْثِ لٰکِنَّهٗ لَمْ یَقْصِدْ اِسْتِیْعَابَهٗ وَصَنَّفَ فِیْهِ بَعْدَهٗ اِبْنُ قُتَیْبَةَ وَالطَّحَاوِیُّ وَغَیْرُهُمَا

﴿ترجمہ﴾: ان دونوں احادیث کے درمیان تطبیق کی بہتر صورت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی حدیث میں جس تعدیہ کی نفی فرمائی ہے وہ اپنے عموم پر باقی ہے جبکہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی صحیح ہے کہ کوئی مرض کسی دوسرے کی طرف متعدی نہیں ہوتی، اور ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی صحیح ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ خارشی اونٹ! تندرست اونٹوں میں میل جول رکھتا ہے تو انہیں بھی خارشی بنا دیتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو خارشی کس نے بنایا؟ یعنی اللہ نے جیسے پہلے اونٹ میں ابتداءً خارش کو پیدا کیا ہے اسی طرح دوسرے اونٹ میں بھی ابتداءً خارش کو پیدا کیا ہے۔

رہی بات کوڑھ کے مریض سے بھاگنے کے حکم کی! تو وہ ذرائع واسباب کو ختم کرنے کے قبیل سے ہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً ایک ایسا شخص جو ایسے مریض سے میل جول رکھتا ہے تو اسے بھی ابتداءً بتقدیر الٰہی کوڑھ کا مرض ہو جائے، نہ کہ تعدیہ کے باعث جس کی نفی کی جا چکی ہے اور اسے وہم ہو گا یہ اختلاط کی وجہ سے ہوا ہے پس وہ تعدیہ کے صحیح ہونے کا معتقد ہو کر گناہگار ہو جائے گا پس اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلی ہوئی باتوں کی جڑ کاٹنے کے لئے اجتناب کا حکم دیا واللہ اعلم۔

مختلف الحدیث کے متعلق امام شافعی علیہ الرحمۃ اختلاف الحدیث کے نام پر کتاب لکھی ہے لیکن انہوں نے اسے مکمل نہیں کیا ان کے بعد ابن قتیبہ اور امام طحاوی نے بھی اس فن میں کتب لکھیں۔

﴿تشریح﴾:

وَالْاَوْلٰی فِی الْجَمْعِ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ دونوں احادیث کے متعلق اپنی طرف سے ایک تطبیق بیان کرنی ہے کہ پہلی حدیث میں تعدیہ امراض! کی نفی اپنے عموم پر ہے یعنی کوئی بھی مرض کسی طرح بھی متعدی نہیں ہو سکتی، اور اسی تعمیم کے برقرار ہونے کی تائید یہ دوسرا فرمان مصطفیٰ ﷺ بھی کررہا ہے کہ لَایُعْدِیْ شَیْءٌ شَیْئًا کہ کوئی بھی مرض کسی دوسرے کی طرف متعدی نہیں ہو سکتی، اور پھر اسی عموم (کوئی بھی مرض کسی طرح بھی متعدی نہیں ہو سکتی) کے باقی ہونے کی تائید یہ تیسری حدیث بھی کررہی ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایک خارشی اونٹ جب بغیر تندرست اونٹوں کے ساتھ رہتا ہے تو انہیں بھی خارشی بنادیتا ہے (گویا مرض! متعدی ہوتی ہے جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ متعدی نہیں ہوتی) تو آپ ﷺ نے اسے جواباً فرمایا کہ بتا پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی؟

تو جس طرح پہلا اونٹ بغیر اختلاط کے منجانب اللہ خارشی ہوا اسی طرح دوسرے اونٹ بھی منجانب اللہ خارشی ہوئے ہیں انہیں بھی خارش اختلاط کے باعث نہیں ہوئی، الغرض! اس مقام پر تو واشگاف انداز میں تعدیہ کی نفی کردی گئی۔

✿ رہی بات دوسری حدیث پاک (فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ) کی! کہ اس میں مجزوم سے بھاگنے سے متعلق حکم بداعتقادی کے مقابلے میں ذرائع واسباب کو ختم کرنے کے قبیل سے ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً ایک ایسا شخص جو ایسے مریض سے میل جول رکھتا ہو تو اسے بھی ابتداءً بتقدیر الٰہی کوڑھ کا مرض لاحق ہوجائے، اور وہ اس وہم میں مبتلاء ہوجائے کہ یہ اختلاط کی وجہ سے ہوا ہے پس وہ تعدیہ مرض! کے صحیح ہونے کا معتقد ہو کر گناہگار ہوجائے گا پس اس لئے آپ ﷺ نے پھیلی ہوئی باتوں کی جڑ کاٹنے کے لئے اجتناب کا حکم دیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

ناسخ ومنسوخ کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاِنْ لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُّعْرَفَ التَّارِيْخُ (اَوْلَا) فَاِنْ عُرِفَ (وَثَبَتَ الْمُتَاَخِّرُ) بِهٖ اَوْ بِاَصْرَحَ مِنْهُ (فَهُوَ النَّاسِخُ وَالْاٰخَرُ الْمَنْسُوْخُ) وَالنَّسْخُ رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ بِدَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ مُتَاَخِّرٍ عَنْهُ وَالنَّاسِخُ مَا يَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ الْمَذْكُوْرِ وَتَسْمِيَتُهٗ نَاسِخًا مَجَازٌ لِاَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيْقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُعْرَفُ النَّسْخُ بِاُمُوْرٍ اَصْرَحُهَا مَا وَرَدَ فِي النَّصِّ كَحَدِيْثِ بُرَيْدَةَ فِي صَحِيْحِ مُسْلِمٍ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ وَمِنْهَا مَا يَجْزِمُ الصَّحَابِيُّ بِاَنَّهٗ مُتَاَخِّرٌ كَقَوْلِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ

اٰخِرَ الْاَمْرَیْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَتَرْکُ الْوُضُوْءِ مِمَّامَسَّتْہُ النَّارُ اَخْرَجَہٗ اَصْحَابُ السُّنَنِ وَمِنْھَامَایُعْرَفُ بِالتَّارِیْخِ وَھُوَ کَثِیْرٌ

﴿ترجمہ﴾: اور اگر دونوں میں تطبیق ناممکن ہوتو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تاریخ معلوم ہو سکے گی یا نہیں سو اگر تاریخ معلوم ہو جائے اور ایک کا مؤخر ہونا ثابت ہو جائے یا اس سے زیادہ صریح طریقہ سے ثابت ہو جائے تو متاخر حدیث ناسخ ہوگی اور دوسری منسوخ ہوگی، ایک حکم شرعی کو کسی بعد میں آنے والی دلیل شرعی سے اٹھا دینا نسخ کہلاتا ہے اور جو نص اس رفع حکم پر دال ہو اسے ناسخ کہتے ہیں، لیکن نص کو مجازاً ہی ناسخ کہتے ہیں کیونکہ حقیقۃً ناسخ تو خود اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اور یہ نسخ کئی طریقوں سے معلوم ہوتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ صریح وہ ہے جو اسی نص میں وارد ہو جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت سیدنا بریدہ کی روایت حضور اسے ہے کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا اب تم ان کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ صحابی یقین سے کہہ دے کہ یہ متاخر ہے جیسا کہ حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضور اکے دو افعال میں سے آخری فعل آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد ترکِ وضو کا ہے۔ اس کی تخریج اصحاب سنن (سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ) نے کی، اور ان میں سے ایک وہ جو تاریخ کے ذریعے معلوم ہو اور یہ کثرت سے ملتی ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ لَمْ یُمْکِنِ الْجَمْعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مقبول کی تیسری قسم خبر ناسخ اور چوتھی قسم خبر منسوخ کا بیان کرنا ہے، جن دو خبروں کے دمیان ظاہراً ٹکراؤ معلوم ہو رہا ہو، اور ان دونوں کے درمیان تطبیق بھی نہ ہو سکے تو پھر یہ معلوم کیا جائے گا کہ ان میں مقدم کونسی ہے اور مؤخر کونسی ہے؟

پس جس خبر کے متعلق تاریخ کے ذریعے یا قول صحابی کے ذریعے یا کسی اور باوثوق طریقے سے معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث مؤخر ہے تو اسے خبر ناسخ کہیں گے اور جس کے متعلق انہیں ذرائع سے معلوم ہو کہ یہ حدیث مقدم ہے تو اس خبر کو منسوخ کہا جائے گا۔

ناسخ و منسوخ کی تعریف اور مثال:

وہ متعارض حدیثیں جو صحت میں برابر ہوں اور انہیں جمع کرنا ممکن نہ ہو مگر تاریخ سے یا کسی صحابی کے قول سے یا کسی اور بااعتماد طریقے سے ان میں سے ایک کا مقدم ہونا دوسری کا مؤخر ہونا معلوم ہو جائے تو مقدم کو منسوخ اور مؤخر کو ناسخ کہیں

گے۔

جیسے حلت متعہ کی حدیث مقدم ہے پس وہ منسوخ ہے اور تحریم متعہ کی حدیث مؤخر ہے پس وہ ناسخ ہوئی۔

نسخ کی تعریف:

نسخ کا لغوی معنیٰ زائل کرنا، مٹانا۔ اور اصطلاح میں کسی حکم شرعی کو کسی ایسی دلیل کے ذریعے ختم کر دینا جو دلیل اس حکم سے متاخر ہو نسخ کہلاتا ہے پس جو چیز اس حکم کے ختم ہونے پر دلالت کرتی ہے اسے ناسخ کہتے ہیں۔ یاد رہے اس نص کا نام ناسخ رکھنا مجازاً ہوتا ہے کیونکہ درحقیقت ناسخ اللہ تعالیٰ ہے۔

نسخ کی پہچان کی صورتیں اور علامات:

نسخ کو پہچاننے اور اسے معلوم کرنے کی تین صورتیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1-سب قوی اور صریح ترین صورت یہ ہے نسخ! نص سے ہی معلوم ہو۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ

۞ اس حدیث پاک میں ابتداءً قبرستان جانے سے روکنے کا بھی ذکر ہے وہاں اس کا ناسخ (فَـزُوْرُوْهَـا) بھی پایا جارہا ہے لہٰذا قبرستان کی زیارت سے ممانعت کا حکم منسوخ ہوگیا۔

2-دو متعارض روایتوں میں سے کسی ایک کے بارے میں کوئی صحابی ہی یقین کے ساتھ کہہ دے کہ یہ روایت مؤخر ہے اور دوسری روایت مقدم ہے لہٰذا موٴخر حدیث ناسخ ہوگی اور مقدم حدیث منسوخ ہوگی۔ جیسے وضو کی حالت میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھا لینے کے بعد نماز کے لئے دوبارہ وضو کیا جائے گا یا نہیں۔

۞ اس سلسلے میں حضور ﷺ سے دو قسم کی روایتیں منقول ہیں، یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا، اور یہ بھی ہے کہ آپ نے نہیں فرمایا اب اس تعارض کو حضرت سیّدنا جابر کا قول مبارک دور کر کے ناسخ اور منسوخ کو متعین کر رہا ہے کہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا آخری عمل یہی تھا کہ آپ ﷺ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا لینے کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے اور وضو کرنے والا عمل پہلے کا ہے لہٰذا پہلا عمل منسوخ ہوگیا اور بعد والا عمل ناسخ ہوگیا اور نسخ پر دلالت وصراحت منجانب صحابی ہے۔

3-تاریخ سے معلوم ہو جائے کہ کون سی حدیث مقدم ہے اور کون سی مؤخر ہے پس جو حدیث مقدم ہوگی وہ منسوخ ہوگی اور جو مؤخر ہوگی وہ ناسخ ہوگی۔ جیسے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دوران روزہ پچھنے لگانے والے یا لگوانے والے کے بارے میں، کہ دونوں کو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے حالت روزہ میں خود پچھنے لگوائے، پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے تطبیق کی کوئی صورت نہیں پائی جاسکتی، تو امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ پہلی حدیث کا زمانہ 8 سن ہجری ہے اور دوسری حدیث کا زمانہ 10 سن ہجری ہے پس تاریخ کی وجہ سے پہلی حدیث منسوخ

ہوگی اور بعد والی ناسخ ہوگی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

وہم کا ازالہ

﴿عبارت﴾: وَلَيْسَ مِنْهَا مَا يَرْوِيْهِ الْمُتَأَخِّرُ الْإِسْلَامِ مُعَارِضًا لِلْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُوْنَ سَمِعَهُ مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ أَقْدَمَ مِنَ الْمُتَقَدِّمِ الْمَذْكُوْرِ أَوْ مِثْلَهُ فَأَرْسَلَهُ لٰكِنْ إِنْ وَقَعَ التَّصْرِيْحُ بِسَمَاعِهِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ اتَّجَهَ أَنْ يَكُوْنَ نَاسِخًا بِشَرْطِ أَنْ يَكُوْنَ لَمْ يَتَحَمَّلْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا قَبْلَ إِسْلَامِهِ وَأَمَّا الْإِجْمَاعُ فَلَيْسَ بِنَاسِخٍ بَلْ يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ

﴿ترجمہ﴾: وہ روایت جس کو متاخر الاسلام صحابی روایت کرے درانحالیکہ وہ متقدم الاسلام راوی کی روایت کے خلاف ہو تو وہ نسخ کی صورتوں میں سے نہیں، کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس نے کسی ایسے صحابی سے یہ روایت سماعت کی ہو جو اس متقدم الاسلام صحابی سے بہت پہلے اسلام لایا ہو یا اسلام لانے میں اس کے برابر ہو اور اس نے اس روایت کو مرسلاً بیان کیا ہو، لیکن اگر حضور ﷺ سے اس کے سماع حدیث پر صراحت پائی جائے تو پھر یہی توجیہ ہوگی کہ وہ روایت ناسخ ہے بشرطیکہ اس نے قبل الاسلام حضور ﷺ سے کچھ اخذ نہ کیا ہو اور اجماع خود ناسخ نہیں بن سکتا، ہاں البتہ حدیث کے ناسخ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَلَيْسَ مِنْهَا مَا يَرْوِيْهِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک وہم کا ازالہ کرنا ہے، وہم یہ تھا کہ شاید متاخر الاسلام صحابی کی حدیث جو متقدم اسلام صحابی کی حدیث کے معارض ہو وہ ناسخ ہوگی تو اس کا جواب دیا کہ ایسا ضروری نہیں۔

یعنی اگر متاخر الاسلام صحابی کی روایت اگر متقدم الاسلام صحابی کی روایت کے معارض ہو تو وہ متقدم الاسلام صحابی کی روایت کے لئے ناسخ نہیں ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ متاخر اسلام صحابی نے وہ روایت براہ راست حضور ﷺ سے نہ سنی ہو بلکہ کسی ایسے صحابی سے وہ روایت سنی ہو جس کا اسلام اس متقدم الاسلام صحابی (جس کی روایت معارض ہے) کے برابر ہو یا اس سے بھی قبل ثابت ہو مگر متاخر الاسلام صحابی نے اپنے مروی عنہ صحابی کے نام کو ترک کر کے براہ راست اس حدیث کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہو تو یہ روایت درحقیقت مرسل ہوگی، ناسخ نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر متاخر الاسلام کی روایت کو ناسخ مان لیں تو وہ مقامات جہاں سماع کی تصریح نہ کی گئی ہو وہاں ناسخ کو متعین کرنے میں غلطی واقع ہوگی۔

لیکن اگر متاخر الاسلام صحابی کے متعلق اس بات کی صراحت پائی جائے کہ اس نے حضور ﷺ سے سماعت کی ہے

بشرطیکہ اس نے اسلام لانے سے پہلے کچھ نہ سنا ہو (ورنہ ممکن ہے کہ قبل اسلام کی حدیث متقدم الاسلام کی حدیث سے بھی مقدم ہو) تو اس سماع کی صراحت کی صورت میں اس متاخر اسلام کی روایت کو ناسخ سمجھا جائے گا۔

وَاَمَّاالْاِجْمَاعُ فَلَيْسَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اجماع امت ناسخ ہے یا نہیں؟

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اجماع امت! کسی حدیث کے لئے ناسخ نہیں ہوسکتا البتہ نسخ پر دلالت کرتا ہے یعنی اس کے ذریعے اس روایت پر دلالت ہوتی ہے جس راویت کے ذریعے نسخ واقع ہوا ہے مثلاً حدیث پاک میں ہے کہ ''چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کو قتل کر دیا جائے'' مگر قتل نہیں کیا جاتا تو اجماع کے ذریعے معلوم ہوا کہ یہ حدیث معمول بہ نہیں ہے لیکن اس حدیث کا ناسخ یہ اجماع نہیں بلکہ حضور ﷺ کا عمل مبارک ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں چوتھی بار شراب پینے والے کو لایا گیا تو آپ نے اسے قتل نہیں فرمایا۔ پس اجماع اس ناسخ حدیث پر دلالت کرتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

راجح، مرجوح اور متوقف فیہ کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاِنْ لَمْ يُعْرَفِ التَّارِيْخُ فَلَايَخْلُوْاِمَّااَنْ يُمْكِنَ تَرْجِيْحُ اَحَدِهِمَاعَلَى الْاٰخَرِ بِوَجْهٍ مِّنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحِ الْمُتَعَلِّقَةِبِالْمَتْنِ اَوْبِالْاِسْنَادِاَوْلَافَاِنْ اَمْكَنَ التَّرْجِيْحُ تَعَيَّنَ الْمَصِيْرُاِلَيْهِ (وَاِلَّا)فَلَافَصَارَ مَاظَاهِرُهُ التَّعَارُضُ وَاقِعًاعَلٰى هٰذَاالتَّرْتِيْبِ الْجَمْعُ اِنْ اَمْكَنَ فَاِعْتِبَارُالنَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ (فَالتَّرْجِيْحُ)اِنْ تَعَيَّنَ (ثُم التَّوَقُّفُ)عَنِ الْعَمَلِ بِاَحَدِالْحَدِيْثَيْنِ وَالتَّعْبِيْرُبِالتَّوَقُّفِ اَوْلٰى مِنَ التَّعْبِيْرِ بِالتَّسَاقُطِ لِاَنَّ خِفَاءَ تَرْجِيْحِ اَحَدِهِمَاعَلَى الْاٰخَرِاِنَّمَاهُوَبِالنِّسْبَةِ لِلْمُعْتَبَرِفِى الْحَالَةِ الرَّاهِنَةِ مَعَ اِحْتِمَالِ اَنْ يَّظْهَرَلِغَيْرِهٖ مَاخَفِيَ عَلَيْهِ وَاللهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: پس اگر تاریخ معلوم نہ ہوسکے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا ممکن ہوگا ترجیح کی ان صورتوں میں کسی صورت کے ذریعے کہ جن کا تعلق متن سے ہوگا یا اسناد سے ہوگا یا ترجیح دینا ممکن نہیں ہوگا، اگر ترجیح دینا ممکن ہو تو اسی کا اختیار کرنا متعین ہے اور اگر نہ ہو تو پھر نہیں، پھر ظاہری تعارض اس ترتیب پر ہوگا کہ ممکن ہو تو تطبیق دی جائے گی، پھر تاریخ معلوم کرکے ناسخ و منسوخ ٹھہرایا جائے گا پھر ترجیح اگر ممکن ہوسکے تو یہ متعین ہے۔

پھر دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنے کے بارے میں توقف کا عمل ہے، اور توقف کی تعبیر تساقط کی تعبیر سے بہتر ہے کیونکہ ان روایتوں میں سے کسی ایک کی دوسرے پر ترجیح کا مخفی ہونا یہ تو محدث کی موجودہ حالت کے اعتبار سے ہے اس احتمال کے ساتھ کہ یہ خفاء آئندہ کسی دوسرے پر ظاہر ہو جائے، (تو وہ ترجیح دے دیگا)۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ لَمْ يُعْرَفِ التَّارِيْخُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مقبول کی پانچویں قسم (راجح) چھٹی قسم (مرجوح)، اور ساتویں قسم (متوقف فیہ) کا بیان کرنا ہے۔

راجح اور مرجوح کی تعریف:

وہ دو متعارض حدیثیں جو صحت میں برابر ہوں انہیں جمع کرنا بھی ممکن نہ ہو، اور ان میں تقدم وتأخر بھی ثابت نہ ہو مگر وجوہ ترجیح اور قرائنِ مرجحہ کے ذریعے دونوں متعارض حدیثوں میں سے کسی ایک کو دوسری حدیث پر ترجیح دینا ممکن ہو تو جس حدیث کو عمل کے لئے ترجیح دینگے وہ راجح کہلائیگی اور دوسری مرجوح ہوگی۔

مثلاً دو حدیثیں ہیں ایک سے کسی چیز کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور دوسری سے حلت تو حرمت ثابت کرنے والی حدیث کو عمل کے لئے ترجیح دینگے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے پس وہ راجح ہوگی اور دوسری مرجوح ہوگی۔

قرائنِ مرجحہ کی اقسام:

قرائنِ مرجحہ کی دو قسمیں ہیں۔

1-وہ قرائنِ مرجحہ کہ جن کا تعلق متنِ حدیث سے ہو۔ مثلاً دو متعارض حدیثوں میں سے ایک کا متن مثبت ہو اور دوسری حدیث کا متن منفی ہو تو ایسی صورت میں مثبت روایت راجح ہوگی اور منفی یعنی نفی والی روایت مرجوح ہوگی۔

2-وہ قرائنِ مرجحہ جن کا تعلق سندِ حدیث سے ہو۔ مثلاً دو متعارض حدیثوں میں سے ہر ایک صحیح ہو لیکن ایک اصح بھی ہو تو اصح راجح ہوگی اور صحیح مرجوح ہوگی۔

متوقف فیہ کی تعریف:

دو متعارض حدیثیں جو صحت میں برابر ہوں لیکن نہ تو انہیں جمع کرنا ممکن ہو اور نہ ان میں تقدم وتأخر ثابت ہو اور نہ ہی ان میں ایک کو دوسری پر ترجیح دی جاسکے، تو جبتک ان دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک پر عمل کی کوئی صورت ظاہر نہ ہو توقف کیا جائے گا اور کسی پر بھی عمل نہیں کیا جائے گا اور وہ دونوں حدیثیں متوقف فیہ کہلائینگی۔

وَالتَّعْبِيْرُ بِالتَّوَقُّفِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ چاہیئے تھا کہ اس مقام پر توقف کی بجائے سقوط کا ذکر کیا جاتا کیونکہ قاعدہ یہ ہے اِذَا تَعَارَضَا فَتَسَاقَطَا کہ جب دو چیزیں باہمی متعارض ہوں تو دونوں ساقط ہوتی ہیں نہ

کہ دونوں موقوف ہوتی ہیں، تو علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہاں سقوط کی بجائے توقف کا ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہاں ان دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر جو ترجیح نہیں دی گئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس محدث کے سامنے اس وقت ان دونوں روایتوں میں سے کوئی وجہ ترجیح ظاہر نہیں ہوئی لیکن یہاں احتمال ہے کہ کسی بھی وقت اسی محدث پر یا کسی دوسرے محدث پر کوئی وجہ ترجیح ظاہر ہو جائے تو اس طرح ان دونوں میں سے ایک راجح بن جائے گی اور دوسری مرجوح بن جائے گی۔

لہٰذا ان دونوں حدیثوں کو متوقف فیہ کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ فی الحال ان دونوں روایتوں میں کسی کی ترجیح پر ہم واقف نہیں ہو سکے لیکن آئندہ واقف ہونے کا احتمال ضرور ہے۔ لیکن اگر یہاں توقف کی بجائے تساقط کا ذکر کیا جاتا تو اس سے مذکورہ مفہوم حاصل نہ ہو سکتا، بلکہ پھر تو دونوں روایتوں کا ہمیشہ کے لئے غیر معمول بہ ہونا ثابت ہو جاتا حالانکہ یہاں ان دونوں حدیثوں میں وجہ ترجیح کا ظہور ممکن ہے۔

مَاظَاهِرُهُ التَّعَارُضُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مقبول کی مذکورہ بیان کردہ بحث کا خلاصہ بیان کرنا ہے۔

خبر مقبول کی بحث کا خلاصہ

وہ روایات کہ جن میں حقیقۃً تعارض ہوتا تو نہیں مگر ہماری کم علمی اور کم عقلی کی وجہ سے ہمیں نظر آرہا ہوتا ہے تو ایسی روایات مندرجہ ذیل ترتیب کے اعتبار سے چار اقسام پر مشتمل ہیں۔

1- اگر ان میں تطبیق ممکن ہو تو تطبیق دی جائے گی۔

2- اگر تطبیق ممکن نہ ہوئی تو ناسخ و منسوخ کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

3- ناسخ و منسوخ والا طریقہ بھی اختیار کرنا ممکن نہ ہوا تو پھر وجوہ ترجیح کے ذریعے ان میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی۔

4- اور اگر وجوہ ترجیح کے ذریعے بھی ان میں سے ایک کو ترجیح نہ دی جا سکی تو پھر ان پر عمل کے متعلق توقف کیا جائے گا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

کسی خبر کے مردود ہونے کے اسباب

﴿عبارت﴾: (ثُمَّ الْمَرْدُوْدُ) وَمُوْجِبُ الرَّدِّ (اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ لِسَقْطٍ) مِنْ اِسْنَادٍ (اَوْ طَعْنٍ) فِیْ رَاوٍ، عَلٰی اِخْتِلَافِ وُجُوْهِ الطَّعْنِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِاَمْرٍ يَرْجِعُ اِلٰی دِيَانَةِ الرَّاوِیْ اَوْ اِلٰی ضَبْطِهٖ

﴿ترجمہ﴾ پھر خبر مردود! اس کا رد دو حال سے خالی نہیں یا تو سند میں کسی راوی کے ساقط ہونے کی وجہ سے ہوگا یا مختلف وجوہ طعن میں سے کسی راوی پر طعن کی وجہ سے ہوگا، اس بات کے عموم کے ساتھ کہ یہ اختلاف کسی ایسے

امر کی وجہ سے جو راوی کی دیانت کی طرف لوٹے یا راوی کے ضبط کی طرف لوٹے۔

﴿تشریح﴾:

(ثُمَّ الْمَرْدُوْدُ) وَالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مردود کی اقسام بیان کرنی ہیں اور ان سے متعلقہ ابحاث بیان کرنی ہیں۔

کسی بھی خبر کو رد کرنے کی دو وجہیں ہوتی ہیں یا تو اس کی سند میں کوئی راوی ساقط ہوتا ہے یا اس کی سند کے کسی راوی پر طعن ہوتا ہے، اور طعن کی کئی صورتیں ہیں (جو آگے مذکور ہونگی) جن میں سے کچھ راوی کے ضبط سے متعلق ہیں اور کچھ اس کی دیانت داری سے متعلق ہیں۔

خبر مردود اور اس کی اقسام کی وجہ حصر:

خبر مردود دو حال سے خالی نہیں کہ اس کا مردود ہونا سقط راوی کی وجہ سے ہوگا یا طعن راوی کی وجہ سے ہوگا اگر طعن راوی کی وجہ سے ہو تو وجوہِ طعن! دس ہیں اور اگر سقط راوی کی وجہ سے ہو تو سقط راوی کی دو صورتیں ہیں یا واضح ہوگا یا خفی اگر واضح ہو تو اس کی چار قسمیں ہیں جن کا ذکر آگے کیا جارہا ہے اور اگر سقط راوی خفی ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں جو عنقریب ہی مذکور ہوں گی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

سقطِ واضح کے اعتبار سے خبر مردود کی اقسام

﴿عبارت﴾(فَالسَّقْطُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مِنْ مَبَادِی السَّنَدِمِنْ)تَصَرُّفِ (مُصَنِّفٍ اَوْمِنْ اٰخِرِهٖ)اَیِ الْاِسْنَادِ (بَعْدَالتَّابِعِيِّ اَوْغَيْرِ ذَالِكَ فَالْاَوَّلُ الْمُعَلَّقُ)سَوَاءٌ كَانَ السَّاقِطُ وَاحِدًا اَمْ اَكْثَرَ وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُعْضَلِ الْاٰتِيْ ذِكْرُهٗ عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مِنْ وَجْهٍ فَمِنْ حَيْثُ تَعْرِيْفِ الْمُعْضَلِ بِاَنَّهٗ سَقَطَ مِنْهُ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا يَجْتَمِعُ مَعَ بَعْضِ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ وَمِنْ حَيْثُ تَقْيِيْدِ الْمُعَلَّقِ بِاَنَّهٗ مِنْ تَصَرُّفِ الْمُصَنِّفِ مِنْ مَبَادِی السَّنَدِيَفْتَرِقُ عَنْهُ اِذْهُوَاَعَمُّ مِنْ ذَالِكَ

﴿ترجمہ﴾: پھر سقط یا تو مصنف کے تصرف سے ابتداءِ سند میں ہوگا یا آخر سند میں تابعی کے بعد ہوگا یا اس کے علاوہ کوئی صورت ہوگی پہلی صورت کا نام معلق ہے خواہ ساقط ہونے والا راوی ایک ہو یا زائد ہو، معلق اور معضل (جس کا ذکر عنقریب ہوگا) کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، پس معضل کی اس تعریف کے لحاظ سے کہ دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں (تو وہ معضل ہے) یہ معلق کی ایک صورت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور

معلق کی تعریف میں اس قید کی وجہ سے کہ مبادی سند میں مصنف کے تصرف سے سقوط ہو تو معضل مختلف ہو جاتی ہے کیونکہ معضل اس سے عام ہے۔

﴿تشریح﴾:

(فَالسَّقْطُ اِمَّااَنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ سقط واضح کے اعتبار سے خبر مردود کی اقسام بیان کرنی ہیں ابھی ماقبل میں گزرا ہے کہ سقط واضح کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) خبر معلق۔(۲) خبر مرسل۔(۳) خبر معضل۔(۴) خبر منقطع۔

وجہ حصر:

سقط (یعنی راوی کو سند سے حذف کرنے کا عمل) واضح! دو حال سے خالی نہیں کہ وہ ابتدائے سند میں مصنف کے تصرف سے ہوگا یا آخر سند میں ہوگا بصورتِ اول خبر معلق ہے اور بصورتِ ثانی خبر مرسل ہے۔

اور اگر سقط! ایک سے زائد راویوں کا ہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ وہ ایک سے زائد راویوں کو حذف کرنا مسلسل ہوگا یا دو مختلف جگہوں سے ہوگا بصورتِ اول! خبر معضل ہے اور بصورتِ ثانی خبر منقطع ہے۔

خبر معلق کی تعریف:

وہ حدیث ہے جس کی سند کا ابتدائی حصہ مصنف کتابِ حدیث نے بالقصد حذف کر دیا ہو خواہ ایک راوی کو حذف کیا ہو یا چند راویوں کو حذف کر دیا ہو۔ خبر معلق کی کئی صورتیں ہیں جن کا ذکر عنقریب ہوگا۔

خبر معضل کی تعریف:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع سے یا درمیان سے دو یا دو سے زائد راوی مسلسل حذف ہو گئے ہوں۔

خواہ مصنف نے تصرف کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُعْضَلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر معلق اور خبر معضل کے درمیان نسبت بیان کرنی ہے۔

کہ ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ یاد رہے یہاں عموم وخصوص من وجہ کا اصطلاحی معنیٰ جو عند المناطقہ ہے وہ مراد نہیں بلکہ محض دونوں قسموں کا ایک صورت میں جمع ہونا اور ایک صورت میں جمع نہ ہونا مراد ہے۔

معلق ومعضل میں نسبت وفرق:

ان دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے یعنی ایک مقام پر دونوں جمع بھی ہو جاتی ہیں اور ایک مقام پر دونوں جدا بھی رہتی ہیں، یعنی اگر بتصرف مصنف! ابتدائے سند میں متعدد راوی تسلسل کے ساتھ ساقط ہوں تو اس حدیث پر

معلق و معضل دونوں کا اطلاق ہوگا، اور اگر ابتدائے سند میں بتصرف مصنف متعدد راوی متفرق مقام سے ساقط ہوں تو اس پر صرف معلق کا اطلاق ہوگا اور اگر درمیان سند میں متعدد راوی ایک ہی مقام سے بلا تصرف مصنف ساقط ہوں تو اس حدیث پر صرف معضل کا ہی اطلاق ہوگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صورِ خبر معلق کا بیان

﴿عبارت﴾: وَمِنْ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ اَنْ يُحْذَفَ جَمِيْعُ السَّنَدِ وَيُقَالُ مَثَلًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اوَمِنْهَا اَنْ يُحْذَفَ اِلَّا الصَّحَابِيُّ اَوِ التَّابِعِيُّ وَالصَّحَابِيُّ مَعًا وَمِنْهَا اَنْ يُحْذَفَ مَنْ حَدَّثَهٗ وَيُضِيْفُهٗ اِلٰى مَنْ فَوْقَهٗ فَاِنْ كَانَ مَنْ فَوْقَهٗ شَيْخًا لِذَالِكَ الْمُصَنِّفِ فَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْهِ هَلْ يُسَمّٰى تَعْلِيْقًا اَوْلَا ؟ وَالصَّحِيْحُ فِيْ هٰذَا التَّفْصِيْلِ فَاِنْ عُرِفَ بِالنَّصِّ اَوِ الْاِسْتِقْرَاءِ اَنَّ فَاعِلَ ذَالِكَ مُدَلِّسٌ قُضِيَ بِهٖ وَاِلَّا فَتَعْلِيْقٌ وَاِنَّمَا ذُكِرَ التَّعْلِيْقُ فِيْ قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ وَقَدْ يُحْكَمُ بِصِحَّتِهٖ اِنْ عُرِفَ بِاَنْ يَّجِيْءَ مُسَمًّى مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ

﴿ترجمہ﴾: خبر معلق کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمام سند کو حذف کر دیا جائے، مثلاً یوں کہا جائے کہ قال رسول اللہ ﷺ اور انہی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ صحابی کے علاوہ یا صحابی اور تابعی کے علاوہ پوری سند کو حذف کر دیا جائے، اور انہی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ راوی اپنے مروی عنہ کو حذف کر کے اس سے اوپر والے راوی کی طرف نسبت کر دے، اگر اوپر والا راوی اس کا شیخ ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ اس کی اس خبر کو معلق کہیں گے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے کہ اگر نص یا استقراء سے معلوم ہو جائے کہ اس عمل کا کرنے والا مدلس ہے تو تدلیس کا حکم لگایا جائے گا ورنہ وہ معلق ہوگا اور خبر معلق کو مردود کی قسم مانا گیا ہے محذوف کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے، اور اگر کسی دوسرے مقام پر تعیین کر دی گئی ہو تو اس پر صحیح کا حکم لگا دیا جائے گا۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنْ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر معلق کی چار صورتیں بیان کرنی ہیں۔

خبر معلق کی صور اربعہ:

1- مصنف! حدیث کی کل سند حذف کر کے کہے قال رسول اللہ ﷺ یا کہے فعل رسول اللہ ﷺ یا کہے فعل

بحضرته ﷺ كذا۔

2-مصنف! حدیث کی کل سند حذف کردے لیکن صحابی کو حذف نہ کرے۔

3-مصنف! حدیث کی کل سند حذف کردے لیکن صحابی اور تابعی دونوں کو حذف نہ کرے۔

4-مصنف اس شخص کو جس نے اس کو حدیث بیان کی ہے حذف کر کے جو اس شخص کے اوپر ہے (یعنی شیخ الشیخ) اس کی طرف روایت حدیث کو منسوب کردے کہ اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

✿ اگر اوپر والا شیخ (یعنی شیخ الشیخ) بھی مصنف کا استاذ اور شیخ ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے کہ اسے خبر معلق کہیں گے یا نہیں؟ لیکن امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں صحیح قول یہ ہے اگر کسی امام الحدیث یا صراحت یا کامل تتبع سے یہ معلوم ہو جائے کہ حذف کرنے والا مصنف تدلیس میں مشہور ہے پس وہ حدیث مدلس ہوگی ورنہ وہ معلق ہوگی۔

وَاِنَّمَا ذُكِرَ التَّعْلِيْقُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر معلق کو از قسم مردود قرار دینے کی وجہ بیان کرنی ہے۔

کہ اسے از قسم مردود اس لئے قرار دیا جاتا ہے کہ اس کا محذوف راوی مجہول الحال ہوتا ہے لیکن اگر کسی سند میں وہ راوی نامزد کردیا گیا تو پھر خبر معلق! خبر معلق نہیں رہے گی بلکہ اسے صحیح قرار دیا جائے گا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تعدیل مبہم کا بیان

﴿عبارت﴾: فَاِنْ قَالَ جَمِيْعُ مَنْ اَحْذِفُهُ ثِقَاتٌ جَاءَتْ مَسْئَلَةُ التَّعْدِيْلِ عَلَى الْاِبْهَامِ وَعِنْدَ الْجُمْهُوْرِ لَا يُقْبَلُ حَتّٰى يُسَمّٰى لٰكِنْ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ هُنَا اِنْ وَقَعَ الْحَذْفُ فِيْ كِتَابٍ اُلْتُزِمَتْ صِحَّتُهُ كَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ فَمَا اَتٰى فِيْهِ بِالْجَزْمِ دَلَّ عَلٰى اَنَّهُ ثَبَتَ اِسْنَادُهُ عِنْدَهُ وَاِنَّمَا حَذَفَ لِغَرَضٍ مِّنَ الْاَغْرَاضِ وَمَا اَتٰى فِيْهِ بِغَيْرِ الْجَزْمِ فَفِيْهِ مَقَالٌ وَقَدْ اَوْضَحْتُ اَمْثِلَةَ ذٰلِكَ فِي النُّكَتِ عَلَى ابْنِ الصَّلَاحِ

﴿ترجمہ﴾: پس اگر وہ یہ کہے کہ جن تمام راویوں کو میں نے حذف کیا ہے وہ تمام ثقہ ہیں، تو یہ مبہم راویوں کی تعدیل کا مسئلہ ہے جو کہ جمہور کے نزدیک مقبول معتبر نہیں ہے یہاں تک کہ ان کا نام ذکر کردیا جائے، لیکن امام ابن صلاح نے کہا ہے اگر مذکورہ راویوں کا حذف اس کتاب میں واقع ہے کہ جس میں صحت کا التزام کیا گیا ہو جیسے بخاری و مسلم پس ایسی کتاب میں جب تعلیق یقین اور جزم کے ساتھ ہو تو وہ یقین اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس صاحب کتاب کے ہاں اس حدیث کی سند ثابت اور موجود ہے، لیکن کسی وجہ سے اسے حذف کردیا گیا

ہے،اور جو یقین اور جزم کے ساتھ نہ ہو تو اس میں کلام کی گنجائش ہے۔میں (علامہ ابن حجر) نے اس کی مثالوں کو (اپنی کتاب) اَلنُّکَت عَلٰی ابْنِ الصَّلَاح میں ذکر کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَإِنْ قَالَ جَمِيْعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تعدیل مبہم کا بیان کرنا ہے۔

تعدیل مبہم کی تعریف:

اگر مصنف (خبر معلق کا راوی)! یہ کہہ دے کہ جس قدر میں نے راوی حذف کئے ہیں وہ تمام کے تمام ثقہ ہیں پس اس قول سے مصنف نے حذف شدہ راویوں کی توثیق کی ہے،اس صورت کو محدثین کے ہاں تعدیل مبہم کہا جاتا ہے۔

جمہور کے نزدیک تعدیل مبہم اس وقت تک مقبول نہیں جبتک اس مبہم راوی کا نام نہ ذکر کیا جائے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ وہ مبہم راوی اس تعلیق کرنے والے مصنف کے نزدیک تو ثقہ ہو لیکن دوسروں کے ہاں وہ ثقہ نہ ہو لیکن جب اس کا نام ذکر ہو گا تو پھر اس کی صورت حال ہر ایک پر واضح ہوگی کہ وہ ثقہ ہے یا کہ نہیں۔

امام ابن صلاح کہتے ہیں اگر مذکورہ حذف کسی ایسی کتاب میں واقع ہو جس کی کتاب کی صحت کا اہتمام والتزام کیا گیا ہو جیسے بخاری ومسلم پس ایسی کتاب میں جو تعلیق صیغہ یقین (معروف) کے ساتھ ہو تو وہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ مذکورہ خبر معلق کی سند اس مصنف کے ہاں موجود اور صحیح ہے لیکن اختصار یا کسی غرض خاص کی وجہ سے اس نے راوی کو حذف کر دیا پس ایسی تعلیق مقبول ہوگی،اور جو تعلیق غیر یقینی صیغہ (مجہول) کے ساتھ مذکور ہو تو اسے قبولیت میں کلام کرنے کی گنجائش ہے۔

مشکوۃ المصابیح کی روایات کا حکم:

مشکوۃ شریف میں جو احادیث کو ذکر کرنے کا طریقہ اپنایا گیا ہے اسے اصطلاح حدیث میں تعلیق نہیں کہتے کیونکہ صاحب مشکوۃ نے یہ احادیث اپنی سند سے روایت نہیں کیں، بلکہ دوسری کتابوں سے نقل کی ہیں اور ان حدیثوں کی سندیں اصل کتابوں میں موجود مذکور ہیں پس ان احادیث کو معلق کا نام نہیں دیا جائے گا بلکہ ایسی احادیث کو اصطلاح حدیث میں مجرد کہتے ہیں اور ایسا کرنے کا نام تجرید ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر مرسل کا بیان

﴿عبارت﴾وَالثَّانِيْ وَهُوَ مَاسَقَطَ عَنْ اٰخِرِهٖ مِنْ بَعْدِ التَّابِعِيِّ (هُوَ الْمُرْسَلُ) وَصُوْرَتُهٗ اَنْ يَقُوْلَ التَّابِعِيُّ سَوَاءٌ كَانَ كَبِيْرًا اَوْ صَغِيْرًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اكَذَا اَوْ فَعَلَ كَذَا اَوْ فُعِلَ

بِحَضْرَتِہٖ کَذَا اَوْنَحْوُ ذَالِكَ وَاِنَّمَا ذُکِرَ فِیْ قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَھْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ لِاَنَّہٗ یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ صَحَابِیًّا وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ تَابِعِیًّا وَعَلَی الثَّانِیْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ ضَعِیْفًا وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ ثِقَۃً وَعَلَی الثَّانِیْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ حَمَلَ عَنْ صَحَابِیٍّ وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ حَمَلَ عَنْ تَابِعِیٍّ اٰخَرَ وَعَلَی الثَّانِیْ فَیَعُوْدُ الْاِحْتِمَالُ السَّابِقُ وَیَتَعَدَّدُ اِمَّا بِالتَّجْوِیْزِ الْعَقْلِیِّ فَاِلٰی مَالَانِھَایَۃَ لَہٗ، وَاِمَّا بِالْاِسْتِقْرَاءِ فَاِلٰی سِتَّۃٍ اَوْسَبْعَۃٍ وَھُوَ اَکْثَرُ مَاوُجِدَ مِنْ رِوَایَۃِ بَعْضِ التَّابِعِیْنَ عَنْ بَعْضٍ

﴿ترجمہ﴾ اور دوسری قسم جس کی روایت کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو، تو وہ مرسل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی بڑا ہو یا چھوٹا ہو کہے قال رسول اللہ ﷺ کذا یا فعل ﷺ کذا یا فعل بحضرتہ ﷺ یا اسی کی مثل، خبر مرسل کو خبر مردود کی قسم میں ذکر کیا جاتا ہے محذوف راوی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ محذوف صحابی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ تابعی ہو، اور تابعی کا احتمال ہونے کی صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ ہو، اور ثقہ ہونے کی صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس ثقہ نے وہ روایت کسی صحابی سے لی ہو یا اس نے وہ روایت کسی دوسرے تابعی سے لی ہو، اور تابعی سے لینے کی صورت میں پہلا احتمال دوبارہ لوٹ آئے گا (کہ اگر تابعی ہے تو پھر ثقہ ہے یا ضعیف) پھر یہ سلسلہ لامتناہی ہو جائے گا اور تجویز عقلی کی صورت میں یہ سلسلہ لامتناہی ہے لیکن بلحاظ تتبع اور استقراء کے یہ سلسلہ چھ یا سات تک چلے گا اور یہی تعداد سب سے زیادہ ہے جو تابعین کی بعض تابعین سے پائی گئی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّانِیْ وَھُوَ مَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل میں بیان کردہ سقطِ واضح کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسموں (خبر معلق، خبر مرسل، خبر معضل، خبر منقطع) میں سے دوسری قسم (خبر مرسل) کا بیان کرنا ہے۔

خبر مرسل کی تعریف:

وہ حدیث ہے جس کی سند کا آخری حصہ نہ بیان کیا گیا ہو۔ مثلاً کوئی تابعی خواہ بڑے درجے کا تابعی ہو یا چھوٹے درجے کا تابعی ہو! حضور ﷺ کے کسی قول یا فعل یا تقریر کو بیان کرے مگر صحابی کا ذکر نہ کرے بلکہ وہ براہ راست حضور ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یوں کہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَذَا ...... یا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَذَا...... یا فُعِلَ بِحَضْرَتِہٖ ﷺ کَذَا۔

خبر مرسل کا حکم:

عند الاحناف اس تابعی کی مرسل روایتیں معتبر ہیں جو ہمیشہ ثقہ راویوں کے نام حذف کرتا ہو مثلاً حضرت سید سعید بن المسیّب اور اگر وہ تابعی ثقہ اور غیر ثقہ ہر طرح کے راویوں کے نام حذف کرتا ہو تو اس کی مرسل روایات غیر معتبر ہیں جب تک تحقیق سے محذوف کے ثقہ ہونے کا علم نہ ہو جائے، کیونکہ احتمال ہے کہ تابعی نے وہ روایت کسی صحابی سے نہ سنی ہو بلکہ تابعی سے سنی ہو اور وہ تابعی ثقہ نہ ہو، کیونکہ تابعی ثقہ و غیر ثقہ ہر طرح کے تھے۔

وَاِنَّمَا ذُكِرَ فِيْ قِسْمِ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾:

محدثین کے ہاں مستند اور معتبر قول یہی ہے کہ خبر مرسل کی سند سے جو راوی محذوف ہوتا ہے وہ صحابی ہی ہوتا ہے اور صحابی ثقہ ہوتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے خود ہی گارنٹی دی کہ میرے تمام صحابہ عادل ہیں تو پھر خبر مرسل کو خبر مردود کے تحت بیان کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾:

خبر مرسل میں محذوف راوی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ہم اس کے نام اور احوال سے ناواقف ہوتے ہیں کیونکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ محذوف راوی صحابی ہو (جیسا کہ محدثین کا معتمد مذہب ہے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ محذوف راوی تابعی ہو، اور تابعی کا احتمال ہونے کی صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ ہو، اگر تابعی ضعیف ہو تو پھر وہ خبر مرسل یقیناً مردود ہے اور ثقہ ہونے کی صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس ثقہ نے وہ روایت کسی صحابی سے لی ہو یا اس نے وہ روایت کسی دوسرے تابعی سے لی ہو، اور تابعی سے لینے کی صورت میں پہلا احتمال دوبارہ لوٹ آئے گا (کہ اگر تابعی ہے تو پھر ثقہ ہے یا ضعیف) پھر یہ سلسلہ لا متناہی ہو جائے گا (یعنی بڑھتا جائے گا) لیکن یہ عقلی کی صورت میں ہی لا متناہی سلسلہ ہو گا بلحاظ تتبع اور استقراء کے یہ سلسلہ چھ یا سات افراد تک چلے گا یعنی تتبع اور استقراء سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کسی سند میں ایک تابعی سے حضور ﷺ تک زیادہ سے زیادہ چھ یا سات واسطے پائے گئے ہیں اس سے زائد نہیں پائے گئے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تابعی کی حدیث مرسل کا حکم

﴿عبارت﴾: **فَاِنْ عُرِفَ مِنْ عَادَةِ التَّابِعِيِّ اَنَّهُ لَا يُرْسِلُ اِلَّا عَنْ ثِقَةٍ فَذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ الْمُحَدِّثِيْنَ اِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْاِحْتِمَالِ وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيْ اَحْمَدَ**

وَثَانِيْهِمَا وَهُوَ قَوْلُ الْمَالِكِيِّيْنَ وَالْكُوْفِيِّيْنَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُقْبَلُ اِنِ اعْتَضَدَ بِمَجِيْئِهِ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ يُبَايِنُ الطَّرِيْقَ الْاُوْلٰى مُسْنَدًا كَانَ اَوْ مُرْسَلًا لِيَتَرَجَّحَ اِحْتِمَالُ كَوْنِ الْمَحْذُوْفِ ثِقَةً فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَنَقَلَ اَبُوْبَكْرٍ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَاَبُو الْوَلِيْدِ الْبَاجِيُّ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ اَنَّ الرَّاوِيَ اِذَا كَانَ يُرْسِلُ عَنِ الثِّقَاتِ وَغَيْرِهِمْ لَا يُقْبَلُ مُرْسَلُهُ اِتِّفَاقًا

﴿ترجمہ﴾ اگر تابعی کی یہ عادت معلوم ہو کہ وہ صرف ثقہ سے ہی ارسال کرتا ہے تو اس صورت میں جمہور محدثین احتمال کے باقی ہونے کے باعث توقف کی طرف گئے ہیں، امام احمد کے دوقولوں میں سے ایک قول یہی ہے اور ان کا دوسرا قول وہی ہے جو مالکیوں اور کوفیوں کا قول ہے کہ وہ مطلقاً قبول ہوگی، امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر اسے دوسری ایسی سند سے تقویت حاصل ہو جو سند پہلے طریق کے مبائن ہو تو قبول کرلیا جائے گا خواہ وہ دوسری سند مسند ہو یا مرسل تا کہ نفس الامر میں محذوف راوی کے ثقہ ہونے کو ترجیح دی جاسکے۔

ابو بکر رازی نے احناف سے اور ابوالولید الباجی (باجہ کی طرف منسوب ہے جو کہ افریقہ کا شہر ہے) نے مالکیہ سے روایت کیا کہ جب راوی ثقات اور غیر ثقات دونوں سے ارسال کرتا ہو تو اس کی روایت بالاتفاق غیر مقبول ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

فَاِنْ عُرِفَ مِنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تابعی کی حدیث مرسل کا حکم بیان کرنا ہے۔

کہ جس تابعی کی یہ عادت معلوم ہو کہ وہ ہمیشہ ثقہ راویوں سے ہی ارسال کرتا ہے اور جب کبھی بھی وہ کسی راوی کا نام حذف کرتا ہے تو وہ ثقہ راوی ہی ہوتا ہے تو ایسے تابعی کی حدیث مرسل کو قبول کرنے یا نہ کرنے میں محدثین کا اختلاف ہے۔

✿ جمہور محدثین کہتے ہیں کہ ایسے تابعی کی حدیث مرسل کو قبول کرنے یا نہ کرنے میں توقف کیا جائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنی معروف عادت کو چھوڑ کر غیر ثقہ سے ارسال کرلیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ محذوف راوی اس کے ہاں تو ثقہ ہو جبکہ درحقیقت وہ ثقہ نہ ہو لہٰذا ایسی حدیث کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا، امام احمد بن حنبل کے دوقولوں میں سے ایک قول یہی ہے کہ توقف کیا جائے گا۔

✿ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایسے تابعی کی حدیث مرسل کو ایک شرط کے ساتھ قبول کیا جائے گا اور وہ شرط یہ ہے کہ وہ خبر مرسل کسی دوسری ایسی سند سے مروی ہو جو پہلے سند کے مبائن ہو خواہ یہ دوسری سند! مسند ہو یا مرسل ہو کیونکہ اس حدیث کے دوسری سند سے آجانے کی وجہ سے پہلی سند کو تقویت مل جائے گی اور محذوف راوی کے ثقہ ہونے کا احتمال بھی قوی ہوجائے گا۔

✪ احناف اور مالکیہ کا اس حدیث کے بارے میں نقطہ نظر یہ ہے کہ ایسے تابعی کی حدیث مرسل جو ہمیشہ ثقہ راویوں سے ہی ارسال کرتا ہو مطلقاً قبول کی جائے گی۔ جیسے حضرت سیدنا سعید بن میسب۔ لیکن اگر تابعی راوی کا نام حذف کرنے میں ثقہ وغیر ثقہ کا امتیاز نہیں کرتا تو اس تابعی کی حدیث مرسل بالاتفاق غیر مقبول اور مردود ہوگی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

معضل و منقطع کا بیان

﴿عبارت﴾: (وَ)الْقِسْمُ (الثَّالِثُ)مِنْ اَقْسَامِ السَّقْطِ مِنَ الْاِسْنَادِ(اِنْ كَانَ بِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًامَعَ التَّوَالِىْ فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَاِلَّا)بِاَنْ كَانَ السَّقْطُ اِثْنَيْنِ غَيْرِمُتَوَالِيَيْنِ فِىْ مَوْضِعَيْنِ مَثَلًا(فَ)هُوَ(الْمُنْقَطِعُ)وَكَذَااِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ اَوْاَكْثَرُمِنْ اِثْنَيْنِ لٰكِنْ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِىْ

﴿ترجمہ﴾: سقوط اسناد کی تیسری (اور چوتھی) قسم یہ ہے کہ اگر دو راوی یا دو زائد راوی مسلسل ساقط ہوں تو یہ خبر معضل ہے اور اگر دو راوی ساقط ہوں لیکن مسلسل نہ ہوں مثلاً دو مقام سے تو یہ خبر منقطع ہے اور اسی طرح اگر ایک راوی ساقط ہو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مگر اس شرط کے ساتھ کہ مسلسل نہ ہوں۔

﴿تشریح﴾:

(وَ)الْقِسْمُ (الثَّالِثُ) الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ سقطِ واضح کے اعتبار سے خبر مردود کی تیسری اور چوتھی قسم بیان کرنی ہے۔ جو کہ معضل اور منقطع ہے۔

خبر معضل کی تعریف:

وہ خبر ہے جس کی سند کے درمیان سے دو یا دو سے زائد راوی مسلسل حذف ہوگئے ہوں۔

خبر منقطع کی تعریف:

وہ خبر ہے جس کی سند کے درمیان سے صرف ایک راوی حذف ہوا ہو یا چند راوی حذف ہوئے ہوں مگر مسلسل نہ ہوئے ہوں بلکہ الگ الگ جگہوں سے ہوئے ہوں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

سقط کا بیان

﴿عبارت﴾(ثُمَّ)اَنَّ السَّقْطَ مِنَ الْاِسْنَادِ(قَدْ یَکُوْنُ وَاضِحًا)یَحْصُلُ الْاِشْتِرَاکُ فِیْ مَعْرِفَتِہٖ لِکَوْنِ الرَّاوِیْ مَثَلًا لَمْ یُعَاصِرْ مَنْ رَوٰی عَنْہُ (اَوْ) یَکُوْنُ (خَفِیًّا) فَلَا یُدْرِکُہٗ اِلَّا الْاَئِمَّۃُ الْحُذَّاقُ الْمُطَّلِعُوْنَ عَلٰی طُرُقِ الْحَدِیْثِ وَعِلَلِ الْاَسَانِیْدِ(فَالْاَوَّلُ)وَھُوَ الْوَاضِحُ (یُدْرَکُ بِعَدَمِ التَّلَاقِیْ)بَیْنَ الرَّاوِیْ وَشَیْخِہٖ بِکَوْنِہٖ لَمْ یُدْرِکْ عَصْرَہٗ اَوْ اَدْرَکَہٗ لٰکِنْ لَمْ یَجْتَمِعَا وَلَیْسَتْ لَہٗ مِنْہُ اِجَازَۃٌ وَلَا وِجَادَۃٌ (وَمِنْ ثَمَّ احْتِیْجَ اِلَی التَّارِیْخِ)لِتَضَمُّنِہٖ تَحْرِیْرَ مَوَالِیْدِ الرُّوَاۃِ وَوَفِیَاتِھِمْ وَاَوْقَاتِ طَلَبِھِمْ وَاَرْتِحَالِھِمْ وَقَدِ افْتَضَحَ اَقْوَامٌ اِدَّعَوُا الرِّوَایَۃَ عَنْ شُیُوْخٍ ظَھَرَ بِالتَّارِیْخِ کِذْبُ دَعْوَاھُمْ

﴿ترجمہ﴾: پھر کبھی اسناد میں راوی کا ساقط ہونا واضح ہوتا ہے کہ اس کی معرفت بالاشتراک حاصل ہو سکتی ہے، کیونکہ راوی اس کا ہم عصر نہیں ہوتا جس سے وہ روایت کر رہا ہوتا ہے اور کبھی اسناد میں سقوط اسقدر پوشیدہ ہوتا ہے کہ ائمہ حذاق جو کہ طرق حدیث اور علل اسانید میں مہارت رکھتے ہیں ان کے سوا کوئی اور معلوم نہیں کر سکتا، پہلی قسم! سقط واضح ہے وہ راوی اور اس کے شیخ میں عدم ملاقات سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے اپنے مروی عنہ کا زمانہ ہی نہیں پایا ہوتا یا زمانہ تو پایا ہوتا ہے لیکن دونوں کی ملاقات نہیں ہوئی ہوتی، اور اسے اس مروی عنہ سے نہ اجازت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی وجادت حاصل ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے اس فن میں علم تاریخ کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ وہ رواۃ کی تاریخ پیدائش، ان کی وفات اور اوقاتِ طلبِ علم اور اسفار پر مشتمل ہوتا ہے اور کتنے لوگ رسوا ہوئے کہ جنہوں نے کسی شیخ سے روایت کا دعویٰ کیا تھا مگر تاریخ کے ذریعے ان کے دعوے کا جھوٹ واضح ہو گیا۔

﴿تشریح﴾:

(ثُمَّ) اَنَّ السَّقْطَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ سقط کی تقسیم اور تعریف کرنی ہے۔ کہ سقط کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) سقطِ وضح۔(۲) سقطِ خفی۔

سقطِ واضح کی تعریف:

سقطِ واضح وہ سقط ہے کہ جس میں راوی کا حذف ہونا آسانی سے معلوم ہو جائے۔ سقط کی اس قسم کو جاننے کے لئے کسی ماہر فن کی ضرورت نہیں ہوا کرتی بلکہ اصول حدیث سے متعلق ہر کوئی پہچان سکتا ہے کہ اس راوی کا اور اس کے مروی عنہ کے

درمیان سے راوی چھوٹا ہوا ہے، سقط واضح کو پہچاننے کا صحیح معیار یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ہم عصر نہ ہو یا ہو مگر ان دونوں میں ملاقات نہ ہوئی ہو، اور نہ اس کو اس سے اجازت یا وجادت حاصل ہو۔

اور یہ تمام امور (راوی کا مروی عنہ کے ہم عصر نہ ہونا، ملاقات نہ ہونا، اجازت یا وجادت (اس کا بیان آگے آئے گا) حاصل نہ ہونا وغیرہ علم تاریخ سے معلوم ہوتے ہیں اسی وجہ سے فن حدیث میں علم تاریخ کی ضرورت پڑی، کیونکہ علم تاریخ ہی راویوں کی پیدائش، وفات اور اوقاتِ طلب علم اور سفر وغیرہ کی کفیل سمجھی جاتی ہے۔

پس اسی علم تاریخ کی وجہ سے وہ رواۃ ذلیل وخوار ہوئے کہ جنہوں نے بعض شیوخ سے روایت حاصل کرنے کا دعویٰ کیا تھا مگر علم تاریخ نے ان کی تکذیب کردی۔

سقط خفی کی تعریف:

سقط خفی وہ سقط ہے جو واضح نہ ہو، یعنی ہر شخص اسے نہ سمجھ سکے، صرف ماہرین فن ہی اسے پا سکیں، جیسے سونے اور چاندی کی کھوٹ پہچاننے کا ملکہ سنار کو ہی ہوتا ہے ہر ایرہ غیرہ کو نہیں ہوتا اسی طرح ماہرین فن کو ہی سقط خفی کا پتہ چلا لینے کا خاص ملکہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک کو نہیں ہوتا۔

✿ یاد رہے سقطِ خفی کے اعتبار سے خبر مردود کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خبر مدلس۔ (۲) خبر مرسل خفی۔ اگلی عبارت میں انہی کا ذکر ہو رہا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

سقطِ خفی کے اعتبار سے خبر مردود کی اقسام

﴿عبارت﴾: (وَ) الْقِسْمُ (الثَّانِيْ) وَهُوَ الْخَفِيُّ (الْمُدَلَّسُ) بِفَتْحِ اللَّامِ سُمِّيَ بِذَالِكَ لِكَوْنِ الرَّاوِيْ لَمْ يُسَمِّ مَنْ حَدَّثَهُ وَاَوْهَمَ سِمَاعَهُ لِلْحَدِيْثِ مِمَّنْ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهِ وَاشْتِقَاقُهُ مِنَ الدَّلَسِ بِالتَّحْرِيْكِ وَهُوَ اِخْتِلَاطُ الظَّلَامِ سُمِّيَ بِذَالِكَ لِاشْتِرَاكِهِمَا فِي الْخَفَاءِ (وَيَرِدُ) الْمُدَلَّسُ (بِصِيْغَةٍ) مِنْ صِيَغِ الْاَدَاءِ يَحْتَمِلُ وُقُوْعَ (اللُّقِيِّ) بَيْنَ الْمُدَلِّسِ وَمَنْ اَسْنَدَ عَنْهُ (كَعَنْ، وَ) كَذَا (قَالَ) وَمَتٰى وَقَعَ بِصِيْغَةٍ صَرِيْحَةٍ كَانَ كِذْبًا وَحُكْمُ مَنْ ثَبَتَ عَنْهُ التَّدْلِيْسُ اِذَا كَانَ عَدْلًا اَنْ لَّايُقْبَلَ مِنْهُ اِلَّامَاصَرَّحَ فِيْهِ بِالتَّحْدِيْثِ عَلَى الْاَصَحِّ (وَكَذَا الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ) اِذَا صَدَرَ (مِنْ مُّعَاصِرٍ لَمْ يَلْقَ) مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ بَلْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَاسِطَةٌ

﴿ترجمہ﴾: اور دوسری قسم جس میں سقطِ خفی ہے وہ خبر مدلس لام کے فتحہ کے ساتھ ہے اس کا یہ نام اس لئے رکھا

گیا کہ راوی نے اپنے شیخ کا نام جس سے وہ روایت کرتا ہے ذکر نہیں کیا، بلکہ اس نے سامع کو اس سے سماع کا وہم دیا جس سے اس نے روایت حاصل نہیں کی۔

یہ لفظ دلس (دال اور لام کے فتحہ کے ساتھ) سے مشتق ہے، جس کا معنی نور ظلمت کا اختلاط ہے، ان دونوں کے اشتراک فی الخفاء کی وجہ سے اس کا نام بھی مدلس رکھ دیا گیا، خبر مدلَّس! ادائیگی کے الفاظ میں سے کسی ایسے لفظ سے وارد ہوتی ہے کہ اس سے اس مدلِّس اور اس کے مروی عنہ کی ملاقات کا وہم ہوتا ہے جیسے عن اور اسی طرح قال۔ اور اگر لفظِ صریح (مثلاً سمعت) سے تدلیس واقع ہو تو یہ جھوٹ ہو جائے گا اور جس سے تدلیس ثابت ہو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر وہ عادل ہو تو جب تک حدثنی (وغیرہ) سے صراحت نہ کردے اصح مذہب میں اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اور اسی طرح مرسل خفی ہے جب وہ کسی ایسے ہمعصر سے صادر ہو جس نے مروی عنہ سے ملاقات نہ کی ہو اور دونوں کے درمیان واسطہ ہو۔

﴿تشریح﴾:

(وَ اَلْقِسْمُ (الثَّانِیْ) وَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ سقطِ خفی کے اعتبار سے خبر مردود کی دو قسمیں بیان کرنی ہیں کہ سقطِ خفی کے اعتبار سے خبر مردود کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خبر مدلس۔ (۲) خبر مرسل خفی۔

لفظِ مدلَّس کی لفظی اور لغوی تحقیق:

لفظِ مُدَلَّس باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، یہ دلس (دال اور لام کے فتحہ کے ساتھ) سے مشتق ہے، جس کا معنی روشنی اور اندھیرے کو ملا جلا دینا ہے گویا مدلس! تدلیس کر کے روایت کی سند کے معاملے کو بالکل گول مول کر دیتا ہے، جس سے روایت کے قاری و سامع پر معاملہ واضح نہیں ہو پاتا۔

خبر مدلس کی تعریف:

وہ خبر ہے جس میں سقطِ خفی ہو یعنی راوی اپنے استاذ کو جس سے وہ خبر (حدیث) سنی ہے حذف کر کے مافوق سے (جس سے ملاقات تو ہوئی ہو مگر اس سے یہ روایت نہ لی ہو) اس طرح روایت کرے کہ استاذ کا محذوف ہونا معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ مافوق سے ہی سنا ہے مثلاً کہے عَنْ فُلَانٍ یا کہے قَالَ فُلَانٌ۔

✿ اگر تدلیس کرنے والا راوی الفاظِ محتملہ نہ بیان کرے بلکہ صراحت کے ساتھ اپنے شیخ کے مافوق سے ایسے الفاظ سے روایت بیان کرے جس سے سماع ثابت ہوتا ہو مثلاً سمعت، اخبرنی، حدثنی وغیرہ حالانکہ اس کا اس سے سماع نہیں تو یہ تدلیس نہیں ہوگی بلکہ اس راوی کا صریح جھوٹ ہوگا جس سے اس عدالت ساقط (ختم) ہو جائے گی۔

وَحُکْمُ مَنْ ثَبَتَ عَنْهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تدلیس کا حکم بیان کرنا ہے۔

تدلیس کا حکم:

جس محدث کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ تدلیس کرتا ہے تو اس کی کوئی روایت قبول نہیں کی جائے گی ہاں! البتہ اگر ثقہ ہو تو اس کی وہ روایت قبول کی جائے گی جس میں سماع کی تصریح ہو۔

(وَكَذَا الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ) الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرسل خفی کا بیان کرنا ہے، یاد رہے یہاں ارسال سے مراد وہ معنی نہیں جس کا ماقبل میں ذکر ہوا'' کہ جس کی سند سے صحابی حذف ہو گیا ہو'' بلکہ یہاں ارسال سے مراد مطلقاً انقطاع ہے، اور انقطاع کے لحاظ سے ارسال کی دو قسمیں ہیں۔(۱) مرسل ظاہر۔(۲) مرسل خفی۔

مرسل ظاہر کی تعریف:

وہ روایت ہے کہ جس میں انقطاع بالکل واضح ہو کیونکہ راوی ایسے شیخ سے روایت کرتا ہو جو اس کا ہمعصر نہ ہو اسے ظاہر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انقطاع تمام محدثین کے لئے واضح ہوتا ہے۔

مرسل خفی کی تعریف:

وہ روایت ہے کہ جس میں انقطاع واضح نہ ہو کیونکہ راوی اپنے شیخ کو حذف کر کے ایسے ہمعصر شیخ سے روایت کرتا ہے جس سے ملاقات نہیں ہوئی، اسے خفی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انقطاع! ماہرین فن پر بھی کبھی مخفی رہ جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر مدلس اور خبر مرسل خفی میں فرق

﴿عبارت﴾: وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَلَّسِ وَالْمُرْسَلِ دَقِيْقٌ يَحْصُلُ تَحْرِيْرُهُ بِمَا ذُكِرَ هٰهُنَا وَهُوَ اَنَّ التَّدْلِيْسَ يَخْتَصُّ بِمَنْ رَوٰى عَمَّنْ عُرِفَ لِقَاءُهُ اِيَّاهُ فَاَمَّا اِنْ عَاصَرَهُ وَلَمْ يُعْرَفْ اَنَّهُ لَقِيَهُ فَهُوَ الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ وَمَنْ اَدْخَلَ فِيْ تَعْرِيْفِ التَّدْلِيْسِ الْمُعَاصَرَةَ وَلَوْ بِغَيْرِ لُقِيٍّ لَزِمَهُ دُخُوْلُ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ فِيْ تَعْرِيْفِهِ وَالصَّوَابُ التَّفْرِقَةُ بَيْنَهُمَا

﴿ترجمہ﴾: خبر مدلس اور خبر مرسل خفی میں ایک باریک سا فرق ہے جو کہ اس تحریر سے جو یہاں مذکور ہے واضح ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ تدلیس اس راوی سے مختص ہے جو معروف اللقاء سے روایت کرے، اور اگر اس نے شیخ کا زمانہ پایا ہو اور اس کی ملاقات معروف نہ ہو تو وہ مرسل خفی ہے اور جنہوں نے معاصرت کو تدلیس کی تعریف میں داخل کیا ہے خواہ ملاقات نہ ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ مرسل خفی مدلس کی تعریف میں داخل ہو جائے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مدلس اور خبر مرسل خفی کے درمیان فرق بیان کرنا ہے۔

فرق یہ ہے کہ خبر مدلس میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے کہ جس سے ملاقات تو ہوئی ہوتی ہے لیکن اس سے مطلقاً سماع ہی نہیں ہوا ہوتا یا روایت کردہ حدیث کا سماع نہیں ہوا ہوتا جبکہ مرسل خفی میں ایسے شیخ کی طرف روایت کو منسوب کیا جاتا ہے کہ جس سے صرف معاصرت ہوتی ہے اس سے ملاقات نہیں ہوئی ہوتی۔

وَمَنْ اَدْخَلَ فِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان لوگوں کا رد کرنا ہے کہ جنہوں نے تدلیس میں مطلق معاصرت (خواہ ملاقات ہو یا نہ ہو) کا اعتبار کیا ہے، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس اعتبار سے تو خبر مدلس کی تعریف میں مرسل خفی بھی داخل ہو جائے گی کیونکہ مرسل خفی میں بھی صرف معاصرت ہوتی ہے ملاقات نہیں ہوتی اور یہی کچھ خبر مدلس کی تعریف میں ہو جائے گا جس سے ان کا باہمی فرق ختم ہو جائے گا حالانکہ ان دونوں کے مابین فرق ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تدلیس میں ملاقات ضروری ہے

﴿عبارت﴾: **وَيَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اِعْتِبَارَ اللُّقِيِّ فِي التَّدْلِيْسِ دُوْنَ الْمُعَاصَرَةِ وَحْدَهَا لَابُدَّ مِنْهُ اِطْبَاقُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى اَنَّ رِوَايَةَ الْمُخَضْرَمِيْنَ كَاَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ وَقَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَبِيْلِ الْاِرْسَالِ لَامِنْ قَبِيْلِ التَّدْلِيْسِ وَلَوْكَانَ مُجَرَّدُ الْمُعَاصَرَةِ يُكْتَفٰى بِهٖ فِي التَّدْلِيْسِ لَكَانَ هٰؤُلَاءِ مُدَلِّسِيْنَ لِاَنَّهُمْ عَاصَرُوْا النَّبِيَّ ﷺ قَطْعًا وَلٰكِنْ لَمْ يُعْرَفْ هَلْ لَقُوْهُ اَمْ لَا وَمِمَّنْ قَالَ بِاشْتِرَاطِ اللُّقِيِّ، فِي التَّدْلِيْسِ اَلْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ وَاَبُوْبَكْرٍ الْبَزَّارُ وَكَلَامُ الْخَطِيْبِ فِي الْكِفَايَةِ يَقْتَضِيْهِ وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ**

﴿ترجمہ﴾: محدثین کا اتفاق اسی پر دلالت کرتا ہے کہ خبر مدلس میں محض معاصرت کے علاوہ ملاقات کا اعتبار کرنا ضروری ہے، محدثین کا اتفاق ہے کہ مخضرمین (مخضرم کی جمع ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے عہد جاہلیت اور عہد نبوت دونوں زمانے پائے ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ صحابہ ہیں یا کبار تابعین، ایسے 20 حضرات ہیں) مثلاً ابو عثمان ہندی اور قیس بن حازم کی حضور ﷺ سے روایت تدلیس کے قبیل سے نہیں بلکہ ارسال خفی کے قبیل سے ہے اگر محض معاصرت کو خبر مدلس میں کافی قرار دیا جاتا تو یہ روات مدلسین قرار پاتے کیونکہ انہوں حضور ﷺ کا زمانہ تو پایا ہے لیکن یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی ہے یا نہیں، اور جو علمائے

کرام! خبر مدلس میں ملاقات کو شرط قرار دیتے ہیں وہ امام شافعی اور ابو بکر بزار ہیں اور کفایہ میں خطیب بغدادی کا کلام بھی اسی کا مقتضی ہے اور یہی قول معتمد ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَيَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس بات پر دلیل دینا ہے کہ خبر مدلس میں صرف معاصرت ہی کافی نہیں بلکہ ملاقات بھی ضروری ہے کیونکہ تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ مخضرمین کہ وہ روایات جو براہ راست حضور ﷺ سے منقول ہیں وہ تمام کی تمام! خبر مرسل خفی کے قبیل سے ہیں، یعنی مرسل خفی کہلاتی ہیں۔

اگر خبر مدلس کے لئے صرف معاصرت ہی کافی ہوتی تو ان حضرات کی روایات بھی مدلس کہلاتیں کیونکہ انہوں حضور ﷺ کا زمانہ تو پایا ہے لیکن یہ ملاقات نہیں کر سکے۔

وَمِمَّنْ قَالَ بِاشْتِرَاطِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مدلس میں معاصرت کے ساتھ ساتھ ملاقات کو بھی ضروری قرار دینے والی سرفہرست شخصیات کا ذکر کرنا ہے کہ ان میں سرفہرست حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ اور امام ابو بکر بزار ہیں۔ اور خطیب بغدادی کی کتاب الکفایہ میں بھی یہی مذکور ہے کہ خبر مدلس میں معاصرت کے ساتھ ساتھ ملاقات بھی ضروری ہے، آخر میں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں یہی مذہب ہی معتمد اور ثقہ ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

عدمِ ملاقات کی معرفت

﴿عبارت﴾: وَيُعْرَفُ عَدَمُ الْمُلَاقَاةِ بِاِخْبَارِهٖ عَنْ نَفْسِهٖ بِذٰلِكَ اَوْ بِجَزْمِ اِمَامٍ مُطَّلِعٍ وَلَا يَكْفِيْ اَنْ يَّقَعَ فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ زِيَادَةُ رَاوٍ اَوْ اَكْثَرَ بَيْنَهُمَا لِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمَزِيْدِ وَلَا يُحْكَمُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ بِحُكْمٍ كُلِّيٍّ لِتَعَارُضِ اِحْتِمَالِ الْاِتِّصَالِ وَالْاِنْقِطَاعِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ كِتَابَ التَّفْصِيْلِ لِمُبْهَمِ الْمَرَاسِيْلِ وَكِتَابَ الْمَزِيْدِ فِيْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِيْدِ وَانْتَهَتْ هٰهُنَا اَقْسَامُ حُكْمِ التَّسَاقُطِ مِنَ الْاِسْنَادِ

﴿ترجمہ﴾: راوی کی عدم ملاقات یا تو خود راوی کے خبر دینے سے معلوم ہوتی ہے یا کسی امام فن کی صراحت سے معلوم ہوتی ہے اور کسی طریق یا سند میں ایک یا ایک سے زیادہ رواۃ کا واقع ہونا تدلیس کے لئے کافی نہیں، کیونکہ ممکن ہے وہ طریق مزید کے قبیل سے ہو، اس صورت میں اتصال وانقطاع کے احتمال کی موجودگی کی وجہ سے قطعی طور پر تدلیس کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، اور اس سلسلے میں خطیب بغدادی نے کتاب التفصیل لمبھم المراسیل اور

کتاب المزید فی متصل الاسانید لکھی ہیں یہاں تک اسناد میں سقط کی اقسام کے احکام اختتام پزیر ہوئے۔

﴿تشریح﴾:

وَيُعْرَفُ عَدَمُ الْمُلَاقَاةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ خبر مدلس میں راوی کی مروی عنہ سے عدم ملاقات کی معرفت کیسے ہوگی؟ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں۔

1-خبر مدلس کا راوی از خود ہی بیان کردے کہ فلاں مروی عنہ سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔

جیسے ابن خشرم کے بارے میں ہے کہ ایک بار وہ سفیان ابن عیینہ کے پاس حاضر تھے تو سفیان بن عیینہ نے روایت بیان کرتے ہوئے کہہ دیا عن الزھری تو ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ سے یہ روایت زہری نے بیان کی ہے؟ جس پر وہ خاموش ہوگئے پھر بولے قال الزھری تو پھر ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے زہری سے سنا ہے؟ تو وہ فرمانے لگے میں نے اس روایت کو زہری سے نہیں سنا اور نہ ہی زہری کے کسی شاگرد سے سنی ہے بلکہ یہ روایت مجھے امام عبد الرزاق نے معمر سے بیان کی ہے اور معمر نے زہری سے بیان کی ہے۔ الغرض! اس واقعہ میں راوی خود اس بات کی صراحت کئے جا رہا ہے کہ فلاں مروی عنہ سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔

2-کوئی ماہر اور متبحر عالم اس بات کی صراحت کردے کہ فلاں راوی کی فلاں مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

جیسے حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے فرمایا عوام بن حوشب نامی راوی نے عبد اللہ ابن ابی اوفی سے ملاقات نہیں کی۔

وَلَا يَكْفِي اَنْ يَقَعَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ زائد راویوں پر مشتمل روایت کا حکم بیان کرنا ہے کہ اگر کسی روایت کی سند میں کوئی راوی زائد ہو یا ایک سے زائد راوی زائد ہوں تو ایسی صورت میں اس روایت کی اس سند پر تدلیس کا حکم نہیں لگایا جائے گا جس سند میں یہ اضافہ نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس روایت کی سند میں زیادتی ہوگئی ہو۔ یعنی وہ روایت ''مزید فی متصل الاسانید'' کے قبیل سے ہو جس کا آگے ذکر آئے گا۔ اس قسم میں خطیب بغدادی کی دو مشہور کتابیں ہیں۔

(۱) التفصیل لمبھم المراسیل . (۲) تمییز المزید فی متصل الاسانید

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اسبابِ طعن کا بیان

﴿عبارت﴾ ثُمَّ الطَّعْنُ يَكُوْنُ لِعَشَرَةِ اَشْيَاءَ بَعْضُهَا اَشَدُّ فِي الْقَدْحِ مِنَ الْبَعْضِ خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ وَخَمْسَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ وَلَمْ يَحْصُلِ الْاِعْتِنَاءُ بِتَمْيِيْزِ اَحَدِ الْقِسْمَيْنِ مِنَ الْاٰخَرِ لِمَصْلِحَةٍ اِقْتَضَتْ ذٰلِكَ وَهِيَ تَرْتِيْبُهَا عَلَى الْاَشَدِّ، فَالْاَشَدِّ فِي مُوْجَبِ الرَّدِّ عَلٰى سَبِيْلِ التَّدَلِّيْ

﴿ترجمہ﴾: پھر طعن دس وجوہ سے ہوتا ہے جن میں سے بعض! بعض کی بنسبت جرح میں زیادہ سخت ہیں، ان میں سے پانچ کا تعلق عدالت کے ساتھ ہے اور پانچ کا تعلق ضبط کے ساتھ ہے دونوں قسموں میں سے ہر ایک قسم کو علیحدہ ذکر کرنے کی طرف توجہ نہیں کی گئی اقتضائے مصلحت کے پیش نظر، اور وہ مصلحت ان وجوہ کو موجب الرد میں اشد فالاشد کی ترتیب پر اس طرح ذکر کرنا ہے کہ اسمیں اعلیٰ درجہ سے ادنیٰ درجے کی طرف تنزل ہو۔

﴿تشریح﴾:

ثُمَّ الطَّعْنُ يَكُوْنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کسی خبر کے مردود ہونے کے دو اسباب (سقط راوی، طعن راوی) میں سے دوسرے سبب یعنی طعن راوی کا بیان کرنا ہے۔

اسبابِ طعن دس ہیں جن میں سے کچھ اسباب دیگر اسباب کی بنسبت زیادہ شدید اور سخت ہیں، اور کچھ سخت نہیں ہیں، اور پھر ان دس اسباب میں سے پانچ اسباب کا تعلق راوی کی عدالت سے ہے اور پانچ اسباب کا تعلق راوی کے ضبط سے ہے۔

عدالت سے متعلق پانچ اسباب:

(۱) کذب۔ (۲) تہمتِ کذب۔ (۳) فسق۔ (۴) جہالت۔ (۵) بدعت۔

ضبط سے متعلق پانچ اسباب:

(۱) فحش غلطی۔ (۲) کثرتِ غفلت۔ (۳) وہم۔ (۴) مخالفتِ ثقات۔ (۵) سوءِ حفظ۔

وَلَمْ يَحْصُلِ الْاِعْتِنَاءُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ مذکورہ دونوں قسموں (متعلق بالعدالۃ، متعلق بالضبط) میں سے ہر ایک قسم کو الگ الگ ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ تمام کو عدالت اور ضبط کے فرق کے بغیر ''الاشد فالاشد'' کی ترتیب کے مطابق ذکر کیا جاتا ہے یعنی سب سے زیادہ شدید کو مقدم کیا جاتا ہے پھر اس سے کم شدید کو آخر تک یہی ترتیب معتبر ہوتی ہے، ہاں بعض علماء نے دونوں قسموں (متعلق بالعدالۃ، متعلق بالضبط) کو الگ الگ ذکر کیا ہے جیسے ہم نے کیا ہے۔

پہلے چار اسباب طعن

﴿عبارت﴾ لِاَنَّ الطَّعْنَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ لِكِذْبِ الرَّاوِیْ فِی الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ بِاَنْ يَّرْوِیَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْهُ مُتَعَمِّدًا لِذٰلِكَ اَوْتُهْمَتِهٖ بِذٰلِكَ بِاَنْ لَّا يَرْوِیَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ اِلَّامِنْ جِهَتِهٖ وَيَكُوْنُ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُوْمَةِ وَكَذَا مَنْ عُرِفَ بِالْكِذْبِ فِیْ كَلَامِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَظْهَرْمِنْهُ وُقُوْعُ ذٰلِكَ فِی الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ وَهٰذَا دُوْنَ الْاَوَّلِ اَوْفُحْشِ غَلَطِهٖ اَیْ كَثْرَتِهٖ اَوْغَفْلَتِهٖ عَنِ الْاِتْقَانِ

﴿ترجمہ﴾: کیونکہ طعن یا تو حدیث نبوی میں راوی کے کذب کے باعث ہوگا کہ وہ قصداً حضور ﷺ سے وہ قول روایت کرے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمایا، یا راوی کے متہم بالکذب ہونے کی وجہ سے ہوگا بایں صورت کہ حدیث کی راویت صرف اسی کی طرف سے ہو اور وہ قواعدِ معلومہ کے خلاف ہو اور اسی طرح وہ راوی جو اپنی گفتگو میں جھوٹا مشہور ہو جائے اگر چہ حدیث نبوی میں اس کا کذب ظاہر نہ ہو، یہ قسم پہلی قسم کی بنسبت درجے میں کم ہے یا اس سے بکثرت غلطی صادر ہونے کی وجہ سے ہوگا یا اس کی حفظِ حدیث میں غفلت کی وجہ سے ہوگا۔

﴿تشریح﴾:

لِاَنَّ الطَّعْنَ اِمَّاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسبابِ طعن میں سے پہلے چار طعن کا ذکر کرنا ہے۔

1- کذب فی الحدیث:

یعنی راوی کا حضور ﷺ کی طرف جان بوجھ کر کوئی جھوٹی بات یا کوئی جھوٹا عمل منسوب کرنا یہ بہت بڑا گناہ بھی ہے اور اسبابِ طعن میں سے سب سے بڑھ کر قبیح اور ناپسندیدہ سببِ طعن ہے۔ اور جس راوی میں یہ طعن پایا جاتا ہو اس راوی کی روایت کو خبر موضوع کہتے ہیں۔

2- تہمتِ کذب:

یعنی جھوٹا الزام! یعنی راوی کے متعلق یہ بات تو ثابت نہیں ہوتی کہ اس نے آقائے دو جہاں ﷺ کی طرف قصداً کوئی بات منسوب کی ہے مگر کچھ قرائن ایسے پائے جاتے ہیں جن سے کذب فی حدیث الرسول کی بدگمانی ہوتی ہے،

اور یہ تہمت دو طرح سے لگتی ہے۔

(۱) کہ راوی ایسی حدیث بیان کرے جو شریعتِ مطہرہ کے قواعد کے خلاف ہو۔

(۲) راوی حدیث کا روایتِ حدیث کے علاوہ دوسرے کلام میں اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جس سے یہ بدگمانی ہوتی ہے

کہ شاید وہ روایتِ حدیث میں بھی جھوٹا ہو۔ یہ طعن پہلے طعن کی بنسبت کم قبیح ہے، جس راوی میں یہ طعن پایا جاتا ہے اس کی روایت "خبر متروک" کہلاتی ہے۔

3- فحشِ غلط:

یعنی غلطیوں کی کثرت ! یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جس کی غلطیاں اس کی درستگیوں کی بنسبت زیادہ ہوں۔ جس راوی میں یہ طعن ہو تو اس کی روایت کو خبر منکر کہتے ہیں۔

4- کثرتِ غفلت:

یعنی بہت زیادہ غفلت ! یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جو حدیث کے اتقان یعنی حدیث کو خوب اچھی طرح محفوظ کرنے سے اکثر غفلت برتتا ہو۔ جس راوی میں یہ طعن پایا جاتا ہو اس کی روایت کو بھی خبر منکر کہتے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

بقیہ چھ اسباب طعن

﴿عبارت﴾: اَوْفِسْقِهٖ بِالْفِعْلِ اَوِ الْقَوْلِ مِمَّالَمْ يَبْلُغِ الْكُفْرَوَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْاَوَّلِ عُمُوْمٌ وَاِنَّمَا اَفْرَدَالْاَوَّلَ لِكَوْنِ الْقَدْحِ بِهٖ اَشَدَّ فِي هٰذَاالْفَنِّ وَاَمَّاالْفِسْقُ بِالْمُعْتَمَدِفَسَيَاْتِيْ بَيَانُهٗ اَوْوَهْمِهٖ بِاَنْ يَرْوِيَ عَلٰى سَبِيْلِ التَّوَهُّمِ اَوْمُخَالَفَتِهٖ اَيِ الثِّقَاتِ اَوْجَهَالَتِهٖ بِاَنْ لَّايُعْرَفَ فِيْهِ تَعْدِيْلٌ وَّلَاتَجْرِيْحٌ مُعَيَّنٌ اَوْبِدْعَتِهٖ وَهِيَ اعْتِقَادُمَااَحْدَثَ عَلٰى خِلَافِ الْمَعْرُوْفِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ لَابِمُعَانَدَةٍبَلْ بِنَوْعِ شُبْهَةٍاَوْسُوْءِ حِفْظِهٖ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنْ اَنْ لَّايَكُوْنَ غَلَطُهٗ اَقَلَّ مِنْ اِصَابَتِهٖ

﴿ترجمہ﴾: یا وہ طعن ایسے فسق فعلی یا فسق قولی کی وجہ سے ہوگا جو حد کفر تک نہ پہنچا ہوا ہو اس سبب اور پہلے سبب یعنی کذب فی الحدیث کے مابین عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے اور پہلے سببِ طعن کو اس سے علیحدہ بیان کیا کہ اس فن میں کذب عمدی کے طعن کی وجہ سے قبح زیادہ ہوتا ہے اور رہی بات فسق اعتقادی کی ! تو اس کا ذکر آگے ہوگا۔

یا طعن وہم کی وجہ سے ہوگا کہ راوی بطورِ وہم روایت کرے، یا طعن ! ثقہ راویوں کی مخالفت کی وجہ سے ہوگا یا طعن راوی کی جہالت کی وجہ سے ہوگا، کہ اس کی تعدیل معلوم نہ ہو اور جرح معین معلوم نہ ہو یا طعن راوی کی بدعت کی وجہ سے ہوگا اور آقائے دو جہاں ﷺ کے معروف طریقہ کے خلاف بدعت پر عناد سے نہیں بلکہ ایک شبہاتی دلیل

کے باعث اعتقاد رکھنا یہ بدعت ہے، یا طعن خرابی حافظہ کی وجہ سے ہوگا جس سے مراد یہ ہے کہ اس کی غلطیاں اس کی درستگیوں کی بنسبت کم نہ ہوں۔

﴿تشریح﴾:

اَوْ فِسْقِهٖ بِالْفِعْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بقیہ چھ اسباب طعن کا بیان کرنا ہے۔

5-فسق راوی:

یعنی نافرمانی کا مرتکب ہونا، یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جو کسی قولی یا فعلی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے مثلاً زنا یا چوری یا قتل وغیرہ کرتا ہے یا بدخلقی کا مظاہر کرتا ہے یا کسی گناہ صغیرہ کا عادی ہو جاتا ہے۔ جس راوی میں یہ طعن پایا جاتا ہے اس کی روایت کو بھی خبر منکر کہتے ہیں۔

6-وہم راوی:

یعنی بھول کر غلطی کرنا، یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جو سند میں یا متن میں تغیر و تبدل کر دے مثلاً حدیث مرسل اور حدیث منقطع کو متصل کر دے یا ایک حدیث کے ٹکڑے کو دوسری حدیث میں داخل کر دے یا حدیث میں کمی و بیشی کر دے، یا ضعیف راوی کی جگہ ثقہ راوی کا نام لے دے، جس راوی میں یہ طعن ہو اس کی روایت کو خبر معلل کہتے ہیں۔

7- مخالفتِ ثقات:

یعنی راوی کا ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرنا۔ اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

8- جہالتِ راوی:

یعنی راوی مجہول الحال ہو اس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے۔

✿ جرح معین سے مراد یہ ہے کہ راوی کے غیر ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذکر کیا جائے کہ غیر ثقہ ہونے کی وجہ اور سبب کیا ہے، چونکہ سبب ذکر کرنے سے جو جرح ہو وہ جرح معین کہلاتی ہے اور جس جرح میں سبب نہ ذکر کیا جائے وہ جرح معین نہیں بلکہ جرح مجرد ہے۔

9-بدعتِ راوی:

یعنی راوی ایسی نئی چیز کا اعتقاد رکھے جو مخالف ہو اس چیز کے جو آقائے دو جہاں ﷺ سے مشہور و معروف طریقے سے ثابت ہو، لیکن یہ مخالفت شبہ کی وجہ سے ہو، عناد کی وجہ سے نہ ہو کیونکہ عناد کی وجہ سے مخالفت کریگا تو کافر ہو جائے گا۔

10-سوءِ حفظ:
یعنی یادداشت کی خرابی، یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جس کی غلط بیانی حافظہ کی خرابی کی وجہ سے صحتِ بیانی سے زائد ہو۔
جس راوی میں طعن پایا جاتا ہو اس کی روایت کو خبر شاذ کہتے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

طعن کی اقسام عشرہ کی تفصیل

﴿عبارت﴾: فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ وَهُوَ الطَّعْنُ بِكَذْبِ الرَّاوِيْ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ هُوَ الْمَوْضُوْعُ وَالْحُكْمُ عَلَيْهِ بِالْوَضْعِ اِنَّمَا هُوَ بِطَرِيْقِ الظَّنِّ الْغَالِبِ لَا بِالْقَطْعِ اِذْ قَدْ يَصْدُقُ الْكَذُوْبُ لٰكِنْ لِاَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ مَلَكَةٌ قَوِيَّةٌ يُمَيِّزُوْنَ بِهَا ذٰلِكَ وَاِنَّمَا يَقُوْمُ بِذٰلِكَ مِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اِطِّلَاعُهُ تَامًّا وَذِهْنُهُ ثَاقِبًا وَفَهْمُهُ قَوِيًّا وَمَعْرِفَتُهُ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى ذٰلِكَ مُتَمَكِّنَةٌ

﴿ترجمہ﴾: پس قسم اول وہ طعن ہے جو حدیث نبوی میں راوی کے جھوٹ بولنے کے بارے میں ہے ایسے طعن والے راوی کی روایت موضوع ہے، اور اس پر وضع کا حکم ظن غالب کے اعتبار سے ہے نہ کہ یقینی طور پر، کیونکہ کبھی جھوٹا بھی سچ بول لیتا ہے لیکن علم حدیث کے ماہر علماء کو ایسا ملکہ ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ اور سچ میں فرق کر لیتے ہیں اور علماء حدیث میں سے اس کام کو وہی علماء ہی سر انجام دے سکتے ہیں جو کامل معلومات رکھتے ہیں، روشن ذہن رکھتے ہوں، اور فہم سلیم کے مالک ہوں اور ان قرائن و علامات سے انہیں اچھی طرح واقفیت ہو جو کسی روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ وَهُوَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ طعن کی دس اقسام کو تفصیلاً بیان کرنا ہے۔

خبر موضوع کا بیان:
خبر موضوع اسی گھڑی ہوئی خبر کو کہتے ہیں جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو مطعون بالکذب ہو۔ مذکورہ خبر پر موضوع ہونے کا حکم صرف ظن غالب کی بناء پر ہوتا ہے کیونکہ اس خبر کا راوی اکثر و بیشتر اپنی روایت میں جھوٹ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے پس اس راوی کی اس عادت اکثریہ کی بناء پر اس کی روایت کو موضوع کہہ دیتے ہیں۔
اس کی خبر پر موضوع ہونے کا حکم قطعی طور پر نہیں ہوتا کیونکہ جھوٹا شخص ہر ٹائم تو جھوٹ نہیں بولتا کبھی سچ بھی تو بول لیتا

ہے۔الغرض! اس خبر میں جھوٹ کے ساتھ ساتھ سچ کا بھی احتمال ہوتا ہے پس اسی لئے اس خبر قطعی طور پر ''موضوع'' ہونے کا حکم نہیں لگتا بلکہ ظن غالب کی بناء پر لگتا ہے۔

لیکن ائمہ حدیث کو ایسی مہارت تامہ حاصل ہوتی ہے کہ وہ خبر موضوع کو غیر موضوع سے ممتاز کر لیتے ہیں اور یہ مہارت تامہ ہر محدث کے پاس نہیں ہوتی صرف انہیں محدثین کے پاس ہوتی ہے جن میں چار صفات پائی جائیں۔

1- روایات کے اسانید کی اور رواۃ سے مکمل طور پر واقفیت ہو۔

2- جس کا ذہن روحانیت سے روشن ہو۔

3- جو فہم سلیم اور صحیح سمجھ بوجھ والا ہو۔

4- جو کسی خبر کے موضوع ہونے پر دلالت کرنے والی علامات وقرائن پر مطلع ہو۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

واضع کی وضع کے اقرار کا حکم

﴿عبارت﴾: وَقَدْ يُعْرَفُ الْوَضْعُ بِاِقْرَارِ وَاضِعٍ قَالَ ابْنُ دَقِيْقِ الْعِيْدِ لٰكِنْ لَا يَقْطَعُ بِذٰلِكَ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَ كَذِبَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِقْرَارِ انْتَهٰى .وَفَهِمَ مِنْهُ بَعْضُهُ اَنَّهُ لَا يُعْمَلُ بِذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اَصْلًا لِكَوْنِهٖ كَاذِبًا وَلَيْسَ ذٰلِكَ مُرَادُهٗ وَاِنَّمَا نَفَى الْقَطْعَ بِذٰلِكَ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ نَفْيِ الْقَطْعِ نَفْيُ الْحُكْمِ لِاَنَّ الْحُكْمَ يَقَعُ بِالظَّنِّ الْغَالِبِ وَهُوَ هٰهُنَا كَذٰلِكَ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَمَا سَاغَ قَتْلُ الْمُقِرِّ بِالْقَتْلِ وَلَا رَجْمُ الْمَعْرُوْفِ بِالزِّنَا لِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَا كَاذِبَيْنِ فِيْمَا اعْتَرَفَا بِهٖ

﴿ترجمہ﴾: اور کبھی وضع کا علم واضع کے اقرار سے ہوتا ہے، ابن دقیق کہتے ہیں وضع کے اقرار سے بھی موضوع ہونا قطعی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ واضع نے اس اقرار میں بھی جھوٹ بولا ہو (ابن دقیق کا کلام اختتام پذیر ہوا) بعض حضرات نے اس یہ سمجھا ہے کہ کہ اس کے اقرار کی بناء پر بھی عمل نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ وہ جھوٹا ہے لیکن اس کلام کا یہ مطلب نہیں بلکہ اس سے تو قطعیت کی نفی مقصود ہے اور قطعیت کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ حکم تو ظن غالب کی بناء پر لگتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر قتل کے اقرار کرنے والے پر قتل اور زنا کا اعتراف کرنے والے پر رجم کا حکم بھی نہیں دینا چاہیئے کیونکہ اس میں بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اعتراف میں جھوٹے ہوں۔

﴿تشریح﴾:
وَقَدْ يُعْرَفُ الْوَضْعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ واضع کی وضع کے اقرار کا حکم بیان کرنا ہے۔ کہ اگر واضع حدیث نے اس بات کا اقرار کیا کہ فلاں حدیث کو میں نے خود ہی گھڑا ہے تو کیا اس کے اقرار کی بناء پر اس روایت کو موضوع قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ جیسے متفرد راوی ابن صبیح نے اپنی ایک روایت کے بارے میں اقرار کرتے ہوئے کہا کہ "میری وہ روایت جس میں حضور ﷺ کے خطبے کا ذکر ہے وہ میری خود ساختہ ہے"۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ واضع کے اقرار سے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا جائے گا لیکن ابن دقیق کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں اس کا موضوع ہونا یقینی طور پر نہیں ہوگا بلکہ ظن غالب کی بناء پر ہوگا کیونکہ یہاں بھی اس کے اقرار میں جھوٹ کا بھی احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے وہ وضع کے اقرار میں بھی جھوٹ بول رہا ہو۔

بعض محدثین رحمہم اللہ نے ابن دقیق کے قول سے یہ سمجھا کہ واضع کے قول پر بالکل عمل ہی نہیں کیا جائے گا اور اس کی مذکورہ حدیث کو موضوع قرار نہیں دیا جائے گا علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابن دقیق کے قول سے یہ مراد نہیں بلکہ ابن دقیق کے قول سے تو یہ مراد ہے کہ ایسی حدیث کو موضوع تو کہا جائے گا لیکن یقینی طور پر نہیں بلکہ ظن غالب کی بناء پر کہا جائے گا یعنی ابن دقیق کے کلام سے اس خبر کے موضوع ہونے کی نفی نہیں بلکہ یقینی طور پر موضوع ہونے کی نفی ہے، اور حکم شرعی ظن غالب کی بناء پر لگتا ہے اور ظن غالب یہاں پر ہے۔

کیونکہ اگر حکم شرعی ظن غالب کی بناء پر نہ لگایا جائے تو پھر قتل کے اقرار کرنے والے پر قتل اور زنا کا اعتراف کرنے والے پر رجم کا حکم بھی نہیں لگانا چاہیئے کیونکہ اس میں بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اعتراف میں جھوٹے ہوں، مگر ظن غالب کی بناء پر جانبِ صدق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر مذکورہ سزا جاری کی جاتی ہے۔

<u>ابن دقیق:</u>

ان کا نام محمد ہے اور کنیت ابو الفتح ہے اور لقب تقی الدین ہے اور عرف ابن دقیق العید ہے یہ شافعی المسلک تھے، ان کی ولادت باسعادت ہوئی کہ جب ان کے والدین حج کا سفر کر رہے تھے، تو ان کے والد نے انہیں ہاتھوں میں لے کر طواف کرایا اور یہ دعا کی کہ اے اللہ تو اسے عالم باعمل بنا اور یہ دعا قبول ہوئی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

قرائن وعلاماتِ وضع کا بیان

﴿عبارت﴾: وَمِنَ الْقَرَائِنِ الَّتِيْ يُدْرَكُ بِهَا الْوَضْعُ مَا يُوْجَدُ مِنْ حَالِ الرَّاوِيْ كَمَا وَقَعَ لِمَامُوْنِ بْنِ اَحْمَدَ، اَنَّهٗ ذُكِرَ بِحَضْرَتِهِ الْخِلَافُ فِيْ كَوْنِ الْحَسَنِ سَمِعَ عَنْ اَبِيْ

هُرَيْرَةَ اَوْلَا فَسَاقَ فِي الْحَالِ اِسْنَادًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعَ الْحَسَنُ مِنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَكَمَا وَقَعَ لِغِيَاثِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ حَيْثُ دَخَلَ عَلَى الْمَهْدِيِّ فَوَجَدَهٗ يَلْعَبُ بِالْحَمَامِ فَسَاقَ فِي الْحَالِ اِسْنَادًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا سَبَقَ اِلَّا فِيْ نَصْلٍ اَوْ خُفٍّ اَوْ حَافِرٍ اَوْ جَنَاحٍ فَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ اَوْ جَنَاحٍ فَعَرَفَ الْمَهْدِيُّ اَنَّهٗ كَذَبَ لِاَجْلِهٖ فَاَمَرَ بِذَبْحِ الْحَمَامِ

﴿ترجمہ﴾: ان قرائن میں سے کہ جن سے وضع کا ادراک کیا جاتا ہے ایک وہ ہے جو راوی کے حال میں پایا جاتا ہے جیسے مامون بن احمد کا واقعہ ہے کہ اس کی مجلس میں اس امر پر اختلاف ہوا کہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے حضرت سیّدنا ابو ہریرہ سے روایت سنی ہے یا نہیں؟ تو مامون نے فوراً حضور ﷺ تک سند متصل بیان کر دی، کہا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ اسی طرح غیاث بن ابراہیم کا واقعہ ہے کہ وہ مہدی کے پاس آیا تو اسے کبوتر کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا تو فی الفور غیاث بن ابراہیم نے حضور ﷺ تک سند متصل بیان کر دی، کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بازی لگانا صحیح نہیں ہے مگر تیر اندازی میں یا اونٹ میں یا گھوڑے میں یا پرندے میں یعنی اس نے حدیث میں اَوْ جَنَاحٍ کا ذکر زائد کر دیا لیکن مہدی سمجھ گیا کہ غیاث بن ابراہم نے اسی کی وجہ سے یہ جھوٹ بولا ہے پس اس نے کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنَ الْقَرَائِنِ الَّتِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان قرائن اور علامات کا ذکر کرنا ہے کہ جن کی وجہ سے کسی خبر کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے چنانچہ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایسے قرائن میں سے ایک قرینہ راوی کی حالت ہے کہ راوی کی حالت ہی بتلا دیتی ہے کہ وہ جھوٹ بولے جا رہا ہے جیسے مامون بن احمد کے سامنے جب اس بات پر اختلاف ہوا کہ حسن بصری علیہ الرحمۃ نے سیّدنا ابو ہریرہ سے سماعت کی ہے یا نہیں؟ تو مامون نے فی الفور ایک سند حضور ﷺ تک پہنچا کر کہا کہ ہاں حسن بصری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ سے سماعت کی ہے۔

اسی طرح غیاث بن ابراہیم! خلیفہ ہارون الرشید کے والد خلیفہ مہدی العباسی کے پاس آیا اور اسے دیکھا کہ وہ کبوتر کے ساتھ کھیل رہا ہے تو اس نے اسے خوش کرنے کے لئے ایک صحیح روایت میں پرندے کے تذکرے کا اضافہ کرتے ہوئے سند متصل سے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سبقت صرف تیر اندازی، اونٹ، گھوڑے اور پرندے میں ہے ان کے علاوہ میں نہیں الغرض! غیاث بن ابراہیم نے اَوْ جَنَاحٍ کا لفظ صرف خلیفہ مہدی کی خوشامد کرنے کے لئے ہی بڑھایا تھا مگر خلیفہ سمجھ گیا تو اس

نے ناراض ہوکر کبوتر کو ہی ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

وضع حدیث کا قرینہ ثانیہ

﴿عبارت﴾: وَمِنْهَا مَا يُوْجَدُ مِنْ حَالِ الْمَرْوِيِّ كَأَنْ يَكُوْنَ مُنَاقِضًا لِنَصِّ الْقُرْاٰنِ أَوِ السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ أَوِ الْإِجْمَاعِ الْقَطْعِيِّ أَوْ صَرِيْحِ الْعَقْلِ حَيْثُ لَا يُقْبَلُ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ التَّاوِيْلِ ثُمَّ الْمَرْوِيُّ تَارَةً يَخْتَرِعُهُ الْوَاضِعُ وَتَارَةً يَأْخُذُ مِنْ كَلَامِ غَيْرِهِ كَبَعْضِ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَوْ قُدَمَاءِ الْحُكَمَاءِ أَوِ الْإِسْرَائِيْلِيَّاتِ أَوْ يَأْخُذُ حَدِيْثًا ضَعِيْفَ الْإِسْنَادِ فَيُرَكِّبُ لَهٗ إِسْنَادًا صَحِيْحًا لِيَرُوْجَ

﴿ترجمہ﴾: ان قرائن میں سے ایک قرینہ وہ ہے جو مروی (روایت) کے حال میں پایا جاتا ہے مثلاً وہ روایت نص قرانی، یا خبر متواتر، یا اجماع قطعی یا عقل صریح کے اس طرح خلاف ہو کہ اس میں کوئی تاویل نہ چل سکتی ہو پھر وہ روایت کبھی تو اسے واضع (راوی) ہی گھڑتا ہے اور کبھی وہ کسی دوسرے کا کلام لے کر روایت کرتا ہے جیسے بعض سلف صالحین یا قدیم حکماء کے کلام سے یا اسرائیلی روایات سے روایت کر دیا یا کسی ضعیف السند کو لے کر اس کے ابتداء میں صحیح سند لگا دیتا ہے تاکہ وہ حدیث رواج پائے۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنْهَا مَا يُوْجَدُ مِنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ وضع حدیث کے دوسرے قرینے کا بیان کرنا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وضع کے قرائن میں سے دوسرا قرینہ روایت کی حالت ہوتی ہے، یعنی روایت کی حالت ہی بتلا دیتی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے، مثلاً وہ نص قرانی کے مخالف ہوتی ہے یا خبر متواتر کے مخالف ہوتی ہے یا اجماع قطعی کے مخالف ہوتی ہے یا وہ عقل یا قیاس کے مخالف ہوتی ہے اور مخالفت بھی اس درجے کی ہوتی ہے کہ کوئی بھی کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں وہ روایت مردود اور موضوع ہوتی ہے۔

نوٹ:

اگر کوئی روایت کسی خبر مشہور یا خبر واحد کے مخالف ہو تو یہ مخالفت اس روایت کے موضوع ہونے کی علامت نہیں ہوگی، اور اسی طرح اجماع قطعی سے مراد وہ اجماع جو غیر سکوتی ہو، اور تواتر سے منقول ہو پس اگر کوئی روایت اا اجماع سکوتی یا ایسے اجماع کے مخالف ہو جو بطریق آحاد منقول ہو تو وہ روایت بھی موضوع نہیں قرار دی جائے گی۔

ثُمَّ الْمَرْوِیُّ تَارَۃً الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ وضع حدیث کی چار صورتیں بیان کرنی ہیں۔

1-واضع راوی خود اس خبر کو گھڑتا ہے اور وہ تمام کی تمام کی خبر اس واضع راوی کے کلام پر مشتمل ہوتی ہے اور پھر اسے وہ حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

2-واضع راوی خود اس خبر کو نہیں گھڑتا بلکہ وہ کسی اور کی بات کو سند متصل سے ذکر کر کے حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

3-واضع راوی! اسرائیلی روایات کو حدیث کی صورت دے کر سند متصل سے ذکر کر دیتا ہے۔

4-کبھی وہ ضعیف السند روایت کو صحیح سند کے ساتھ بیان کر دیتا ہے۔ جس کا متن صحیح ہوتا ہے لیکن اس کی سند کو اس نے خود گھڑ لیا ہوتا ہے اب ایسی صورت میں وہ روایت باعتبار متن کے صحیح ہوگی لیکن باعتبار سند کے موضوع ہوگی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اسبابِ وضع کا بیان

﴿عبارت﴾: وَالْحَامِلُ لِلْوَاضِعِ عَلَى الْوَضْعِ اِمَّا عَدَمُ الدِّيْنِ كَالزَّنَادِقَةِ اَوْ غَلَبَةُ الْجَهْلِ كَبَعْضِ الْمُتَعَبِّدِيْنَ اَوْ فَرْطِ الْعَصَبِيَّةِ كَبَعْضِ الْمُقَلِّدِيْنَ اَوِ اتِّبَاعِ هَوٰى لِبَعْضِ الرُّؤَسَاءِ اَوِ الْاِغْرَابِ لِقَصْدِ الْاِشْتِهَارِ وَكُلُّ ذٰلِكَ حَرَامٌ بِاِجْمَاعِ مَنْ يُّعْتَدُّ بِهٖ اِلَّا اَنَّ بَعْضَ الْكَرَامِيَّةِ وَبَعْضَ الْمُتَصَوِّفَةِ نُقِلَ عَنْهُمْ اِبَاحَةُ الْوَضْعِ فِى التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَهُوَ خَطَاٌ مِّنْ فَاعِلِهٖ نَشَاَ عَنْ جَهْلٍ لِاَنَّ التَّرْغِيْبَ وَالتَّرْهِيْبَ مِنْ جُمْلَةِ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ تَعَمُّدَ الْكِذْبِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ وَبَالَغَ مُحَمَّدٌ الْجُوَيْنِيُّ فَكَفَّرَ مَنْ تَعَمَّدَ الْكِذْبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى تَحْرِيْمِ رِوَايَةِ الْمَوْضُوْعِ اِلَّا مَقْرُوْنًا بِبَيَانِهٖ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ۔

﴿ترجمہ﴾: واضع کو وضع پر برانگیختہ کرنے والی چیز یا تو بے دینی ہوتی ہے جیسے زنادقہ یا جہالت کا غلبہ ہوتا ہے جیسے بعض جاہل عبادت گزار، یا تعصب کی زیادتی ہوتی ہے جیسے بعض مقلدین (مسلک کی ترویج واشاعت میں) یا

بعض امراء کی خواہش کی اتباع ہوتی ہے، یا خبر غریب کو لایا جاتا ہے اس کی شہرت کے لئے (یا اپنی شہرت کے لئے) ان تمام امور کی حرمت پر معتبر محدثین کرام رحمہم اللہ کا اجماع ہے لیکن بعض کرامیہ اور متصوفین سے عوام کی ترغیب (رغبت دلانے کے مضامین) اور ترہیب (خوف دلانے کے مضامین) کے لئے وضع خبر کا جواز منقول ہے حالانکہ یہ غلطی ہے جو ان کی جہالت کی وجہ سے ظہور پزیر ہوئی کیونکہ ترغیب وترہیب بھی احکام شرعیہ میں سے ہیں (جو خبر موضوع سے ثابت نہیں ہوتے) اور علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور امام محمد جوینی رحمۃ اللہ علیہ اس میں مبالغہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والے کی تکفیر کی ہے اور علماء نے خبر موضوع کو آگے روایت کرنے کی بھی حرمت پر اتفاق کیا ہے لیکن اگر اس کی وضعیت کا بھی ساتھ ذکر کر دیا جائے تو جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری طرف سے حدیث بیان کرے اور اسے یہ معلوم ہو کہ یہ جھوٹ ہو تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے اس حدیث کی تخریج امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْحَامِلُ لِلْوَاضِعِ عَلٰی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسبابِ وضع بیان کرنے ہیں جو کہ پانچ ہیں

1- وضع کا پہلا سبب بے دینی ہے کہ بعض لوگ لادینیت اور گمراہی وضلالت کی بناء پر دوسروں کو گمراہ کرنے کے لئے اور دین سے ہٹانے کے لئے کوئی اپنا کلام گھڑ کر اسے حدیث کا نام دے دیتے ہیں جیسے زندیق کرتے ہیں۔

اور زندیق وہ لوگ ہیں جو بظاہر مسلمان ہوتے ہیں لیکن باطناً کافر ہوتے ہیں، تاریخ اسلام میں ایسے لوگوں نے اسلام کو اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور موجودہ دور میں بھی یہ لوگ کبھی طالبان کے روپ میں اور کبھی داعش کے روپ میں نمودار ہوتے رہتے ہیں۔

2- دوسرا سبب جہالت کا غلبہ ہے کہ کچھ لوگ جہالت اور ناسمجھی کی بناء پر اپنے پاس سے ہی خبر گھڑ لیتے ہیں اور اسے حدیث کا نام دے دیتے ہیں، جیسے کچھ صوفیاء! فضائل اور ترغیب وترہیب کے سلسلے میں اپنے پاس سے ہی احادیث بناتے رہتے ہیں، چنانچہ ایک بار ایسا ہوا کہ ہماری مسجد میں ایک درویش صوفی جو ہمہ وقت تسبیحات اور عبادات میں وقت گزارا کرتے تھے ایک بار عصر کی نماز پڑھتے ہوئے ایک نمازی کو بولے یہ جس وقت تم نماز پڑھ رہے ہو اس وقت کی تو قرآن میں ممانعت ہے حالانکہ وہ بالکل صحیح وقت میں نماز پڑھ رہے تھے، یعنی جاہل صوفی یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ان کی عقل میں آجائے بس وہی قرآن اور وہی حدیث ہے۔

3- تیسرا سبب تعصب ہوتا ہے کہ راوی متعصب ہونے وجہ سے کوئی خبر اپنے پاس سے بنا کر اسے حدیث کا نام دے لیتا ہے چنانچہ تاریخ میں ایسا ہوا ہے کہ کچھ مقلدین نے اپنے مذہب کی طرفداری میں اور اپنے امام فضائل میں اور دیگر مذاہب کی

تردید اوران کے ائمہ کرام کے رذائل میں احادیث گھڑلیں جیسے رافضیوں اور خارجیوں نے لاکھوں حدیثیں اپنے مذہب کی ترویج واشاعت کی خاطر وضع کیں۔اس طرح مامون بن احمد الہروی نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے خلاف محض تعصب کی وجہ سے یہ خبر گھڑی۔

کہ "**یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد ادریس یکون اضر علی امتی من ابلیس**"

اور بعض لوگوں نے امام اعظم علیہ الرحمۃ کی شان میں یہ خبر گھڑی اور اسے حدیث کا نام دے دیا۔

کہ "**ابو حنیفۃ سراج امتی**"

4-امراء وحکام سے مال بٹورنے کی غرض سے ان کی خوشامد اور چاپلوسی کرتے ہوئے ان کی رائے کے مطابق حدیث گھڑلی جاتی ہے جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا کہ غیاث بن ابراہیم! خلیفہ ہارون الرشید کے والد خلیفہ مہدی العباسی کے پاس آیا اور اسے دیکھا کہ وہ کبوتر کے ساتھ کھیل رہا ہے تو اس نے اسے خوش کرنے کے لئے ایک صحیح روایت میں پرندے کے تذکرے کا اضافہ کرتے ہوئے سند متصل سے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سبقت صرف تیراندازی،اونٹ،گھوڑے اور پرندے میں ہے ان کے علاوہ میں نہیں الغرض! غیاث بن ابراہیم نے اَوْ جَنَاح کا لفظ صرف خلیفہ مہدی کی خوشامد کرنے کے لئے ہی بڑھایا تھا مگر خلیفہ سمجھ گیا تو اس نے ناراض ہوکر کبوتر کو ہی ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔

5-پانچواں سبب یہ ہے کہ راوی اپنی نمود ونمائش اور تشہیر کی خاطر کوئی روایت گھڑلیتا ہے تاکہ لوگ اسے کوئی بہت بڑا عالم اور محدث سمجھیں چنانچہ اس سلسلے میں بڑا مشہور ومعروف واقعہ ہے کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ اور امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ نے دوران سفر بغداد کی مشرقی جانب رصاصہ کی جامع مسجد میں نماز عصر ادا کی انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک خطیب صاحب کھڑے ہوکرا نہی (امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ اور امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ) کے واسطے سے یہ حدیث بیان کررہے ہیں۔

کہ **قال رسول اللہ ﷺ من قال لا الہ الا اللہ یخلق اللہ من کل کلمۃ منھا طائرا منقارہ من ذھب وریشہ من مرجان**

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ اور امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ یہ کیا ہوگیا ہم نے تو ایسی حدیث بیان ہی نہیں کی،چنانچہ انہوں نے اس خطیب صاحب کو اپنے پاس بلایا خطیب صاحب سمجھے کہ شاید میری بیان کردہ حدیث سے یہ لوگ بڑھے متاثر ہوئے ہیں اور مجھے انعام دینا چاہتے ہیں خطیب فوراً دوڑے ہی چلے آئے،پس امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ نے اس سے پوچھا یہ روایت تجھے کس نے بیان کی؟ اس نے فی الفور کہا امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین نے،امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ نے فرمایا! بھئی یحییٰ بن معین میں ہوں اور احمد بن حنبل یہ ہیں اور ہمیں اس حدیث کا پتہ ہی نہیں اور تو اسے ہماری طرف منسوب کرتا پھر رہا ہے......

خطیب صاحب نے بڑی بیباکی سے کہا کہ کیا اس دنیا میں صرف احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین آپ ہی ہیں اور کوئی نہیں

؟میں نے سترہ احمد بن حنبل نامی رواۃ سے روایات نقل کی ہیں۔

اس پر امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا چھوڑ واسے...... جانے دو......تو وہ خطیب صاحب ان دونوں شخصیات مقدسہ کا مذاق اڑاتے ہوئے اور طنز کرتے ہوئے اٹھ گئے۔

وَكُلُّ ذٰلِكَ حَرَامٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ موضوع حدیث کا حکم بیان کرنا ہے کہ تمام محدثین رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ کسی وجہ سے بھی کسی حدیث کو وضع کرنا یا گھڑنا ناجائز اور حرام ہے۔

البتہ بعض جاہل صوفیاء نے کرامیہ نے (جو کہ معتزلہ کی ایک شاخ ہے) ترغیب وترہیب کے باب احادیث کے وضع کرنے کا جائز اور مباح قرار دیا ہے لیکن مصنف علیہ الرحمۃ نے ان کے اس عمل کو ان کی غلطی اور جہالت سے تعبیر کیا ہے۔

کیونکہ ترغیب وترہیب تو احکام شرعیہ میں سے ایک حکم ہے اور کسی حکم شرعی کو خبر موضوع سے ثابت کرنا یا کسی حکم شرعی کو ثابت کرنے کے لئے کوئی خبر وضع کرنا دونوں ناجائز عمل ہیں۔ بعضوں نے اسے کبائر میں سے بیان کیا ہے اور بعض ائمہ کرام نے تو اس کی تکفیر تک کی ہے جیسا امام محمد جوینی علیہ الرحمۃ سرفہرست ہیں۔

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى تَحْرِيْمِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر موضوع کو بیان کرنے کا حکم بیان کرنا ہے۔

کہ تمام ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ خبر موضوع کو اس کے موضوع ہونے کی صراحت کئے بغیر روایت کرنا حرام ہے، یعنی اسے ذکر کرنا ایسے جائز ہے کہ آپ اسے ذکر کر کے اس کے ساتھ ہی اس کا موضوع ہونا بیان کر دیں البتہ یہ جائز نہیں آپ اسے تو بیان کریں لیکن اس کا موضوع ہونا بیان نہ کریں۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْن** کہ ''جو کوئی میری طرف سے کوئی ایسی روایت بیان کرے کہ جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ ہے پس وہ جھوٹوں میں سے ہے'' یہ ترجمہ تو اس وقت ہوگا جب **كَاذِبِيْن** کو جمع کا صیغہ بنائیں لیکن اگر اسے تثنیہ کا صیغہ بنالیں تو معنیٰ یہ ہوگا وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہوگا یعنی ایک جھوٹا تو وہ جس نے اس کو گھڑا اور دوسرا یہ جس نے اس کی جھوٹی گھڑی ہوئی بات کو آگے بیان کر دیا ساتھ یہ بھی نہیں کہا کہ یہ جھوٹ ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

متروک ومنکر کا بیان

﴿عبارت﴾: وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنْ اَقْسَامِ الْمَرْدُوْدِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ بِسَبَبِ تُهْمَةِ الرَّاوِيْ بِالْكَذِبِ فَهُوَ الْمَتْرُوْكُ وَالثَّالِثُ الْمُنْكَرُ عَلٰى رَأْيِ مَنْ لَا يَشْتَرِطُ فِي الْمُنْكَرِ قَيْدَ الْمُخَالَفَةِ وَكَذَا الرَّابِعُ وَالْخَامِسُ فَمَنْ فَحُشَ غَلَطُهٗ اَوْ كَثُرَتْ غَفْلَتُهٗ اَوْ ظَهَرَ فِسْقُهٗ فَحَدِيْثُهٗ مُنْكَرٌ.

﴿ترجمہ﴾: خبر مردود کی اقسام میں سے دوسری قسم خبر متروک ہے اور وہ وہ خبر ہے جو راوی کی تہمتِ کذب کے اعتبار سے ہو اور تیسری قسم خبر منکر ہے ان ائمہ کی رائے کے مطابق جو خبر منکر میں مخالفت کی قید کو شرط قرار نہیں دیتے، اسی طرح چوتھی اور پانچویں قسم کا معاملہ ہے پس جس راوی کی غلطیاں کثیر ہوں یا جس میں غفلت کی بہتات ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو تو اس کی حدیث منکر ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

وَالْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر متروک اور خبر منکر کا بیان کرنا ہے۔

خبر متروک کی تعریف:

خبر متروک وہ خبر ہے جو کسی ایسے راوی سے منقول ہو جو متہم بالکذب ہو، ایسی خبر کو متروک کہا جاتا ہے موضوع نہیں کہا جاتا، کیونکہ محض تہمتِ کذب سے کسی راوی کو واضع نہیں کہہ سکتے۔

خبر منکر کی تعریف:

وہ حدیث ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جس میں غلطیاں کثیر ہوں یا اس میں غفلت کی بہتات ہو یا اس سے فسق کا ظہور ہوا ہو، خواہ اس راوی کی روایت ثقہ راوی کی روایت کے خلاف ہو یا نہ ہو۔

نوٹ:

خبر منکر مذکورہ تعریف بعض ائمہ کرام کے نزدیک ہے ان ائمہ کرام کے نزدیک کسی روایت کے منکر ہونے کے لئے ثقہ کی مخالفت شرط نہیں ہے۔ ہاں بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر ضعیف راوی ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے تو ثقہ کی روایت کو "معروف" اور ضعیف کی روایت کو "منکر" کہتے ہیں۔

خبر منکر کی دونوں تعریفوں میں فرق:

خبر منکر کی دونوں تعریفوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے کہ اگر راوی میں طعن کی تیسری قسم، چوتھی اور پانچویں قسم ہو اور وہ ثقہ راوی کے خلاف بھی روایت کرتا ہو تو ایسی صورت میں دونوں تعریفوں کے اعتبار سے خبر منکر ہوگی۔ (مادہ اجتماعی)

☆ اور اگر راوی میں طعن کی تیسری قسم، چوتھی اور پانچویں قسم پائی جا رہی ہے لیکن اس کی روایت ثقہ راوی کی روایت کے خلاف نہیں ہے تو یہ صرف دوسری تعریف (جنکے ہاں مخالفت کی شرط نہیں ہے) کے اعتبار سے منکر ہوگی۔ (مادہ افتراقی)

☆ اور اگر راوی میں طعن کی تیسری قسم، چوتھی اور پانچویں قسم نہیں پائی جا رہی ہے لیکن کسی اور طعن کی وجہ سے وہ ضعیف ہے اور اس کی روایت ثقہ راوی کی روایت کے خلاف ہے تو یہ صرف مخالفت کی شرط لگانے والوں کے اعتبار سے منکر ہوگی۔ (مادہ افتراقی)

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

معلل کا بیان

﴿عبارت﴾: ثُمَّ الْوَهْمُ وَهُوَ الْقِسْمُ السَّادِسُ وَاِنَّمَا اَفْصَحَ بِهٖ لِطُوْلِ الْفَصْلِ اِنِ اطَّلَعَ عَلَيْهِ اَىْ عَلَى الْوَهْمِ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى وَهْمِ رَاوِيْهِ مِنْ فَصْلِ مُرْسَلٍ اَوْ مُنْقَطِعٍ اَوْ اِدْخَالِ حَدِيْثٍ فِىْ حَدِيْثٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الْاَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَيَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ وَجَمْعِ الطُّرُقِ فَهٰذَا هُوَ الْمُعَلَّلُ وَهُوَ مِنْ اَغْمَضِ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَاَدَقِّهَا وَلَا يَقُوْمُ بِهٖ اِلَّا مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهْمًا ثَاقِبًا وَحِفْظًا وَاسِعًا وَمَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ وَمَلَكَةً قَوِيَّةً بِالْاَسَانِيْدِ وَالْمُتُوْنِ وَلِهٰذَا لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ اِلَّا قَلِيْلٌ مِنْ اَهْلِ هٰذَا الشَّانِ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَالْبُخَارِيِّ وَيَعْقُوْبَ بْنِ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاَبِىْ حَاتِمٍ وَاَبِىْ زُرْعَةَ وَالدَّارَقُطْنِىِّ وَقَدْ تَقْصُرُ عِبَارَةُ الْمُعَلِّلِ عَنْ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلٰى دَعْوَاهُ كَالصَّيْرَفِيِّ فِىْ نَقْدِ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ .

﴿ترجمہ﴾: پھر وہم جو طعن کی چھٹی قسم ہے اس کو کافی فصل کی وجہ سے صراحۃً ذکر کیا ہے، اگر راوی کے وہم پر ایسے قرائن کے ذریعے اطلاع ہو جائے جو راوی کے وہم پر دلالت کرنے والے ہوں خواہ وہ وہم! خبر مرسل کو متصل کرنے کی صورت میں ہو یا مرسل کو منقطع کرنے کی صورت میں ہو یا ایک روایت کو دوسری روایت میں بیان کرنے کی صورت میں ہو یا ان جیسی اور کوئی بھی قبیح صورت ہو، اس وہم کی معرفت کثرتِ تتبع وتلاش اور روایت کے طریقوں کو جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے یہی وہ صورت ہے جس کو خبر معلل کہتے ہیں یہ قسم علوم حدیث کی مشکل ترین قسموں میں سے ہے، اسے کوئی حاصل نہیں کر سکتا مگر جسے اللہ پاک درست سمجھ، وسیع حافظہ اور رواۃ کے مراتب کی معرفتِ تام سے نوازے، اور اسانید ومتون پر اسے مہارتِ تامہ حاصل ہو، اسی وجہ سے اس پر بہت کم گفتگو کی ہے سوائے ان چند لوگوں کے جو اس شان کے ہوئے ہیں جیسے علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، یعقوب بن ابی شیبہ، ابو حاتم، ابو زرعہ اور امام دارقطنی، اور کبھی معلِل (علت نکالنے والے محدث) کی عبارت اپنے دعوے پر دلیل پیش کرنے سے اس طرح قاصر ہوتی ہے جیسے صراف درہم ودینار کے پرکھنے پر۔

﴿تشریح﴾:

ثُمَّ الْوَهْمُ وَهُوَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ وہم جو طعن راوی کا چھٹا سبب ہے اس کا بیان کرنا ہے یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جو سند میں یا متن میں تغیر وتبدل کر دے مثلاً حدیث مرسل اور حدیث منقطع کو متصل کر دے یا

ایک حدیث کے ٹکڑے کو دوسری حدیث میں داخل کردے یا حدیث میں کمی وبیشی کردے، یا ضعیف راوی کی جگہ ثقہ راوی کا نام لے دے، جس راوی میں یہ طعن ہو اس کی روایت کو خبر معلل کہتے ہیں۔

خبر معلل کی تعریف:

وہ خبر ہے جس میں راوی نے وہم کی وجہ سے کوئی تغیر وتبدل کردیا ہو اور اس وہمی تغیر کا قرائن کی وجہ سے اور اس خبر کی تمام سندیں اکٹھیں کرنے کی وجہ سے علم ہو گیا ہو۔

نوٹ:

خبر معلل کو بعض اوقات خبر معلول بھی کہہ دیا جاتا ہے، لیکن امام ابن صلاح علیہ الرحمۃ اور امام نووی علیہ الرحمۃ ایسا کہنے کو درست نہیں قرار دیتے۔

وَاِنَّمَا اَفْصَحَ بِهٖ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے کہ اس مقام کو السادس نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس مقام کو صراحۃً (ثُمَّ الْوَهْمُ سے) ذکر کردیا گیا ہے ایسا کیوں؟ تو اس کا جواب دیا کہ چونکہ بیچ میں طویل مباحث ذکر ہو گئیں تھیں لہٰذا اب اگر السادس کہہ دیا جاتا تو سمجھنے میں دشواری لازم آتی۔

وَهُوَ مِنْ اَغْمَضِ اَنْوَاعِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ خبر معلل کی معرفت ایک اہم اور دقیق ترین فن ہے کیونکہ اسانید ومتون کی مخفی علتوں سے آگاہ ہونا کسی عام عالم کے بس کی بات نہیں، بلکہ اس پر علوم حدیث کے ماہر اور دقیقہ شناس محدثین رحمۃ اللہ علیہم ہی دسترس رکھتے ہیں جنہیں فہم وذکا، کامل حافظہ، رواۃ کے مراتب ضبط وعدالت سے کاملاً واقفیت، اسناد حدیث پر خاص بصیرت اور اختلاف متون کے متعلق معلومات تامہ حاصل ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ چند گنتی کے علماء کبار نے ہی اس قسم (وہم) میں گفتگو اور بحث مباحثہ کیا ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام یعقوب بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رازی، امام ابوزرعۃ، امام دار قطنی۔

وَقَدْ تَقْصُرُ عِبَارَةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے معلل اور ناقد حدیث کسی حدیث کے معلل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن وہ صراف کی طرح اپنے دعویٰ پر دلیل نہیں دے سکتا، یعنی اگر اسے کہا جائے کہ آپ کی بیان کردہ علت کی دلیل کیا ہے؟ تو جواباً وہ خاموشی اختیار کرلیتا ہے وہ اس دلیل کے اظہار پر قادر نہیں ہوتا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مخالفتِ ثقات

﴿عبارت﴾: ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ وَهُوَ الْقِسْمُ السَّابِعُ اِنْ كَانَتْ وَاقِعَةً بِسَبَبِ تَغْيِيْرِ السِّيَاقِ اَيْ سِيَاقِ الْاِسْنَادِ فَالْوَاقِعُ فِيْهِ ذٰلِكَ التَّغْيِيْرُ مُدْرَجُ الْاِسْنَادِ وَهُوَ اَقْسَامٌ. اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّرْوِيَ

جَمَاعَةُ الْحَدِيْثَ بِاَسَانِيْدَ مُخْتَلِفَةٍ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُمْ رَاوٍ فَيَجْمَعُ الْكُلَّ عَلٰى إِسْنَادٍ وَّاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْاَسَانِيْدِ وَلَا يُبَيِّنُ الْاِخْتِلَافَ ۔

﴿ترجمہ﴾: پھر ثقہ کی مخالفت اور یہ ساتویں قسم ہے اگر سیاق یعنی سیاق اسناد میں تغیر کے باعث واقع ہو تو اس تغیر (متن واسناد) کی صورت میں یہ مدرج الاسناد ہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ محدثین ﷭ کی ایک جماعت نے ایک روایت کو مختلف اسانید سے روایت کیا پھر ان سے ایک راوی نے روایت کیا اور سب کو جمع کر دیا ایک سند میں اور اختلاف بیان نہیں کیا۔

﴿تشریح﴾:

ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ وَهُوَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ طعن کی ساتویں قسم یعنی مخالفت ثقات کی اقسام اور صورتیں بیان کرنی ہیں۔ یاد رہے مخالفت ثقات کی کل چھ اقسام ہیں۔

1-مدرج الاسناد۔ 2-مدرج المتن۔ 3-خبر مقلوب

4-خبر مزید فی متصل الاسانید۔ 5-خبر مضطرب 6-خبر مصحف ومحرف۔

خبر مدرج الاسناد کی تعریف:

مدرج! باب افعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ''داخل کیا ہوا'' ہے۔

یہ وہ خبر ہے جس میں سیاق سند بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کی مخالفت ہو جائے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

مدرج الاسناد کی پہلی قسم:

متعدد اساتذہ سے مختلف اسانید کے ساتھ ایک حدیث پاک کو سنا مگر اس کے بیان کے وقت ہر ایک استاذ کی علیحدہ سند نہ بیان کی جائے بلکہ تمام اسانید کو ایک سند میں جمع کر دیا جائے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مدرج الاسناد کی دوسری قسم

﴿عبارت﴾ وَالثَّانِيْ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَتْنُ عِنْدَ رَاوٍ اِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَاِنَّهُ عِنْدَهُ بِاِسْنَادٍ اٰخَرَ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُ رَاوٍ تَامًّا بِالْاِسْنَادِ الْاَوَّلِ وَمِنْهُ اَنْ يَّسْمَعَ الْحَدِيْثَ مِنْ شَيْخِهٖ اِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَيَسْمَعُهٗ عَنْ شَيْخِهٖ بِوَاسِطَةٍ فَيَرْوِيْهِ رَاوٍ عَنْهُ تَامًّا بِحَذْفِ الْوَاسِطَةِ ۔

﴿ترجمہ﴾: دوسری قسم یہ ہے کہ متن! کچھ حصے کے علاوہ ایک راوی کے پاس ایک سند سے تھا اور کچھ حصہ اسی

راوی کے پاس دوسری سند سے تھا لیکن وہ راوی اس پورے متن کو پہلی سند کے ساتھ روایت کردے اور اسی قسم ثانی میں سے یہ بھی ہے کہ راوی نے اپنے شیخ سے ایک حدیث روایت کی اور اس کا ایک حصہ اس نے شیخ سے بواسطہ سنا تو پھر وہ اس روایت کو مکمل اپنے شیخ سے واسطہ حذف کر کے روایت کرے۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّانِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مدرج الاسناد کی دوسری قسم بیان کرنی ہے۔

شیخ نے حدیث کسی سند سے روایت کی، اور اس کا کچھ حصہ دوسری سند سے بیان کردیا لیکن راوی نے تمام حدیث ہی پہلی سند سے بیان کردی، یا ایک حدیث ایک شیخ سے سنی اور اس کا کچھ حصہ اس شیخ کے کسی شاگرد سے سنا پھر تمام حدیث شیخ کی سند سے روایت کردی اور اس شاگرد کا واسطہ حذف کردیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مدرج الاسناد کی تیسری قسم

﴿عبارت﴾ وَالثَّالِثُ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدَ الرَّاوِیْ مَتْنَانِ مُخْتَلِفَانِ بِاِسْنَادَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ فَیَرْوِیْهِمَا رَاوٍ عَنْهُ مُقْتَصِرًا عَلٰی اَحَدِ الْاِسْنَادَیْنِ اَوْ یَرْوِیْ اَحَدَ الْحَدِیْثَیْنِ بِاِسْنَادِهِ الْخَاصِّ بِهٖ لٰکِنْ یَزِیْدُ فِیْهِ مِنَ الْمَتْنِ الْاٰخَرِ مَا لَیْسَ فِی الْاَوَّلِ ۔

﴿ترجمہ﴾: اور تیسری قسم یہ ہے کہ راوی کے پاس دو مختلف متن دو مختلف سندوں سے ہوں تو اس راوی سے روایت کرنے والا کوئی اور راوی دونوں سندوں کے متن کو ایک سند سے روایت کرے، یا دونوں میں سے کسی ایک حدیث کو اس کی خاص سند کے ساتھ روایت کرے لیکن اس متن میں دوسرے متن سے کچھ اضافہ کردے جو پہلے متن میں نہیں تھا۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّالِثُ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مدرج الاسناد کی تیسری قسم بیان کرنی ہے۔

کسی راوی کے پاس دو حدیثیں دو مختلف سندوں سے تھیں لیکن اس نے بیان کے وقت دونوں حدیثوں کو ایک ہی سند سے بیان کردیا۔ یا ایک حدیث کو اسی کی مخصوص سند سے بیان کیا لیکن دوسری حدیث کا کوئی حصہ اس میں شامل کردیا جو کہ پہلے اس میں شامل نہیں تھا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مدرج الاسناد کی چوتھی قسم

﴿عبارت﴾ اَلرَّابِعُ اَنْ یَّسُوْقَ الْاِسْنَادَ فَیَعْرِضُ عَلَیْهِ عَارِضٌ فَیَقُوْلُ كَلَامًا مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ فَیَظُنُّ بَعْضُ مَنْ سَمِعَهٗ اَنَّ ذٰلِكَ الْكَلَامَ هُوَ مَتْنُ ذٰلِكَ الْاِسْنَادِ فَیَرْوِیْهِ عَنْهُ كَذٰلِكَ هٰذِهٖ اَقْسَامُ مُدْرَجِ الْاِسْنَادِ ۔

﴿ترجمہ﴾: چوتھی قسم یہ ہے کہ راوی سند بیان کر رہا ہو تو اچانک اسے کوئی عارضہ پیش آجائے پس وہ اپنی جانب سے کچھ کلام کر دے تو سننے والوں میں کچھ نے یہ سمجھا کہ یہ کلام اس سند کا متن ہے تو وہ سننے والے اس سے اسی طرح ہی روایت کریں، یہ تمام مدرج الاسناد کی اقسام ہیں۔

﴿تشریح﴾:

اَلرَّابِعُ اَنْ یَّسُوْقَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مدرج الاسناد کی چوتھی قسم بیان کرنی ہے۔
شیخ نے کسی حدیث کی سند بیان کی پھر اس کا متن بیان کرنے سے پہلے کوئی کلام کر لیا شاگرد نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ یہ کلام اس سند کا متن ہے اور اس نے اسے آگے روایت کر دیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مدرج المتن کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاَمَّا مُدْرَجُ الْمَتْنِ فَهُوَ اَنْ یَقَعَ فِی الْمَتْنِ كَلَامٌ لَیْسَ مِنْهُ فَتَارَةً یَكُوْنُ فِیْ اَوَّلِهٖ وَتَارَةً فِیْ اَثْنَائِهٖ وَتَارَةً فِیْ اٰخِرِهٖ وَهُوَ الْاَكْثَرُ لِاَنَّهٗ یَقَعُ بِعَطْفِ جُمْلَةٍ عَلٰی جُمْلَةٍ، اَوْ بِدَمْجِ مَوْقُوْفٍ مِنْ كَلَامِ الصَّحَابَةِ اَوْ مَنْ بَعْدَهُمْ بِمَرْفُوْعٍ مِنْ كَلَامِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ غَیْرِ فَصْلٍ فَهٰذَا هُوَ مُدْرَجُ الْمَتْنِ وَیُدْرَكُ الْاِدْرَاجُ بِوُرُوْدِ رِوَایَةٍ مُفَصَّلَةٍ لِلْقَدْرِ الْمُدْرَجِ مِمَّا اُدْرِجَ فِیْهِ اَوْ بِالتَّنْصِیْصِ عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الرَّاوِیْ اَوْ مِنْ بَعْضِ الْاَئِمَّةِ الْمُطَّلِعِیْنَ اَوْ بِاسْتِحَالَةِ كَوْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ذٰلِكَ وَقَدْ صَنَّفَ الْخَطِیْبُ فِی الْمُدْرَجِ كِتَابًا وَلَخَّصْتُهٗ وَزِدْتُ عَلٰی قَدْرِ مَا ذُكِرَ مَرَّتَیْنِ اَوْ اَكْثَرَ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔

﴿ترجمہ﴾: بہر حال مدرج المتن وہ حدیث ہوتی ہے جس کے متن میں ایسا کلام آجائے جو متن میں سے نہ ہو یہ کلام کبھی تو اس کے شروع میں ہوتا ہے، کبھی درمیان میں ہوتا ہے اور کبھی آخر میں ہوتا ہے اور یہ آخری صورت زیادہ تر ہوتی ہے کیونکہ یہ (اجنبی کلام) ایک جملہ کا جملہ سابقہ پر عطف کی صورت میں واقع ہوتا ہے یا صحابی یا تابعی کے کلام موقوف کو حضور ﷺ کی مرفوع حدیث کے ساتھ بلا امتیاز ملا دیا جائے تو یہ روایت مدرج المتن ہوگی۔ اور مدرج کا علم کبھی ایسی روایت کے ذکر سے ہوتا ہے جو روایت! اس مقدار کو اس سے الگ کر دیتی ہے جس میں ادراج کیا گیا تھا، یا راوی کی تصریح سے یا بعض واقف ائمہ کرام کے بتلانے سے، یا اس بات کے محال ہونے کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے وہ بات فرمائی ہو، اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرج کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے اور میں نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں دوگنا یا اس سے بھی زیادہ اضافہ بھی کیا ہے اور اللہ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَاَمَّا مُدْرَجُ الْمَتَنِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مخالفت ثقہ کی دوسری قسم مدرج المتن کی تعریف کرنی ہے اور متن میں ادراج اور اضافہ کی صورتیں بیان کرنی ہیں۔

مدرج المتن کی تعریف:

مدرج المتن! وہ حدیث ہے کہ جس کے متن میں کچھ کلام کا ایسے اضافہ کیا گیا ہو کہ اصل متن اور اضافہ شدہ کلام میں کوئی فرق اور امتیاز باقی نہ ہو، اور اضافہ شدہ کلام خواہ کسی صحابی کا ہو یا کسی اور کا ہو۔

متن میں اضافہ کی صورتیں:

متن میں اضافہ اور ادراج کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

1- کبھی تو یہ اضافہ متن حدیث کے شروع میں ہوتا ہے۔ جیسے حدیث حضرت ابو ہریرہ! **اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار**، جبکہ صحیح اس طرح ہے **اسبغوا الوضوء فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ویل للاعقاب**

2- کبھی یہ اضافہ متن حدیث کے درمیان میں ہوتا ہے۔ جیسے حدیث عائشہ: **ان النبی ﷺ کان یتحنث فی غار حراء وھو التعبد اللیالی ذوات العدد** اس حدیث میں **وھو التعبد** امام زہری کا کلام ہے جو کہ **تحنث** کی تفسیر میں ہے۔

3- کبھی یہ اضافہ متن حدیث کے آخر میں ہوتا ہے۔ جیسے حدیث ابو ہریرہ: **للعبد المملوک اجران والذی نفسی بیدہ لولا الجہاد فی سبیل اللہ والحج الخ** اس حدیث میں **والذی نفسی بیدہ** کے بعد حدیث نہیں بلکہ حضرت

ابوہریرہ کا کلام ہے۔

✿ متن میں اضافہ کی ان تین صورتوں میں سے زیادہ تر تیسری صورت ہی پائی جاتی ہے کیونکہ اسی صورت میں ہی اضافہ شدہ کلام کے جملہ کا عطف اصل متن حدیث کے جملہ پر ہوتا ہے اور یہ (عطف الجملہ علی الجملہ) اکثر و بیشتر کلام کے آخر میں ہی ہوتا ہے۔

وَيُدْرَكُ الْإِدْرَاجُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ادراج اور اضافے کو پہچاننے کی علامتیں بیان کرنی ہیں۔

ادراج اور اضافہ کی تین علامتیں ہیں۔

1-ادراج اور اضافہ کا علم کبھی دوسری روایت سے ہوتا ہے جس میں اضافہ شدہ کلام کی تعیین کی گئی ہوتی ہے۔

2-کبھی راوی کی تصریح سے ہوتا ہے یعنی خود راوی ہی اس بات کی تصریح کر دیتا ہے کہ یہ متن حدیث ہے اور یہ متن حدیث نہیں بلکہ میرا کلام ہے۔

3-اور کبھی ادراج کا علم اس بات سے بھی ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث ایسے کلام پر مشتمل ہوتی ہے کہ جس کا حضور ﷺ سے صادر ہونا محال اور ناممکن ہوتا ہے۔

وَقَدْ صَنَّفَ الْخَطِيْبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مدرج کے متعلق لکھی گئی کتب کا تذکرہ کرنا ہے۔

خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ نے مدرج کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس کا نام **الفصل للوصل المدرج فی النقل** ہے پھر علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ اس کتاب کی تلخیص کر کے اس میں کچھ مزید اضافات بھی کئے اور اس کتاب کا نام **تقریب المنهج بترتیب المدرج** ہے، پھر علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کی لکھی گئی کتاب (**تقریب المنهج بترتیب المدرج**) کی تلخیص کی اور اس کا نام **المدرج الی المدرج** ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبرِ مقلوب کا بیان

﴿عبارت﴾: أَوْ إِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَقْدِيمٍ وَتَأْخِيرٍ أَيْ فِي الْأَسْمَاءِ كَمُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ وَكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ لِأَنَّ اِسْمَ أَحَدِهِمَا اِسْمُ أَبِي الْآخَرِ فَهٰذَا هُوَ الْمَقْلُوْبُ وَلِلْخَطِيْبِ فِيْهِ كِتَابُ "رَافِعُ الْاِرْتِيَابِ" وَقَدْ يَقَعُ الْقَلْبُ فِي الْمَتْنِ أَيْضًا كَحَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِي السَّبْعَةِ الَّذِيْنَ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّ عَرْشِهِ فَفِيْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ أَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ يَمِيْنُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ فَهٰذَا مِمَّا انْقَلَبَتْ عَلٰى أَحَدِ الرُّوَاةِ وَإِنَّمَا هُوَ حَتّٰى لَا يَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ كَمَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ۔

﴿ترجمہ﴾: اگر مخالفت ناموں میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے ہو جیسے مرہ بن کعب اور کعب بن مرہ کیونکہ ان میں سے ایک کا نام دوسرے کے والد کا نام ہے تو یہ مقلوب ہے، خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ نے اس سلسلے میں ''رافع الارتیاب'' نامی کتاب تصنیف کی ہے اور کبھی کبھی یہ تقدیم وتاخیر متن میں بھی ہوتی ہے جیسے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ان سات ذیشان افراد کے متعلق کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا فرمائیگا اس حدیث میں ہے رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَخْفَاهَا حَتّٰى لَاتَعْلَمَ يَمِيْنُهٗ مَاتُنْفِقُ شِمَالُهٗ یہ جملہ وہ ہے جو ایک راوی پر مقلب ہو گیا ہے یعنی وہ اس میں تقدیم وتاخیر کر گئے ہیں، جبکہ صحیح متن یہ ہے رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَخْفَاهَا حَتّٰى لَايَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ جیسا کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہے۔

﴿تشریح﴾:

اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مخالفت ثقہ کی تیسری قسم مقلوب کی تعریف کرنی ہے اور اس کی مثال بیان کرنی ہے اور مقلوب کے بارے میں لکھی گئی کتاب کا تذکرہ کرنا ہے۔

مقلوب کی تعریف:

حدیث مقلوب وہ حدیث ہے جس کے راویوں کے ناموں میں یا متن حدیث میں تقدیم وتاخیر ہو گئی ہو۔

جیسے ایک راوی کا نام کعب بن مرہ ہے اور دوسرے راوی کا نام مرہ بن کعب ہے اب ان دونوں کا ذکر کرنے سے غلطی کا وقوع ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ایک کا وہ نام ہے جو دوسرے کے والد کا نام ہے۔

۞ رواۃ کے ناموں میں تقدیم وتاخیر کے بارے میں خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا مکمل نام رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والانساب ہے۔

۞ متن حدیث میں تقدیم وتاخیر کی مثال یہ ہے کہ جیسے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ جس میں سات ان افراد کا ذکر ہے کہ جنہیں اللہ رب العزت قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیگا ان میں سے ایک کا ذکر یوں ہے رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَخْفَاهَا حَتّٰى لَاتَعْلَمَ يَمِيْنُهٗ مَاتُنْفِقُ شِمَالُهٗ جبکہ یہ اصل میں یوں ہے کہ رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَخْفَاهَا حَتّٰى لَايَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ یعنی شمالہ کا ذکر یمینہ سے مقدم ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مزید فی متصل الاسانید اور اس کی شرائط

﴿عبارت﴾: اَوْاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِزِيَادَةِ رَاوٍ فِيْ اَثْنَاءِ الْاِسْنَادِ وَمَنْ لَمْ يَزِدْهَا اَتْقَنُ مِمَّنْ زَادَهَا (ف) هٰذَا هُوَ (الْمَزِيْدُ فِيْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِيْدِ) وَشَرْطُهُ اَنْ يَقَعَ التَّصْرِيْحُ بِالسَّمَاعِ فِيْ مَوْضِعِ الزِّيَادَةِ وَاِلَّا مَتٰى كَانَ مُعَنْعَنًا مَثَلًا تُرُجِّحَتِ الزِّيَادَةُ ۔

﴿ترجمہ﴾: اور اگر مخالفت ثقہ درمیان سند میں کسی راوی کی زیادتی کی وجہ سے ہو اس حال میں کہ زیادتی نہ کرنے والا راوی زیادہ ثقہ ہو اس راوی سے جس نے زیادتی کی ہے تو وہ ''مزید فی متصل الاسانید'' ہے، اس کی شرط یہ ہے کہ زیادتی کے مقام پر سماع کی تصریح ہو ورنہ جہاں عنعنہ ہوگا تو زیادتی والی سند کو ترجیح دی جائے گی۔

﴿تشریح﴾:

اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مخالفت ثقہ کی چوتھی قسم ''مزید فی متصل الاسانید'' کی تعریف کرنی ہے۔

مزید فی متصل الاسانید کی تعریف:

وہ حدیث ہے جس کی سند متصل میں کسی راوی نے وہم کی وجہ سے کسی واسطے کا اضافہ کر دیا ہو مثلاً اگر سند یوں ہو کہ حدثنا خالد قال حدثنا زاھد قال حدثنا عمرو اسے وہم سے یوں کہہ دینا حدثنا خالد قال حدثنا امین قال حدثنا زاھد قال حدثنا عمرو ۔

شرائط:

مزید فی متصل الاسانید کی دو شرطیں ہیں۔ جن میں ایک تو مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان کی ہے اور دوسری شرط علامہ ابن صلاح نے ذکر کی ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ شرط یہ ہے کہ ''محل اضافہ میں سماع کی تصریح ہو'' جیسے خالد! حدثنا زاھد کہہ رہا ہے، لہٰذا اب امین کا اضافہ مزید قرار دیا جائے گا اور اگر محل اضافہ میں سماع کی صراحت نہ ہو بلکہ احتمالی لفظ عن ہو تو امین کے اضافے کو راجح قرار دیکر یہ کہیں گے کہ پہلی سند یعنی بغیر اضافے والی منقطع تھی جس سے امین کا اضافہ ساقط ہو گیا تھا، اور دوسری سند یعنی اضافہ والی متصل اور پوری ہے۔

علامہ ابن صلاح کی بیان کردہ شرط یہ ہے کہ اضافہ کی صورت میں وہم کا ہونا متحقق ہو گیا ہو ورنہ دونوں سندوں کو صحیح قرار دیکر یہ کہا جائے گا کہ خالد نے یہ حدیث زاھد سے بھی سنی ہے اور امین سے بھی سنی ہے، اس لئے الگ الگ ساعتوں

کا بیان کیا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر مضطرب کا بیان

﴿عبارت﴾: اَوْاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِاِبْدَالِهِ اَيِ الرَّاوِيْ وَلَا مُرَجِّحَ لِاِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَلَى الْاُخْرٰى فَهٰذَا هُوَ الْمُضْطَرِبُ وَهُوَ يَقَعُ فِي الْاِسْنَادِ غَالِبًا وَقَدْ يَقَعُ فِي الْمَتْنِ لٰكِنْ قَلَّ اَنْ يَّحْكُمَ الْمُحَدِّثُ عَلَى الْحَدِيْثِ بِالْاِضْطِرَابِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاِخْتِلَافِ فِي الْمَتْنِ دُوْنَ الْاِسْنَادِ وَقَدْ يَقَعُ الْاِبْدَالُ عَمَدًا لِمَنْ يُّرِيْدُ اخْتِيَارَ حِفْظِهٖ اِمْتِحَانًا مِنْ فَاعِلِهٖ كَمَا وَقَعَ لِلْبُخَارِيِّ وَالْعُقَيْلِيِّ وَغَيْرِهِمَا وَشَرْطُهٗ اَنْ لَّا يَسْتَمِرَّ عَلَيْهِ بَلْ يَنْتَهِيْ بِانْتِهَاءِ الْحَاجَةِ فَلَوْ وَقَعَ الْاِبْدَالُ عَمَدًا لَا لِمَصْلَحَةٍ بَلْ لِلْاِغْرَابِ مَثَلًا فَهُوَ مِنْ اَقْسَامِ الْمَوْضُوْعِ وَلَوْ وَقَعَ غَلَطًا فَهُوَ مِنَ الْمَقْلُوْبِ اَوِ الْمُعَلَّلِ .

﴿ترجمہ﴾: اور اگر مخالفت ثقہ! راوی کے (شیخ کو) تبدیل کرنے کی وجہ سے ہو اور دو روایتوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینے والا کوئی امر بھی نہ ہو، تو یہ مضطرب ہے، اور اکثر یہ ابدال سند میں ہوتا ہے اور کبھی متن میں بھی ہوتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی حدیث پر کوئی محدث اضطراب کا حکم لگائے اختلاف متن کے اعتبار سے نہ کہ سند کے اعتبار سے، اور کبھی ابدال قصداً ہوتا ہے ابدال کرنے والے کی طرف سے اس شخص کے لئے جس کے حافظہ کو امتحان کے لئے آزمانا مقصود ہو، جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ اور امام عقیلی علیہ الرحمۃ وغیرہ کے لئے ہوا تھا، لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اس پر دوام نہ ہو بلکہ ضرورت پوری ہونے پر ختم کردے، پس اگر ابدال قصداً کسی مصلحت کے بغیر ہی اظہارِ غرابت کے طور پر ہو تو وہ موضوع کی اقسام میں سے ہوگا اور اگر غلطی سے ہوا ہو تو وہ مقلوب یا معلل ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَوْاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مخالفت ثقہ کی پانچویں قسم "خبر مضطرب" کی تعریف کرنی ہے۔

خبر مضطرب کی تعریف:

خبر مضطرب وہ خبر ہے جس کی سند یا متن میں تغیر و تبدل کی وجہ سے ثقہ راوی سے ایسا اختلاف پیدا ہو گیا ہو کہ دونوں

روایتوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔اور اگر ترجیح دینا ممکن ہو تو راجح کو مقبول اور مرجوح کو مردود کہیں گے۔

خبر مضطرب میں تغیر کا وقوع:

خبر مضطرب میں اکثر و بیشتر تغیر کا وقوع سند میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ روایت ضعیف ہو جاتی ہے لیکن کبھی کبھی یہ تغیر و تبدل متن میں بھی ہو جاتا ہے مگر متن میں بہت کم ہوتا ہے، جس طرح متن میں تغیر و تبدل کا وقوع بہت کم ہے اسی طرح کسی حدیث پر محض متن کے تغیر و تبدل کی بناء پر اضطراب کا حکم محدثین رحمہم اللہ بہت کم لگاتے ہیں۔

سند میں اضطراب کی مثال:

حدیث ہے **اذا صلی احدکم فلیجعل شیئاتلقاء وجهه فان لم یجد فلینصب عصا فان لم یجد فلیخط خطا ثم لا یضره مامر بین یدیه** (کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز کر لے، اگر کوئی چیز نہ ملے تو چھڑی کر لے وہ بھی نہ ملے تو لکیر کھینچ لے تو پھر اس کے لئے وہ چیز نقصان دہ نہیں ہوگی جو اس کے سامنے گزرے گی)۔

اس حدیث کی اسناد مندرجہ ذیل ہیں۔

1-اسماعیل بن امیه عن ابی عمرو بن محمد بن عمرو بن حریث عن جده حریث بن سلیم عن ابی هریرة (ابن ماجه باب مایستر المصلی) .

2-اسماعیل بن امیه حدثنی ابو عمرو بن محمد بن حریث انه سمع جده حریثایحدث عن ابی هریرة(رواه ابو داؤد باب الخط اذالم یجد عصا) .

3-اسماعیل بن امیه عن ابی محمد بن عمروبن حریث عن جده حریث رجل من بنی عذرة عن ابی هریرة(ابو داؤد) .

4-اسماعیل عن ابی عمروبن هریث عن ابیه عن ابی هریرة .

5-اسماعیل عن عمروبن محمد بن حریث عن ابیه عن ابی هریرة .

6-اسماعیل عن حریث بن عمار عن ابی هریرة .

☆ دیکھئے راوی بھی (اسماعیل بن امیہ) ایک ہے اور روایت بھی ایک ہے مگر اس کے شیخ میں کسقدر اضطراب ہے۔

متن میں اضطراب کی مثال:

ترمذی شریف میں فاطمۃ بنت قیس سے روایت ہے۔

کہ حضور ﷺ نے فرمایا **ان فی المال لحقا سوی الزکاة .**

اور اسی سند سے ابن ماجہ میں یہی متن حدیث اس طرح درج ہے لیس فی المال حق سوی الزکوۃ ۔

امتحان کی غرض سے تغیر وتبدل:

کبھی کسی محدث کے حافظہ کی آزمائش کے لئے اسناد یا متن میں عمداً تغیر وتبدل کر دیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس کے پاس سند یا متن صحیح طریقے سے محفوظ ہے یا نہیں۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ تغیر وتبدل ہمیشہ قائم نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ ضرورت پوری ہونے کے ساتھ ہی اسے ختم کر دینا چاہیئے۔

چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ جب بغداد شریف تشریف لائے تو وہاں کے محدثین رحمہم اللہ نے ایک سو روایات کے اسانید اور متون میں تغیر وتبدل کر کے دس افراد کو منتخب کیا کہ وہ ان متغیرہ اور متبدلہ احادیث میں سے دس دس احادیث امام بخاری علیہ الرحمۃ کو سنائیں، امام بخاری علیہ الرحمۃ نے تمام کی تمام احادیث کے متون اور اسناد کی درستگی بھی فرمادی اور ان کی غلطیوں کی نشاندہی بھی فرمادی۔ ایسے ہی امام عقیلی علیہ الرحمۃ کا اور دیگر محدثین رحمہم اللہ مثلاً فضل بن الدکین، محمد بن عجلان، امام المزی وغیرہم کا بھی امتحان لیا گیا ہے۔

فَلَوْ وَقَعَ الْإِبْدَالُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر کسی سند یا متن میں تغیر وتبدل کیا گیا کسی غرض فاسد کی وجہ سے تو وہ روایت موضوع کی اقسام میں سے ہوگی لیکن اگر سند یا متن میں تغیر وتبدل غلطی کی وجہ سے ہو گیا تو ایسی خبر کو مقلوب یا معلل کہیں گے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مصحف ومحرف کا بیان

﴿عبارت﴾: اَوْ اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيْرِ حَرْفٍ اَوْ حُرُوْفٍ مَعَ بَقَاءِ صُوْرَةِ الْخَطِّ فِي السِّيَاقِ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى النُّقَطِ فَالْمُصَحَّفُ اَوْ اِنْ كَانَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الشَّكْلِ فَالْمُحَرَّفُ وَمَعْرِفَةُ هٰذَا النَّوْعِ مُهِمَّةٌ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْعَسْكَرِيُّ وَالدَّارُقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُمَا وَاَكْثَرُ مَا يَقَعُ فِي الْمُتُوْنِ وَقَدْ يَقَعُ فِي الْاَسْمَاءِ الَّتِيْ فِي الْاَسَانِيْدِ ۔

﴿ترجمہ﴾: اگر مخالفت ثقہ کسی ایک حرف یا کئی حروف کی وجہ سے ہو بشرطیکہ سیاق کی صورت باقی رہے اگر یہ مخالفت نقطوں میں ہے تو یہ خبر مصحف ہے اور اگر یہ مخالفت شکل کے اعتبار سے ہے تو یہ خبر محرف ہے اس قسم کو پہچاننا بہت مشکل ہے، علامہ عسکری رحمۃ اللہ علیہ اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس قسم کے بارے میں کتب تصنیف کی ہیں، زیادہ تر اس قسم کا وقوع متون میں ہوتا ہے اور کبھی سند کے ناموں میں بھی ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَوْاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مخالفت ثقہ کی چھٹی قسم خبر مصحف ومحرف کی تعریف کرنی ہے۔

خبر مصحف ومحرف کی تعریف:

وہ خبر ہے جس میں سند اور متن کی صورت تو برقرار رہے مگر ایک حرف یا چند حروف کے بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کی مخالفت لازم آئے۔ پھر اگر حرف یا حروف کا تغیر وتبدل صرف نقطوں کے اعتبار سے ہو تو یہ خبر مصحف ہے۔

خبر مصحف کی مثال:

جیسے مشہور ومعروف حدیث ہے "من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصائم الدهر"
اس روایت میں مذکور لفظ ستا کو ایک راوی ابوبکر الصولی نے تصحیف کر کے ستا کی بجائے شیئا ذکر کیا ہے۔

✿ اور اگر تغیر وتبدل اشکل کے اعتبار سے ہو تو وہ خبر محرف ہے۔

خبر محرف کی مثال:

جیسے حضرت سیدنا جابر کی روایت ہے "رمى ابى يوم الاحزاب على اكحلة فكواه رسول الله" جس میں ابی سے ابی بن کعب مراد ہیں لیکن راوی غندر نے اس کی تحریف اَبِیْ (اضافت کے ساتھ یعنی میرا باپ) کے ساتھ کر دی ہے۔

وَمَعْرِفَةُ هٰذَا النَّوْعِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے سند یا متن میں نقطوں کی وجہ سے یا حروف کی شکل بدلنے کی وجہ سے جو تغیر وتبدل ہوتا ہے اس کی معرفت بہت مشکل کام ہے جو ہر محدث کے بس کی بات نہیں، یہ تغیر وتبدل اکثر وبیشتر روایت کے متن میں ہوتا ہے لیکن کبھی روایت کی سند میں بھی ہو جاتا ہے، اس قسم میں امام دار قطنی علیہ الرحمۃ اور علامہ عسکری علیہ الرحمۃ نے کتب تصنیف کی ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

متن حدیث میں تغیر اور اسے مختصر کرنے کا حکم

﴿عبارت﴾: وَلَايَجُوْزُ تَعَمُّدُ تَغْيِيْرِ صُوْرَةِ الْمَتَنِ وَلَا الْاِخْتِصَارُ مِنْهُ بِالنَّقْصِ وَاِبْدَالِ اللَّفْظِ الْمُرَادِفِ بِاللَّفْظِ الْمُرَادِفِ لَهٗ اِلَّا لِعَالِمٍ بِمَدْلُوْلَاتِ الْاَلْفَاظِ وَبِمَا يُحِيْلُ الْمَعَانِيْ عَلَى الصَّحِيْحِ فِي الْمَسْئَلَتَيْنِ اَمَّا اِخْتِصَارُ الْحَدِيْثِ فَالْاَكْثَرُوْنَ عَلٰى جَوَازِهٖ بِشَرْطِ اَنْ يَّكُوْنَ الَّذِيْ يَخْتَصِرُهٗ عَالِمًا لِاَنَّ الْعَالِمَ لَايَنْقُصُ مِنَ الْحَدِيْثِ اِلَّا مَالَاتَعَلُّقَ لَهٗ بِمَا يُبْقِيْهِ مِنْهُ

بِحَيْثُ لَا يَخْتَلِفُ الدَّلَالَةُ وَلَا يَخْتَلُّ الْبَيَانُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْمَذْكُوْرُ وَالْمَحْذُوْفُ بِمَنْزِلَةِ خَبَرَيْنِ اَوْ يَدُلُّ مَاذَكَرَهُ عَلٰى مَاحَذَفَهُ بِخِلَافِ الْجَاهِلِ فَاِنَّهُ قَدْ يَنْقُصُ مَالَهُ تَعَلُّقٌ كَتَرْكِ الْاِسْتِثْنَاءِ .

﴿ترجمہ﴾: متن کی صورت کو عمداً بدلنا کسی طرح بھی درست نہیں، اور اسی طرح اسے کم کر کے اختصار کرنا یا کسی مرادف لفظ کو کسی مرادف سے بدلنا بھی ناجائز ہے مگر اس عالم کے لئے جائز ہے جو الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو اور ان چیزوں کا واقف ہو کہ جن سے معانی بدل جاتے ہیں دونوں مسئلوں میں صحیح مذہب یہی ہے۔ بہر حال حدیث پاک کو مختصر کرنا تو اکثر محدثین رحمہم اللہ اس شرط پر اختصار کو جائز قرار دیتے ہیں کہ اختصار کرنے والا عالم ہو کیونکہ عالم حدیث سے اسی چیز کو ہی حذف کریگا جس کا باقی حدیث کے ساتھ تعلق نہیں ہوگا اس طرح کہ نہ مراد مختلف ہوگی اور نہ ہی وضاحت میں اس طرح خلل آئے گا کہ مذکور اور محذوف دو الگ خبریں معلوم ہوں یا ان الفاظ کو حذف کریگا جن پر بقیہ حدیث دلالت کرتی ہوگی بخلاف جاہل کے کہ وہ کبھی استثناء وغیرہ والے لفظ کو ہی حذف کردیگا جس کا باقی کلام سے پورا حصہ ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَلَا يَجُوْزُ تَعَمُّدُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متن حدیث میں تغییر اور اس کے اختصار کا حکم بیان کرنا ہے۔

متن حدیث میں تغییر کا حکم:

متن حدیث میں کسی قسم کا بھی تغیر کرنا عمداً جائز نہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اور ترتیب الفاظ میں جو خوبیاں اور خصوصیات ہیں ان تک کسی کی بھی رسائی نہیں ہے

✿ چنانچہ بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا براء بن عازب کو سوتے وقت یہ دعا سکھلائی تھی کہ سوتے وقت اس دعا کو پڑھ لیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ لَامَلْجَاَ وَلَامَنْجَامِنْكَ اِلَّااِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے تصحیح کے لئے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہی دعا دہرائی اور دہراتے ہوئے بِنَبِيِّكَ کی جگہ بِرَسُوْلِكَ کہہ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برجستہ ٹوکا کہ نہیں بِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ پڑھو حالانکہ رسول اپنی ضرور ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تھوڑی سی تبدیلی بھی کرنے کی بھی اجازت نہیں دی، تو پھر دیگر تغیرات بپا کرنے کی اجازت کیسے عطا فرما سکتے ہیں؟۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ کئی محدثین کرام رحمہم اللہ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ ان کے ہونٹ اور زبانیں کٹی ہوئی تھیں، تو ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواباً کہا کہ

"لَفْظَةٌ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ غَيَّرْتُهَا فَفُعِلَ بِيْ هٰذَا" کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کا ایک لفظ تبدیل کرنے کی وجہ سے مجھے یہ سزا دی گئی ہے۔

متن حدیث میں اختصار کرنے کا حکم:

متن حدیث میں اختصار کرنے کے متعلق ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

☆ بعض ائمہ کرام نے مطلقاً اختصار کو بھی مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے بھی فی الجملہ تغیر واقع ہوتا ہے۔

☆ بعض ائمہ کرام نے متن حدیث میں اختصار کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔

☆ بعض ائمہ کرام کہتے ہیں کہ اگر اس محدث نے اس حدیث کو ایک مرتبہ بھی مکمل نہ بیان کیا ہو تو اس حدیث کو مختصر نہیں کر سکتا، لیکن اگر ایک بار یا کئی بار اسے مکمل بیان کر چکا ہو تو اسے مختصر طریقے سے بیان کر سکتا ہے۔

☆ جمہور کہتے ہیں کہ متن حدیث میں اختصار کرنا غیر عالم کے لئے بالکل جائز نہیں، ہاں! البتہ ایسے عالم کے لئے یہ کام جائز ہے جو الفاظ کے مدلولات اور اور ایسے امور سے خوب اچھی طرح واقف ہو جن سے معانی بدل جاتے ہیں، کیونکہ عالم! حدیث کے صرف اسی حصے کو ہی کم کریگا جس کا بقیہ حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہوگا لہٰذا ایسے حصے کو حذف کرنے سے نہ تو معانی کی دلالت مختلف ہوگی، اور نہ ہی حکم میں کوئی تبدیلی واقع ہوگی، کیونکہ اگر معانی میں کوئی تبدیلی واقع ہو جائے تو حذف شدہ حصہ اور الگ سے مستقل خبر شمار ہوگا اور مذکور حصہ الگ سے کوئی مستقل خبر شمار ہوگا تو اس طرح دو روایتیں ہو جائیں گی۔

جبکہ عالم کے حذف سے تو نہ معانی میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے اور نہ ہی حدیث کا حکم مختلف ہوتا ہے بلکہ اس کا ذکر کردہ حصہ اس کے محذوف حصے پر دلالت کریگا لہٰذا ایسے عالم کا اختصار کرنا درست ہے، بخلاف غیر عالم اور جاہل کے کہ وہ حدیث کے ضروری حصے اور مدار حکم کو ہی حذف کر بیٹھے گا جس سے بات کوئی سے کوئی بن جائیگی۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے لَايُبَاعُ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ اب اس سے الا سواء بسواء کو حذف کر دیا جائے تو مفہوم ہی الٹ ہو جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

روایت بالمعنیٰ کے متعلق ائمہ کرام کا اختلاف

﴿عبارت﴾: وَاَمَّا الرِّوَايَةُ بِالْمَعْنٰى فَالْخِلَافُ فِيْهِ شَهِيْرٌ وَالْاَكْثَرُ عَلَى الْجَوَازِ اَيْضًا وَمِنْ اَقْوٰى حُجَجِهِمُ الْاِجْمَاعُ عَلٰى جَوَازِ شَرْحِ الشَّرِيْعَةِ لِلْعَجَمِ بِلِسَانِهِمْ لِلْعَارِفِ بِهٖ

فَلِذَا جَازَ الْاِبْدَالُ بِلُغَةٍ اُخْرٰى فَجَوَازُهٗ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ اَوْلٰى وَقِيْلَ اِنَّمَا يَجُوْزُ فِي الْمُفْرَدَاتِ دُوْنَ الْمُرَكَّبَاتِ وَقِيْلَ اِنَّمَا يَجُوْزُ لِمَنْ يَّسْتَحْضِرُ اللَّفْظَ لِيَتَمَكَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ وَقِيْلَ اِنَّمَا يَجُوْزُ لِمَنْ كَانَ يَحْفَظُ الْحَدِيْثَ فَنَسِيَ لَفْظَهٗ وَبَقِيَ مَعْنَاهُ مُرْتَسَمًا فِيْ ذِهْنِهٖ فَلَهٗ اَنْ يَّرْوِيَهٗ بِالْمَعْنٰى لِمَصْلِحَةِ تَحْصِيْلِ الْحُكْمِ مِنْهُ بِخِلَافِ مَنِ اسْتَحْضَرَ لَفْظَهٗ وَجَمِيْعُ مَا تَقَدَّمَ يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَازِ وَعَدَمِهٖ وَلَاشَكَّ اَنَّ الْاَوْلٰى اِيْرَادُ الْحَدِيْثِ بِاَلْفَاظِهٖ دُوْنَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ قَالَ الْقَاضِيْ عِيَاضٌ يَنْبَغِيْ سَدُّ بَابِ الرِّوَايَةِ بِالْمَعْنٰى لِئَلَّا يَتَسَلَّطَ مَنْ لَّا يُحْسِنُ مَنْ يَظُنُّ اَنَّهٗ يُحْسِنُ كَمَا وَقَعَ لِكَثِيْرٍ مِنَ الرُّوَاةِ قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا ۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ

﴿ترجمہ﴾: بہرحال روایت بالمعنیٰ تو اس میں اختلاف مشہور ہے اور اکثر اس کے جواز کے بھی قائل ہیں، جائز قرار دینے والوں کی سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ اس بات پر ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر عجمیوں کے لئے شریعت (قرآن وحدیث) کی شرح ان کی زبان میں کی جائے تو اس شخص کے لئے جائز ہے جو اس زبان کو سمجھتا ہو، تو جب دوسری زبان میں بدلنا جائز ہے تو لغتِ عربیہ میں بدلنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ مرکبات میں جائز نہیں بلکہ صرف مفردات میں یہ تبدیلی کرنا جائز ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ اس کے لئے جائز ہے جسے الفاظ حدیث مستحضر ہوں تا کہ تصرف کرنا ممکن ہو سکے اور بعض نے کہا کہ یہ اس کے لئے جائز ہے جسے حدیث یاد تھی پھر وہ بھول گیا اور اس کے ذہن میں اس کے معانی منقش ہو کر رہ گئے تو صرف استنباط حکم کے لئے اس کے لئے ہی روایت بالمعنیٰ جائز ہے بخلاف اس کے جسے الفاظ حدیث یاد ہو تو اس کے لئے یہ جائز نہیں، گزشتہ تمام بحث جواز اور عدم جواز کے متعلق تھی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اسی کے الفاظ کے ساتھ روایت کرنا اس میں تصرف کئے بغیر ہی زیادہ بہتر ہے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روایت بالمعنیٰ کا دروازہ ہی بند کر دینا چاہیئے تا کہ جو لوگ اس کے اہل نہیں وہ اسی گمان سے کہ ہم اس کے اہل ہیں اس کام پر مسلط نہ ہو جائیں، جیسے کہ گزشتہ زمانہ میں اور موجودہ زمانہ میں بہت سے راویوں سے ایسا ہوا ہے۔ اور اچھائی کی اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاَمَّا الرِّوَايَةُ بِالْمَعْنٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ روایت بالمعنیٰ کے متعلق ائمہ کرام رحمھم اللہ علیھم کا اختلاف بیان کرنا ہے۔

روایت بالمعنیٰ کی تعریف:

راوی اروایت کے الفاظ کی بجائے اس کے معانی کو اپنے الفاظ میں بیان کردے، اسے اصطلاح محدثین میں روایت با لمعنیٰ کہتے ہیں اس کے متعلق ائمہ کرام کا اختلاف مشہور ہے۔

☆ اکثر محدثین کرام رحمہم اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں ان کی قوی ترین دلیل یہ ہے کہ محدثین کرام رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ عجمی ماہر حدیث اگر اپنی زبان میں قرآن وحدیث کا ترجمہ کرے تو جائز ہے تو جب غیر زبان میں قرآن وحدیث کے الفاظ کی تبدیلی جائز ہے تو عربی زبان میں یہ تبدیلی بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی۔

☆ بعض ائمہ کرام کہتے ہیں روایت بالمعنیٰ حدیث کے مفردات میں تو جائز ہے لیکن مرکبات میں جائز نہیں کیونکہ مفردات کے مرادفات ظاہر اور واضح ہوتے ہیں۔

☆ بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں روایت بالمعنیٰ اس شخص کے لئے جائز ہے جسے الفاظ حدیث یاد ہوں کیونکہ اس شخص کے لئے متبادل ومترادف لفظ لانا ممکن ہوگا۔

☆ بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ روایت بالمعنیٰ اس شخص کے لئے جائز ہے جو الفاظ حدیث بھول گیا ہو لیکن اس کے معانی اس کے ذہن میں ہوں تو ایسے شخص کے لئے اس روایت سے کوئی حکم مستنبط کرنے کی غرض سے روایت بالمعنیٰ جائز ہے بخلاف اس شخص کے جسے الفاظ حدیث بھی ہوں تو اس کے لئے روایت بالمعنیٰ جائز نہیں ہے۔

وَجَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ حدیث کو مختصر کرنے اور روایت بالمعنیٰ کے متعلق جو کچھ بھی بیان ہوا اس کا تعلق جواز اور عدم جواز کے ساتھ ہے، لیکن رہی بات اس مسئلہ کی اولویت وغیر اولویت کی، تو اولیٰ یہ ہے کہ حدیث کو مطلقاً اس کے الفاظ کے ساتھ بغیر کسی تصرف وتغیر کے بیان کیا جائے۔

چنانچہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ائمہ حدیث کا اس امر پر دوام استمرار رہا ہے کہ وہ حدیث کو اسی طرح روایت کیا کرتے تھے جس طرح وہ حدیث ان تک پہنچتی تھی، پس اسی لئے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روایت بالمعنیٰ کے باب کو بالکل بند کردینا چاہیے تاکہ ہر شخص کو روایت بالمعنیٰ پر جرأت نہ ہو سکے جسے عربی اور اس کے الفاظ مرادفہ پر عبور نہ ہو۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مشکل الفاظِ حدیث کا حل

﴿عبارت﴾ فَإِنْ خَفِيَ الْمَعْنٰى بِأَنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِقِلَّةٍ أُحْتِيْجَ إِلَى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِيْ شَرْحِ الْغَرِيْبِ كَكِتَابِ أَبِيْ عُبَيْدَةَ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَامٍ وَهُوَ غَيْرُ مُرَتَّبٍ وَقَدْ رَتَّبَهُ الشَّيْخُ مُوَفَّقُ الدِّيْنِ بْنُ قُدَامَةَ عَلَى الْحُرُوْفِ وَأَجْمَعُ مِنْهُ كِتَابُ أَبِيْ عُبَيْدٍ الْهَرَوِيِّ وَقَدِ اعْتَنٰى بِهِ الْحَافِظُ أَبُوْ مُوْسَى الْمَدِيْنِيُّ فَتَعَقَّبَ عَلَيْهِ وَاسْتَدْرَكَ وَلِلزَّمَخْشَرِيِّ كِتَابٌ اِسْمُهُ الْفَائِقُ، حَسَنُ التَّرْتِيْبِ ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِيْعَ ابْنُ الْأَثِيْرِ وَكِتَابُهُ أَسْهَلُ الْكُتُبِ تَنَاوُلًا مَعَ إِعْوَازٍ قَلِيْلٍ فِيْهِ

﴿ترجمہ﴾: اگر معنیٰ واضح نہ ہو اس وجہ سے کہ لفظ کا استعمال کم ہوتا ہو تو ان کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے جو نا موس الفاظ کی تشریح میں لکھی گئی ہیں جیسے ابو عبید قاسم کی کتاب جو غیر مرتب تھی اور شیخ موفق الدین ابن قدامہ نے اسے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا، اس سے زیادہ جامع کتاب ابو عبید ہروی کی ہے اور اس پر مزید توجہ ابو موسیٰ مدینی نے کی ہے اور انہوں نے اس کا تعاقب اور استدراک کیا ہے اور اس موضوع پر زمخشری کی کتاب ہے جس کا نام الفائق ہے جس کی ترتیب بہت عمدہ ہے پھر ان سب تصانیف کو نہایہ میں ابن اثیر نے جمع کر دیا اور اس کی کتاب بھی اگرچہ بعض بعض جگہ حل طلب ہے لیکن استفادہ کے لئے آسان ترین ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَإِنْ خَفِيَ الْمَعْنٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ حدیث کی روایت کے دوران ایسے الفاظ آجائیں جن کے معانی مخفی ہوں ہوں ظاہر نہ ہوں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کا معنیٰ مخفی ہو واضح نہ ہو تو اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ لفظ قلیل الاستعمال ہو جس کی وجہ سے اس کا معنیٰ ظاہر نہ ہو تو ایسی صورت میں اس لفظ کے معنیٰ کے حصول کے لئے ان کتابوں کی طرف مراجعت اختیار کرنی چاہیے جو کتابیں غریب اور قلیل الاستعمال الفاظ کی تشریح اور توضیح کے لئے تصنیف کی گئی ہیں۔

اس فن میں ابو عبید قاسم بن سلام نے ایک کتاب تصنیف کی جو غیر مرتب تھی لیکن اس وقت تک اس فن میں لکھی گئی تمام کتب میں عمدہ تھی، اسلئے اہل علم اسی سے استفادہ کرتے رہے، بعد میں علامہ موفق الدین ابن قدامہ نے اسے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا۔

ابو عبید قاسم کی کتاب سے ابو عبید ہروی کی کتاب ''کتاب الغریبین'' زیادہ جامع ہے لیکن پھر بھی اس پر حافظ موسیٰ مدینی

نے اعتراضات کئے اور اس پر کئی ابحاث وفوائد کا اضافہ کیا،اس فن میں علامہ زمخشری کی کتاب ''الفائق'' بھی ہے جو عمدہ ترتیب کا شاہکار ہے، پھر جب ابن اثیر کا دور آیا تو انہوں نے ان تمام کتب کو اپنی کتاب ''النھایہ'' میں جمع کر دیا جو کہ استفادہ کے اعتبار سے نہایت ہی سہل ہے، پھر اس کی تلخیص علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے کی جس کا نام انہوں نے'' الـــدر النثیر فی تلخیص النھایۃ ابن اثیر''رکھا۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ:

ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابو محمد اور لقب موفق الدین ہے، اور شجرہ نسب یہ ہے عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ بن مقدام بن نصر مقدسی حنبلی یہ شعبان 541 ہجری میں پیدا ہوئے یہ نامور فقیہ اور محدث تھے، ان کی کتاب المغنی شرح الخرقی دس جلدوں میں ہے اور حنبلی مذہب پر ایک جامع کتاب ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مراد اور مدلول کے واضح نہ ہونے کی صورت میں کیا کیا جائے؟

﴿عبارت﴾: وَاِنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِكَثْرَةٍ لٰكِنْ فِيْ مَدْلُوْلِهٖ دِقَّةٌ ، اُحْتِيْجَ اِلَى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِيْ شَرْحِ مَعَانِي الْاَخْبَارِ وَبَيَانِ الْمُشْكِلِ مِنْهَا وَقَدْ اَكْثَرَ الْاَئِمَّةُ مِنَ التَّصَانِيْفِ فِيْ ذٰلِكَ كَالطَّحَاوِيِّ وَ الْخِطَابِيِّ وَابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ وَغَيْرِهِمْ .

﴿ترجمہ﴾: اگر لفظ کا استعمال تو کثیر ہو مگر اس کے مفہوم میں دقت ہو تو اس کے لئے ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے جو کہ معانی احادیث والفاظ دقیقہ کی شرح کے سلسلے میں لکھی گئی ہیں، اور ائمہ حدیث نے اس فن میں کثرت سے تصانیف پیش کی ہیں، مثلاً امام طحاوی، رحمۃ اللہ علیہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عبد البر وغیرھم۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر احادیث کی روایت میں ایسے الفاظ آجائیں جو کثیر الاستعمال ہونے کے باوجود ان کی مراد اور مدلول میں کچھ خفا ہو تو ایسی صورت میں کرنا چاہیئے؟

پس مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اس خفا اور دقت کو دور کرنے کے لئے ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو کتابیں احادیث کے معانی کی تشریح میں اور احادیث کے مشکل الفاظ کی توضیح میں لکھی گئی ہیں، اس سلسلے میں بہت سے ائمہ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں سرفہرست ہیں۔

راوی کا مجہول ہونا

﴿عبارت﴾: ثُمَّ الْجَهَالَةُ بِالرَّاوِيْ وَهِيَ السَّبَبُ الثَّامِنُ فِي الطَّعْنِ وَسَبَبُهَا أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا أَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ تَكْثُرُ نُعُوْتُهُ مِنْ اِسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ أَوْ لَقَبٍ أَوْ صِفَةٍ أَوْ حِرْفَةٍ أَوْ نَسَبٍ فَيُشْتَهَرُ بِشَيْءٍ مِّنْهَا فَيُذْكَرُ بِغَيْرِ مَا اشْتُهِرَ بِهِ لِغَرَضٍ مِنَ الْأَغْرَاضِ فَيُظَنُّ أَنَّهُ آخَرُ فَيَحْصُلُ الْجَهْلُ بِحَالِهِ وَصَنَّفُوْا فِيْهِ أَيْ فِي هٰذَا النَّوْعِ اَلْمُوْضِحَ لِأَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيْقِ أَجَادَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ وَسَبَقَهُ إِلَيْهِ عَبْدُالْغَنِيِّ ثُمَّ الصُّوْرِيُّ وَمِنْ أَمْثِلَتِهِ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرٍ الْكَلْبِيُّ نَسَبَهُ بَعْضُهُمْ إِلَى جَدِّهِ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ حَمَّادُ بْنُ السَّائِبِ وَكَنَّاهُ بَعْضُهُمْ أَبَا النَّضْرِ وَبَعْضُهُمْ أَبَا سَعِيْدٍ وَبَعْضُهُمْ أَبَا هِشَامٍ فَصَارَ يُظَنُّ أَنَّهُ جَمَاعَةٌ وَهُوَ وَاحِدٌ وَمَنْ لَّا يَعْرِفُ حَقِيْقَةَ الْأَمْرِ فِيْهِ لَا يَعْرِفُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ

﴿ترجمہ﴾: پھر راوی کا مجہول ہونا ہے اور یہ طعن کا آٹھواں سبب ہے اور اس کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ راوی مختلف صفات والا ہو، اسم، کنیت، لقب یا کوئی وصف یا کوئی حرفت یا نسبت ان میں سے کسی ایک سے مشہور ہو تو اب اگر اس کا ذکر کسی غرض سے غیر مشہور وصف کے ساتھ کیا جائے پس گمان یہ ہوگا کہ یہ کوئی اور شخص ہے پس اس صورت میں یہ راوی مجہول الحال رہیگا، اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس فن میں بھی کتابیں لکھی ہیں اور خطیب بغدادی کی کتاب الموضح لاوھام الجمع والتفریق اس فن میں ممتاز ہے، اور خطیب بغدادی سے پہلے عبدالغنی نے اور پھر صوری نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس کی مثال محمد بن السائب بن بشر الکلبی ہے کسی نے اس کو جد کی طرف منسوب کرتے ہوئے محمد بن بشر کہا ہے اور بعض نے اسے حماد بن سائب لکھا ہے اور بعض نے اس کی کنیت ابوالنضر اور بعض نے ابوسعید اور بعض نے ابوہشام ذکر کی ہے۔

پس گمان یہ کیا گیا کہ یہ نام ایک جماعت کے ہیں حالانکہ وہ ایک شخص ہے جو اس حقیقت کو نہیں پہچانے گا وہ اس سے کچھ بھی واقف نہیں ہوسکیگا۔

﴿تشریح﴾:

ثُمَّ الْجَهَالَةُ بِالرَّاوِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ راوی پر طعن کا آٹھواں سبب بیان کرنا ہے اور وہ راوی کا مجہول ہونا ہے، اور راوی کے مجہول ہونے کی دوصورتیں ہیں۔

1- راوی کی ذات پر دلالت کرنے والی چیزیں بہت زیادہ ہوں مثلاً راوی کا نام، کنیت، لقب، صفت، نسب اور پیشہ و

غیرہ مگران میں سے ایک مشہور ہو اور باقی غیر مشہور ہوں پس اگر اس راوی کا ذکر کسی وجہ سے غیر مشہور صفت کے ساتھ کیا جائے گا تو اس کی اس غیر مشہور صفت کی وجہ سے وہ مجہول رہیگا حالانکہ ہوتا وہی راوی ہے مگر اسے غیر مشہور صفت سے ذکر کرنے سے اس میں جہالت آجاتی ہے۔ جیسے محمد بن السائب بن بشر الکلبی ہیں، بعض نے انہیں دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر کہا ہے اور بعض نے ان کا نام محمد بن السائب بتلایا ہے، بعض نے ان کی کنیت ابو النضر ذکر کی ہے اور بعض نے ان کی کنیت ابو سعید ذکر کی ہے اور بعض نے ابو ہشام ذکر کی ہے اب جو شخص اس حقیقت حال سے ناواقف ہوگا وہ یہی سمجھے گا کہ ان سب ناموں سے موسوم متعدد لوگ ہیں حالانکہ سب کا مسمیٰ ایک ہی شخص ہے اور یہ تمام نام اور کنیتیں ایک ہی شخص کے ہیں۔

✿ اس فن سے متعلق بھی خطیب بغدادی نے کتاب بنام ''الموضح لاوھام الجمع ولتفریق'' لکھی ہے اور خطیب بغدادی سے پہلے اس فن میں علامہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایضاح الاشکال نامی کتاب لکھی پھر ان کے بعد علامہ صوری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھی، مگر ان تمام کتب میں خطیب بغدادی کی کتاب زیادہ عمدہ ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

راوی کے مجہول ہونے کی دوسری صورت

﴿عبارت﴾: وَالْاَمْرُ الثَّانِیْ اَنَّ الرَّاوِیَ قَدْ یَکُوْنُ مُقِلًّا مِنَ الْحَدِیْثِ فَلَا یَکْثُرُ الْاَخْذُ عَنْهُ وَقَدْ صَنَّفُوْا فِیْهِ الْوُحْدَانَ وَهُوَ مَنْ لَّمْ یَرْوِ عَنْهُ اِلَّا وَاحِدٌ وَلَوْ سُمِّیَ وَمِمَّنْ جَمَعَهُ مُسْلِمٌ وَالْحَسَنُ بْنُ سُفْیَانَ وَغَیْرُهُمَا ۔

﴿ترجمہ﴾: راوی کے مجہول ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ راوی قلیل الحدیث ہو اس سے زیادہ روایت حاصل نہ کی گئی ہو اور اس فن میں ائمہ نے ''وحدان'' نامی کتابیں لکھی گئی ہیں اور واحد وہ راوی ہے، جس سے روایت کرنے والا بھی صرف ایک ہی راوی ہو اگرچہ اس کا نام مذکور ہو اور جس نے اسے جمع کیا ہے وہ مسلم، حسن بن سفیان وران کے علاوہ ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَالْاَمْرُ الثَّانِیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ راوی کے مجہول ہونے کی دوسری صورت کو بیان کرنا ہے۔

2- راوی کے مجہول ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ راوی قلیل الحدیث ہو اور اس روایت حاصل کرنے کا سلسلہ بھی بہت کم ہو پس وہ راوی قلیل الاخذ عنہ الحدیث ہونے کی وجہ سے مجہول ہو جاتا ہے۔

✿ ایسے قلیل الاخذ عنہ الحدیث راویوں کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں ہیں انہیں ''وحدان'' نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے مبہم راویوں سے متعلقہ کتب کو ''مبہمات'' کہا جاتا ہے۔ وحدان اواحد کی جمع ہے۔

واحد کی تعریف:

واحد وہ راوی اور محدث ہے جس سے روایت کرنے والا صرف ایک راوی ہو اور اس کے ساتھ کوئی اور راوی شریک نہ ہو، امام مسلم علیہ الرحمۃ اس قسم میں "المنفر دات والوحدان" نامی کتاب لکھی ہے جبکہ امام حسن بن سفیان الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر مبہم کا بیان

﴿عبارت﴾: اَوْلَایُسَمَّی الرَّاوِیْ اِخْتِصَارًا مِنَ الرَّاوِیْ عَنْهُ کَقَوْلِهٖ اَخْبَرَنِیْ فُلَانٌ اَوْشَیْخٌ اَوْرَجُلٌ اَوْبَعْضُهُمْ اَوِبْنُ فُلَانٍ یُسْتَدَلُّ عَلٰی مَعْرِفَةِاِسْمِ الْمُبْهَمِ لِوُرُوْدِهٖ مِنْ طَرِیْقٍ اُخْرٰی سُمِّیَ وَصَنَّفُوْافِیْهِ الْمُبْهَمَاتِ وَلَایُقْبَلُ حَدِیْثُ الْمُبْهَمِ مَالَمْ یُسَمَّ لِاَنَّ شَرْطَ قَبُوْلِ الْخَبَرِ عَدَالَةُ رَاوِیْهِ وَمَنْ اُبْهِمَ اِسْمُهٗ لَاتُعْرَفُ عَیْنُهٗ فَکَیْفَ عَدَالَتُهٗ

﴿ترجمہ﴾: یا اس راوی سے روایت کرنے والا راوی اختصار کی غرض سے مروی عنہ کا ذکر نہ کرے مثلاً یوں کہے اخبر نی فلان یا اخبر نی شیخ، یا اخبرنی رجل، یا اخبر نی بعضھم یا اخبر نی ابن فلان اور مبہم راوی کو پہچاننے کے سلسلے میں دوسری روایت سے استدلال کیا جاتا ہے جو دوسری سند سے ذکر ہو اور اس میں اسی کا نام لیا گیا ہو اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس فن میں مبہمات کے نام سے کتابیں لکھی ہیں اور مبہم راوی کی روایت اس وقت تک قبول نہیں کی جائے گی جبتک دوسری سند سے ان کا نام نہ معلوم ہو جائے کیونکہ قبول حدیث میں راوی کی عدالت شرط ہے اور جس کا نام مبہم رکھا گیا ہو اس کی شخصیت کا علم ہو ہی نہیں سکتا اور جس کا علم نہ ہو اس کی عدالت کا علم کیسے ہوگا؟

﴿تشریح﴾:

اَوْلَایُسَمَّی الرَّاوِیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مبہم کی تعریف، اسے پہچاننے کا طریقہ، اس سلسلے میں لکھی جانے والی کتب اور خبر مبہم کا حکم بیان کرنا ہے۔

خبر مبہم کی تعریف:

خبر مبہم وہ روایت ہے جس میں راوی اپنے مروی عنہ کو اختصار کی وجہ سے حذف کردے مثلاً راوی یوں کہے اخبر نی فلان یا اخبر نی شیخ، یا اخبرنی رجل، یا اخبر نی بعضھم یا اخبر نی ابن فلان

✿ بعض ائمہ کرام نے خبر مبہم کی تعریف یوں کی ہے کہ خبر مبہم وہ روایت ہے جس کی سند یا متن میں کوئی ایسا مرد یا عورت ہو جس نام نہ ذکر کیا گیا ہو بلکہ اسے ایک عام لفظ سے تعبیر کر دیا گیا ہو۔

مبہم فی السند کی مثال:

وہ روایت جسے امام ابوداؤد نے اس طرح روایت کیا ہے کہ

حجاج بن فرائصه عن رجل عن ابی سلمة عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی انه قال المؤمن غر كريم (ابو داؤد)

✿ اس حدیث میں عن رجل یہ لفظ مبہم ہے جس کی وجہ سے اس حدیث پر مبہم کا اطلاق ہوتا ہے لیکن ابوداؤد کی ایک دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سند میں رجل سے مراد یحیٰ بن ابی کثیر ہے۔

مبہم فی المتن کی مثال:

امام بخاری اور امام مسلم کی بیان کردہ وہ حدیث جسے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

ان امرأة سألت النبی ﷺ عن غسلها من المحيض فأمرها كيف تغسل قال خذی فرصة من مسك تطهری بها قالت كيف اتطهر بها قال سبحان الله تطهری بها فاجتذبتها الی فقلت تتبعی بها اثر الدم

✿ اس روایت میں سوال کرنے والی خاتون مبہم ہے لیکن دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتون حضرت سیدہ اسماء بنت یزید بن السکن تھیں اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسماء بنت الشکل تھیں۔

مبہم نام کو پہچاننے کا طریقہ:

اسم مبہم کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اس روایت کی اس سند کے علاوہ کسی دوسری سند میں اس مبہم راوی کا نام مذکور ہو تو اس سے اس مبہم اسم کا پتہ چل جاتا ہے۔

خبر مبہم کا حکم:

جب تک اس مبہم راوی کا علم نہ ہو اس وقت تک خبر مبہم قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ کسی خبر کی مقبولیت کا مدار اس خبر کے راویوں کی عدالت پر ہے، اور جس راوی کا علم ہی نہ ہو تو اس کی عدالت کیسے معلوم کی جا سکتی ہے؟۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تعدیل مبہم کا بیان

﴿عبارت﴾ وَكَذَا لَا يُقْبَلُ خَبَرُهُ وَلَوْ أُبْهِمَ بِلَفْظِ التَّعْدِيْلِ كَأَنْ يَقُوْلَ الرَّاوِيْ عَنْهُ أَخْبَرَنِيْ الثِّقَةُ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ ثِقَةً عِنْدَهُ مَجْرُوْحًا عِنْدَ غَيْرِهِ وَهٰذَا عَلَى الْأَصَحِّ فِي الْمَسْئَلَةِ وَلِهٰذِهِ النُّكْتَةِ لَمْ يُقْبَلِ الْمُرْسَلُ وَلَوْ أَرْسَلَهُ الْعَدْلُ جَازِمًا بِهٖ بِهٰذَا الْاِحْتِمَالِ بِعَيْنِهٖ وَقِيْلَ يُقْبَلُ تَمَسُّكًا بِالظَّاهِرِ إِذِ الْجَرْحُ عَلٰى خِلَافِ الْأَصْلِ وَقِيْلَ إِنْ كَانَ الْقَائِلُ عَالِمًا أَجْزَأَ ذٰلِكَ فِيْ حَقِّ مَنْ يُّوَافِقُ فِيْ مَذْهَبِهٖ وَهٰذَا لَيْسَ مِنْ مَّبَاحِثِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ

﴿ترجمہ﴾: اور اسی طرح اس راوی کی روایت بھی قبول نہیں کی جائے گی اگر اسے تعدیل کے ساتھ مبہم رکھا گیا ہو۔ مثلاً اس سے روایت کرنے والا یوں کہے اخبرنی الثقۃ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کے نزدیک تو ثقہ ہو اور دوسرے کے نزدیک وہ مجروح ہو اور اس باب میں یہ صحیح ترین مذہب ہے اور اسی وجہ سے حدیث مرسل بھی قبول نہیں اگر چہ عادل راوی جزم کے ساتھ روایت کرے، کیونکہ اس میں جرح کا احتمال ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مسلمان کے ظاہر حال پر تمسک کرتے ہوئے قبول کی جائے گی، کیونکہ جرح مسلمان میں خلاف اصل ہے۔
اور بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر قائل یعنی تعدیل سے مبہم کرنے والا عالم ہو تو جو لوگ اس کے مذہب کے پیرو کار ہیں ان کے حق میں صحت کے لئے اس عالم کا قول ہی کافی ہوگا چونکہ یہ بات تقلید کی طرف جا نکلتی ہے اس لئے یہ علوم حدیث کی مباحث میں سے نہیں ہے۔ واللہ الموفق۔

﴿تشریح﴾:

وَكَذَا لَا يُقْبَلُ خَبَرُهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تعدیل مبہم کا بیان کرنا ہے۔

تعدیل مبہم کی تعریف:

راوی اپنے مروی عنہ کا نام ذکر نہ کرے بلکہ اس کے نام کی بجائے کوئی ایسی صفت ذکر کردے، جو صفت اس کی عدالت یا ثقاہت کو بیان کرتی ہو۔ مثلاً راوی یوں کہے اخبر نی الثقۃ، یا یوں کہے اخبر نی العدل۔

تعدیل مبہم کا حکم

صحیح ترین قول کے مطابق اس راوی کی خبر قبول نہیں کی جائے گی جو اپنے مروی عنہ کو لفظ تعدیل کے ذریعے مبہم کردے کیونکہ بعض اوقات ایک مروی عنہ بعض ائمہ کرام کے نزدیک تو ثقہ اور عادل ہوتا ہے لیکن دیگر ائمہ کرام کے نزدیک وہ ثقہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہاں بھی ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ راوی جس کو لفظ تعدیل کے ساتھ مبہم کیا گیا ہے وہ تعدیل کرنے والے کے نزدیک تو

ثقہ ہولیکن دیگر ائمہ کرام کے نزدیک ثقہ نہ ہو۔ جیسے خبر مرسل کو قبول نہیں کیا جاتا اگر چہ کسی عادل راوی نے جزم کے ساتھ اس کو ارسال کیا ہو کیونکہ ممکن ہے وہ ارسال کرنے والا راوی دیگر ائمہ کرام کے نزدیک ثقہ نہ ہو۔

✿ ایک قول یہ ہے کہ ظاہری صورتحال اور ظاہر لفظ کو دیکھ کر اس حدیث کو قبول کر لیا جائے گا کیونکہ ظاہرا تو اس مروی عنہ کی تعدیل کی گئی ہے اور تعدیل ہی اصل ہے اور جرح خلاف اصل ہے لہذا اصل کے ہوتے ہوئے فرع کی طرف عدول نہیں کیا جائے گا، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

✿ اور ایک قول یہ ہے کہ تعدیل کرنے والا مجتہد ہو تو اس کی تعدیل وتوثیق اس کے اپنے مقلدین کے لئے کافی ہوگی جیسے امام احمد بن حنبل کی تعدیل وتوثیق ان کے مقلدین کے لئے کافی ہے لیکن مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ قول علوم حدیث کی مباحث میں سے نہیں بلکہ تقلید کی مباحث میں سے ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مجہول العین اور مستور کا بیان

﴿عبارت﴾: فَإِنْ سُمِّيَ الرَّاوِيُ وَانْفَرَدَ رَاوٍ وَاحِدٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ فَهُوَ مَجْهُوْلُ الْعَيْنِ كَالْمُبْهَمِ إِلَّا أَنْ يُوَثِّقَهُ غَيْرُ مَنْ يَنْفَرِدُ عَنْهُ عَلَى الْأَصَحِّ وَكَذَا مَنْ يَنْفَرِدُ عَنْهُ إِذَا كَانَ مُتَأَهِّلًا لِذٰلِكَ أَوْ إِنْ رَوٰى عَنْهُ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا وَلَمْ يُوَثَّقْ فَهُوَ مَجْهُوْلُ الْحَالِ وَهُوَ الْمَسْتُوْرُ وَقَدْ قَبِلَ رِوَايَتَهُ جَمَاعَةٌ بِغَيْرِ قَيْدٍ وَرَدَّهَا الْجُمْهُوْرُ وَالتَّحْقِيْقُ أَنَّ رِوَايَةَ الْمَسْتُوْرِ وَنَحْوِهٖ مِمَّا فِيْهِ الْإِحْتِمَالُ لَا يُطْلَقُ الْقَوْلُ بِرَدِّهَا وَلَا بِقَبُوْلِهَا بَلْ هِيَ مَوْقُوْفَةٌ إِلَى اسْتِبَانَةِ حَالِهٖ كَمَا جَزَمَ بِهٖ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ وَنَحْوُهٗ قَوْلُ الصَّلَاحِ فِيْ مَنْ جُرِحَ بِجَرْحٍ غَيْرِ مُفَسَّرٍ

﴿ترجمہ﴾: اور اگر راوی کا نام لیا جائے اور اس سے روایت کرنے والا راوی صرف ایک ہی ہو تو یہ مبہم کی طرح مجہول العین ہوگا لیکن اگر اس منفرد راوی کی بجائے کوئی اور اس کی توثیق کر دے (تو مجہول العین نہیں ہوگا) اسی طرح اس سے تنہا روایت کرنے والا اگر توثیق کا اہل ہو (تو بھی اس کی حدیث قبول کی جائے گی) اور گر دو یا دو سے زائد راوی اس سے روایت کریں اور توثیق نہ ہو تو یہ مجہول الحال ہے اور اسے مستور بھی کہتے ہیں اور ایک جماعت نے اس کی روایت کو بغیر کسی شرط کے قبول کیا ہے اور جمہور محد ثین نے اسے رد کیا ہے اور تحقیق یہ ہے مستور اور اس کی مثل روایت جس میں عدالت کا احتمال ہو اسے نہ تو مطلقاً رد کیا جائے گا اور نہ ہی قبول کی جائے گی بلکہ یہ تا وضاحت حال موقوف رہیگی، جیسے امام الحرمین نے

جزم کے ساتھ کہا ہے اور جس راوی میں غیر واضح جرح ہو، ابن صلاح نے بھی اس کے متعلق ایسا ہی کہا ہے۔

تشریح

فَإِنْ سُمِّيَ الرَّاوِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مجہول العین اور مستور کا بیان کرنا ہے۔

مجہول العین کی تعریف:

مجہول العین وہ قلیل الحدیث راوی ہے جس سے نام لے کر صرف ایک ہی راوی نے روایت کی ہو، اور خطیب بغدادی نے علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ سے مجہول العین کی تعریف نقل کی ہے۔

کل من لم یعرفه العلماء ولم یعرف حدیثه الا من جهة راو واحد فهو مجهول العين

مجہول العین کا حکم:

خبر مبہم کی طرح خبر مجہول العین بھی قابل قبول نہیں ہوگی، لیکن اگر ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی نے اس کی توثیق کر دی تو پھر خبر مجہول العین قابل قبول ہوگی، اور ایسے ہی اگر اس منفرد راوی کے بارے میں یہ مشہور ہو کہ ہمیشہ عادل راوی سے ہی روایت کرتا ہے تو پھر اس مجہول العین راوی کی روایت قبول کی جائے گی ورنہ نہیں جیسے ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن سعید کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ عادل راوی سے ہی روایت کرتے ہیں لہٰذا ان کی خبر مجہول العین قبول کی جائے گی۔

مجہول الحال اور مستور کی تعریف:

مجہول الحال وہ قلیل الحدیث راوی ہے جس سے نام لے کر ایک سے زائد راویوں نے روایت کی ہو مگر کسی امام نے اس کی توثیق نہ کی ہو، مجہول الحال کو ہی مستور کہتے ہیں بلکہ عام طور پر ''مستور'' کا لفظ مجہول الحال کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے اور ''مجہول کا لفظ'' مجہول العین کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

خبر مجہول الحال اور مستور کا حکم:

امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابن حبان، اور امام حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام اعظم) رحمہم اللہ علیہم کے نزدیک مجہول الحال اور مستور کی روایت معتبر ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ہم اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مجہول الحال کی حدیث کو رد نہیں کرینگے مگر یہ کہ ہمیں مجہول الحال کا کوئی نقص معلوم ہو جائے اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک مجہول الحال راوی کی حدیث مقبول نہیں ہے کیونکہ وہ روایت کو اسی وقت ہی قبول کرتے ہیں جب اس کے راوی کا عادل ہونا متحقق ہو جبکہ مجہول الحال! راوی کا حال ہی مخفی ہے تو اس کی روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟۔

وَالتَّحْقِيْقُ أَنَّ رِوَايَةَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مبہم، خبر مجہول العین اور خبر مجہول الحال کے حکم کے متعلق اپنی

تحقیق پیش کرنی ہے کہ ان تینوں میں راوی کی عدالت اور اس کی عدم عدالت دونوں قسم کے احتمال موجود ہیں لہٰذا دونوں قسم کے احتمال ہوتے ہوئے نہ تو ان کی اخبار کو مطلقاً رد کیا جائے اور نہ ہی مطلقاً قبول کیا جائے بلکہ ان پر حکم لگانے کے معاملے میں اس وقت تک توقف اختیار کیا جائے جبتک راوی کی حالت معلوم نہ ہو جائے اسی قول پر ہی امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے جزم کا اظہار کیا ہے،

✪ علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ اس راوی کی روایت پر حکم لگانے کے سلسلے میں اسی طرح کا توقف کیا ہے جس راوی پر جرح غیر معین کی گئی ہو یعنی فلان ضعیف کہا گیا ہو اور اس کے ساتھ سببِ ضعف نہ بیان کیا گیا ہو۔ پس جس طرح علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ صورت میں حکم کے لگانے میں توقف اختیار کیا ہے علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہم بھی اسی طرح خبر مبہم، خبر مجہول العین اور خبر مجہول الحال پر حکم لگانے کے سلسلے میں ظہور عدالت وثقاہت تک توقف اختیار کریں گے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

بدعت کا بیان

﴿عبارت﴾: ثُمَّ الْبِدْعَةُ وَهِيَ السَّبَبُ التَّاسِعُ مِنْ اَسْبَابِ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ وَهِيَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ بِمُكَفِّرٍ كَاَنْ يَّعْتَقِدَ مَا يَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ اَوْ بِمُفَسِّقٍ فَالْاَوَّلُ لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ وَقِيْلَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقِيْلَ اِنْ كَانَ لَا يَعْتَقِدُ حِلَّ الْكِذْبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهٖ قُبِلَ وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّهٗ لَا يُرَدُّ كُلُّ مُكَفَّرٍ بِبِدْعَتِهٖ لِاَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ تَدَّعِيْ اَنَّ مُخَالِفِيْهَا مُبْتَدِعَةٌ وَقَدْ تُبَالِغُ فَتُكَفِّرُ مُخَالِفِيْهَا فَلَوْ اُخِذَ ذٰلِكَ عَلَى الْاِطْلَاقِ لَاسْتَلْزَمَ تَكْفِيْرُ جَمِيْعِ الطَّوَائِفِ فَالْمُعْتَمَدُ اَنَّ الَّذِيْ تُرَدُّ رِوَايَتُهٗ مَنْ اَنْكَرَ اَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ وَكَذَا مَنِ اعْتَقَدَ عَكْسَهٗ فَاَمَّا مَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَانْضَمَّ اِلٰى ذٰلِكَ ضَبْطُهٗ لِمَا يَرْوِيْهِ مَعَ وَرَعِهٖ وَتَقْوَاهُ فَلَا مَانِعَ مِنْ قُبُوْلِهٖ ۔

﴿ترجمہ﴾: طعن فی الراوی کے اسباب میں سے بدعت نواں سبب ہے، بدعت یا تو موجب کفر ہوگی یعنی وہ ایسا اعتقاد رکھتا ہوگا جو مستلزم کفر ہے یا موجب کفر ہوگی پس پہلی صورت میں جمہور اس کی روایت کو قبول نہیں کرتا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً قبول کی جائے گی، اور ایک قول یہ بھی ہے اگر اپنے مذہب کی تائید کے لئے جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو تو قبول کرلی جائے گی، اور تحقیق یہ ہے کہ ہر اس شخص کی روایت رد نہیں کی جائے گی جس کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی گئی ہو کیونکہ ہر جماعت دعویٰ کرتی ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی کبھی مبالغہ سے اپنے مخالف پر

کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا جاتا ہے اگر اسے مطلقاً قبول کرلیا جائے تو تمام جماعتوں کی تکفیر ہو جائے گی، اور قابل اعتماد بات اس سلسلے میں وہ ہے کہ اس کی روایت مردود ہو گی جو شریعت کے کسی متواتر امر کا انکار کرتا ہو جس کا دین ہونا بداہتہً معلوم ہو اور اسی طرح جو اس کے عکس کا اعتقاد رکھتا ہو، بہر حال جو اس صفت پر نہ ہو اور اپنی روایت میں ضابط ہو اور اس میں تقویٰ و پرہیز گاری بھی پائی جائے تو اس کی روایت کے قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

﴿تشریح﴾

ثُمَّ الْبِدْعَۃُ وَھِیَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بدعت کی اقسام اور ان کے احکام بیان کرنے ہیں۔

بدعت کہتے ہیں کسی چیز کے آغاز کو، اور شریعت کی اصطلاح میں دین میں کسی نئی چیز کی ایجاد کا نام بدعت ہے اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) مستلزم کفر۔ (۲) مستلزم فسق۔

مستلزم کفر بدعت کے مرتکب کی روایت کا حکم:

جس بدعتی کی بدعت کفر تک پہنچتی ہو اس کی روایت کو قبول کرنے یا نہ کرنے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

☆ جمہور کے نزدیک اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے علامہ جزری علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے کہ " لا تقبل روایة المبتدع ببدعة مکفرة بالاتفاق "

کہ جس بدعتی کی بدعت کفر تک پہنچتی ہو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہے۔

☆ بعض ائمہ کرام کے نزدیک اس کی روایت مطلقاً قبول کی جائے گی، خواہ وہ اپنے غلط عقائد و نظریات کی تائید کے لئے جھوٹ کو حلال سمجھتا ہو یا حلال نہ سمجھتا ہو، ہر حال میں اس کی روایت قبول کی جائے گی، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

☆ اور بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اس کی روایت اس شرط پر قبول کی جائے گی کہ وہ اپنی بدعت کی تائید میں جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو، اگر حلال سمجھتا ہو تو اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

☆ علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کی روایت کو مطلقاً رد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہر فریق اپنے مد مقابل فریق کو بدعتی سمجھتا ہے اور کبھی مبالغہ کرتے ہوئے مد مقابل فریق پر کفر کا فتویٰ بھی جڑ دیا کرتا ہے اگر روایت بالکل قبول نہ کی جائے تو اسلامی فرقوں میں سے کسی بھی فرقہ کی حدیث قبول نہیں کی جاسکے گی۔

پس جو بدعتی کسی امر متواتر کا انکار کرے پس اس کی روایت تو مردود ہو گی اور جس بدعتی میں یہ بات نہ ہو اور ضبط اور تقویٰ بھی اس میں پایا جاتا ہو تو اس کی روایت کو قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مستلزم فسق بدعت کے مرتکب کی روایت کا حکم

﴿عبارت﴾ وَالثَّانِی وَهُوَ مَنْ لَّا يَقْتَضِیْ بِدْعَتُهُ التَّكْفِيْرَ اَصْلًا وَقَدِ اخْتُلِفَ اَيْضًا فِیْ قَبُوْلِهٖ وَرَدِّهٖ فَقِيْلَ يُرَدُّ مُطْلَقًا وَهُوَ بَعِيْدٌ وَاَكْثَرُ مَا عُلِّلَ بِهٖ اَنَّ فِی الرِّوَايَةِ عَنْهُ تَرْوِيْجًا لِاَمْرِهٖ وَتَنْوِيْهًا بِذِكْرِهٖ وَعَلٰى هٰذَا فَيَنْبَغِیْ اَنْ لَّا يُرْوٰى عَنْ مُبْتَدِعٍ شَیْءٌ يُشَارِكُهٗ فِيْهِ غَيْرُ مُبْتَدِعٍ وَقِيْلَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا اِلَّا اِنِ اعْتَقَدَ حِلَّ الْكِذْبِ كَمَا تَقَدَّمَ وَقِيْلَ يُقْبَلُ مِنْ دَاعِيَةٍ اِلٰى بِدْعَتِهٖ لِاَنَّ تَزْيِيْنَ بِدْعَتِهٖ قَدْ يَحْمِلُهٗ عَلٰى تَحْرِيْفِ الرِّوَايَاتِ وَتَسْوِيَتِهَا عَلٰى مَا يَقْتَضِيْهِ مَذْهَبُهٗ وَهٰذَا فِی الْاَصَحِّ

﴿ترجمہ﴾: بدعت کی دوسری قسم وہ ہے جو تکفیر کا موجب نہ ہو اس کے قبول اور رد کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ اسے مطلقاً رد کیا جائے گا مگر یہ بعید ہے اور اس کی زیادہ تر علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس سے روایت کرنے میں بدعت کی ترویج وتشہیر ہوگی، اس بناء پر تو یہ بھی چاہیئے کہ بدعتی سے وہ روایت بھی نہ کی جائے کہ جس میں دوسرا غیر بدعتی روایت کرنے میں شریک ہو اور بعض کا قول یہ ہے کہ مطلقاً قبول کی جائے گی بشرطیکہ وہ جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو، جیسے کہ پہلے گزر چکا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر اس بدعتی کی روایت قبول کی جائے گی جو اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو کیونکہ بدعت کی خوشنمائی اس کو روایات میں اس طرح تحریف لفظی اور تحریف معنوی پر برانگیختہ کرتی ہے جو اس کا مذہب مقتضی ہوتا ہے اور یہی قول صحیح ترین ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّانِیْ وَهُوَ مَنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مستلزم فسق بدعت کے مرتکب کی روایت کا حکم بیان کرنا ہے کہ جس بدعتی کی بدعت اسے فاسق بناتی ہو اس کی روایت کو بھی قبول کرنے یا نہ کرنے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

☆ بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اس کی روایت کو مطلقاً رد کر دیا جائے گا خواہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ اپنی بدعت کی تائید کے لئے جھوٹ کو حلال سمجھتا ہو یا حلال نہ سمجھتا ہو۔ لیکن قول یہ بعید از اسلوب محدثین ہے کیونکہ محدثین رحمہم اللہ کی کتب مبتدع غیر داعی کی روایات سے بھری پڑی ہیں، اس قول کے قائلین کی طرف سے سب سے اقویٰ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس کی روایت کو قبول کرنے سے اس کی بدعت کی ترویج وتشہیر ہوگی، اگر یہ دلیل تسلیم کر لی جائے تو پھر بدعتی کی وہ روایت بھی قبول نہیں کی جانی چاہیئے کہ جس میں بدعتی کے ساتھ غیر بدعتی بھی شریک ہوتا ہے حالانکہ وہ قبول کی جاتی ہے۔

☆ بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اس کی روایت کو مطلقاً قبول کیا جائے گا خواہ وہ داعی الی البدعت ہو یا نہ ہو بشرطیکہ وہ

جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو ورنہ اس کی روایت مردود ہوگی۔

☆ بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف دعوت نہ دیتا ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں بدعت کو خوشنما بنانے کا خیال اسے روایات گھڑنے اور تحریف پیدا کرنے پر برانگیختہ کرسکتا ہے، اور یہی صحیح ترین قول ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

ابن حبان کا قول غریب اور جس بدعتی کی روایت سے اس کی بدعت کو تقویت ملتی ہو اس کا حکم

﴿عبارت﴾: وَاَغْرَبَ ابْنُ حِبَّانَ فَادَّعَى الْاِتِّفَاقَ عَلٰى قَبُوْلِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيْلٍ نَعَمْ اَلْاَكْثَرُ عَلٰى قَبُوْلِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ اِلَّا اَنْ يَّرْوِيَ مَا يُقَوِّيْ بِدْعَتَهٗ فَيُرَدُّ عَلَى الْمَذْهَبِ الْمُخْتَارِ وَبِهٖ صَرَّحَ الْحَافِظُ اَبُوْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجُوْزَجَانِيُّ شَيْخُ اَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ فِيْ كِتَابِهٖ مَعْرِفَةِ الرِّجَالِ فَقَالَ فِيْ وَصْفِ الرُّوَاةِ وَمِنْهُمْ زَائِغٌ عَنِ الْحَقِّ اَيْ عَنِ السُّنَّةِ صَادِقُ اللَّهْجَةِ فَلَيْسَ فِيْهِ حِيْلَةٌ اِلَّا اَنْ يُّؤْخَذَ مِنْ حَدِيْثِهٖ مَا لَا يَكُوْنُ مُنْكَرًا اِذَا لَمْ يُقَوِّ بِهٖ بِدْعَتَهٗ، اِنْتَهٰى وَمَا قَالَهٗ مُتَّجَهٌ لِاَنَّ الْعِلَّةَ الَّتِيْ بِهَا يُرَدُّ الْحَدِيْثُ الدَّاعِيَةِ وَارِدَةٌ فِيْمَا اِذَا كَانَ ظَاهِرُ الْمَرْوِيِّ يُوَافِقُ مَذْهَبَ الْمُبْتَدِعِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: اور امام ابن حبان نے غریب قول اپناتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بلا کسی تفصیل کے غیر داعی کی روایت کو قبول کرنے پر اتفاق ہے، ہاں اکثر ائمہ کا قول غیر داعی کی روایت کو قبول کرنے کا ہے، مگر وہ ایسی روایت کرے جس سے اس کی بدعت کو تقویت پہنچتی ہو تو مذہب مختار کے مطابق اس کی روایت رد کردی جائے گی، ابو داؤد اور نسائی کے استاذ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب جوز جانی نے اپنی کتاب ''معرفۃ الرجال'' میں اسی کی تصریح کی ہے چنانچہ انہوں نے حالات رواۃ میں لکھا ہے کہ بعض راوی حق یعنی سنت سے ہٹے ہوئے ہیں لیکن بات کے سچے ہوتے ہیں، پس جو حدیث ان کی منکر نہ ہو اس کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہ ان کی بدعت کی تائید نہ کرتی ہو (ان کلام اختتام پذیر ہوا)۔

علامہ جوز جانی علیہ الرحمۃ کا یہ قول نہایت ہی عمدہ ہے کہ اصل سبب جس کی وجہ سے داعی الی البدعت کی حدیث کو رد کیا جاتا ہے وہ سبب اس صورت میں آتا ہے جس صورت میں مروی کا ظاہر بدعتی کے مذہب کے موافق ہو اگر

چہ وہ داعی الی البدعت نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

﴿تشریح﴾:

وَاَغْرَبَ ابْنُ حِبَّانَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ امام ابن حبان علیہ الرحمۃ کا قول غریب اور اس بدعتی کی روایت کا حکم بیان کرنا ہے کہ جس کی روایت سے اس کی بدعت کو تقویت ملتی ہو۔

امام ابن حبان کا قول غریب:

امام ابن حبان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ بدعتی جس کی روایت سے اس کی بدعت کو تقویت ملتی ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں اس کی روایت کو قبول کرنے پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام ابن حبان علیہ الرحمۃ کا یہ قول غریب ہے۔

✿ مذہب مختار یہ ہے کہ بدعتی کی روایت قبول کی جائے گی مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ روایت اس کی بدعت کے لئے مؤید نہ ہو ورنہ وہ روایت بر بنائے مذہب مختار مردود ہوگی، چنانچہ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی علیہ الرحمۃ جو امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ اور امام نسائی علیہ الرحمۃ کے استاذ ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''معرفۃ الرجال'' میں اسی بات کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ علامہ جوزجانی علیہ الرحمۃ رواۃ کے اوصاف کے بیان میں فرماتے ہیں کہ بعض رواۃ سنت سے ہٹے ہونے کے باوجود صادق الکلام ہوتے ہیں تو ایسے رواۃ کی ایسی روایت کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں جو روایت منکر نہ ہو اور اس کی بدعت کے لئے مؤید نہ ہو۔

✿ بدعتی راوی کی روایت کی تین صورتیں ہیں۔

1- بدعتی راوی اس روایت سے اپنی بدعت کی تائید کر رہا ہے ایسی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

2- بدعتی راوی خود اس روایت سے تائید تو نہیں کر رہا لیکن خود بخود اس سے اس کی بدعت کو تقویت مل رہی ہے تو اس صورت میں بھی اس کی روایت رد کر دی جائے گی۔

3- بدعتی راوی نہ خود اس روایت سے اپنی بدعت کی تائید کر رہا ہے اور نہ ہی اس روایت سے اس کی بدعت کو تقویت مل رہی ہے تو اس صورت میں اس کی روایت قبول کی جائے گی۔

وَمَا قَالَهُ مُتَّجَهٌ لِاَنَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ علامہ جوزجانی علیہ الرحمۃ کا مذکورہ قول نہایت ہی عمدہ اور وجیہ ہے کیونکہ بدعتی راوی کی روایت کو رد کرنے کی اصل علت یہ ہے کہ وہ روایت اس کی بدعت کو تقویت دے، لہٰذا جب بدعتی غیر داعی کی روایت سے اس کی بدعت کو تقویت مل رہی ہو تو اس صورت میں بھی اس کی روایت کو قبول نہیں

کیا جائے گا کیونکہ جس طرح داعی ہونے کی صورت میں تقویتِ بدعت کی وجہ سے اس کی روایت کو رد کیا جاتا ہے اسی طرح غیر داعی ہونے کی صورت میں بھی تقویتِ بدعت کی وجہ سے اس کی روایت کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ روایت کو رد کرنے کا سبب دونوں صورتوں میں پایا جارہا ہے اور وہ تقویتِ بدعت ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

یادداشت کا خراب ہونا

﴿عبارت﴾: ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ وَهُوَ سَبَبُ الْعَاشِرِ مِنْ اَسْبَابِ الطَّعْنِ وَالْمُرَادُ بِهٖ مَنْ لَّمْ يُرَجِّحْ جَانِبَ اِصَابَتِهٖ عَلٰى جَانِبِ الْخَطَاءِ وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِنْ كَانَ لَازِمًا لِلرَّاوِيْ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِهٖ فَهُوَ الشَّاذُّ عَلٰى رَأْيِ بَعْضِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اَوْ اِنْ كَانَ سُوْءُ الْحِفْظِ طَارِيًا عَلَى الرَّاوِيْ اِمَّا لِكِبَرِهٖ اَوْ ذَهَابِ بَصَرِهٖ اَوْ لِاحْتِرَاقِ كُتُبِهٖ اَوْ عَدَمِهَا بِاَنْ كَانَ يَعْتَمِدُهَا فَرَجَعَ اِلٰى حِفْظِهٖ فَسَاءَ فَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَلِطُ وَالْحُكْمُ فِيْهِ اَنَّ مَاحَدَّثَ بِهٖ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ اِذَا تُمُيِّزَ قُبِلَ وَاِذَا لَمْ يَتَمَيَّزْ تُوُقِّفَ فِيْهِ وَكَذَا مَنِ اشْتَبَهَ الْاَمْرُ فِيْهِ وَاِنَّمَا يُعْرَفُ بِاعْتِبَارِ الْاٰخِذِيْنَ عَنْهُ

﴿ترجمہ﴾ پھر خرابی حافظہ ہے اور یہ وجوہِ طعن میں سے دسواں سبب ہے اور اس سے وہ راوی مراد ہے جو اپنی درست گوئی کی جانب کو خطا پر ترجیح نہ دے سکے، خرابی حافظہ کی دو قسمیں ہیں لازم اور طاری، اگر یہ مرض راوی پر ہر حال میں لازم رہے تو ایسی روایت محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک شاذ روایت ہوگی، اور اگر یہ (خرابی حافظہ) راوی کو بڑھاپے کی وجہ سے عارض ہو یا بصارت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے یا اس کی کتابوں کی جل جانے کی وجہ سے یا ان کتابوں کے گم ہو جانے کی وجہ سے کہ جن پر اسے اعتماد تھا تو اب اس نے حافظہ کی طرف رجوع کیا تو اس میں خرابی پائی پس یہ روایت ''مختلط'' ہوگی، اور اس کا حکم یہ ہے کہ جو اس نے اختلاط سے پہلے روایت کیا اگر وہ ممتاز ہو تو وہ قابل قبول ہے اور اگر وہ ممتاز نہ ہو تو اس کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا اور ایسے ہی جس میں کوئی اختلاط کا شبہ ہو اور یہ بات اس سے حاصل کرنے والے شاگردوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ و الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ طعن فی الراوی کا دسواں سبب سوء حفظ یعنی حافظہ کی خرابی کا

بیان کرنا ہے۔

سوءحفظ راوی کی تعریف:

سوءحفظ راوی وہ ہے جس کی درستگی کا پلہ خطاپر غالب نہ ہو یعنی غلطیاں زیادہ کرتا ہو اور صحیح روایت کم بیان کرتا ہو۔

✿ سوءحفظ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) سوءحفظ لازم۔(۲) سوءحفظ طاری۔

سوءحفظ لازم کی تعریف:

سوءحفظ لازم وہ خرابی حافظہ ہے جو ہمیشہ رہے اور ہر حال میں رہے ایسے راوی کی روایت کو بعض ائمہ ''شاذ'' کہتے ہیں۔
گویا ایک معنیٰ کے اعتبار سے حدیث شاذ وہ حدیث ہے جس کا کوئی ایسا راوی ہو جس کو سوءحفظ لازم ہو شاذ کی ایک تعریف ماقبل میں گزر چکی ہے کہ وہ حدیث جس کا راوی ثقہ ہو مگر اس کی روایت اس سے اوثق کی روایت کے خلاف ہو۔

سوءحفظ طاری:

وہ خرابی حافظہ ہے جو بڑھاپے کی وجہ سے پیش آگیا ہو مثلاً وہ کتابیں جن سے وہ راوی روایت کرتا تھا وہ کتابیں جل گئیں، یا راوی نابینا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ کتابیں دیکھ ہی نہیں سکتا، یا قدرتی طور پر راوی کی یادداشت میں کمی آگئی ایسے راوی کی روایت کو''مختلط'' کہتے ہیں۔

حدیث مختلط کی تعریف:

حدیث مختلط وہ حدیث ہے جس کا کوئی ایسا راوی ہو جس کو سوءحفظ طاری ہو گیا ہو ایسے راوی کو مختلِط (اسم فاعل کا صیغہ) اور اس کی حدیث کو مختلَط (اسم مفعول کا صیغہ) کہتے ہیں۔

مختلط راوی کی حدیث کا حکم:

مختلط راوی نے اختلاط کی مرض سے پہلے جو روایات بیان کی ہیں اگر وہ جدا ہیں اور ان کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ یہ روایات! اس کی مرض اختلاط سے پہلے کی ہیں تو وہ مقبول ہونگی اور جو اختلاط کے بعد کی ہونگی وہ مردود ہونگی اور اگر یہ بات معلوم ہی نہ ہو سکے کہ کونسی روایات اختلاط کی مرض لاحق ہونے سے پہلے کی ہیں اور کونسی اختلاط کی مرض لاحق ہونے کے بعد کی ہیں تو ایسی روایات کے بارے میں توقف کیا جائیگا یعنی نہ تو انہیں قبول کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں رد کیا جائے گا، اور اسی طرح اس شخص کی حدیث میں بھی توقف کیا جائے گا جس میں اختلاط کا اشتباہ ہو۔

اختلاط، تمیز اور اشتباہ کا علم

قبل اختلاط اور بعد اختلاط یا دوران اختلاط کی احادیث میں امتیاز کرنا یہ شاگردوں سے معلوم ہوگا کہ جو شاگرد قبل اختلاط

اس سے روایت کرتا ہے اس کی روایت مقبول ہوگی اور جو شاگرد بعد اختلاط اس سے روایت کرتا ہے اس کی روایت مردود ہو گی، اور شاگرد دوران، اختلاط اس سے روایت کرتا ہے تو اس کی بیان کردہ روایت موقوف ہوگی۔

چنانچہ عطا ابن الصائب (محدث) علیہ الرحمۃ کو آخری عمر میں اختلاط کا مرض ہوگیا تھا ان سے اختلاط سے پہلے روایات لینے والے حضرت شعبہ اور سفیان ثوری ہیں، اور ان سے اختلاط کے بعد روایات لینے والے حریر بن عبد الحمید ہیں، اور دونوں زمانوں میں (یعنی اختلاط سے پہلے بھی اور اختلاط کے بعد بھی) روایات لینے والے ان کے شاگرد ابو عوانہ ہیں، بس اسی وجہ سے حریر بن عبد الحمید اور ابو عوانہ کی روایات قابل حجت نہیں ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

متابعت کا فائدہ

﴿عبارت﴾: وَمَتٰی تُوبِعَ السَّیِّءُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ کَاَنْ یَکُوْنَ فَوْقَهٗ اَوْمِثْلَهٗ لَادُوْنَهٗ وَکَذَاالْمُخْتَلِطُ الَّذِیْ لَایَتَمَیَّزُ وَالْمَسْتُوْرُ وَالْاِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَکَذَاالْمُدَلِّسُ اِذَالَمْ یُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَحَدِیْثُهُمْ حَسَنًالَالِذَاتِهٖ بَلْ وَصْفُهٗ بِذٰلِكَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ لِاَنَّ وَاحِدًامِنْهُمْ بِاحْتِمَالِ کَوْنِ رِوَایَتِهٖ صَوَابًا اَوْغَیْرَصَوَابٍ عَلٰی حَدٍّ سَوَاءٌ فَاِذَاجَاءَتْ مِنَ الْمُعْتَبَرِیْنَ رِوَایَةٌ مُوَافِقَةٌ لِاَحَدِهِمْ رُجِّحَ اَحَدُالْجَانِبَیْنِ مِنَ الْاِحْتِمَالَیْنِ الْمَذْکُوْرَیْنِ وَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰی اَنَّ الْحَدِیْثَ مَحْفُوْظٌ فَارْتَقٰی مِنْ دَرَجَةِ التَّوَقُّفِ اِلٰی دَرَجَةِ الْقَبُوْلِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَمَعَ اِرْتِقَائِهٖ اِلٰی دَرَجَةِ الْقَبُوْلِ فَهُوَمُنْحَطٌّ عَنْ رُتْبَةِ الْحَسَنِ لِذَاتِهٖ وَرُبَمَاتَوَقَّفَ بَعْضُهُمْ عَنْ اِطْلَاقِ اِسْمِ الْحَسَنِ وَقَدِانْقَضٰی مَایَتَعَلَّقُ بِالْمَتْنِ مِنْ حَیْثُ الْقَبُوْلِ وَالرَّدِّ

﴿ترجمہ﴾ جب بد حافظہ راوی کی معتبر راوی سے متابعت کی گئی جو اس سے فائق ہو یا اس کی مثل ہو اس سے کم نہ ہو اور ایسے ہی مختلط راوی کی متابعت کی گئی جس کی احادیث کا امتیاز نہ ہو سکا ہو اور اسی طرح مستور راوی کی متابعت کی گئی اور مرسل راوی کی متابعت کی گئی، اور اسی طرح اس مدلس راوی کی متابعت کی گئی جس کے محذوف کا علم نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں ان کی حدیث حسن ہوگی ذاتہ نہیں ہوگی بلکہ حسن لغیرہ ہوگی، اور اس کا یہ وصف بلحاظ اجتماع متابع ومتابَع کے ہوگا۔ کیونکہ اگر چہ اس کے روایت ہونے میں خطا اور درستگی دونوں احتمالات برابر تھے لیکن جب معتبر رواۃ میں سے کسی ایک کی روایت موافق آگئی تو مذکورہ احتمالات میں سے ایک جانب کو ترجیح

حاصل ہوگئی جس سے پتہ چلا یہ حدیث محفوظ ہے پس یہ درجہ توقف سے درجہ قبول تک پہنچ گئی، لیکن درجہ قبول پر پہنچنے کے باوجود وہ روایت درجہ حسن سے کم ہی رہے گی اور بعض نے اس پر حسن کے اطلاق سے توقف بھی کیا ہے اور متن کے لحاظ سے قبول ورد کی بحث ختم ہوگئی۔

﴿تشریح﴾:

وَمَتٰی تُوبِعَ السَّیِّئُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متابعت کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ متابعت کی وجہ سے ایک روایت درجہ توقف سے درجہ قبول تک پہنچ جاتی ہے اور اسے حسن لغیرہ کے زمرے میں داخل کرلیا جاتا ہے۔

✿ یاد رہے متابعت کا معنیٰ موافقت ہے۔

متابِع (اسم فاعل) کا معنیٰ (دوسرا راوی جو) موافقت کرنے والا ہے۔

اور متابَع (اسم مفعول) کا معنیٰ (وہ اصل راوی) جس کی موافقت کی گئی ہے۔

❀ مندرجہ ذیل رواۃ کی اخبار کا اگر کوئی ایسا متابِع (اسم فاعل) مل گیا جو متابَع اصل راوی کے مساوی اور ہم پلہ ہو یا اس سے رتبہ میں اعلیٰ ہو کم نہ ہو تو اس متابعت کی وجہ سے ان رواۃ کی اخبار درجہ حسن لغیرہ تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور وہ رواۃ یہ ہیں۔

1-خرابیٔ حافظہ سے مطعون راوی۔

2-مختلط راوی جس کی روایات غیر ممیز ہوں۔

3-مستور راوی۔

4-اسناد مرسل کا راوی۔

5-خبر مدلس کا راوی۔

☆ ان تمام راویوں کی خبریں اس متابعت کی وجہ سے درجہ توقف سے نکل کر درجہ حسن پالیتی ہیں، اور پھر انہیں خبر حسن کہا جاتا ہے لیکن حسن لذاتہٖ نہیں بلکہ حسن لغیرہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں حسن ایک خارجی امر کی وجہ سے آیا ہے یعنی متابِع اور متابَع کے اجتماع کی وجہ سے آیا ہے کیونکہ فی نفسہٖ ان اخبار میں احتمال خطا اور احتمال صواب دونوں تھے لیکن جب معتبر شخص کی روایت اس کی روایت کے موافق ہوگئی تو یہ موافقت اس بات کی دلیل ہے کہ اس راوی کی روایت خبر محفوظ ہے پس صواب کا پلہ بھاری ہوگیا اور حدیث درجہ توقف سے نکل کر درجہ قبولیت تک جا پہنچی، لیکن خبر مقبول ہونے کے باوجود یہ حسن لذاتہٖ کے درجہ سے کم ہی ہوگی اس کے برابر یا اس سے اوپر نہیں ہوگی یعنی حسن لغیرہ ہوگی کیونکہ خبر مقبول کا یہی درجہ کم تر ہے اور اس سے کم درجہ کی حامل خبر ضعیف ہوتی ہے۔

☆ اور بعض ائمہ کرام نے خبر مقبول کی اس خاص صورت پر حسن کا اطلاق کرنے سے بھی توقف کیا ہے۔

✿ متن کو رد کرنے یا قبول کرنے کے جو احکام اور ابحاث تھیں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے فضل وکرم سے اختتام پذیر ہوئیں اب آگے اسناد کا بیان ہوگا، چونکہ اصل مقصود تو متن ہی ہے اور اسناد اس تک لیجانے کا وسیلہ ہے اس لئے اصل کو پہلے ذکر کیا اور وسیلے کا ذکر بعد میں کیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

سند اور اس کے متعلقات کا بیان

﴿عبارت﴾: ثُمَّ الْإِسْنَادُ وَهُوَ الطَّرِيْقُ الْمُوْصِلَةُ إِلَى الْمَتْنِ وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِي إِلَيْهِ الْإِسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ وَهُوَ إِمَّا أَنْ يَنْتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَيَقْتَضِيَ تَلَفُّظُهُ إِمَّا تَصْرِيْحًا أَوْ حُكْمًا أَنَّ الْمَنْقُوْلَ بِذٰلِكَ الْإِسْنَادِ مِنْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ فِعْلِهٖ أَوْ مِنْ تَقْرِيْرِهٖ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ تَصْرِيْحًا أَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا أَوْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا أَوْ يَقُوْلُ هُوَ وَغَيْرُهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَذَا أَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ كَذَا أَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ

﴿ترجمہ﴾: پھر اسناد متن تک پہنچانے کا طریق ہوتا ہے اور متن وہ کلام ہے جہاں سند ختم ہو جائے اور وہ اسناد یا تو حضور ﷺ تک ختم ہوتا ہے اور اس کا تلفظ اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ اس اسناد کے ذریعے منقول حضور ﷺ کا صراحۃً یا حکماً قول یا فعل یا تقریر ہوگا، مرفوع قولی صریح کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے، یا آقائے دو جہاں ﷺ نے یوں فرمایا ہے یا صحابی یا تابعی یوں کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے یا آقائے دو جہاں ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور اسی طرح۔

﴿تشریح﴾:

ثُمَّ الْإِسْنَادُ وَهُوَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسناد اور اس کے متعلقات کا بیان کرنا ہے۔

اسناد کی تعریف:

اَلطَّرِيْقُ الْمُوْصِلَةُ إِلَى الْمَتْنِ۔ متن حدیث تک پہنچنے کا راستہ۔

متن کی تعریف:

غَایَۃُ مَا یَنْتَھِیْ اِلَیْہِ الْاِسْنَادُ مِنَ الْکَلَامِ وہ کلام جس پر پہنچ کر سند ختم ہو جائے۔ یاد رہے اس تعریف میں لفظ غایۃ زائد ہے ورنہ معنیٰ ہوگا اس کلام کی انتہاء جس پر جا کر سند ختم ہو اور یہ درست نہیں۔

وَھُوَ اِمَّا اَنْ یَّنْتَھِیَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منتہائے سند کے اعتبار سے خبر کی تقسیم کرنی ہے کہ اس اعتبار سے خبر کی تین قسمیں ہیں۔(۱) خبر مرفوع۔(۲) خبر موقوف۔(۳) خبر مقطوع۔

خبر مرفوع کی تعریف:

وہ خبر ہے جس کی سند نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہو اور اس سند کا تلفظ اس بات کا مقتضی ہو کہ اس سند کے ذریعے جو منقول ہوگا

وہ صراحۃً یا حکماً آقائے دو جہاں ﷺ کا قول یا فعل یا تقریر ہوگی۔

تقریر نبوی:

تقریر کا معنیٰ ہے ''برقرار رکھنا''۔ اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کے سامنے کسی مسلمان نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور آپ ﷺ نے اسے منع نہیں فرمایا یا آپ ﷺ کے زمانہ پاک میں کسی مسلمان نے کوئی کام کیا اور آپ ﷺ کو اس کی خبر بھی تھی مگر آپ ﷺ نے اس کی نکیر نہیں فرمائی تو یہ ''تقریر نبوی'' کہلاتی ہے۔

خبر مرفوع کی اقسام:

خبر مرفوع کی ابتداءً دو قسمیں ہیں۔(۱) صریح۔(۲) حکمی۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں (۱) قولی (۲) فعلی (۳) تقریری۔ پس یہ چھ قسمیں ہوئیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔(۱) مرفوع قولی صریح۔(۲) مرفوع فعلی صریح۔(۳) مرفوع تقریری صریح۔

(۴) مرفوع قولی حکمی۔(۵) مرفوع فعلی حکمی۔(۶) مرفوع تقریری حکمی۔

(۱) مرفوع قولی صریح:

وہ خبر ہے جس کی سند آقائے دو جہاں ﷺ تک پہنچتی ہو اور اس سے آپ ﷺ کا کوئی صریح ارشاد گرامی نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے...... سَمِعْتُ رَسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کَذَا۔

یا...... حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ بِکَذَا۔

یا صحابی یا غیر صحابی کہے...... قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ کَذَا

یا...... عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ کَذَا

خبرِ مرفوع کا بیان

﴿عبارت﴾: .وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَّقُوْلَ الصَّحَابِيُّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَذَا اَوْيَقُوْلُ هُوَاَوْغَيْرُهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ كَذَا وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ التَّقْرِيْرِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَّقُوْلَ الصَّحَابِيُّ فَعَلْتُ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَذَا يَقُوْلُ هُوَ اَوْغَيْرُهٗ فَعَلَ فُلَانٌ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَذَا وَلَايَذْكُرُ اِنْكَارَهٗ لِذٰلِكَ وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ حُكْمًا لَاتَصْرِيْحًا مَايَقُوْلُ الصَّحَابِيُّ الَّذِيْ لَمْ يَأْخُذْ عَنِ الْاِسْرَائِيْلِيَّاتِ مَالَامَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِفِيْهِ وَلَالَهٗ تَعَلُّقٌ بِبَيَانِ لُغَةٍ اَوْشَرْحِ غَرِيْبٍ كَالْاَخْبَارِ عَنِ الْاُمُوْرِ الْمَاضِيَةِ مِنْ بَدْءِ الْخَلْقِ وَاَخْبَارِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوِالْاٰتِيَةِ كَالْمَلَاحِمِ وَالْفِتَنِ وَاَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَكَذَا الْاَخْبَارُ عَمَّا يَحْصُلُ بِفِعْلِهٖ ثَوَابٌ مَخْصُوْصٌ اَوْعِقَابٌ مَخْصُوْصٌ وَاِنَّمَا كَانَ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ لِاَنَّ اَخْبَارَهٗ بِذٰلِكَ يَقْتَضِيْ مُخْبِرًا لَهٗ وَمَالَامَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِفِيْهِ يَقْتَضِيْ مُوَقِّفًا لِلْقَائِلِ بِهٖ وَلَامُوَقِّفَ لِلصَّحَابَةِ اِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَوْبَعْضُ مَنْ يُّخْبِرُ عَنِ الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ فَلِهٰذَا وَقَعَ الْاِحْتِرَازُ عَنِ الْقِسْمِ الثَّانِيْ وَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَلَهٗ حُكْمُ مَالَوْقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَهُوَمَرْفُوْعٌ سَوَاءٌ كَانَ مِمَّنْ سَمِعَهٗ مِنْهُ اَوْعَنْهُ بِوَاسِطَةٍ وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ حُكْمًا اَنْ يَّفْعَلَ الصَّحَابِيُّ مَالَامَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِفِيْهِ فَيُنْزَلُ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ عِنْدَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَمَاقَالَ الشَّافِعِيُّ فِيْ صَلٰوةِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فِي الْكُسُوْفِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ اَكْثَرُمِنْ رُكُوْعَيْنِ

﴿ترجمہ﴾: مرفوع فعلی صریح کی مثال کہ صحابی کہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا یا صحابی یا غیر صحابی کہے کہ رسول پاک ﷺ اس طرح کرتے تھے، اور مرفوع تقریری صریح کی مثال کہ صحابی کہے کہ میں نے حضور ﷺ کی موجودگی میں اس طرح کیا، یا صحابی یا غیر صحابی کہے کہ فلاں حضور ﷺ کی موجود میں اس طرح کرتے اور اس پر آپ ﷺ کا انکار ذکر نہ کرے، اور مرفوع قولی حکمی نہ کہ صریحی وہ ہے جسے پیش کرے

جو اسرائیلیات سے نہ لینے والا ہو ان امور کے بارے میں جن میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، نہ اس کا تعلق بیانِ لغت سے ہو، نہ شرحِ غریب سے ہو، جیسے گزشتہ امور کی خبریں دینا، مثلاً تخلیقِ عالم کی ابتدا، حضرت انبیاء کے واقعات، یا امورِ مستقبل کی خبریں دینا، جیسے لڑائیاں اور فتنے، اور حالات روزِ قیامت، اور اسی طرح اس عمل کی خبر دینا کہ جس کے کرنے سے مخصوص ثواب یا مخصوص سزا حاصل ہوتی ہو، اور اسے حکماً مرفوع اس لیئے کہا جاتا ہے چونکہ یہ خبر ہے تو اس کی خبر دینا بتاتا ہے کہ ضرور خبر دینے والا بھی کوئی ہے، اور جس میں اجتہاد نہ ہوسکتا ہو اس میں یہ لازمی امر ہے کہ کوئی خبر دینے والا ہے اور صحابہ کو خبر دینے والا حضور ﷺ کے سوا کوئی نہیں تھا، یا بعض وہ لوگ جو قدیم کتب پڑھ کر خبر دیتے تھے (چونکہ یہ دوسری صورت اسرائیلیات کی ہے) اس لئے اس دوسری قسم سے احتراز واقع ہے اور جب یوں ہے تو اس پر حکم ایسا ہے کہ گویا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس یہ خبر مرفوع ہوگی خواہ اس نے آپ ﷺ سے سنا ہو یا آپ ﷺ سے کسی واسطے سے سنا ہو، اور مرفوع فعلی حکمی کی مثال کہ صحابی وہ کام کرے کہ جس میں اجتہاد و قیاس کو دخل نہ ہو، تو اسے اس درجہ میں رکھا جائے گا کہ گویا وہ حضور ﷺ سے منقول ہے جیسے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے حضرت علی شیر خدا کی نماز کسوف کے متعلق کہا کہ جس میں ہر رکعت میں دو سے زائد رکوع تھے۔

﴿تشریح﴾:

وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرفوع فعلی صریح کی مثال بیان کرنی ہے۔

(۲) مرفوع فعلی صریح:

وہ خبر ہے جس کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہو، اور اس سے حضور ﷺ کو کوئی عمل صراحۃً نقل کیا گیا ہو۔ جیسے صحابی کہے رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ فَعَلَ کَذَا

یا صحابی یا غیر صحابی کہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ یَفْعَلُ کَذَا

وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ التَّقْرِیْرِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرفوع تقریری صریح کی مثال بیان کرنی ہے۔

(۳) مرفوع تقریری حکمی:

وہ خبر ہے جس کی سند آقائے دو جہاں ﷺ تک پہنچتی ہو اور اس سے آپ کا کسی کام کو یا کسی بات کو برقرار رکھنا صراحۃً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے کہ فَعَلْتُ بِحَضْرَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ کَذَا

یا صحابی یا غیر صحابی کہے...... فَعَلَ فُلَانٌ بِحَضْرَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ کَذَا

اور اس پر حضور ﷺ کا انکار بیان نہ کرے۔

وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرفوع قولی حکمی کی مثال بیان کرنی ہے۔

(۴) مرفوع قولی حکمی:

وہ خبر ہے جس کی سند کسی ایسے صحابی تک پہنچتی ہو جو اسرائیلی خبروں سے نہ بیان کرتے ہوں اور اس خبر سے اس صحابی کی فرمائی ہوئی کوئی ایسی بات نقل کی گئی ہو جس کا اجتہاد سے کوئی تعلق نہ ہو، نہ وہ کسی لفظ کے معنیٰ ہوں اور نہ وہ کسی قلیل الاستعمال لفظ کی تشریح ہو، تو وہ حکماً خبر مرفوع کے درجہ میں ہوگی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس صحابی نے وہ قول حضور ﷺ سے سن کر ہی بیان کیا ہوگا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جملہ معلومات حضور ﷺ سے ہی ماخوذ تھیں، مثلاً ابتدائے کائنات کے متعلق کوئی خبر، یا گذشتہ انبیاء کے واقعات، یا جنگوں، فتنوں اور قیامت کے احوال کی اخبار، یا کسی عمل کا کوئی مخصوص ثواب وعقاب۔

✿ ایسے واقعات کو حکماً مرفوع کے زمرے میں شامل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ خبریں ہیں، اور ضرور ان کا کوئی مخبر بھی ہوگا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مخبر کی دو صورتیں ہیں، یا تو آقائے دو جہاں ﷺ ہوں، یا گزشتہ کتب ہوں، گزشتہ کتب تو ہو ہی نہیں سکتیں کیونکہ ابھی ماقبل میں ان کی نفی کر دی گئی ہے ''کہ وہ صحابی اسرائیلیات سے خبریں نہ لیتا ہو'' پس دوسری صورت کی نفی ہو کر پہلی صورت ہی متعین ہوگئی، کہ صحابی نے وہ خبر حضور ﷺ سے ہی لی ہوگی، تو جب خبر دینے والے حضور ﷺ ہوئے تو ایسے صحابی کی ایسی روایت کو حکماً مرفوع ہی کہیں گے، خواہ اس صحابی نے براہ راست حضور ﷺ سے سنا ہو، یا بالواسطہ سنا ہو بہر دو صورت حکم یہی ہوگا۔

مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرفوع فعلی حکمی کی مثال بیان کرنی ہے۔

(۵) مرفوع فعلی حکمی:

وہ خبر ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچتی ہو، اور اس سے صحابی کا کوئی ایسا کام نقل کیا گیا جس میں اجتہاد کو گنجائش نہ ہو تو صحابی کا یہ عمل حکماً خبر مرفوع ہوگا اور اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ صحابی نے یہ عمل آقائے دو جہاں ﷺ کی ہدایت کے مطابق ہی کیا ہوگا مثلاً حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت دو سے زائد رکوع کیے، امام شافعی علیہ الرحمۃ نے مولا علی شیر خدا کے اس عمل کو مرفوع فعلی حکمی کا درجہ دیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مرفوع تقریری حکمی کی مثال

﴿عبارت﴾: وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ التَّقْرِيْرِ حُكْمًا اَنْ يُّخْبِرَ الصَّحَابِيُّ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَذَا فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ

مِنْ جِهَةِ اَنَّ الظَّاهِرَ اِطِّلَاعُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ لِتَوَفُّرِ دَوَاعِيْهِمْ عَلٰى سُؤَالِهٖ عَنْ اُمُوْرِ دِيْنِهِمْ وَلِاَنَّ ذٰلِكَ الزَّمَانَ زَمَانُ نُزُوْلِ الْوَحْيِ فَلَا يَقَعُ مِنَ الصَّحَابَةِ فِعْلُ شَيْءٍ وَيَسْتَمِرُّوْنَ عَلَيْهِ اِلَّا وَهُوَ غَيْرُ مَمْنُوْعِ الْفِعْلِ وَقَدِ اسْتَدَلَّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى جَوَازِ الْعَزْلِ بِاَنَّهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ وَلَوْ كَانَ مِمَّا يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهٰى عَنْهُ الْقُرْاٰنُ ۔

﴿ترجمہ﴾: مرفوع تقریری حکمی کی مثال یہ ہے کہ صحابی اس بات کی خبر دے کہ وہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں فلاں کام کیا کرتے تھے، یہ صورت مرفوع کے حکم میں اس وجہ سے ہوگی، کہ ظاہر ہے کہ اس بات کی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوگی، کیونکہ وہ اکثر و بیشتر امور دینیہ کے سوالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے رہتے تھے، اور اس لئے بھی کہ وہ نزول وحی کا زمانہ تھا، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی ایسا فعل نہیں سرزد ہو سکتا تھا کہ وہ اس پر بالاستمرار عمل کر رہے ہوں (اور انہیں منع نہ کیا گیا ہو) مگر یہ کہ وہ فعل غیر ممنوع ہو، حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے جوازِ عدل پر استدلال کیا ہے کہ وہ ایسا کرتے تھے اور قرآن کے نزول کا سلسلہ جاری تھا، اور اگر وہ ممنوع ہوتا تو قرآن اس سے منع کرتا۔

﴿تشریح﴾:

وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرفوع تقریری حکمی کی مثال پیش کرنی ہے۔

(۶) مرفوع تقریری حکمی:

وہ خبر جس کی سند کسی صحابی تک پہنچتی ہو اور اس سے کسی صحابی کی یہ اطلاع نقل کی گئی ہو کہ لوگ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ پاک میں ایسا کرتے تھے پس اس اطلاع کو بھی حکماً خبر مرفوع تقریر کا درجہ دیا جائے گا کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال و اعمال کی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تھی، اور یہ بات بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر عمل کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے، نیز زمانہ بھی نزول وحی کا تھا، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی عمل ناجائز ہوتا تو وحی آجاتی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے منع فرما دیتے۔

مثلاً حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ کہ اگر عزل امور منہیہ میں سے ہوتا تو قرآن اس سے منع کرتا حالانکہ قرآن نے اس سے منع نہیں کیا تو یہ اس کے بیان جواز کی دلیل ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

الفاظِ کنایہ سے مروی روایت کا حکم

﴿عبارت﴾ وَيَلْتَحِقُ بِقَوْلِيْ حُكْمًا بِصِيغَةِ الْكِنَايَةِ فِيْ مَوْضِعِ الصَّرِيحَةِ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَقَوْلِ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ أَوْ يَرْوِيهِ أَوْ يَنْمِيهِ أَوْ رِوَايَةً أَوْ يَبْلُغُ بِهٖ أَوْ رَوَاهُ وَقَدْ يَقْتَصِرُوْنَ عَلَى الْقَوْلِ مَعَ حَذْفِ الْقَائِلِ وَيُرِيدُوْنَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَقَوْلِ ابْنِ سِيرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا...... (الحديث) فِيْ كَلَامِ الْخَطِيبِ أَنَّهُ إِصْطِلَاحٌ خَاصٌّ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ

﴿ترجمہ﴾: اور شامل ہو جائیگا ہمارے قول حکماً کے ساتھ وہ بھی جو کنایہ کے صیغے کے ساتھ مروی ہو صیغہ صریح کی جگہ میں آقائے دو جہاں ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے، جیسے تابعی کا قول "عن الصحابی یرفع الحدیث" یا "یرویه" یا "ینمیه"، یا "روایة" یا "یبلغ به" یا "رواه" کے الفاظ سے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قائل کو حذف کر کے محض قول پر اکتفاء کرتے ہیں، جیسے ابن سیرین کا قول عن ابی ہریرۃ قال قال تقاتلون قوما (الحدیث) اور خطیب کے کلام میں یہ ہے کہ یہ اصطلاح بصرۃ کے لئے خاص ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَيَلْتَحِقُ بِقَوْلِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ الفاظ کنایہ سے مروی روایت کا حکم بیان کرنا ہے۔

کہ اگر راوی صحابی روایت بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنے والے الفاظ کو صراحۃً کی بجائے کنایۃً استعمال کرلے تو ان الفاظ کنایہ سے مروی روایت حکماً مرفوع ہوگی۔

اور الفاظ کنائی یہ ہیں۔ یرفع الحدیث، یرویه، ینمیه، روایة، یبلغ به، رواه

✿ یرفع الحدیث کی مثال۔ حضرت سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس "الشفاء فی ثلاث شربة عسل و شرطة محجم و کیة نار وانهی عن الکی رفع الحدیث، اس روایت میں راوی نے آخر میں رفع الحدیث کے لفظ لاکر اس خبر کو مرفوع بنادیا ہے یاد رہے رفع الحدیث کی بجائے اگر رفعه یا مرفوعا کہا گیا ہو تو بھی خبر مرفوع ہوگی۔

✿ یرویه اور ینمیه کی مثال۔ حضرت ابو حازم کی یہ روایت

عن ابی حازم عن سهل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل یده الیمنی فی

ذراعی الیسری فی الصلاۃ اس روایت کوذکر کرنے کے بعد حضرت ابو حازم فرماتے ہیں لا اعلم الا انه ینمی ذالك یعنی ینمی کہہ کر اس روایت کو مرفوع بنا دیا، لیکن اگر ینمی کی بجائے یرویه فرما لیتے تو بھی حدیث مرفوع ثابت ہو جاتی۔

روایة کی مثال۔ حضرت زہری کی روایت۔

عن الزهری عن سعید بن مسیب عن ابی هریرة روایة الفطرة خمس

اس روایت میں روایةً کے لفظ سے یہ خبر مرفوع ثابت ہو رہی ہے۔

یبلغ به کی مثال امام مسلم کی یہ روایت ہے۔

عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة یبلغ به الناس تبع لقریش

اس خبر میں راوی صحابی نے یبلغ به کے الفاظ ذکر کیا ہے جس سے یہ روایت حکماً مرفوع ہوگئی۔

وَقَدْ یَقْتَصِرُوْنَ عَلَی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کبھی محدثین کرام رحمہم اللہ حضور ﷺ کے اسم گرامی کو بہت زیادہ واضح ہونے کی بنا پر اختصاراً حذف کر دیتے ہیں۔ ایسی خبر بھی حکماً مرفوع ہوتی ہے۔

جیسے امام ابن سیرین کا قول ہے کہ "عن ابی هریرة قال قال تقاتلون قوما"

خطیب بغدادی فرماتے ہیں حضور ﷺ کے اسم گرامی کو حذف کرنا یہ اہل بصرہ کا طریقہ ہے اور انہی کی خاص عادت ہے چونکہ امام ابن سیرین بھی بصری ہیں اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کا اسم گرامی حذف کر دیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صیغ محتملہ کا بیان

﴿عبارت﴾: وَمِنَ الصِّیَغِ الْمُحْتَمَلَةِ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ کَذَا، فَالْاَکْثَرُ عَلٰی اَنَّ ذٰلِكَ مَرْفُوْعٌ وَنَقَلَ ابْنُ عَبْدِالْبَرِّ فِیْهِ الْاِتِّفَاقَ قَالَ وَاِذَا قَالَهَا غَیْرُ الصَّحَابِيِّ فَکَذٰلِكَ مَالَمْ یُضِفْهَا اِلٰی صَاحِبِهَا کَسُنَّةِ الْعُمَرَیْنِ وَفِیْ نَقْلِ الْاِتِّفَاقِ نَظَرٌ فَعَنِ الشَّافِعِيِّ فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ قَوْلَانِ وَذَهَبَ اِلٰی اَنَّ غَیْرَ مَرْفُوْعٍ اَبُوْبَکْرِ نِ الصَّیْرَفِیُّ مِنَ الشَّافِعِیَّةِ وَاَبُوْبَکْرِ نِ الرَّازِیُّ مِنَ الْحَنَفِیَّةِ، وَابْنُ حَزْمٍ مِنْ اَهْلِ الظَّاهِرِ وَاحْتَجُّوْا بِاَنَّ السُّنَّةَ تَتَرَدَّدُ بَیْنَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ غَیْرِهٖ

﴿ترجمہ﴾: اور صیغ محتملہ میں سے صحابی کا قول من السنة کذا بھی ہے پس اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ

حدیث مرفوع ہے، ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ جب غیر صحابی کہے تو وہ بھی اسی طرح مرفوع ہے جبکہ اس کی نسبت غیر کی طرف نہ کی جائے، جیسے سنتِ عمرین، اور اس اتفاق کی نقل میں اشکال ہے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اصل مسئلہ میں دو قول منقول ہیں، شوافع میں ابو بکر صیر فی احناف میں ابو بکر رازی اور ظاہریہ میں ابن حزم اس کے غیر مرفوع ہونے کی طرف گئے ہیں، اور انہوں نے استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غیر کے درمیان دائر ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنَ الصِّيَغِ الْمُحْتَمَلَةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صیغ محتملہ کا بیان کرتا ہے، یعنی وہ صیغے جن کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ وہ مرفوع ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ موقوف ہیں ان میں سے ایک صحابی کا قول **من السنة كذا** ہے جیسا کہ حضرت سیّدنا مولا علی شیر خدا کا مشہور قول ہے

من السنة وضع الكف على الكف فى الصلاة تحت السرة

۞ اکثر محدثین رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ **من السنة كذا** کے الفاظ سے مروی روایت مرفوع ہے، ابن عبدالبر نے اسی پر اتفاق نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر غیر صحابی نے **من السنة كذا** کہا تو یہ بھی مرفوع حکمی ہوگی، بشرطیکہ انتساب غیر کی جانب نہ کیا ہو، جیسے سنت العمرین میں غیر یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی طرف انتساب ہے لہٰذا یہ مرفوع نہیں۔

۞ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے جو اتفاق کا قول نقل کیا ہے وہ محل نظر ہے کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، جن میں سے ان کا قدیمی قول یہ تھا کہ یہ صیغہ خواہ صحابی ذکر کرے یا تابعی ذکر کرے بہر دو صورت حکماً مرفوع ہے، اور ان کا جدید قول یہ ہے کہ یہ صیغہ حکماً مرفوع نہیں ہے، جس سے ثابت یہ ہوا **من السنة كذا** کا حکماً مرفوع ہونا اتفاقی معاملہ نہیں ہے ورنہ اس میں ائمہ کرام سے دو قول صادر نہ ہوتے۔

عمرین سے مراد اور وجہ تسمیہ:

یہاں عمرین سے مراد حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم ہیں اس تسمیہ میں لفظِ عمر کو کم حروف کی بناء پر اختیار کیا گیا ہے کیونکہ لفظ صدیق کے حروف زیادہ ہیں، اور صدیقین کہنے سے اور زیادہ ہو جاتے اور نیز یہ بات بھی ہے کہ کہ پھر صفتِ صدیقیت! سیّدنا صدیق اکبر کے لئے انفرادی صفت نہ رہتی۔

۞ ابو بکر صیر فی شافعی علیہ الرحمۃ، ابو بکر رازی حنفی علیہ الرحمۃ اور ابن حزم ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ **من السنة كذا** غیر مرفوع ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ سنت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور غیر کی سنت دونوں کا احتمال ہے جیسا کہ خود آقائے دو

جہاں ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے۔

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین بعدی، اس روایت میں سنة کی نسبت حضور ﷺ کی طرف بھی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف بھی ہے۔ پس دونوں میں سے ایک کو مراد لینا ترجیح بلا مرجح ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

علامہ ابوبکر صیرفی، ابوبکر رازی، اور ابن حزم کی دلیل کا جواب

﴿عبارت﴾: وَاُجِيْبُوْا بِاَنَّ اِحْتِمَالَ اِرَادَةِ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بَعِيْدٌ وَقَدْ رَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ فِيْ قِصَّتِهٖ مَعَ الْحَجَّاجِ حِيْنَ قَالَ لَهٗ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَهَلْ يَعْنُوْنَ بِذٰلِكَ اِلَّا سُنَّتَهٗ فَنَقَلَ سَالِمٌ وَهُوَ اَحَدُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَحَدُ الْحُفَّاظِ مِنَ التَّابِعِيْنَ عَنِ الصَّحَابَةِ اَنَّهُمْ اِذَا اَطْلَقُوا السُّنَّةَ لَا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ اِلَّا سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

﴿ترجمہ﴾: اور ان کو یہ جواب دیا گیا کہ سنت سے حضور ﷺ کی سنت کے علاوہ کی سنت مراد لینا ایک بعید سی بات ہے، چنانچہ امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ اپنی صحیح میں ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ کے طریق سے ابن عمر کا حجاج بن یوسف کیساتھ پیش آنے والا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں کہا کہ اگر تم سنت چاہتے ہو تو نماز اول وقت میں ادا کرو، ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ ایسا ہی کرتے تھے، تو اس نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت سے مراد حضور ﷺ کی سنت ہی لیا کرتے تھے، پس سالم جو اہل مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک، اور تابعین حفاظ میں سے ہیں، انہوں نے نقل کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب سنت کا لفظ بولتے تو اس سے صرف حضور ﷺ کی سنت ہی مراد لیتے تھے۔

﴿تشریح﴾:

وَاُجِيْبُوْا بِاَنَّ اِحْتِمَال الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ علامہ ابوبکر صیرفی، علامہ ابوبکر رازی، اور علامہ ابن حزم کو ان کی دلیل کا جواب دینا ہے" کہ بیشک سنت کا اطلاق نبی اور غیر نبی دونوں کے اقوال پر ہوتا ہے لیکن اس سنت سے سنت کامل مراد ہے اور سنت کامل صرف حضور ﷺ کی سنت ہے، پس مطلق سنت سے غیر کی سنت مراد لینا بعید ہے چنانچہ صحیح بخاری

میں امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت عبد اللہ ابن عمر کا قصہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے حجاج بن یوسف سے کہا کہ "اگر تو سنت کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو نماز کے لئے جلدی نکل" ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا آقائے دو جہاں ﷺ نماز کے لئے جلدی نکلا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت سے حضور ﷺ کی سنت ہی مراد لیتے تھے، اب سالم جو مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے اور حفاظ تابعین میں تھے تو انہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عادت اور طریقہ بیان کر دیا لفظ سنت کے بارے میں کہ جب وہ مطلق سنت بولتے تو اس سے مراد حضور ﷺ کی ہی سنت ہوتی، لہٰذا مطلق سنت کے اطلاق کے وقت غیر نبی کی سنت مراد لینا بعید ہے، پس علامہ ابو بکر صیرفی، علامہ رازی اور ابن حزم کا یہ کہنا کہ سنت سے نبی اور غیر نبی کی سنت کو مراد لیا جا سکتا ہے ان میں سے کسی ایک کو بھی ترجیح نہیں، ان کا یہ قول درست نہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مِنَ السُّنَّةِ كَذَا کی تعبیر اختیار کیوں کی گئی؟

﴿عبارت﴾: وَاَمَّا قَوْلُ بَعْضِهِمْ اِنْ كَانَ مَرْفُوْعًا فَلِمَ لَا يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَجَوَابُهُ اَنَّهُمْ تَرَكُوا الْجَزْمَ بِذٰلِكَ تَوَرُّعًا وَاحْتِيَاطًا وَمِنْ هٰذَا قَوْلِ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا. اَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَيْ لَوْ قُلْتُ لَمْ اَكْذِبْ لِاَنَّ قَوْلَهُ مِنَ السُّنَّةِ هٰذَا مَعْنَاهُ لٰكِنَّ اِيْرَادَهُ بِالصِّيْغَةِ الَّتِيْ ذَكَرَهَا الصَّحَابِيُّ اَوْلٰى

﴿ترجمہ﴾ بعض حضرات کا یہ کہنا کہ اگر یہ حکماً مرفوع ہے تو پھر محدثین رحمہم اللہ قال رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں کہتے؟ کہ انہوں ورع اور احتیاط کی وجہ سے یقینی طور پر مرفوع ہونے کی تعبیر کو چھوڑ دیا ہے اور اسی اصول پر حضرت ابو قلابہ کی یہ روایت حضرت انس سے مروی ہے کہ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا اس روایت کی تخریج شیخین نے کی ہے، حضرت ابو قلابہ نے کہا کہ اگر میں چاہتا تو یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ حضرت انس نے اسے آپ ﷺ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ کہنے سے میں جھوٹا نہیں ہوں گا، کیونکہ من السنة کا یہی مطلب ہے لیکن روایت کو اسی صیغے کے ساتھ ذکر کرنا جس کو صحابی نے ذکر کیا ہے زیادہ بہتر ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاَمَّا قَوْلُ بَعْضِهِمْ اِلخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کہ جب من السنۃ کذا سے مراد حدیث مرفوع ہی ہے تو پھر بجائے من السنۃ کذا کہنے کے قال رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں کہا؟ یعنی کنایۃً حدیث کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنے کے صراحۃً کردی جاتی؟

﴿جواب﴾: صراحۃً کی بجائے کنایۃً حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنے میں احتیاط زیادہ ہے، پس ورع اور احتیاط کی وجہ سے سیدھی آپ ﷺ کی طرف نسبت نہیں کی جاتی، چنانچہ اسی احتیاطی پہلو پر مبنی حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے جو انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

"من السنة اذا تزوج البكر على الثيب اقام عندها سبعا"

✿ اس قول کو بیان کر لینے کے بعد حضرت ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت کو نقل کرتے ہوئے میں نے من السنۃ کذا کی تعبیر اختیار کی ہے اگر میں چاہتا تو اس تعبیر کی بجائے قال رسول ﷺ کی تعبیر اختیار کر کے صراحۃً حدیث کا مرفوع ہونا بیان کر سکتا تھا اور ایسا کرنے میں بھی میں سچا ہی ہوتا کیونکہ من السنۃ کذا کہنے کا یہی مطلب ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں ہے۔ لیکن دونوں کا مطلب ایک ہونے کے باوجود میں من السنۃ کے الفاظ سے اس لئے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو اسی لفظ سے بیان کیا ہے اور صحابی کے ہی الفاظ کو آگے نقل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صیغ محتملہ میں سے اُمِرْنَا بِکَذَا اور نُهِينَا عَنْ كَذَا کے حکم کا بیان

﴿عبارت﴾وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ اُمِرْنَا بِكَذَا اَوْ نُهِينَا عَنْ كَذَا فَالْخِلَافُ فِيْهِ كَالْخِلَافِ فِي الَّذِيْ قَبْلَهُ لِاَنَّهُ مُطْلَقُ ذٰلِكَ يَنْصَرِفُ بِظَاهِرِهٖ اِلٰى مَنْ لَهُ الْاَمْرُ وَالنَّهْيُ وَهُوَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَخَالَفَ فِيْ ذٰلِكَ طَائِفَةٌ وَتَمَسَّكُوْا بِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُرَادُ غَيْرَهُ كَاَمْرِ الْقُرْاٰنِ اَوِ الْاِجْمَاعِ اَوْ بَعْضِ الْخُلَفَاءِ اَوِ الْاِسْتِنْبَاطِ وَاُجِيْبُوْا بِاَنَّ الْاَصْلَ هُوَ الْاَوَّلُ وَمَا عَدَاهُ مُحْتَمَلٌ لٰكِنَّهُ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ مَرْجُوْحٌ وَاَيْضًا فَمَنْ كَانَ فِيْ طَاعَةِ رَئِيْسٍ اِذَا قَالَ اُمِرْتُ لَا يَفْهَمُ عَنْهُ اَنَّ اٰمِرَهُ اِلَّا رَئِيْسُهُ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّظُنَّ مَا لَيْسَ بِاَمْرٍ اَمْرًا فَلَا اِخْتِصَاصَ لَهُ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بَلْ هُوَ مَذْكُوْرٌ فِيْمَا لَوْ صَرَّحَ فَقَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا

وَهُوَ احْتِمَالٌ ضَعِيفٌ لِأَنَّ الصَّحَابِيَّ عَدْلٌ عَارِفٌ بِاللِّسَانِ فَلَا يُطْلِقُ ذٰلِكَ إِلَّا بَعْدَ التَّحْقِيقِ

﴿ترجمہ﴾ اور اسی قبیل سے صحابی کا قول امرنا بکذا اور نھینا عن کذا ہے پس اس میں اسی طرح کا اختلاف ہے جیسے اختلاف اس سے پہلے میں تھا، چونکہ ان کا مطلق لوٹتا ہے بظاہر اس ذات کی جانب جسے امر و نہی کا اختیار ہے اور وہ آقائے دو جہاں ﷺ ہیں اور ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ اس میں غیر نبی کو مراد لینے کا بھی احتمال ہے جیسے قرآن یا اجماع یا بعض خلفاء یا استنباط کا حکم مراد ہو اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اصل تو اول ہی ہے اور اس کے علاوہ میں بھی اگرچہ احتمالات ہیں اور وہ اصل کے مقابلے میں مرجوح ہیں، اور پھر یہ امر بھی دلیل بن سکتا ہے جو کسی حاکم کی اطاعت میں ہو تو جب وہ کہے گا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ اس کو حکم دینے والا اس کا حاکم ہی ہے، اور رہا کسی کہنے والے کا یہ قول کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ صحابی نے غیر امر کو امر گمان کر لیا ہو، تو وہ اس کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ احتمال تو وہاں بھی ہوگا جہاں وہ صراحت کے ساتھ کہے کہ "ہمیں آقائے دو جہاں ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے" اور یہ بہت ضعیف احتمال ہے کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اور صاحب زبان ہیں پس ان کی طرف سے امر کا اطلاق نہیں کیا گیا ہوگا مگر تحقیق کے بعد۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صیغ محتملہ میں سے اُمِرْنَا بِكَذَا اور نُهِيْنَا عَنْ كَذَا کے حکم کا بیان کرنا ہے، کہ کسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے کہ اگر کوئی صحابی یوں کہے کہ امرنا بکذا یا یوں کہے کہ نھینا عن کذا تو ان مذکورہ الفاظ سے روایت کردہ حدیث مرفوع ہوگی یا موقوف ہوگی؟

صاحب کتاب علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان دونوں الفاظ کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف بالکل ویسا ہی ہے جیسے اختلاف من السنۃ کذا میں گزر چکا ہے، کہ بعض لوگ ان کو موقوف کہتے ہیں اور اکثر ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں مرفوع ہیں، اکثر ائمہ کرام اپنے نظریئے کی تائید میں دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب بھی احادیث میں اور روایات میں مطلق امر اور مطلق نہی واقع ہوتا ہے تو اس سے مراد رسول پاک ﷺ کا ہی امر اور نہی ہوتا ہے کیونکہ آمر مطلق اور ناہی مطلق حضور ﷺ ہی ہیں۔

✿ ان دونوں صیغوں کو موقوف قرار دینے والوں کی دلیل یہ ہے کہ امر میں یہ بھی احتمال ہے کہ قرآن کا امر ہو، یا اجماع کا امر ہو یا کسی خلیفہ یا حاکم کا امر ہو یا مجتہد کا امر ہو الغرض اس میں کثیر احتمالات ہیں اور ان احتمالات کثیرہ کی موجودگی میں ان صیغوں کو حکماً مرفوع قرار دینا درست نہیں۔

تو ان حضرات کی مذکورہ دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ روایات اور احادیث میں چونکہ اصل آمر اور ناہی تو حضور ﷺ ہی ہیں لہٰذا روایات میں مذکور امر اور نہی سے مراد حضور ﷺ کا ہی امر اور نہی ہوگا بقیہ آپ کے بیان کردہ جتنے بھی امر ہیں وہ تمام احتمالات ہیں جو اصل کے مقابلے میں مرجوح ہیں اور راجح کے موجودگی میں مرجوح کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔

ان دونوں صیغوں کو حکماً مرفوع قرار دینے والوں کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی حاکم کے ماتحت ہو، اور ماتحت یوں کہے کہ امرنا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے تو یہاں امر سے مراد حاکم کا ہی امر ہوتا ہے اور کسی کا امر مراد نہیں ہوتا، ایسے ہی روایات اور احادیث میں جب امرنا اور نہینا کہا جائے گا تو اس سے مراد بھی حضور ﷺ کا امر اور نہی ہوگا کیونکہ حضور ﷺ ہمارے حاکم ہیں اور ہم حضور ﷺ کے ماتحت ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم، کہ اے حبیب مکرم! تیرا رب ہونے کی قسم! یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جبتک آپ کو اپنے تمام معاملات و اختلافات میں اپنا حاکم نہ مان لیں۔

وَاَمَّامَنْ قَالَ یَحْتَمِلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک وہم کا ازالہ کرنا ہے۔

وہم اور اس کا ازالہ:

ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ جس کو صحابی نے امر گمان کیا ہو وہ امر ہی نہ ہو، یا جسے صحابی نے نہی گمان کیا ہے وہ درحقیقت نہی ہی نہ ہو، تو جو درحقیقت امر اور نہی ہی نہ ہو اسے حکماً مرفوع کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ احتمال صرف امرنا یا نہینا کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ احتمال تو اس وقت بھی ہو سکتا ہے کہ جب صیغہ معروف کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے یوں کہا جائے اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللہ ﷺ، لہٰذا اس احتمال کو اُمِرْنَا اور نُہِیْنَا کے ساتھ خاص کر کے بیان کرنا درست نہیں، اور پھر یہ بات بھی بدیہی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں اور ماہر زبان ہیں ان کے بارے میں کوئی ذی شعور سوچ ہی نہیں سکتا کہ وہ امر کو غیر امر اور غیر امر کو امر بنا دیتے ہونگے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صیغ محتملہ میں سے کُنَّا نَفْعَلُ کَذَا کے حکم کا بیان

﴿عبارت﴾ وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ كُنَّا نَفْعَلُ كَذَا فَلَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا كَمَا تَقَدَّمَ وَمِنْ ذٰلِكَ اَنْ يُّحْكِمَ الصَّحَابِيُّ عَلٰى فِعْلٍ مِنَ الْاَفْعَالِ بِاَنَّهٗ طَاعَةٌ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَمَعْصِيَةٌ كَقَوْلِ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَلَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا تَلَقَّاهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ

وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

﴿ترجمہ﴾: اور اسی قبیل سے صحابی کا قول کنا نفعل کذا ہے یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہوگا جیسا کہ گزر چکا اور اسی میں وہ بھی داخل ہے کہ صحابی کسی فعل پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت یا معصیت کا حکم لگائے جیسے حضرت عمار کا قول کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم کی مخالفت کی تو یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ اس نے حضور ﷺ سے ہی اخذ کیا ہوگا۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُه الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صیغ محتملہ میں سے کنا نفعل کذا کے حکم کا بیان کرنا ہے، کہ اگر کوئی صحابی کسی فعل کو حضور ﷺ کے زمانہ پاک کی طرف منسوب کرتے ہوئے یوں کہے کہ کنا نفعل کذا فی عہد رسول اللہ تو یہ مرفوع حکمی ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تسلسل کے ساتھ کوئی کام کر رہے ہوں اور حضور ﷺ کو اس کی خبر ہی نہ ہو، اور کسی کام سے حضور ﷺ کا نہ روکنا یہ اس کام کے جواز کی دلیل تھی۔

اگر بالفرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آقائے دو جہاں ﷺ کو اپنے کسی فعل کی خبر نہیں دی تو پھر بھی آقائے دو جہاں ﷺ کا اس عمل سے غیر مطلع ہونا غیر متصور ہے کیونکہ حضور ﷺ کو خبر نہیں ہوئی تھی تو کیا اللہ کو بھی خبر نہیں ہوئی تھی؟، صبح وشام وحی الٰہی کا نزول ہو رہا تھا اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی ناجائز کام پر عمل پیرا ہوتے تو اسی لمحے وحی آجاتی، اگر کسی کام سے نہیں روکا گیا تو یہ کام کے جائز ہونے کی دلیل ہے اور خبر مرفوع کے حکم میں ہے۔

وَمِنْ ذٰلِكَ اَنْ يُّحْكِمَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صیغ محتملہ میں سے طاعة اللہ ولرسولہ اور معصیة اللہ ولرسولہ کا حکم بیان کرنا ہے۔

طاعۃ اللہ ولرسولہ اور معصیۃ اللہ ولرسولہ کا حکم

اگر کوئی صحابی کسی فعل کے متعلق کہے ان ھذا الفعل طاعة اللہ ولرسولہ یا کہے ان ھذا الفعل معصیة اللہ ولرسولہ تو اس صحابی کے یہ الفاظ بھی حکماً مرفوع ہیں جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

من صام اليوم الذى يشك فيه فقد عصى ابا القاسم

ایسے ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے

ومن لم يجب الدعوة فقد عصى الله و رسوله

✿ ان الفاظ کو مرفوع حکمی کا درجہ اس لئے دیا ہے کہ ظاہری طور پر ان الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابی نے اس فعل کو

اپنی طرف سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت یا معصیت قرار نہیں دیا ہوگا بلکہ یقیناً آقائے دو جہاں ﷺ نے اس فعل کو اطاعت یا معصیت قرار دیا ہوگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبرِ موقوف کا بیان

﴿عبارت﴾ اَوْيَنْتَهِیْ غَايَةُ الْاِسْنَادِ اِلَی الصَّحَابِیِّ كَذٰلِكَ اَیْ مِثْلُ مَاتَقَدَّمَ فِیْ كَوْنِ اللَّفْظِ يَقْتَضِیْ التَّصْرِيْحَ بِاَنَّ الْمَنْقُوْلَ هُوَمِنْ قَوْلِ الصَّحَابِیِّ اَوْمِنْ فِعْلِهٖ اَوْمِنْ تَقْرِيْرِهٖ وَلَايَجِیْءُ فِيْهِ جَمِيْعُ مَاتَقَدَّمَ بَلْ مُعْظَمُهٗ وَالتَّشْبِيْهُ لَايُشْتَرَطُ فِيْهِ الْمُسَاوَاةُ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ

﴿ترجمہ﴾: یا سند کا آخر صحابی تک جا پہنچے ویسے ہی جیسے ماقبل کی صورتیں ہیں لفظ کے صریح تقاضا کرنے میں کہ جو صحابی کے قول یا فعل یا تقریر سے منقول ہو، اس میں ماقبل کی تمام صورتیں نہیں آتیں، بلکہ اہم امور آئینگے کیونکہ تشبیہ میں ہر جہت سے مساوات کی شرط نہیں ہوتی۔

﴿تشریح﴾:

اَوْيَنْتَهِیْ غَايَةُ الْاِسْنَادِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبرِ موقوف کا بیان کرنا ہے۔

خبرِ موقوف کی تعریف:

خبرِ موقوف وہ خبر ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچتی ہو یعنی اس سند سے کسی صحابی کا قول، یا فعل یا تقریر (تائید) نقل کی گئی ہو۔ اور یہ نقل صراحۃً ہو یا حکماً ہو۔

✪ خبرِ مرفوع کی جملہ اقسام اور احکام خبرِ موقوف کے تحت نہیں آئینگے بلکہ چند اہم امور ہی اس کے تحت آئینگے کیونکہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوا کرتی یعنی تشبیہ تمام امور میں برابری قرار نہیں دیتی۔

خبرِ موقوف کی اقسام:

خبرِ مرفوع کی طرح خبرِ موقوف کی بھی چھ قسمیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) موقوف قولی صریح۔ (۲) موقوف فعلی صریح۔ (۳) موقوف تقریری صریح۔

(۴) موقوف قولی حکمی۔ (۵) موقوف فعلی حکمی۔ (۶) موقوف تقریری حکمی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صحابیت کا بیان

﴿عبارت﴾ وَلَمَّا كَانَ هٰذَا الْمُخْتَصَرُ شَامِلًا لِجَمِيْعِ اَنْوَاعِ الْعُلُوْمِ الْحَدِيْثِ اِسْتَطْرَدْتُهٗ اِلٰى تَعْرِيْفِ الصَّحَابِيِّ مَنْ هُوَ فَقُلْتُ وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْاَصَحِّ وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَا هُوَ اَعَمُّ مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَاشَاةِ وَوُصُوْلِ اَحَدِهِمَا اِلَى الْاٰخَرِ وَاِنْ لَّمْ يُكَالِمْهُ وَيَدْخُلُ فِيْهِ رُؤْيَةُ اَحَدِهِمَا الْاٰخَرَ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِنَفْسِهٖ اَوْ بِغَيْرِهٖ وَالتَّعْبِيْرُ بِاللُّقِيِّ اَوْلٰى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمُ الصَّحَابِيُّ مَنْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ يَخْرُجُ حِيْنَئِذٍ اِبْنُ مَكْتُوْمٍ وَنَحْوِهٖ مِنَ الْعُمْيَانِ وَهُمْ صَحَابَةٌ بِلَا تَرَدُّدٍ ۔

﴿ترجمہ﴾: چونکہ یہ مختصر رسالہ علوم حدیث کی تمام قسموں کو شامل ہے تو میں نے صحابی کی تعریف بھی ذکر کر دی کہ وہ کون ہے؟ پس میں نے کہا یہ وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام پر ہی وفات پائی ہو، اگر چہ درمیان میں ارتداد پیش آ گیا ہو، اور ملاقات کا مفہوم عام ہے خواہ ساتھ بیٹھ کر ہو، خواہ ساتھ چل کر ہو، خواہ ایک دوسرے کو پا لینے سے ہو اگر چہ گفتگو کی نوبت نہ آ سکی ہو اور اس میں ایک دوسرے کو دیکھنا بھی شامل ہو جائے گا، خواہ خود خواہ واسطہ کے ساتھ (یعنی خواہ خود بارگاہ نبوی میں آیا ہو یا کوئی اسے لایا ہو)، اور ملاقات کی تعبیر ان حضرات کے قول سے بہتر ہے جنہوں نے صحابی کی تعریف میں یوں کہا کہ صحابی وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو، کیونکہ اس صورت میں حضرت عبد اللہ ابن مکتوم جیسی نابینا شخصیات صحابیت سے خارج ہو جائیں گی حالانکہ وہ یقیناً صحابہ میں داخل ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَلَمَّا كَانَ هٰذَا الْمُخْتَصَرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صحابی کی تعریف اور اس کی جامعیت کا بیان کرنا ہے۔

صحابی کی تعریف:

صحابی وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے حالتِ ایمان میں آقائے دو جہاں ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی ان کا خاتمہ ہوا ہو۔

کیا ارتداد صحابیت پر اثر انداز ہوتا ہے؟

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا موقف یہ ہے کہ مرتد ہونے سے گزشتہ اعمال باطل نہیں ہوتے پس اگر کوئی مرتد شخص

دوبارہ مسلمان ہو جائے تو اس کے حالتِ اسلام کے اعمال صالحہ معتبر مانے جائیں گے، لہٰذا اگر کوئی صحابی ملاقاتِ نبوی کے بعد معاذ اللہ مرتد ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے ہوں تو وہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بدستور صحابی ہی رہیں گے۔لیکن اگر کوئی مرتد شخص حالتِ ارتداد میں ہی مرگیا تو اس کے زمانہ اسلام کے تمام کے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جائیں گے۔

جبکہ امام مالک علیہ الرحمۃ اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا موقف یہ ہے کہ ارتداد سے گذشتہ تمام اعمال صالحہ ختم ہو جاتے ہیں پس اگر کسی صحابی سے معاذ اللہ ارتداد واقع ہوا تو اس کا بھی شرف صحابیت زائل ہو جائے گا لہٰذا جبتک دوبارہ اسلام لانے کے بعد اسے ملاقات نبوی میسر نہ آئی تب تک اسے صحابی نہیں کہیں گے۔

☆ مصنف علیہ الرحمۃ یعنی علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ چونکہ شافعی المسلک ہیں اس لئے اول مذہب کو اصح قرار دیا ہے، حالانکہ دلائل کے اعتبار سے مذہب ثانی اصح ہے۔

رؤیت کی بجائے لقاء کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا ہے؟:

صحابی کی تعریف میں لقاء (ملاقات) کا لفظ اس لئے اختیار کیا گیا ہے تا کہ تعریف صحابی! نابینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی شامل ہو جائے، کیونکہ ملاقات کے لئے دیکھنا شرط نہیں، پس جن علماء نے صحابی کی تعریف من رای النبی کے الفاظ سے کی ہے وہ درست نہیں کیونکہ اس تعریف سے نابینا صحابی خارج ہو جائیں گے حالانکہ وہ بالاتفاق صحابی ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تعریفِ صحابی کے فوائد قیود

﴿عبارت﴾ وَاللُّقِيُّ فِيْ هٰذَا التَّعْرِيْفِ كَالْجِنْسِ وَقَوْلِيْ "مُؤْمِنًا" كَالْفَصْلِ يَخْرُجُ مَنْ حَصَلَ لَهُ اللِّقَاءُ الْمَذْكُوْرُ فِيْ حَالِ كَوْنِهٖ كَافِرًا اَوْ قَوْلِيْ بِهٖ فَصْلٌ ثَانٍ يَخْرُجُ مَنْ لَقِيَهُ مُؤْمِنًا لٰكِنْ بِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ لٰكِنْ هَلْ يَخْرُجُ مَنْ لَقِيَ مُؤْمِنًا بِاَنَّهُ سَيُبْعَثُ وَلَمْ يُدْرِكِ الْبِعْثَةَ فِيْهِ نَظَرٌ وَقَوْلِيْ وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَصْلٌ ثَالِثٌ يَخْرُجُ مَنِ ارْتَدَّ بَعْدَ اَنْ لَقِيَهُ مُؤْمِنًا وَمَاتَ عَلَى الرِّدَّةِ كَعُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ جَحْشٍ وَّابْنِ خَطَلٍ

﴿ترجمہ﴾: اور اس تعریف میں لقاء جنس کی مانند ہے اور ہمارا قول "مؤمنا" فصل کی طرح ہے اور اس سے وہ لوگ نکل جائیں گے جن کو لقاء مذکور تو حاصل ہو مگر کفر کی حالت میں حاصل ہو اور ہمارا قول "بہ" فصل ثانی ہے اس سے وہ نکل جائیں گے کہ جنہوں نے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو مگر ایمان کسی اور پر ہو، لیکن یہ قول "بہ" اس کو بھی خارج کر دیگا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے پر یقین رکھتے ہوئے ملاقات

کی ہو لیکن زمانۂ بعثت نہ پایا ہو؟ سو اس میں نظر ہے اور ہمارا قول "مات علی الاسلام"، فصل ثالث ہے جو اسے اس تعریف سے نکال دیگا جس نے آپ ﷺ سے حالتِ ایمان میں ملاقات کی ہو لیکن وہ مرتد ہو کر مرا ہوا ہو جیسے عبداللہ بن جحش اور ابن خطل۔

﴿تشریح﴾:

وَاللُّقِيُّ فِيْ هٰذَا التَّعْرِيْفِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تعریفِ صحابی کے فوائدِ قیود بیان کرنے ہیں۔

مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ: اس تعریف میں لقاء یعنی ملاقات کا لفظ جنس کے درجے میں ہے جو ہر اس شخص کو شامل ہے جس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو خواہ وہ مسلمان تھا یا کافر تھا۔

(مؤمنا): یہ پہلی قید اور پہلی فصل ہے اس سے اس شخص کو تعریف صحابیت سے نکالنا مقصود ہے جس نے آپ ﷺ سے حالتِ کفر میں ملاقات کی ہو۔ جیسے مشرکین مکہ۔

(بہ): یہ دوسری قید اور دوسری فصل ہے اس سے اس شخص کو تعریف صحابیت سے نکالنا مقصود ہے جس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو لیکن اس وقت اس کا ایمان آپ پر نہیں تھا کسی اور نبی پر تھا مثلاً کوئی یہودی تھا یا عیسائی تھا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جس شخص نے آپ ﷺ سے اس حال میں ملاقات کی ہو کہ وہ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے پر یقین اور ایمان رکھتا ہو مگر اس شخص نے آپ ﷺ کا زمانۂ بعثت نہ پایا ہو تو کیا ایسا شخص مذکورہ قید سے تعریف صحابیت سے خارج ہوگا یا نہیں؟ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ صورت محلِ نظر ہے، کیونکہ اس صورت میں صحابیت و عدمِ صحابیت دونوں پہلو پائے جارہے ہیں۔

(مات علی الاسلام): یہ تیسری قید اور تیسری فصل ہے اس سے اس شخص کو تعریف صحابیت سے نکالنا مقصود ہے جس نے آپ ﷺ سے حالتِ ایمان میں ملاقات کر لینے کے بعد (معاذ اللہ) ارتداد اختیار کر لیا ہو اور حالتِ ارتداد میں ہی وفات پائی ہو۔ جیسے عبداللہ بن جحش اور ابن خطل وغیرہ۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صحابیت پر ارتداد کے غیر مؤثر ہونے کے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کا استدلال

﴿عبارت﴾: وَقَوْلِيْ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ اَيْ بَيْنَ لُقِيِّهِ لَهُ مُؤْمِنًا بِهِ وَبَيْنَ مَوْتِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاِنَّ اِسْمَ الصُّحْبَةِ بَاقٍ لَهُ سَوَاءٌ رَجَعَ اِلَى الْاِسْلَامِ فِيْ حَيَاتِهِ اَمْ بَعْدَهُ وَسَوَاءٌ لَقِيَهُ ثَانِيًا اَمْ لَا وَقَوْلِيْ فِي الْاَصَحِّ اِشَارَةٌ اِلَى الْخِلَافِ فِي الْمَسْئَلَةِ وَيَدُلُّ عَلَى رُجْحَانِ الْاَوَّلِ

قِصَّةُ الْاَشْعَثِ بْنِ قَیْسٍ فَاِنَّهٗ کَانَ مِمَّنِ ارْتَدَّ وَاُتِیَ بِهٖ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ اَسِیْرًا فَعَادَ اِلَی الْاِسْلَامِ فَقَبِلَ مِنْهُ ذٰلِکَ وَزَوَّجَهٗ اُخْتَهٗ وَلَمْ یَتَخَلَّفْ اَحَدٌ عَنْ ذِکْرِهٖ فِی الصَّحَابَةِ وَلَا عَنْ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِهٖ فِی الْمَسَانِیْدِ وَغَیْرِهَا ۔

﴿ترجمہ﴾ اور میرا قول ولو تخللت ردة یعنی حالت ایمان میں آپ ﷺ سے ملاقات کرنے اور اسلام پر اس کی موت ہونے کے زمانے کے درمیان ارتداد واقع ہو اب صحابیت کا اطلاق ان پر باقی ہوگا اگر چہ وہ آپ کی زندگی میں اسلام کی طرف واپس آیا ہو یا بعد میں آیا ہو خواہ پھر ملاقات ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

اور میرے قول فی الاصح سے اس مسئلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور اشعث بن قیس کا واقعہ پہلی صورت کو ترجیح دیتا ہے کیونکہ وہ ان میں سے تھے جو مرتد ہو گئے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق کے پاس گرفتار کر کے لائے گئے تھے پھر اسلام کی طرف رجوع کر لیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا اسلام قبول کر لیا اور ان سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا اور کوئی محدث بھی اشعث رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرے میں شمار کرنے سے نہ رکا اور نہ ہی مسانید وغیرہ میں ان کی احادیث تخریج کرنے سے کنارہ کیا۔

﴿تشریح﴾:

وَقَوْلِیْ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صحابیت پر ارتداد کے غیر مؤثر ہونے کے متعلق اپنا استدلال بیان کرنا ہے یعنی اگر کوئی صحابی مرتد ہو جانے کے بعد دوبارہ اسلام قبول کر لے تو کیا اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرے میں شمار کر لیا جائے گا یا نہیں؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے جیسا ابھی ماقبل میں اس کا بیان ہوا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا موقف یہ ہے کہ مرتد ہونے سے گزشتہ اعمال باطل نہیں ہوتے پس اگر کوئی مرتد شخص دوبارہ مسلمان ہو جائے تو اس کے حالت اسلام کے اعمال صالحہ معتبر مانے جائیں گے، لہٰذا اگر کوئی صحابی ملاقاتِ نبوی کے بعد معاذ اللہ مرتد ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے ہوں تو وہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بدستور صحابی ہی رہیں گے۔ لیکن اگر کوئی مرتد شخص حالتِ ارتداد میں ہی مر گیا تو اس کے زمانہ اسلام کے تمام کے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جائیں گے۔

جبکہ امام مالک علیہ الرحمۃ اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا موقف یہ ہے کہ ارتداد سے گذشتہ تمام اعمال صالحہ ختم ہو جاتے ہیں پس اگر کسی صحابی سے معاذ اللہ ارتداد واقع ہوا تو اس کا بھی شرف صحابیت زائل ہو جائے گا لہٰذا جب تک دوبارہ اسلام لانے کے بعد اسے ملاقات نبوی میسر نہ آئی تب تک اسے صحابی نہیں کہیں گے۔

☆ مصنف علیہ الرحمۃ یعنی علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ چونکہ شافعی المسلک ہیں اس لئے اول مذہب کو اصح قرار دیا ہے۔

وَیَدُلُّ عَلٰی رُجْحَانِ الْاَوَّلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اپنے مذہب پر دلیل پیش کرنی ہے۔

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے بعدازاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہیں قیدی بنا کر آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا تو یہ دوبارہ مسلمان ہو گئے ،حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کا اسلام بھی قبول فرمالیا اور اپنی بہن کا نکاح بھی ان کے ساتھ کر دیا ،محدثین کرام رحمہم اللہ نے اشعث رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرے میں شمار کرنے سے اجتناب نہیں کیا ،اور نہ انہوں نے مسانید میں ان کی روایات لینے سے کنارہ کشی اختیار کی۔

شوافع کی دلیل کا جواب:

1-ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ شوافع کی دلیل کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جنہوں نے اشعث رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرے میں شمار کیا ہے تو انہوں نے بے خبری میں اور لاعلمی میں کیا ہے۔

2-جن محدثین کرام رحمہم اللہ نے اشعث رضی اللہ عنہ کی روایات کی تخریج کی ہے وہ اس کے حالات سے ناواقف تھے یا انہوں نے وہ روایات اس سے نقل کی ہونگی جو اس کے علاوہ کسی اور صحابی سے بھی منقول ہونگی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

فضیلتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تفاوت

﴿عبارت﴾:تَنبِیهَانِ اَحَدُهُمَالَاخَفَاءَ فِیْ رُجحَانِ رُتْبَةِمَنْ لَازَمَهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ وَقَتَلَ مَعَهُ اَوْقُتِلَ تَحْتَ رَاْیَتِهٖ عَلٰی مَنْ لَّمْ یُلَازِمْهُ اَوْلَمْ یَحْضُرْمَعَهُ مَشْهَدًا وَعَلٰی مَنْ كَلَّمَهُ یَسِیْرًا اَوْمَاشَاهُ قَلِیْلًا اَوْرَاٰهُ عَلٰی بُعْدٍاَوْفِیْ حَالِ الطُّفُوْلِیَّةِ وَاِنْ كَانَ شَرَفُ الصُّحْبَةِحَاصِلًالِلْجَمِیْعِ وَمَنْ لَیْسَ لَهٗ مِنْهُمْ سِمَاعٌ مِنْهُ فَحَدِیْثُهٗ مُرْسَلٌ مِنْ حَیْثُ الرِّوَایَةِ وَهُمْ مَعْدُوْدُوْنَ فِی الصَّحَابَةِلِمَانَالُوْهُ مِنْ شَرَفِ الرُّؤْیَةِ

﴿ترجمہ﴾:یہاں دو تنبیہات ہیں ،ایک یہ کہ اس میں کوئی خفاء نہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت ساتھ رہے ،اور آپ کی معیت میں جہاد کیا ،یا آپ کے جھنڈے تلے شہید ہو گئے وہ مرتبہ میں ان سے افضل ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہمہ وقت نہیں رہے یا آپ کی معیت میں کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور ان سے افضل ہیں کہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھوڑی سی ہمکلامی یا چلنے کی سعادت نصیب ہوئی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے یا بچپن میں دیکھا اگر چہ شرف صحابیت تمام کو حاصل ہے ،اور ان میں سے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث میں سماع حاصل نہیں ان روایت مرسل ہوگی وہ اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرے میں

شمار ہوتے ہیں کیونکہ انہیں زیارت کا تو شرف حاصل ہے۔

﴿تشریح﴾:

تَنبِیْهَانِ اَحَدُهُمَا لَا خِفَاءَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فضیلت صحابہ میں تفاوت مراتب کا بیان کرنا ہے، کہ اگر چہ تمام صحابہ شرف صحابیت میں مساوی و برابر ہیں لیکن پھر بھی درج ذیل ترتیب کے لحاظ سے پہلی جماعت کو دوسری جماعت پر فضیلت حاصل ہے۔

پہلی جماعت جو مندرجہ ذیل صفات کی حاملین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔

☆ جو مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں قتال کرتے رہے۔

☆ یا وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے شہید ہوئے۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مندرجہ ذیل صفات کے حاملین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت حاصل ہے۔

دوسری جماعت:

☆ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔

☆ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھوڑی دیر کی ہمکلامی یا تھوڑی دیر کی ہمراہی نصیب ہوئی۔

☆ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ جنہوں نے اپنے بچپن میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔

ان میں سے ہر ایک کو شرف رؤیت حاصل ہے اس لئے تمام کے تمام شرف صحابیت سے متصف ہیں لیکن جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع روایت حاصل نہیں اس کی حدیث اگر چہ مرسل ہے لیکن پھر بھی مقبول ہوگی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صحابیت کی معرفت کا طریقہ

﴿عبارت﴾: ثَانِيهِمَا يُعْرَفُ صَحَابِيًّا بِالتَّوَاتُرِ اَوِ الْاِسْتِفَاضَةِ اَوِ الشُّهْرَةِ اَوْ بِاِخْبَارِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ اَوْ بَعْضِ ثِقَاتِ التَّابِعِيْنَ اَوْ بِاِخْبَارِهٖ عَنْ نَفْسِهٖ بِاَنَّهٗ صَحَابِيٌّ اِذَا كَانَتْ دَعْوَاهُ ذٰلِكَ تَدْخُلُ تَحْتَ الْاِمْكَانِ وَقَدِ اسْتُشْكِلَ هٰذَا الْاَخِيْرُ جَمَاعَةٌ مِنْ حَيْثُ اَنَّ دَعْوَاهُ ذٰلِكَ نَظِيْرُ دَعْوٰى مَنْ قَالَ اَنَا عَدْلٌ وَيَحْتَاجُ اِلٰى تَاَمُّلٍ .

﴿ترجمہ﴾: ان میں سے دوسری تنبیہ یہ ہے کہ صحابی کی پہچان کبھی تواتر سے ہوگی، کبھی استفاضہ سے ہوگی، یا

شہرت سے ہوگی، یا کسی صحابی کے بتانے سے ہوگی، یا کسی ثقہ تابعی کے خبر دینے سے ہوگی، یا خود اس کا اپنے متعلق بتانے سے ہوگی کہ وہ صحابی ہے جبکہ اس کا یہ دعویٰ امکان میں داخل ہو، اور محدثین رحمہم اللہ کی ایک جماعت کو اس آخری (اپنے متعلق دعوی صحابیت) کے متعلق اشکال ہے کیونکہ اس دعوے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کہے میں عادل ہوں اور اس میں غور وفکر کی ضرورت ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَثَانِيهِمَا يُعْرَفُ كَوْنُهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صحابیت کی معرفت کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

۞ صحابیت کی معرفت کے کل چھ طریقے ہیں۔

1-تواتر سے صحابی ہونا معلوم ہو۔ جیسے حضرت سیّدنا صدیق اکبر کے متعلق قرآن مجید کا قول ہے جو کہ متواتر ہے کہ **اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا** (یاد کیجئے! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی سے فرمارہے کہ تھے کہ تم غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے، اور تمام مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے یہاں صحابی سے مراد حضرت سیّدنا صدیق اکبر ہیں)، یہی وجہ ہے آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنے والا کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کی نص کا منکر ہوگا۔

2-یا استفاضہ سے معلوم ہوگا یعنی آغاز وانتہاء میں درجہ شہرت کے ساتھ مشہور ہو کہ یہ صحابی ہے۔

۞ یادر ہے یہاں استفاضہ سے مراد تواتر اور شہرت کا درمیانی درجہ ہے۔

3-یا شہرت سے معلوم ہو کہ وہ صحابی ہے یعنی محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک اس کا صحابی ہونا مشہور ہو۔

4-کوئی صحابی یہ خبر دے کہ فلاں شخص صحابی ہے جیسے حضرت موسیٰ اشعری علیہ الرحمۃ نے خبر دی تھی کہ حممۃ الدوسی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

5-یا بعض ثقہ تابعین خبر دیں کہ وہ صحابی ہے۔

6-یا وہ خود خبر دے کہ وہ صحابی ہے بشرطیکہ اس دعویٰ کا صحیح ہونا ممکن ہو۔

۞ اس چھٹے طریق کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر اس کے دعویٰ کو وقت اور زمانے کے لحاظ سے تسلیم کرنا ممکن ہو تو تسلیم کیا جائے گا ورنہ نہیں، جیسے اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارکہ سے ایک سو سال کے بعد صحابیت کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ رد کر دیا جائے گا اگر چہ وہ شخص معروف العدالۃ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے **ارئیتکم لیتکم ھذہ؟ فانه علی رأس مئة سنة لا یبقی احدممن علی ظھر الارض.**

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان عالیشان اپنے وصال والے سال میں صادر فرمایا تھا، اور اس میں اس بات کی صراحت

ہے کہ حضور ﷺ کے وصال سے 100 سال بعد کوئی صحابی ظاہری حیات میں نہیں ہوگا پس اس حدیث کی بناء پر کئی لوگوں نے مذکورہ مدت کے بعد صحابیت کا دعویٰ کیا مگر ان کا جھوٹ زیادہ عرصہ تک چل نہ سکا۔

وَقَدِ اسْتُشْكِلَ هٰذَا الْأَخِيْرَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ معرفتِ صحابی کی چھٹی صورت (وہ خود خبر دے کہ وہ صحابی ہے بشرطیکہ اس دعویٰ کا صحیح ہونا ممکن ہو) میں اشکال وارد ہوتا ہے کہ صحابیت کا دعویٰ عدالت کے دعوے کی طرح ہے یعنی جیسے کوئی کہے کہ میں عادل ہوں اور دعوی عدالت سے عدالت ثابت نہیں ہوتی لہٰذا دعویٰ صحابیت سے صحابیت بھی ثابت نہیں ہونی چاہیئے۔

✿ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ اشکال اس پر وارد ہوگا جب مدعی مجہول ہو لیکن اگر مدعی معروف العدالۃ ہو تو ایسی صورت میں اس کے دعویٰ کو قبول کرلیا جائے گا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تابعی کا بیان

﴿عبارت﴾: **اَوْ يَنْتَهِيْ غَايَةُ الْإِسْنَادِ إِلَى التَّابِعِيِّ وَهُوَ مَنْ لَقِيَ الصَّحَابِيَّ كَذٰلِكَ وَهٰذَا مُتَعَلِّقٌ بِاللَّقْيِ وَمَا ذُكِرَ إِلَّا قَيْدَ الْإِيْمَانِ بِهٖ وَذٰلِكَ خَاصٌّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَارُ خِلَافًا لِمَنِ اشْتَرَطَ فِي التَّابِعِيِّ طُوْلَ الْمُلَازَمَةِ أَوْ صِحَّةَ السَّمَاعِ أَوِ التَّمْيِيْزِ**

﴿ترجمہ﴾: یا سند تابعی تک منتہی ہوگی، اور یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے صحابی سے ملاقات کی ہو اسی طرح، اور یہ تشبیہ لقاء وغیرہ کے ساتھ متعلق ہے لیکن اس صحابی پر ایمان لانے کی قید نہیں ہے کیونکہ ایمان لانا تو صرف آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور یہی قول مختار ہے برخلاف ان کے کہ جنہوں نے تابعی کی تعریف میں طویل صحبت یا صحتِ سماع یا سن تمیز کی شرط لگائی ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَوْ يَنْتَهِيْ غَايَةُ الْإِسْنَادِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تابعی کی تعریف اور اس کے متعلقہ احکام بیان کرنے ہیں۔

تابعی کی تعریف اور اس کے متعلقہ احکام

تابعی وہ شخص ہے جس نے آقائے دوجہاں ﷺ پر ایمان کی صورت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور ایام پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ یعنی جو شرائط وقیودات صحابی کی تعریف میں گذریں وہ تمام کی تمام تابعی کی تعریف میں ملحوظ ہونگیں، سوائے اس

بات کے کہ صحابی کی تعریف میں یہ بھی شرط تھی کہ وہ صحابی حضور ﷺ کی ذات پر ایمان لاتے ہوئے حضور ﷺ سے ملاقات کرے لیکن تابعی کی تعریف میں یہ شرط نہیں کیونکہ ایمان لانا تو صرف حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ ہی خاص ہے، آپ کے علاوہ کسی امتی پر ایمان نہیں لایا جاسکتا، تابعی کی تعریف میں یہی قول مختار تھا جو کہ بیان ہوا۔

تابعی کی تعریف میں غیر ضروری شرائط کا اندراج

بعض محدثین کرام رحمہم اللہ نے تابعی کی تعریف میں درج ذیل شرائط کا بھی اعتبار کیا ہے۔

1- تابعی کو صحابی کی طویل صحبت میسر رہی ہو۔

2- یا تابعی کا صحابی سے سماع ثابت ہو۔

3- یا تابعی کی سن تمیز میں صحابی سے ملاقات ہوئی ہو۔

✿ لیکن بعض محدثین رحمہم اللہ کا یہ قول غیر مختار ہے اور ان کی بیان کردہ یہ شرائط غیر ضروری ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مخضرمین کا بیان

﴿عبارت﴾ وَبَقِيَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ طَبَقَةٌ اُخْتُلِفَ فِيْ اِلْحَاقِهِمْ بِاَيِّ الْقِسْمَيْنِ وَهُمُ الْمُخَضْرَمُوْنَ الَّذِيْنَ اَدْرَكُوا الْجَاهِلِيَّةَ وَالْاِسْلَامَ وَلَمْ يَرَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَعَدَّهُمُ ابْنُ عَبْدِالْبَرِّ فِي الصَّحَابَةِ وَادَّعٰى عِيَاضٌ وَغَيْرُهٗ اَنَّ ابْنَ عَبْدِالْبَرِّ يَقُوْلُ اِنَّهُمْ صَحَابَةٌ وَّفِيْهِ نَظَرٌ لِاَنَّهٗ اَفْصَحَ فِيْ خُطْبَةِ كِتَابِهٖ بِاَنَّهٗ اَوْرَدَهُمْ لِيَكُوْنَ كِتَابُهٗ جَامِعًا مُسْتَوْعِبًا لِاَهْلِ الْقَرْنِ الْاَوَّلِ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُمْ مَعْدُوْدُوْنَ فِيْ كِبَارِ التَّابِعِيْنَ سَوَاءٌ عُرِفَ اَنَّ الْوَاحِدَ مِنْهُمْ كَانَ مُسْلِمًا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَالنَّجَاشِيِّ اَوْ لَا لٰكِنْ اِنْ ثَبَتَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ كُشِفَ لَهٗ عَنْ جَمِيْعِ مَنْ فِي الْاَرْضِ فَرَاٰهُمْ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَدَّ مَنْ كَانَ مُؤْمِنًا بِهٖ فِيْ حَيَاتِهٖ اِذْ ذَاكَ وَاِنْ لَّمْ يُلَاقِهٖ فِي الصَّحَابَةِ لِحُصُوْلِ الرُّؤْيَةِ مِنْ جَانِبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

﴿ترجمہ﴾: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے درمیان ایک ایسا طبقہ ہے جس کے الحاق میں اختلاف ہے کہ وہ دونوں قسموں میں سے کس قسم میں داخل ہے؟ یہ مخضرمین کا طبقہ ہے کہ جس نے جاہلیت اور اسلام کے دونوں

زمانے پائے لیکن آقائے دو جہاں ﷺ کی زیارت نہیں کر سکا، ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کہا کہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ صحابہ ہیں اور یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس طرح صراحت کی ہے کہ وہ مخضرمین کا بھی ذکر کریگا تا ان کی کتاب قرن اولیٰ کے تمام لوگوں کو شامل ہو جائے، صحیح یہ ہے کہ وہ کبار تابعین میں شامل ہیں خواہ ان میں سے کسی نے عہدِ رسالت میں اسلام قبول کیا ہو جیسے نجاشی یا نہ ہو، لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے شب معراج تمام لوگ جو زمین میں سامنے کر دیئے گئے پس آپ ﷺ نے انہیں دیکھا پھر جو آپ ﷺ کی زندگی (دنیا) میں آپ پر ایمان رکھتا تھا اگر چہ اس کی طرف سے ملاقات ثابت نہ بھی ہو پھر بھی انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کرنا چاہیئے کیونکہ آقائے دو جہاں ﷺ کی جانب سے رؤیت پائی گئی (اور اس کی طرف سے ایمان پایا گیا)۔

﴿تشریح﴾:

وَبَقِيَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مخضرمین کا بیان کرنا ہے۔

مخضرمین کی تعریف:

مخضرمین! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے درمیان ایک ایسا طبقہ کہ جس نے دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام دونوں کو پایا مگر آقائے دو جہاں ﷺ کی زیارت وصحبت سے محروم رہے۔

مخضرمین صحابہ ہیں یا تابعین؟

یعنی انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کیا جائے گا یا تابعین عظام میں شمار کیا جائے گا؟

اس امر میں اختلاف ہے صحیح قول یہ ہے کہ وہ کبار تابعین میں داخل ہیں، خواہ ان کا اسلام حضور ﷺ کی حیات مبارکہ سے ثابت ہو یا بعد میں ثابت ہو، لیکن اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے کہ شبِ معراج آقائے دو جہاں ﷺ کے سامنے اس وقت کے تمام لوگ کر دیئے گئے تھے تو اس حدیث کی بناء پر جو لوگ اس وقت مسلمان ہونگے وہ صحابی ہونگے کیونکہ اگر چہ وہ آپ ﷺ کی ملاقات سے محروم رہے مگر آپ ﷺ نے تو ان کا مشاہدہ فرمالیا۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا دعویٰ اور اس کی تردید

وَادَّعٰى عَيَاضٌ وَغَيْرُهٗ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا دعویٰ اور اس کی تردید کرنی ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مخضرمین صحابہ ہیں، مگر یہ بات ان پر مشتبہ ہوئی ہے کیونکہ خود علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ مخضرمین کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ میں نے اس لئے ذکر نہیں کیا کہ وہ صحابہ ہیں، بلکہ اس لئے ذکر کیا ہے کہ میری کتاب ان تمام لوگوں کو شامل ہو جائے جو قرنِ اولیٰ میں صاحبِ ایمان تھے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر مرفوع، موقوف اور مقطوع کا لبِ لباب

﴿عبارت﴾: فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَهُوَ مَا يَنْتَهِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ غَايَةَ الْاِسْنَادِ وَهُوَ الْمَرْفُوْعُ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْاِنْتِهَاءُ بِاِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ اَمْ لَا وَالثَّانِيْ الْمَوْقُوْفُ وَهُوَ مَا يَنْتَهِيْ اِلَى الصَّحَابِيِّ وَالثَّالِثُ الْمَقْطُوْعُ وَهُوَ مَا يَنْتَهِيْ اِلَى التَّابِعِيِّ وَمَنْ دُوْنَ التَّابِعِيِّ مِنْ اَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ فِيْهِ اَيْ فِي التَّسْمِيَةِ مِثْلُهٗ اَيْ مِثْلُ مَا يَنْتَهِيْ اِلَى التَّابِعِيِّ فِيْ تَسْمِيَةِ جَمِيْعِ ذٰلِكَ مَقْطُوْعًا وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ مَوْقُوْفٌ عَلٰى فُلَانٍ فَحَصَلَتِ التَّفْرِقَةُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بَيْنَ الْمَقْطُوْعِ وَالْمُنْقَطِعِ فَالْمُنْقَطِعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْاِسْنَادِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالْمَقْطُوْعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْمَتْنِ كَمَا تَرٰى وَقَدْ اَطْلَقَ بَعْضُهُمْ هٰذَا فِيْ مَوْضِعِ هٰذَا وَبِالْعَكْسِ تَجَوُّزًا عَنِ الْاِصْطِلَاحِ وَيُقَالُ لِلْاَخِيْرَيْنِ اَيِ الْمَوْقُوْفِ وَالْمَقْطُوْعِ الْاَثَرُ

﴿ترجمہ﴾: ان اقسام ثلاثہ میں سے پہلی قسم جس کا بیان ماقبل میں گزر چکا کہ جس کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے وہ مرفوع ہے خواہ اس کا پہنچنا سندِ متصل سے ہو یا نہ ہو دوسری موقوف ہے جس کی سند صحابی تک پہنچے اور تیسری مقطوع ہے جس کی سند تابعی تک پہنچے یا تابعی کے نیچے جو اتباع تابعین میں سے ہوں اور ان کے بعد والے تسمیہ میں اس کے مثل ہیں یعنی ان کا نام مقطوع ہونے میں یہ تابعی تک پہنچنے والی سند کی طرح ہیں اور اگر آپ چاہیں تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سند فلاں پر موقوف ہے تو اس سے مقطوع اور منقطع کی اصطلاح میں فرق ہو گیا کہ منقطع کا تعلق مباحث سند سے ہے جیسا کہ پہلے گزرا اور مقطوع کا تعلق مباحث متن سے ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور بعض حضرات مجازاً اس کو اس کی جگہ یا بالعکس بھی استعمال کرتے ہیں اور آخری دونوں قسموں یعنی موقوف اور مقطوع کو اثر کو کہا جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر مرفوع، موقوف اور مقطوع کا لب لباب اور خلاصہ بیان کرنا ہے۔

✿ ان اقسام ثلاثہ کا بیان مفصلاً تو ماقبل میں گزر چکا ہے یہاں صرف ان کا اجمال اور خلاصہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر خبر کی سند آقائے دوجہاں ﷺ تک پہنچے خواہ سند متصل ہو یا نہ ہو تو خبر مرفوع ہے، اور جس خبر کی سند کسی صحابی تک پہنچے تو وہ خبر خبر موقوف ہے، اور جس خبر کی سند کسی تابعی یا اس سے بھی نیچے کسی راوی تک پہنچے اسے خبر مقطوع کہا جاتا ہے۔

✿ اور ایسی صورت میں ''موقوف علی فلان'' کی اصطلاح بھی ذکر کی جاسکتی ہے مثلاً یوں بھی کہا جاسکتا ہے **وقفه معمر علی همام، یا وقفه مالك علی نافع۔**

اثر کی تعریف:

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح میں خبر موقوف اور خبر منقطع کو اثر کہا جاتا ہے جبکہ فقہائے کرام کی اصطلاح میں سلف صالحین کے کلام کو اثر کہا جاتا ہے اور حضور ﷺ کی حدیث کو خبر کہا جاتا ہے۔

مقطوع اور منقطع میں فرق:

مصنف علیہ الرحمۃ ان دونوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح میں خبر منقطع کا تعلق سند کی مباحث سے ہے اور خبر مقطوع کا تعلق متن کی مباحث سے ہے یعنی ان دونوں کا بیان کرتے ہوئے یوں کہا جائے گا کہ یہ سند منقطع ہے اور یہ حدیث مقطوع ہے۔

✿ لیکن بعض محدثین رحمہم اللہ یہ فرق نہیں کرتے بلکہ لغوی معنیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے منقطع کی جگہ مقطوع اور مقطوع کی جگہ منقطع کا استعمال کرتے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مسند کا بیان

﴿عبارت﴾: **وَالْمُسْنَدُ فِیْ قَوْلِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ هٰذَا حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ هُوَ مَرْفُوْعُ صَحَابِيٍّ بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْاِتِّصَالُ فَقَوْلِیْ مَرْفُوْعٌ كَالْجِنْسِ وَقَوْلِیْ صَحَابِیٍّ كَالْفَصْلِ يُخْرِجُ مَارَفَعَهُ التَّابِعِیُّ فَاِنَّهُ مُرْسَلٌ اَوْمَنْ دُوْنَهُ فَاِنَّهُ مُعْضَلٌ اَوْمُعَلَّقٌ وَقَوْلِیْ ظَاهِرُهُ الْاِتِّصَالُ يُخْرِجُ**

مَاظَاهِرُهُ الْاِنْقِطَاعُ وَيُدْخِلُ مَافِيْهِ الْاِحْتِمَالُ وَمَايُوْجَدُفِيْهِ حَقِيْقَةُالْاِتِّصَالِ مِنْ بَابِ الْاَوْلٰى وَيُفْهَمُ مِنَ التَّقْيِيْدِبِالظُّهُوْرِاَنَّ الْاِنْقِطَاعَ الْخَفِيَّ كَعَنْعَنَةِالْمُدَلِّسِ وَالْمُعَاصِرِالَّذِىْ لَمْ يَثْبُتْ لُقِيُّهُ لَايُخْرِجُ الْحَدِيْثَ عَنْ كَوْنِهٖ مُسْنَدًالِاِطْبَاقِ الْاَئِمَّةِالَّذِيْنَ خَرَّجُوْاالْمَسَانِيْدَعَلٰى ذٰلِكَ

﴿ترجمہ﴾: محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح میں ان کے قول ''ھذا حدیث مسندا'' ایسا مرفوع صحابی ہے جس کی سند ظاہراً متصل ہے، اس تعریف میں میرا قول ''مرفوع'' جنس کی طرح ہے اور میرا قول ''صحابی'' فصل کی طرح ہے اسے خارج کر دیتا ہے جو تابعی کی مرفوع ہو کیونکہ وہ مرسل ہوتی ہے یا اس سے کم کی ہو (یعنی تبع تابعی وغیرہ کی ہو) کیونکہ وہ معضل یا معلق ہوتی ہے اور میرا قول ''ظاہر الاتصال'' اسے خارج کر دیتا ہے جس کا انقطاع ظاہر ہو اور جس میں احتمال اتصال ہو اسے داخل کر دیتا ہے اور جس کی سند میں حقیقۃً اتصال پایا جائے وہ بدرجہ اولیٰ داخل ہوگی۔ اور ''بالظہور'' کی قید سے مفہوم ہے کہ انقطاع خفی حدیث کو مسند ہونے سے نہیں نکالتا جیسے مدلس یا اس معاصر کا عنعنہ کہ جس کی ملاقات ثابت نہیں کیونکہ ائمہ حدیث نے بالاتفاق مسانید کو اس طریق پر روایت کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْمُسْنَدُفِيْ قَوْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مسند کا بیان کرنا ہے۔

مسند کی تعریف:

مسند وہ حدیث ہے جو کسی صحابی نے مرفوعاً بیان کی ہو، اور ایسی سند سے ذکر کی ہو جو بظاہر متصل ہو پس وہ حدیث جس میں انقطاع خفی ہو وہ بھی مسند کہلائے گی۔

مسند کی تعریف کے فوائد قیود:

اس تعریف میں لفظ ''مرفوع'' جنس کے درجے میں ہے لفظ ''صحابی'' پہلی فصل اور پہلی قید ہے جس کے ذریعے تابعی اور تابعی سے نیچے کے رواۃ کی مرفوع روایت کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ تابعی کی مرفوع حدیث مرسل کہلاتی ہے جبکہ تابعی کے علاوہ کسی اور راوی کی مرفوع حدیث یا تو معضل ہوگی یا معلق ہوگی۔

لفظ ''ظاہرۃ الاتصال'' دوسری قید اور دوسری فصل ہے اس کے ذریعے صحابی کی اس خبر کو خارج کرنا مقصود ہے جو ظاہراً متصل نہ ہو بلکہ منقطع ہو لیکن جس خبر کے اتصال کے بارے میں احتمال ہو یا جس خبر میں حقیقۃً اتصال ہو وہ دونوں اس تعریف میں داخل ہیں۔

الغرض وہ حدیث جس کی سند میں اتصال ہوخواہ ظاہراً ہی کیوں نہ ہو وہ مسند ہے، انقطاع کا احتمال مسند ہونے کے لئے مانع نہیں، اسی طرح جس حدیث میں انقطاع خفی ہو جیسے مدلس کی معنعن روایت اور اس معاصر کی معنعن روایت جس کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو وہ حدیث مسند ہوگی کیونکہ جن ائمہ کرام نے مسانید کو مرتب کیا ہے اور ان کی تخریج کی ہے وہ انقطاع خفی کو مسند میں شامل کرنے پر متفق ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حاکم رحمۃ اللہ علیہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ تعریف مسند

﴿عبارت﴾ وَهٰذَا التَّعْرِيْفُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِ الْحَاكِمِ الْمُسْنَدُ مَارَوَاهُ الْمُحَدِّثُ عَنْ شَيْخٍ يَظْهَرُ سِمَاعُهُ مِنْهُ وَكَذَا شَيْخُهُ مُتَّصِلًا اِلٰى صَحَابِيٍّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَاَمَّا الْخَطِيْبُ فَقَالَ الْمُسْنَدُ الْمُتَّصِلُ فَعَلٰى هٰذَا الْمَوْقُوْفُ اِذَا جَاءَ بِسَنَدٍ مُتَّصِلٍ يُسَمّٰى عِنْدَهُ مُسْنَدًا لٰكِنْ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ قَدْ يَاْتِيْ بِقِلَّةٍ وَاَبْعَدَ ابْنُ الْبِرِّ حَيْثُ قَالَ الْمُسْنَدُ الْمَرْفُوْعُ وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِلْاِسْنَادِ فَاِنَّهٗ يَصْدُقُ عَلَى الْمُرْسَلِ وَالْمُعْضَلِ وَالْمُنْقَطِعِ اِذَا كَانَ الْمَتْنُ مَرْفُوْعًا وَلَا قَائِلَ بِهٖ

﴿ترجمہ﴾: اور یہ تعریف حاکم کی تعریف کے موافق ہے کہ مسند وہ ہے جس کو محدث روایت کرے شیخ سے جس کا اس سے سماع ظاہر ہو، اسی طرح وہ شیخ اپنے شیخ سے متصل کرے صحابی تک (اور صحابی سے) جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے، اور خطیب بغدادی نے فرمایا کہ مسند وہ خبر متصل ہے پس اس تعریف کی بناء پر خبر موقوف اس کے نزدیک مسند ہوگی بشرطیکہ وہ سند متصل سے وارد ہو لیکن اس نے کہا کہ یہ صورت بہت ہی قلیل ہے اور ابن عبد البر نے تو بہت ہی بعید قول اختیار کرتے ہوئے کہا کہ مسند خبر مرفوع ہے اور اس نے سند کا کوئی ذکر نہیں کیا، پس یہ تعریف! مرسل، معضل اور منقطع پر بھی صادق آئے گی جبکہ متن مرفوع ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَهٰذَا التَّعْرِيْفُ مُوَافِقٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تعریفات مسند کا ذکر کرنا ہے اور اوران کی صحت اور عدم صحت پر کچھ کچھ تبصرہ بھی۔

امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ تعریف مسند:

امام حاکم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مسند وہ خبر ہے جس کو راوی اپنے شیخ سے اس طرح روایت کرے کہ اس

سے اس کا سماع ظاہر ہو، اسی طرح اس کا شیخ اپنے شیخ سے اور یہ سلسلہ صحابی تک اور صحابی سے آقائے دو جہاں ﷺ تک متصلا پہنچے۔ امام حاکم علیہ الرحمۃ یہ بیان کردہ تعریف مسند مصنف علیہ الرحمۃ کی تعریف مسند کے عین مطابق ہے کیونکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے ''ظاہرہ الاتصال'' کی قید ذکر کی ہے اور امام حاکم نے '' یظهر سماعه منه '' کا ذکر کیا ہے دونوں قیدوں کا مقصود ایک ہی ہے۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ تعریفِ مسند:

خطیب بغدادی علیه الرحمة فرماتے ہیں کہ مسند خبر متصل کا نام ہے، اس تعریف پر علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ کی یہ مذکورہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں، کیونکہ یہ تعریف تو اس خبر موقوف پر بھی صادق آرہی ہے جس خبر موقوف کی سند متصل ہو، مگر خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ نے اس اشکال کو دور کرتے ہوئے کہا ہے کہ مذکورہ تعریف اگر چہ خبر موقوف پر بھی صادق آتی ہے مگر مسند کا موقوف پر اطلاق بہت قلیل ہے پس قلیل ہونے کی وجہ سے دونوں کے ایک جگہ جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ تعریفِ مسند:

علامه ابن عبد البر علیه الرحمة نے مسند کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ خبر مسند؛ خبر مرفوع ہے۔

اس تعریف پر علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر کا یہ قول خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ کے قول کی بنسبت بہت بعید ہے، کیونکہ اس نے مسند کی تعریف میں کہیں بھی سند کا ذکر ہی نہیں کیا حالانکہ خبر مسند کا دارو مدار سند پر ہوا کرتا ہے لہذا ابن عبد البر کی مذکورہ تعریف خبر مرسل، خبر معضل، خبر منقطع پر بھی صادق آجائے گی بشرطیکہ ان کا متن مرفوع ہو حالانکہ ان اخبار کے مسند ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اسناد کا بیان

﴿عبارت﴾: فَإِنْ قَلَّ عَدَدُهُ أَيْ عَدَدُ رِجَالِ السَّنَدِ فَإِمَّا أَنْ يَنْتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ الْعَدَدِ الْقَلِيْلِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى سَنَدٍ آخَرَ يَرِدُ بِهِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ بِعَيْنِهِ بِعَدَدٍ كَثِيْرٍ أَوْ يَنْتَهِي إِلَى إِمَامٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ ذِيْ صِفَةٍ عَلِيَّةٍ كَالْحِفْظِ وَالْفِقْهِ وَالضَّبْطِ وَالتَّصْنِيْفِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الصِّفَاتِ الْمُقْتَضِيَةِ لِلتَّرْجِيْحِ كَشُعْبَةَ وَمَالِكٍ

وَالثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَنَحْوِهِمْ فَالْاَوَّلُ وَهُوَمَايَنْتَهِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ الْعُلُوُّ الْمُطْلَقُ فَاِنِ اتَّفَقَ اَنْ يَّكُوْنَ سَنَدُهٗ صَحِيْحًا كَانَ الْغَايَةُ الْقُصْوٰى وَاِلَّافَصُوْرَةُ الْعُلُوِّ فِيْهِ مَوْجُوْدَةٌ مَالَمْ يَكُنْ مَوْضُوْعًافَهُوَ كَالْعَدَمِ وَالثَّانِيْ اَلْعُلُوُّ النِّسْبِيُّ وَهُوَمَايَقِلُّ الْعَدَدُفِيْهِ اِلٰى ذٰلِكَ الْاِمَامِ وَلَوْكَانَ الْعَدَدُمِنْ ذٰلِكَ الْاِمَامِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ كَثِيْرًا

﴿ترجمہ﴾: پس اگر اس کی تعداد یعنی سند کے رواۃ کی تعداد کم ہو جائے پس یا تو یہ حدیث اسی قلیل عدد کے ذریعے آقائے دو جہاں ﷺ تک پہنچے بمقابلہ دوسری سند کے بعینہ وہی حدیث زیادہ راویوں کے ذریعے آپ ﷺ تک پہنچے یا یہی کم رواۃ کی حدیث فائق ترین صفت کے ائمہ حدیث میں سے کسی امام تک پہنچے مثلاً حفظ، فقہ، ضبط، تصنیف وغیرہ ایسی صفاتِ مقتضیہ ترجیح سے متصف ہو جیسے شعبہ، مالک، ثوری شافعی، بخاری اور مسلم وغیرہ پس پہلی وہ جو کہ آقائے دو جہان ﷺ تک پہنچے وہ علو مطلق کہلاتی ہے پس علو مطلق میں اگر اتفاق ایسا ہو کہ اس کی سند صحیح ہو تو یہ انتہائی مقصود ہے ورنہ صورت علو تو اس میں موجود ہے ہی بشرطیکہ موضوع نہ ہو کیونکہ موضوع نہ ہونے کے برابر ہے اور دوسری علو نسبی ہے کہ جس میں ان امام حدیث تک رواۃ کم ہو اگرچہ اس امام سے آخر انتہاء تک رواۃ کی تعداد کثیر ہو جائے۔

﴿تشریح﴾:

فَاِنْ قَلَّ عَدَدُهٗ اَیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسناد کا بیان کرنا ہے، یاد رہے سند کبھی عالی ہوتی ہے، کبھی نازل ہوتی ہے اور کبھی مساوی ہوتی ہے۔

عالی، نازل اور مساوی ہونے کا مطلب:

اگر کوئی حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو ان اسانید میں سے جس سند میں وسائط کم ہوں تو وہ سند عالی ہے اور جس سند میں وسائط زیادہ ہوں اسے نازل کہا جاتا ہے اور جس سند میں وسائط دوسری سند کے برابر ہوں اس کو مساوی کہا جاتا ہے۔

علو کے اعتبار سے خبر کی تقسیم:

علو یعنی سند کے عالی ہونے کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علو مطلق۔ (۲) علو نسبی۔

علو مطلق کی تعریف:

اگر راوی سے لے کر آقائے دو جہان ﷺ تک سند کے وسائط کی تعداد کم ہو تو اسے علو مطلق کہتے ہیں بشرطیکہ وہ خبر مطلق

نہ ہو۔

علو نسبی کی تعریف:

اگر راوی سے لے کر کسی خاص حافظ، فقیہ، ضابط امام حدیث تک سند کے وسائط کی تعداد کم ہو تو اس کو علو نسبی کہتے ہیں خواہ اس خاص امام سے آقائے دو جہان ﷺ تک وسائط کثیر ہوں مثلاً حضرت شعبہ، حضرت امام مالک، امام شافعی۔ اس کی اقسام کا ذکر آگے کیا جائیگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حصول علو میں متاخرین کی رغبت، سند نازل کی ترجیح، مطلقاً نازل کی ترجیح درست نہیں

﴿عبارت﴾: وَقَدْ عَظُمَتْ رَغْبَةُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ فِيْهِ حَتّٰى غَلَبَ ذٰلِكَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْهُمْ بِحَيْثُ اَهْمَلُوْا الْاِشْتِغَالَ بِمَا هُوَ اَهَمُّ مِنْهُ وَاِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ الْعُلُوُّ مَرْغُوْبًا فِيْهِ لِكَوْنِهٖ اَقْرَبَ اِلَى الصِّحَّةِ وَقِلَّةِ الْخَطَاِ لِاَنَّهٗ مَا مِنْ رَاوٍ مِنْ رِجَالِ الْاِسْنَادِ اِلَّا وَالْخَطَاُ جَائِزٌ عَلَيْهِ فَكُلَّمَا كَثُرَتِ الْوَسَائِطُ وَطَالَ السَّنَدُ كَثُرَتْ مَظَانُّ التَّجْوِيْزِ وَكُلَّمَا قَلَّتْ قَلَّتْ فَاِنْ كَانَ فِي النُّزُوْلِ مَزِيَّةٌ لَيْسَتْ فِي الْعُلُوِّ لِاَنْ يَّكُوْنَ رِجَالُهٗ اَوْثَقَ مِنْهُ اَوْ اَحْفَظَ اَوْ اَفْقَهَ اَوِ الْاِتِّصَالُ فِيْهِ اَظْهَرُ فَلَا تَرَدُّدَ فِيْ اَنَّ النُّزُوْلَ حِيْنَئِذٍ اَوْلٰى وَاَمَّا مَنْ رَجَّحَ النُّزُوْلَ مُطْلَقًا وَاحْتَجَّ بِاَنَّ كَثْرَةَ الْبَحْثِ يَقْتَضِي الْمَشَقَّةَ فَيَعْظُمُ الْاَجْرُ فَذٰلِكَ تَرْجِيْحٌ بِاَمْرٍ اَجْنَبِيٍّ عَمَّا يَتَعَلَّقُ بِالتَّصْحِيْحِ وَالتَّضْعِيْفِ

﴿ترجمہ﴾: اور علو اسناد کے حصول میں متاخرین کی رغبت بہت بڑھ گئی ہے یہاں تک کہ بیشتر پر یہ دھن اس شدت سے سوار ہوئی کہ انہوں نے اس سے زیادہ اہم امور کو بھی نظر انداز کر دیا اور یہ علو مرغوب بھی تھا کیونکہ سب سے زیادہ صحت کے قریب اور کم از کم خطا کا حامل ہے جبکہ رواۃ اسناد میں سے ہر راوی کے متعلق خطا کا امکان ہے پس جس قدر بھی رواۃ زیادہ ہونگے اور سند طویل ہوگی احتمالات خطا زیادہ ہونگے اور جس قدر کم ہونگے یہ احتمالات بھی کم ہونگے اگر نازل روایت میں ایسی خصوصیت ہو جو علو میں نہ ہو مثلاً نزول کے رجال علو کے مقابلے میں اوثق ہوں یا احفظ ہوں یا افقہ ہوں یا اس میں اتصال خوب ظاہر ہو تو اس صورت میں نزول کے اولیٰ ہونے میں کوئی تردد نہیں اور جس شخص نے مطلقاً نزول کو راجح کہا اور دلیل یہ دی کہ بحث کی کثرت سے مشقت ہوگی تو اس مشقت سے اس کا ثواب بڑھے گا تو یہ ایسے امر کے ذریعے ترجیح دینا ہے جو تصحیح و تضعیف سے اجنبی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَقَدْعَظُمَتْ رَغْبَةُ الْمُتَاَخِرِيْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ امورِ ثلاثہ کا بیان کرنا ہے۔

1-سند عالی کے حصول میں متاخرین کی رغبت۔

2-سند نازل اگر کسی خصوصیت کی حامل ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

3-مطلقاً سند نازل کی ترجیح درست نہیں۔

حصول علو میں متاخرین کی رغبت:

سند عالی کے حصول میں متقدمین کی بنسبت متاخرین زیادہ رغبت وچاہت رکھتے ہیں چنانچہ بیشتر متاخرین امور ضروریہ چھوڑ کر سند عالی کے حصول میں ہی مصروف ہو گئے، رہی یہ بات کہ متاخرین کی سند عالی کے حصول میں اس قدر رغبت وچاہت کیوں؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سند عالی کے حصول کی طرف متاخرین کی رغبت اس لئے ہے کہ یہ صحت کے زیادہ قریب ہوتی ہے اور اس میں خطا کا احتمال بھی کم ہوتا ہے کیونکہ جس قدر سند میں وسائط زیادہ ہونگے اسی قدر وہ سند طویل ہوگی اور طویل ہونے کی وجہ سے اس میں خطا کے احتمال بھی کثیر ہونگے اور جس سند میں وسائط قلیل ہونگے اسی قدر وہ سند قصیر ہوگی اور قصیر ہونے کی وجہ سے اس میں خطا کے احتمال بھی قلیل ہونگے۔

سند نازل اگر کسی خصوصیت کی حامل ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

سند نازل اگر کسی خصوصیت کی حامل ہو مثلاً نازل کے رجال عالی کے رجال کی بنسبت اوثق ہوں یا احفظ ہوں، یا افقہ ہوں یا ان میں اتصال اظہر ہو تو ان صورتوں میں سند نازل کو سند عالی سے ترجیح اور فوقیت ہوگی۔

کیونکہ کسی سند پر اولویت کا حکم اس وقت لگتا ہے جب اس سند میں خطاء کے احتمالات کم ہوں، پس اگر سند نازل! میں سندِ عالی کے مقابلے میں خطاء کے احتمالات کم ہوں تو سند نازل! سندِ عالی سے اولیٰ ہوگی۔

مطلقاً سندِ نازل کی ترجیح درست نہیں:

بعض ائمہ کرام کا خیال یہ ہے کہ مطلقاً سند نازل کو اسناد میں ترجیح ہوتی ہے اور وہ اپنے اس دعوے پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ راوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مروی عنہ کی جرح وتعدیل کرے تو چونکہ سند نازل میں روات زیادہ ہوتے ہیں جس سے سند نازل کے روات کے احوال جاننے میں دشواری اور مشقت زیادہ ہوگی، اور جس قدر مشقت ودشواری زیادہ ہوگی اسی قدر ثواب بھی زیادہ ملیگا لہٰذا حصول ثواب کے لحاظ سے سند نازل ارجح ہے۔

✿ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض ائمہ کرام کا یہ نظریہ دلیل کے اعتبار سے نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ اس نظریہ کو جس علت کی بناء ترجیح دی گئی ہے اس علت کا تعلق صحت وضعف سے نہیں ہے کیونکہ مشقت کا زیادہ ہونا یہاں

مطلوب نہیں ہے بلکہ یہاں یہاں تو مطلوب صحت روایت ہے اور غالبًا سند عالی کی ہی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

علو نسبی کی اقسام

﴿عبارت﴾: وَفِيهِ اَیْ فِی الْعُلُوِّ النِّسْبِیِّ الْمُوَافَقَةُ وَهِیَ الْوُصُوْلُ اِلَی الشَّیْخِ اَحَدُ الْمُصَنِّفِیْنَ مِنْ غَیْرِ طَرِیْقِهٖ اَیِ الطَّرِیْقَةِ الَّتِیْ تَصِلُ اِلٰی ذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ الْمُعَیَّنِ مِثَالُهٗ رَوَی الْبُخَارِیُّ عَنْ قُتَیْبَةَ عَنْ مَالِكٍ حَدِیْثًا فَلَوْ رَوَیْنَاهُ مِنْ طَرِیْقِهٖ كَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قُتَیْبَةَ ثَمَانِیَةٌ وَلَوْ رَوَیْنَا ذٰلِكَ الْحَدِیْثَ بِعَیْنِهٖ مِنْ طَرِیْقِ اَبِی الْعَبَّاسِ السِّرَاجِ عَنْ قُتَیْبَةَ مَثَلًا لَكَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قُتَیْبَةَ فِیْهِ سَبْعَةٌ فَقَدْ حَصَلَتْ لَنَا الْمُوَافَقَةُ مَعَ الْبُخَارِیِّ فِیْ شَیْخِهٖ بِعَیْنِهٖ مَعَ عُلُوِّ الْاِسْنَادِ عَلَی الْاِسْنَادِ اِلَیْهِ

﴿ترجمہ﴾: اور علو نسبی میں موافقت ہے اور وہ مصنّفین میں سے کسی مصنف کے شیخ تک اس کے طریق کے بغیر ہی سند پہنچا دینا ہے یعنی اس طریقہ کے برعکس جو کہ اس متعین مصنف تک پہنچتا ہے مثلاً امام بخاری نے قتیبہ سے اور انہوں نے امام مالک سے ایک حدیث روایت کی تو اگر ہم اس سند سے روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ رجال ہونگے اور اگر ہم بعینہٖ اس حدیث کو بطریق ابی العباس سراج عن قتیبہ روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات رجال ہونگے پس ہمیں امام بخاری کے ساتھ بعینہٖ ان کے شیخ میں موافقت حاصل ہو گئی نیز ہماری سند بجانبِ بخاری کے عالی بھی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَفِيهِ اَیْ فِی الْعُلُو الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ علو نسبی کی تقسیم کرتے ہوئے اس کی پہلی قسم مع مثال بیان کرنی ہے یاد رہے علو نسبی کی چار قسمیں ہیں۔(۱) موافقت۔(۲) بدل۔(۳) مساوات۔(۴) مصافحہ۔

موافقت کی تعریف:

کوئی شخص کسی مصنفِ کتاب کے سلسلہ سند کے علاوہ دوسرے سلسلہ‘ سند سے اس مصنف کے شیخ تک پہنچ جائے اور اس دوسری سند کے روات کی تعداد بھی کم ہو تو اسے مصنف کے ساتھ موافقت کہتے ہیں۔

موافقت کی مثال:

ایک روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قتیبہ سے اور وہ اسے امام مالک سے نقل کرتے ہیں، اب امام بخاری کے اس طریق سے

قتیبہ اور ہمارے درمیان آٹھ واسطے بنتے ہیں اس روایت کو ابو العباس سراج نے قتیبہ سے روایت کیا ہے، اگر ہم اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کی بجائے ابو العباس کے طریق سے نقل کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہونگے پس اس طریق میں ہمیں امام بخاری کے ساتھ ان کے شیخ (قتیبہ) میں موافقت نصیب ہوگئی اور نیز یہ بھی کہ سند بھی عالی ہو گئی (کیونکہ اس صورت میں ہمارے اور امام بخاری کے استاذ قتیبہ کے درمیان سات رجال ہونگے)، اب بخاری کی سند اس کے مقابلے میں نازل ہوگئی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

بدل کا بیان

﴿عبارت﴾: وَفِيْهِ اَيِ الْعُلُوِّ النِّسْبِيِّ الْبَدَلُ وَهُوَ الْوُصُوْلُ اِلٰى شَيْخِ شَيْخِهٖ كَذٰلِكَ كَانَ يَقَعُ لَنَا ذٰلِكَ الْاِسْنَادُ بِعَيْنِهٖ مِنْ طَرِيْقٍ اُخْرٰى اِلَى الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ فَيَكُوْنُ الْقَعْنَبِيُّ بَدْلًا فِيْهِ مِنْ قُتَيْبَةَ وَاَكْثَرُ مَا يَعْتَبِرُوْنَ الْمُوَافَقَةَ وَالْبَدْلَ اِذَا قَارَنَا الْعُلُوَّ وَاِلَّا فَاِسْمُ الْمُوَافَقَةِ وَالْبَدَلِ وَاقِعٌ بِدُوْنِهٖ

﴿ترجمہ﴾: اور علو نسبی میں بدل ہے وہ مصنف کے شیخ کے شیخ کی طرف اس طرح پہنچنا ہے کہ بعینہٖ وہ (ابو السراج کی) اسناد دوسرے طریق سے قعنبی عن مالک تک حاصل ہو تو یہاں قعنبی، قتیبہ کے بدل ہونگے اور اکثر محدثین رحمہم اللہ موافقت اور بدل کو اس صورت میں معتبر سمجھتے ہیں جبکہ وہ علو کے ساتھ مجتمع ہوں ورنہ موافقت اور بدل کا اس کے بغیر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَفِيْهِ اَيِ الْعُلُوِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ علو نسبی کی دوسری قسم بدل اور اس کی مثال کا ذکر کرنا ہے۔

بدل کی تعریف:

کوئی شخص کسی مصنف کتاب اور اس کے شیخ کے سلسلۂ سند کے علاوہ دوسرے سلسلۂ سند سے اس مصنف کے شیخ الشیخ تک پہنچ جائے اور اس دوسری سند کے رواۃ کی تعداد بھی کم ہو تو اسے مصنف اور اس کے شیخ کا بدل کہتے ہیں۔

بدل کی مثال:

ایک روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قتیبہ سے اور وہ اسے امام مالک سے نقل کرتے ہیں، اب اس سند میں قتیبہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام مالک شیخ الشیخ ہیں۔ پس اگر ہم کسی ایسی سند سے جس میں امام بخاری اور اس کے شیخ قتیبہ کا

واسطہ نہ آئے امام مالک تک پہنچ جائیں مثلاً وہی روایت ہمیں امام قعنبی سے ملے اور امام قعنبی اسے امام مالک سے روایت کریں تو اس صورت میں رجال سند بھی کم ہونگے کیونکہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ الشیخ (مالک) تک امام بخاری اور ان کے شیخ قتیبہ کے بغیر امام مالک تک پہنچے ہیں پس امام قعنبی! امام بخاری اور حضرت قتیبہ کے بدل قرار پائیں گے۔

وَاَکْثَرُ مَا یَعْتَبِرُوْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ محدثین رحمہم اللہ کے ہاں اکثر وبیشتر موافقت اور بدل کا اطلاق اور استعمال اس وقت کیا جاتا ہے کہ جب وہ علو کے ساتھ مجتمع ہوں لیکن کبھی کبھی ان کا طلاق واستعمال سند کے عالی ہونے کے بغیر بھی کیا جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مساوات کا بیان

﴿عبارت﴾: وَفِیْہِ اَیْ فِی الْعُلُوِّ النِّسْبِیِّ الْمُسَاوَاۃُ وَھِیَ اِسْتِوَاءُ عَدَدِ الْاِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِیْ اِلٰی اٰخِرِ اَیْ اِسْنَادُ الْعُلُوِّ النِّسْبِیِّ مَعَ اِسْنَادِ اَحَدِ الْمُصَنِّفِیْنَ کَاَنْ یَّرْوِیَ النَّسَائِیُّ مَثَلًا حَدِیْثًا یَقَعُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ فِیْہِ اَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَیَقَعُ لَنَا ذٰلِکَ الْحَدِیْثُ بِعَیْنِہٖ بِاِسْنَادٍ اٰخَرَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ یَقَعُ بَیْنَنَا فِیْہِ وَبَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ اَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَنُسَاوِی النَّسَائِیَّ مِنْ حَیْثُ الْعَدَدِ مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنْ مُلَاحَظَۃِ ذٰلِکَ الْاِسْنَادِ الْخَاصِّ

﴿ترجمہ﴾: اور علو نسبی میں مساوات ہے اور وہ راوی سے لے کر آخر سند تک کسی مؤلف کی سند کے ساتھ برابری ہے مثلاً امام نسائی نے ایک حدیث روایت کی تو ان کے اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تک کل گیارہ رجال ہیں لیکن ہمیں بعینہٖ وہی حدیث آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تک دوسری سند سے مل گئی اس طرح کہ ہمارے اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بھی گیارہ رجال ہیں پس ہم عدد کے لحاظ سے امام نسائی کے مساوی ہو گئے قطع نظر کرتے ہوئے کسی سند خاص سے۔

﴿تشریح﴾:

وَفِیْہِ اَیْ فِی الْعُلُوِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ علو نسبی کی تیسری قسم اور اس کی مثال بیان کرنی ہے۔

مساوات کی تعریف:

ہم سے لے کرآقائے دوجہاں ﷺ تک کسی حدیث کی سند کے رواۃ کی جو تعداد ہے وہ مساوی و برابر ہو کسی مصنفِ کتاب سے لے کرآقائے دوجہاں ﷺ تک رواۃ کی تعداد کے، یعنی ہم اور مصنف میں وسائط کے لحاظ سے برابر ہو۔

مساوات کی مثال:

مثلاً امام نسائی ایک حدیث روایت کریں اوران کے سلسلہ سند میں آقائے دوجہاں ﷺ تک گیارہ راوی ہوں، اگر وہی حدیث ہم امام نسائی کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کریں اور ہماری سند کے رجال کی تعداد بھی گیارہ ہو تو اس سے ہمارے اورامام نسائی کے درمیان مساوات ہو جائے گی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مصافحہ کا بیان

﴿عبارت﴾: وَفِيْهِ اَيِ الْعُلُوِّ النِّسْبِيِّ اَيْضًا الْمُصَافَحَةُ وَهِيَ الْاِسْتِوَاءُ مَعَ تِلْمِيْذِ ذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوْحِ اَوَّلًا وَسُمِّيَتِ الْمُصَافَحَةَ لِاَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ فِي الْغَالِبِ بِالْمُصَافَحَةِ بَيْنَ مَنْ تَلَاقَيَا وَنَحْنُ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ كَاَنَّا لَقِيْنَا النَّسَائِيَّ فَكَاَنَّا صَافَحْنَاهُ وَيُقَابِلُ الْعُلُوَّ بِاَقْسَامِهِ الْمَذْكُوْرَةِ النُّزُوْلُ فَيَكُوْنُ كُلُّ قِسْمٍ مِنْ اَقْسَامِ الْعُلُوِّ يُقَابِلُهُ قِسْمٌ مِنْ اَقْسَامِ النُّزُوْلِ خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْعُلُوَّ قَدْ يَقَعُ غَيْرَ تَابِعٍ لِلنُّزُوْلِ

﴿ترجمہ﴾: اوراسی میں یعنی علونسبی میں مصافحہ بھی ہے اوروہ اس مصنف کے شاگرد کے ساتھ علیٰ وجہ المشروح اولاً برابر ہونا ہے اوراس کو مصافحہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ چونکہ اکثر یہ عادت جاری ہے کہ جب دوشخصوں کے درمیان ملاقات ہوتی ہے تو اس میں مصافحہ ہوتا ہے اورجس صورت میں ہم ہیں تو گویا ہماری ملاقات نسائی سے ہوئی تو ایسا ہے جیسے ہم نے اس سے مصافحہ کیا اور علو کا مقابل اپنی مذکورہ اقسام کے ساتھ نزول ہے پس جتنی علو کی اقسام ہونگی اس کے مقابل نزول کی اقسام ہونگی بخلاف اس شخص کے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ علو کبھی نزول کے تابع نہیں ہوتا۔

﴿تشریح﴾:

وَفِيْهِ اَيِ الْعُلُوِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ علونسبی کی چوتھی قسم مصافحہ کا بیان کرنا ہے۔

مصافحہ کی تعریف:

کسی مؤلف کے شاگرد اور ہمارے درمیان رجال سند اور وسائط کی تعداد میں برابری ہو جائے تو گویا مؤلف سے ہماری ملاقات اور مصافحہ ہو گیا۔

مصافحہ کی مثال:

مثلاً ایک روایت امام نسائی کے کسی شاگرد سے منقول ہو اور وہی روایت ہمیں کسی اور سند سے ملے، تو چونکہ دونوں سندوں کے رجال کی تعداد مساوی و برابر ہے پس گویا ہم نے امام نسائی سے مصافحہ کر لیا اس لئے اس کا نام مصافحہ رکھا گیا۔

نزول کی اقسام:

علو کی مذکورہ جتنی اقسام گزری ہیں ان کے مقابلے میں نزول کی اقسام بھی اتنی ہی ہیں، پس علو کی ہر قسم کے مقابلے میں نزول کی ایک قسم ہے یہ بات ان لوگوں کے خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ ہر عالی کے مقابلے میں نازل کا ہونا ضروری نہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ ہر عالی کے مقابلے میں نازل کا ہونا ضروری ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر کی تقسیم باعتبار روایت

﴿عبارت﴾: فَإِنْ شَارَكَ الرَّاوِيُ مَنْ رَوٰى عَنْهُ فِيْ أَمْرٍ مِنَ الْأُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالرِّوَايَةِ مِثْلَ السِّنِّ وَاللُّقِيِّ وَهُوَ الْأَخْذُ عَنِ الْمَشَائِخِ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ رِوَايَةُ الْأَقْرَانِ لِأَنَّهُ حِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ رَاوِيًا عَنْ قَرِيْنِهِ

﴿ترجمہ﴾: اگر راوی اور مروی عنہ روایت کے متعلقہ امور میں سے کسی امر میں شریک ہوں جیسے عمر اور ملاقات میں، اس سے مراد مشائخ سے روایت کا اخذ کرنا ہے تو اس قسم کی روایت کو روایت الاقران کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اس وقت اپنے قرین سے روایت کرنے والا ہوا۔

﴿تشریح﴾:

فَإِنْ شَارَكَ الرَّاوِيُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر کی تقسیم باعتبار روایت کرنی ہے۔

یاد رہے باعتبار روایت! خبر کی چار قسمیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) روایت الاقران۔ (۲) روایت المدبج۔ (۳) روایت الاکابر عن الاصاغر۔ (۴) روایت الاصاغر عن الاکابر

✿ یہاں پر پہلی قسم کا بیان کیا جا رہا ہے۔

روایت الاقران کی تعریف:

راوی یعنی شاگرد اور مروی عنہ یعنی استاذ روایت حدیث سے تعلق رکھنے والی کسی بات میں شریک ہوں مثلاً دونوں ہم عمر ہوں، یا استاذ بھائی ہوں پس اس لئے اس کو روایت الاقران "یعنی قرین (ساتھی) کی روایت قرین سے" کہتے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مدبج کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاِنْ رَوٰی کُلٌّ مِّنْهُمَا اَیْ الْقَرِیْنَیْنِ عَنِ الْاٰخَرِ فَهُوَ الْمُدَبَّجُ وَهُوَ اَخَصُّ مِنَ الْاَوَّلِ فَكُلُّ مُدَبَّجٍ اَقْرَانٌ وَلَیْسَ كُلُّ اَقْرَانٍ مُدَبَّجًا وَقَدْ صَنَّفَ الدَّارُقُطْنِیُّ فِیْ ذٰلِكَ. وَصَنَّفَ اَبُوالشَّیْخِ الْاَصْفَهَانِیُّ فِی الَّذِیْ قَبْلَهٗ فَاِذَا رَوَی الشَّیْخُ عَنْ تِلْمِیْذِهٖ صَدَقَ اَنَّ كُلًّا مِّنْهُمَا یَرْوِیْ عَنِ الْاٰخَرِ فَهَلْ یُسَمّٰی مُدَبَّجًا؟ فِیْهِ بَحْثٌ وَالظَّاهِرُ لَا لِاَنَّهٗ مِنْ رِوَایَةِ الْاَكَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ وَالتَّدْبِیْجُ مَاخُوْذٌ مِنْ دِیْبَاجَتَیِ الْوَجْهِ فَیَقْتَضِیْ اَنْ یَّكُوْنَ ذٰلِكَ مُسْتَوِیًا مِنَ الْجَانِبَیْنِ فَلَا یَجِیْءُ فِیْهِ هٰذَا.

﴿ترجمہ﴾: اور اگر ان دو ساتھیوں میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کرے تو یہ مدبج ہے اور یہ اول قسم سے خاص ہے کہ ہر مدبج اقران ہے اور ہر اقران! مدبج نہیں ہے اس قسم میں امام دارقطنی علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب لکھی ہے اور ابوالشیخ اصفہانی علیہ الرحمۃ نے پہلی قسم میں کتاب لکھی ہے اور جب شیخ اپنے شاگرد سے روایت کرے تو یہ بات صادق آئی کہ ہر ایک نے دوسرے سے روایت کی، تو کیا اس کا نام بھی مدبج رکھا جائے گا؟ اس میں بحث ہے ظاہر یہ ہے کہ نہیں، کیونکہ یہ روایت الاکابر عن الاصاغر کے قبیل سے ہے اور تدبیج ماخوذ ہے دیباجتی الوجہ سے، پس یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہر ایک دونوں جانبین سے برابر ہو پس یہ صورت اس قسم میں داخل نہیں ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ رَوٰی كُلٌّ مِّنْهُمَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ باعتبار روایت کے خبر کی دوسری قسم مدبج کا بیان کرنا ہے۔

مدبج کی وجہ تسمیہ:

مدبج کا لفظ دیباجتی الوجہ سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ "چہرے کے دونوں رخسار" ہے چونکہ چہرے کے دونوں رخسار برابر ہوتے ہیں یعنی ایک ساتھ ہوتے ہیں اور اس قسم میں بھی دو برابر افراد یعنی ایک قرین دوسرے قرین سے روایت کرتا ہے۔

مدبج کی تعریف:

مدبج وہ خبر ہے جسے ایک ساتھ دوسرے ساتھی سے روایت کرے۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کریں،

تابعین میں حضرت امام زہری علیہ الرحمۃ حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ سے روایت کریں اور حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ حضرت امام زہری علیہ الرحمۃ سے روایت کریں۔

مدبج اور روایت الاقران میں نسبت:

ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، روایت مدبج خاص ہے اور روایت الاقران عام ہے یعنی ہر روایت مدبج تو روایت الاقران ضرور ہوگی لیکن ہر روایت الاقران کا روایت مدبج ہونا ضروری نہیں۔

استاذ کی شاگرد سے روایت کا حکم:

اگر کوئی استاذ اپنے شاگرد سے روایت کرے پس ایسی صورت میں جانبین سے روایت کا ہونا پایا گیا ہے لیکن کیا اس صورت کو بھی روایت المدبج کہیں گے یا نہیں؟ اس امر میں تردد ہے کیونکہ مدبج میں ساتھی کی ساتھی سے روایت ہوتی ہے جبکہ استاذ اور اس کا شاگرد باہمی ساتھی نہیں، بلکہ یہ روایت الاکابر عن الاصاغر کے قبیل سے ہے جس کا ذکر آگے ہوگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

روایت الاکابر عن الاصاغر اور روایت الاصاغر عن الاکابر اور ان کی اقسام کا بیان

﴿عبارت﴾: وَإِنْ رَوَى الرَّاوِيْ عَمَّنْ هُوَ دُوْنَهُ فِي السِّنِّ وَفِي اللُّقِيِّ أَوْ فِي الْمِقْدَارِ فَهٰذَا النَّوْعُ هُوَ رِوَايَةُ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ وَمِنْهُ أَيْ وَمِنْ جُمْلَتِهٖ هٰذَا النَّوْعِ وَهُوَ أَخَصُّ مِنْ مُطْلَقِهٖ رِوَايَةُ الْأٰبَاءِ عَنِ الْأَبْنَاءِ وَالصَّحَابَةُ عَنِ التَّابِعِيْنَ وَالشَّيْخُ عَنْ تِلْمِيْذِهٖ وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَفِيْ عَكْسِهٖ لِأَنَّهٗ هُوَ الْجَادَّةُ الْمَسْلُوْكَةُ الْغَالِبَةُ وَفَائِدَةُ مَعْرِفَةِ ذٰلِكَ التَّمْيِيْزُ بَيْنَ مَرَاتِبِهِمْ وَتَنْزِيْلُ النَّاسِ مَنَازِلَهُمْ وَقَدْ صَنَّفَ الْخَطِيْبُ فِيْ رِوَايَةِ الْأٰبَاءِ عَنِ الْأَبْنَاءِ تَصْنِيْفًا وَأَفْرَدَ جُزْءً لَطِيْفًا فِيْ رِوَايَةِ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِيْنَ۔

﴿ترجمہ﴾: اگر راوی اپنے سے کم عمر کم ملاقات و مرتبے والے سے روایت کرے تو وہ روایت الاکابر عن الاصاغر ہے اور اسی نوع کی اقسام میں سے روایت الآباء عن الابناء اور روایت الصحابہ عن التابعین اور روایت الشیخ عن تلمیذ

وغیرہ ہے لیکن یہ اپنے مطلق سے اخص ہے اور اس کا عکس تو بہت زیادہ ہے کیونکہ یہی بہترین مروجہ طریقہ ہے، اور، اس کا فائدہ مراتب کے درمیان تمیز کرنا ہے اور لوگوں کو اس کے مرتبے میں اتارنا ہے اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روایۃ الآباء عن الابناء پر مستقل کتاب تالیف کی ہے اور اس کے ایک جزء کو روایت الصحابہ عن التابعین کے بیان میں مخصوص کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ رَوَى الرَّاوِيُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ روایت الاکابر عن الاصاغر اور روایت الاصاغر عن الاکابر اور ان کی اقسام کا بیان کرنا ہے۔

روایت الاکابر عن الاصاغر:

روایت الاکابر عن الاصاغر کا مطلب یہ ہے کہ بڑا چھوٹے سے روایت کرے، خواہ وہ بڑا عمر کے لحاظ سے بڑا ہو یا علم و ضبط کے اعتبار سے بڑا ہو۔

روایت الاکابر عن الاصاغر کی تقسیم:

روایت الاکابر عن الاصاغر کی چار قسمیں ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1-روایت الآباء عن الابناء:

والد کا اپنے بیٹے یا بیٹی سے روایت کرنا جیسے حضرت سیدنا انس ابن مالک اپنی بیٹی امیہ سے روایت کرتے ہیں۔

✿ اس قسم میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس کے ایک حصہ میں روایۃ الصحابۃ عن التابعین کا ذکر کیا ہے

2-روایۃ الصحابی عن التابعی:

صحابی کا تابعی سے روایت کرنا جیسے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا۔

3-روایۃ التابعین عن الاتباع:

تابعین کا تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنا۔ جیسے امام زہری علیہ الرحمۃ کا امام مالک سے روایت کرنا۔

4-روایت الشیخ عن التلمیذ:

استاذ کا اپنے شاگرد سے روایت کرنا۔ جیسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک شاگرد ابو العباس السراج سے روایت کیا ہے۔

وَفِیْ عَکْسِہٖ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ باعتبار روایت خبر کی چوتھی قسم روایت الاصاغر عن الاکابر کا بیان کرنا ہے۔ جس کا پایا جانا عام ہے۔

روایت الاصاغر عن الاکابر کی تعریف:

روایت الاصاغر عن الاکابر یہ ہے کہ چھوٹا بڑے سے روایت کرے، اس قسم کا وقوع بہت زیادہ ہے اور عموماً روایات اسی قبیل سے ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مذکورہ قسم کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ رواۃ حدیث میں تمیز حاصل ہو جائے اور ہر ایک کو اس کے مرتبہ میں رکھا جائے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی روایات کی اقسام

﴿عبارت﴾: وَفِیْہِ مَنْ رَوٰی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ وَجَمَعَ الْحَافِظُ صَلَاحُ الدِّیْنِ الْعَلَائِیُّ مِنَ الْمُتَاَخِّرِیْنَ مُجَلَّدًا کَبِیْرًا فِیْ مَعْرِفَۃِ مَنْ رَوٰی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَقَسَّمَہٗ اَقْسَامًا فَمِنْہُ مَا یَعُوْدُ الضَّمِیْرُ فِیْ قَوْلِہٖ عَنْ جَدِّہٖ عَلَی الرَّاوِیْ وَمِنْہُ مَا یَعُوْدُ الضَّمِیْرُ فِیْہِ عَلٰی اَبِیْہِ وَبَیَّنَ ذٰلِکَ وَحَقَّقَہٗ وَخَرَّجَ فِیْ کُلِّ تَرْجَمَۃٍ حَدِیْثًا مِنْ مَرْوِیِّہٖ وَلَخَّصْتُ کِتَابَہُ الْمَذْکُوْرَ وَزِدْتُّ عَلَیْہِ تَرَاجِمَ کَثِیْرَۃً جِدًّا. وَاَکْثَرُ مَا وَقَعَ فِیْہِ مَا تَسَلْسَلَتْ فِیْہِ الرِّوَایَۃُ عَنِ الْاٰبَاءِ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَبًا.

﴿ترجمہ﴾: اور اسی قسم میں اس راوی کی روایت بھی داخل ہے جو عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کرے، اور متاخرین علماء میں سے حافظ صلاح الدین علائی نے ایک ضخیم جلد عن ابیہ عن جدہ عن النبی کے بارے میں لکھی ہے اور اس کی تقسیم کی ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ اس کے قول جدہ کی ضمیر راوی کی طرف لوٹ رہی ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ ابیہ کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے اسے ذکر بھی کیا ہے اور اور اس کی تحقیق بھی کی ہے اور ہر ترجمہ کے ذیل میں اپنی مرویات میں سے ایک حدیث ذکر کی ہے اور میں نے اس کی مذکورہ کتاب کی تلخیص کی ہے اور اس میں کئی تراجم کا اضافہ بھی کیا ہے اور سب سے زیادہ مقدار جس میں مسلسل آباء سے روایت کا سلسلہ چلا ہے وہ چودہ تک باپ دادا کا سلسلہ ہے یعنی چودہ پشت تک چلتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَفِیْہِ مَنْ رَوٰی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ روایت الاصاغر عن الاکابر کے تحت آنے والی مرویات میں سے عن

ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی روایات کی اقسام بیان کرنی ہیں۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ متاخرین علماء میں سے حافظ صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضخیم کتاب بنام الوشی المعلم فیمن روی عن ابیہ عن جدہ عن النبی ﷺ لکھی ہے جس کے انہوں نے دو حصے کئے ہیں ایک میں وہ روایتیں ہیں جس میں جدہ کی ضمیر ابیہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور دوسرا وہ حصہ جس میں جدہ کی ضمیر راوی کی طرف لوٹ رہی ہے پھران کی تحقیق کر کے ہر ایک کے متعلق اپنی مرویات سے حدیثیں بیان کی ہیں پھر حافظ صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کی میں نے تلخیص کی اور اس میں بہت سے عنوانات کا اضافہ کیا ہے۔

مذکورہ سند کی مقدار کثیر:

سب سے طویل سند جس میں مسلسل آباء سے روایت کا سلسلہ چلا، وہ وہ سند ہے جس کو حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اس سند میں آباء کی کل تعداد چودہ ہے وہ سند اور روایت یہ ہے۔

قال: اخبرنا ابو شجاع عمر بن ابی الحسن البسطابی الامام بقرائتی وابوبکر محمد بن علی بن یاسر الجیانی من لفظه قالا: حدثنا السید ابو محمد الحسین بن علی ابن ابی طالب سنة ست وستین واربع مائة قال: حدثنی والذی ابو علی عبید الله بن محمد قال حدثنی ابی الحسین بن الحسین قال حدثنی ابی الحسن بن جعفر قال حدثنی ابی الحسین (الاصغر) قال حدثنی ابی زین العابدین علی ابن الحسین بن علی عن ابیه عن جده علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لیس الخبر کالمعاینة

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

خبر سابق ولاحق کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاِنْ اشْتَرَكَ اِثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ وَتَقَدَّمَ مَوْتُ اَحَدِهِمَا عَلَى الْاٰخَرِ فَهُوَ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ وَاَكْثَرُ مَا وَاقَفْنَا عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ مَا بَيْنَ الرَّاوِيَيْنِ فِيْهِ فِي الْوَفَاةِ مِائَةٌ وَّخَمْسُوْنَ سَنَةً وَّذٰلِكَ اَنَّ الْحَافِظَ السِّلَفِيَّ سَمِعَ مِنْهُ اَبُوْ عَلِيٍّ الْبَرْدَانِيُّ اَحَدُ مَشَائِخِهٖ حَدِيْثًا وَرَوَاهُ عَنْهُ وَمَاتَ عَلٰى رَأْسِ خَمْسِ مِائَةٍ ثُمَّ كَانَ اٰخِرَ اَصْحَابِ السِّلَفِيِّ بِالسِّمَاعِ سِبْطُهٗ اَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَكِّيٍّ وَكَانَتْ وَفَاتُهٗ سَنَةَ خَمْسِيْنَ وَسِتِّ مِائَةٍ وَّمِنْ

قَدِيْمِ ذٰلِكَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ حَدَّثَ عَنْ تِلْمِيْذِهٖ اَبِي الْعَبَّاسِ السِّرَاجِ بِالسِّمَاعِ اَبُوالْحُسَيْنِ الْخَفَّافُ وَمَاتَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّتِسْعِيْنَ وَثَلَاثِ مِائَةٍ وَغَالِبُ مَايَقَعُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْمَسْمُوْعَ مِنْهُ قَدْيَتَاَخَّرُ بَعْدَمَوْتِ اَحَدِالرَّاوِيَيْنِ عَنْهُ زَمَانًا حَتّٰى يَسْمَعَ مِنْهُ بَعْضُ الْاَحْدَاثِ وَيَعِيْشُ بَعْدَالسِّمَاعِ مِنْهُ دَهْرًا طَوِيْلًا فَيَحْصُلُ مِنْ مَجْمُوْعِ ذٰلِكَ نَحْوُهٰذِهِ الْمُدَّةِ ۔وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ

﴿ترجمہ﴾: اگر دوراوی کسی ایک شیخ سے روایت میں شریک ہو جائیں اوران میں سے ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہو جائے تو یہ صورت سابق ولاحق ہے دوراویوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ جس مدت سے ہم واقف ہوئے ہیں وہ ڈیڑھ سوسال ہے،وہ اس طرح کہ حفظ سلفی نے ابوعلی بردانی سے روایت کی ہے جوان کے مشائخ میں سے ہیں اوران کی وفات پانچویں صدی کے شروع میں ہوئی پھر سلفی کے آخری شاگرد روایت کرنے والے ان کے پوتے ابوالقاسم عبدالرحمٰن ابن مکی ہیں جن کی وفات چھ سو پچاس میں ہوئی اوراس سے قدیم مثال وہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شاگرد ابوالعباس سراج سے تاریخ میں کچھ روایات بیان کیں،اوران کی وفات دوباون ہجری میں ہوئی اور سراج سے سماع کرنے والے آخری شاگرد ابوالحسین خفاف ہیں جن کی وفات تین سوترانوے ہجری میں ہوئی،اوراکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ سنی ہوئی روایت دوراویوں میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد ایک زمانے تک متاخر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس سے نوعمر راوی روایت کرتے ہیں اور سماع کے بعد ایک طویل مدت تک زندہ رہتے ہیں پس ان دونوں کے جمع کرنے سے یہ مدت حاصل ہو جاتی ہے اوراللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنِ اشْتَرَكَ اِثْنَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر سابق ولاحق کا بیان کرنا ہے۔

سابق ولاحق کی تعریف:

اگر دوراوی ایک استاذ سے روایت کرنے میں شریک ہوں اوران میں سے ایک کا وصال پہلے ہو جائے تو پہلے وصال کرنے والے کو سابق اوراس کی روایت کو بھی روایت سابق کہتے ہیں اور بعد میں وصال کرنے والے کو لاحق اوراس کی روایت کو بھی روایت لاحق کہتے ہیں۔

✿ گویا سابق ولاحق دونوں کی وفات کے درمیان فاصل ہوتا ہے،اور بعض اوقات تو اس قدر زیادہ فاصل ہوتا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ شاید یہ دونوں ہمعصر بھی نہیں ہیں۔

سابق ولاحق کی وفات کے درمیان زیادہ سے زیادہ فاصلہ:

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میرے علم کے مطابق ایسے دوراویوں میں باعتبار وصال زیادہ سے زیادہ فاصلہ ڈیڑھ سو سال کا ہے اور یہ فاصلہ ایسے ثابت ہے کہ حافظ سلفی علیہ الرحمۃ سے ان کے استاذ گرامی ابوعلی بردانی علیہ الرحمۃ نے روایات بھی حاصل کیں ہیں، اوران کے واسطے سے انہیں آگے بیان بھی کیا ہے، اور پھر پانچویں صدی کے آغاز میں ان کا وصال ہوا ہے، اور حافظ سلفی علیہ الرحمۃ سے سماع کرنے والوں میں سے ان کے سب سے آخری شاگرد انہی کے پوتے ابو القاسم عبدالرحمٰن بن مکی علیہ الرحمۃ ہیں اوران کی وفات 650ہجری میں ہوئی۔

پس ابوعلی بردانی علیہ الرحمۃ جو کہ پانچویں صدی کی ابتدا میں وصال فرماگئے وہ سابق ہوئے اور ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مکی علیہ الرحمۃ چھٹی صدی کے درمیان میں وصال فرماگئے اور یہ لاحق ہوئے اور ان دونوں کے وصال کے درمیان کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ سو سال کا ہے۔

۞ اوراس سے زیادہ پرانی مثال ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک شاگرد ابوالعباس سراج سے تاریخ کے بارے چند روایات حاصل کیں ہیں اورامام بخاری علیہ الرحمۃ کا وصال 252ہجری میں ہوا اورابوالعباس سراج کے شاگردوں میں سے سب سے آخری ان کے شاگرد ابوالحسین الخفاف ہیں جن کی وفات 393ہجری میں ہوئی تو اس طرح ابو العباس سراج علیہ الرحمۃ کے دونوں شاگردوں (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالحسین الخفاف) کے درمیان فاصلہ 141 سال کا ہے۔

سابق ولاحق کی وفات کے درمیان اس قدر زیادہ فاصلہ کیوں؟

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دوراویوں کے درمیان اس قدر کثیر فاصلہ اس لئے ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اکثر وبیشتر راوی وشاگرد کا وصال جلد ہوجاتا ہے لیکن استاذ اس کی وصال کے بعد بھی عرصہ دراز تک زندہ رہتا ہے اور حدیث بیان کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اس کی عمر کے آخر میں کوئی نوعمر شاگرد اس سے روایت حاصل کرتا ہے اور وہ نوعمر عرصہ دراز تک وہ زندہ بھی رہتا ہے پس اس وجہ سے سابق ولاحق کی وفات کے درمیان اس قدر زیادہ فاصلہ آجاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

دوشیوخ کا ہمنام اور ہم وصف ہونا

﴿عبارت﴾: وَاِنْ رَوَى الرَّاوِيْ عَنْ اِثْنَيْنِ مُتَّفِقَيِ الْاِسْمِ اَوْمَعَ اسْمِ الْاَبِ اَوْمَعَ اسْمِ الْجَدِّ اَوْمَعَ النِّسْبَةِ وَلَمْ يَتَمَيَّزَا بِمَا يَخُصُّ كُلًّا مِنْهُمَا فَاِنْ كَانَا ثِقَتَيْنِ لَمْ يَضُرَّ وَمِنْ ذٰلِكَ

مَاوَقَعَ فِى الْبُخَارِىِّ فِى رِوَايَتِهٖ عَنْ اَحْمَدَ غَيْرَ مَنْسُوْبٍ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ فَاِنَّهٗ اِمَّا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ اَوْ اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى اَوْعَنْ مُحَمَّدٍ غَيْرَ مَنْسُوْبٍ عَنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاِنَّهٗ اِمَّا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَوْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهْلِىُّ وَقَدِ اسْتَوْعَبْتُ ذٰلِكَ فِىْ مُقَدِّمَةِ شَرْحِ الْبُخَارِىِّ وَمَنْ اَرَادَ لِذٰلِكَ ضَابِطًا كُلِّيًّا يَمْتَازُ بِهٖ اَحَدُهُمَا عَنِ الْاٰخَرِ فَبِاخْتِصَاصِهٖ اَىِ الرَّاوِىْ بِاَحَدِهِمَا يَتَبَيَّنُ الْمُهْمَلُ وَمَتٰى لَمْ يَتَبَيَّنْ ذٰلِكَ اَوْكَانَ مُخْتَصًّا بِهِمَا مَعًا فَاِشْكَالُهٗ شَدِيْدٌ فَيُرْجَعُ فِيْهِ اِلَى الْقَرَائِنِ وَالظَّنِّ الْغَالِبِ ۔

﴿ترجمہ﴾: اگر کوئی راوی دو ایسے اساتذہ سے روایت کرے جن کے اسماء ایک جیسے ہوں یا ان کے والد کے اسماء ایک جیسے ہوں یا ان کے داد کے اسماء ایک جیسے ہوں یا ان کی نسبتیں ایک جیسی ہوں اور یہ تمیز نہ ہو سکے کہ یہ ان میں سے کس کے ساتھ خاص ہے یعنی وہ کس کی روایت ہے اور اگر وہ دونوں کے دونوں ثقہ ہوں تو کوئی حرج نہیں، اس کی مثال بخاری کی وہ روایت ہے جو عن احمد عن ابن وھب کے طریق سے مروی ہے اور یہ احمد کسی کی طرف منسوب نہیں۔

پس اس سے یا تو احمد بن صالح یا احمد بن عیسیٰ مراد ہو سکتے ہیں، یا اس کی مثال محمد غیر منسوب عراقی کی ہے کیونکہ یا وہ محمد بن سلام ہے یا محمد بن یحییٰ ذہلی ہے اور میں نے شرح بخاری کے مقدمہ میں مکمل طور پر بیان کیا ہے جو شخص اس میں کسی ایسے کلی ضابطے کا طالب ہو جو ضابطہ ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے اختصاص پر نظر رکھے ان میں سے کسی ایک سے مہمل واضح ہو جائے گا، اور اگر واضح نہ ہو یا یہ کہ راوی کا دونوں کے ساتھ خصوصی تعلق ہو تو اس میں شدید اشکال ہے پس ایسی حالت میں قرائن اور ظن غالب کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ رَوَى الرَّاوِىْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مہمل مروی عنہ (استاذ) سے متعلق تفصیل بیان کرنی ہے۔

مبہم اور مہمل میں فرق:

مبہم راوی اسے کہتے ہیں جس کا نام ہی مذکور نہ ہو۔ اور مہمل راوی اسے کہتے ہیں جس کا نام تو مذکور ہو لیکن اس کی تعیین نہ ہو بلکہ اس میں اشتباہ ہو۔

✿ اگر کوئی راوی ایسے دو شیخوں سے روایت کرے جو ہمنام ہوں، یا دونوں کے والد ہمنام ہوں یا دونوں کے دادا ہمنام ہوں یا دونوں ایک جیسی نسبت رکھتے ہوں کسی اور صفت سے ان کے مابین امتیاز نہ ہو سکے، تو ان میں کسی ایک کی تعیین

اختصاص کے ساتھ کی جائے گی مثلاً راوی کو جس شیخ کے ساتھ زیادہ مصاحبت رہی ہو یا ہم وطنی حاصل ہو تو وہی شیخ مراد لیا جائے گا۔

اور اگر اختصاص بھی مساوی اور غیر معلوم ہو تو پھر قرینہ اور ظن غالب سے کام لیا جائے گا اور اگر امتیاز نہ ہو سکے اور دونوں میں سے ایک ثقہ ہو اور دوسرا غیر ثقہ ہو تو اس صورت میں مشکل پیش آئے گی، اور اگر دونوں ثقہ ہوں تو پھر کوئی حرج نہیں۔

۞ اس بحث کو مصنف علیہ الرحمۃ نے فتح الباری شرح بخاری کے مقدمہ ہدی الساری میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے۔

ہمنام شیوخ کی مثال:

جیسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ایک روایت "عَنْ اَحْمَدَ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ" کے طریق سے بیان کی ہے اس سند میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے شیخ "احمد" مہمل ہیں، کیونکہ اس کی کوئی نسبت مذکور نہیں پس یہ احمد! یا تو احمد بن صالح ہے یا پھر احمد بن عیسیٰ ہے اور یہ دونوں ہی امام بخاری علیہ الرحمۃ کے شیوخ ہیں۔

۞ اسی طرح امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ایک روایت "عن محمد عن اہل العراق" کے طریق سے ذکر کی ہے اور اس سند میں بھی امام بخاری علیہ الرحمۃ کے شیخ "محمد" مہمل ہیں کیونکہ ان کی کوئی بھی نسبت مذکور نہیں پس یہ محمد یا تو محمد بن سلام ہیں یا پھر محمد بن یحییٰ ذہلی ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

شیخ کی انکار کردہ روایت کا حکم

﴿عبارت﴾: وَاِنْ رَوٰى عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثًا وَجَحَدَ الشَّيْخُ مَرْوِيَّهُ فَاِنْ كَانَ جَزْمًا كَاَنْ يَّقُوْلَ كَذَبَ عَلَيَّ مَارَوَيْتُ لَهُ هٰذَا اَوْنَحْوَ ذٰلِكَ فَاِنْ وَقَعَ مِنْهُ ذٰلِكَ رُدَّ ذٰلِكَ الْخَبَرُ لِكَذِبِ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لَا بِعَيْنِهٖ وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَادِحًا فِيْ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِلتَّعَارُضِ اَوْ كَانَ جَحَدَهُ اِحْتِمَالًا كَاَنْ يَّقُوْلَ مَا اَذْكُرُ هٰذَا اَوْ لَا اَعْرِفُهُ قُبِلَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ فِي الْاَصَحِّ لِاَنَّ ذٰلِكَ يُحْمَلُ عَلٰى نِسْيَانِ الشَّيْخِ وَقِيْلَ لَا يُقْبَلُ لِاَنَّ الْفَرْعَ تَبَعٌ لِلْاَصْلِ فِيْهِ اِثْبَاتُ الْحَدِيْثِ بِحَيْثُ اِذَا اَثْبَتَ اَصْلُ الْحَدِيْثِ ثَبَتَتْ رِوَايَةُ الْفَرْعِ وَكَذٰلِكَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ فَرْعًا عَلَيْهِ وَتَبَعًا لَهُ فِي التَّحْقِيْقِ.

﴿ترجمہ﴾: اگر کسی شاگرد نے استاذ سے حدیث روایت کی لیکن استاذ اس کی روایت کا انکار کرے تو اگر یہ انکار یقینی طور پر ہے مثلاً یوں کہہ دے کہ اس نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے یا یہ کہہ دے کہ میں نے اسے یہ روایت بیان

نہیں کی، وغیرہ تو اس خبر کو رد کر دیا جائے گا ان دونوں میں سے کسی ایک کے جھوٹ کی وجہ سے اور یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں جرح کا باعث نہیں ہوگا یا کیونکہ یہ تعارض کی صورت ہے، یا اس کا انکار احتمالاً ہوگا مثلاً اس نے یہ کہا یہ مجھے یاد نہیں یا اسے میں نہیں پہچانتا، تو صحیح ترین مذہب کے مطابق یہ روایت قبول کی جائے گی، کیونکہ اسے شیخ کے نسیان پر قیاس کیا جائے گا اور ایک قول کے مطابق یہ روایت قبول نہیں کیا جائے گی کیونکہ اثبات حدیث میں فرع اصل کے تابع ہے یعنی جب اصل حدیث کو ثابت رکھے تو فرع کی روایت بھی ثابت ہو گی۔ پس مناسب یہ ہے کہ تحقیق میں اس پر فرع اور تابع بھی اسی طرح ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ رَوٰی عَنْ شَیْخٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ راوی کی روایت کا شیخ حتمی طور پر یا احتمالی طور پر انکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی راوی اپنے شیخ سے روایت بیان کرے اور جب اس روایت کی بابت اس کے شیخ سے پوچھا جائے تو وہ انکار کر دے تو اب شیخ کا یہ انکار دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو یقینی لفظ کے ساتھ ہوگا مثلاً وہ یوں کہے کہ اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے یہ روایت میں نے اسے بیان نہیں کی ہے وغیرہ تو یہ روایت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس صورت میں ان دونوں میں سے کوئی ایک ضرور جھوٹا ہوگا لیکن یقین کے ساتھ کسی ایک کو جھوٹا نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی اس وجہ سے ان دونوں میں سے کسی ایک پر جرح ہوگی۔

اور اگر شیخ نے روایت کا انکار بطور یقین نہیں بلکہ بطور شک کیا یعنی یوں کہا مجھے یاد نہیں یا کہا میں اسے نہیں جانتا، تو صحیح ترین قول کے مطابق یہ حدیث قبول کی جائے گی، اور شیخ کا قول نسیان پر محمول ہوگا۔

بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ وہ روایت اس صورت میں بھی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اثبات حدیث میں شیخ اصل ہے اور راوی فرع ہے جب تک اصل ثابت نہ کرے فرع روایت کو کیسے ثابت کر سکتا ہے؟ اسی طرح عدم اثبات میں بھی راوی شیخ کا تابع ہوگا جب شیخ ہی ثابت نہیں کریگا تو راوی بھی ثابت نہیں کر سکے گا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

بعض ائمہ کرام کا استدلال مردود

﴿عبارت﴾: وَهٰذَا مُتَعَقَّبٌ بِاَنَّ عَدَالَةَ الْفَرْعِ يَقْتَضِيْ صِدْقَهٗ وَعَدَمُ عِلْمِ الْاَصْلِ لَا يُنَافِيْهِ فَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِيْ وَاَمَّا قِيَاسُ ذٰلِكَ بِالشَّهَادَةِ فَفَاسِدٌ لِاَنَّ شَهَادَةَ الْفَرْعِ لَا تُسْمَعُ

مَعَ الْقُدْرَةِ عَلٰى شَهَادَةِ الْاَصْلِ بِخِلَافِ الرِّوَايَةِ فَافْتَرَقَا وَفِيْهِ اَيْ فِيْ هٰذَا النَّوْعِ صَنَّفَ الدَّارُقُطْنِيُّ كِتَابًا مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ وَفِيْهِ مَا يَدُلُّ عَلٰى تَقْوِيَةِ الْمَذْهَبِ الصَّحِيْحِ لِكَوْنِ كَثِيْرٍ مِّنْهُمْ حَدَّثُوْا بِاَحَادِيْثَ فَلَمَّا عُرِضَتْ عَلَيْهِمْ لَمْ يَتَذَكَّرُوْا لٰكِنَّهُمْ لِاعْتِمَادِهِمْ عَلَى الرُّوَاةِ عَنْهُمْ صَارُوْا يَرْوُوْنَهَا عَنِ الَّذِيْنَ رَوَوْهَا عَنْهُمْ عَنْ اَنْفُسِهِمْ كَحَدِيْثِ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا فِيْ قِصَّةِ الشَّاهِدِ وَالْيَمِيْنِ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ حَدَّثَنِيْ بِهِ رَبِيْعَةُ بْنُ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ بَعْدَ ذٰلِكَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ رَبِيْعَةُ عَنِّيْ اَنِّيْ حَدَّثْتُهُ عَنْ اَبِيْ بِهِ وَنَظَائِرُهُ كَثِيْرَةٌ

﴿ترجمہ﴾: اور اس کا اس طرح تعاقب کیا گیا ہے کہ یقیناً فرع کی عدالت اس کے صدق کا تقاضا کرتی ہے اور اصل کا عدم علم اس کے منافی نہیں ہے پس مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر، البتہ اسے شہادت پر قیاس کرنا فاسد ہے کیونکہ روایت کے برخلاف شہادت پر قدرت ہوتے ہوئے فرع کی شہادت نہیں سنی جاتی لہٰذا وہ دونوں (روایت وشہادت) جدا ہوگئیں، اور اس قسم میں دار قطنی نے ''مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ'' کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں وہ بات بھی ہے جو مذہب صحیح کی تقویت پر دلالت کرتی ہے۔

ان میں سے بہت سے حضرات نے حدیث روایت کی پھر جب ان کے سامنے جب پیش کیا گیا تو ان کو یاد نہیں آیا لیکن اپنے رواۃ پر اعتماد کی وجہ سے وہ خود ان سے روایت کرنے لگے جنہوں نے ان سے روایت کیا جیسے سہیل بن صالح کی شاہد ویمین سے متعلق وہ روایت جو عن ابیہ عن ابی ہریرۃ کے طریق سے مروی ہے عبد العزیز بن محمد دراوردی نے کہا کہ مجھ سے ربیعہ بن عبد الرحمٰن نے سہیل کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی، اس نے کہا کہ جب میری سہیل سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا کہ ربیعہ نے آپ کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی ہے پس سہیل اس کے بعد یہ کہتے تھے کہ ربیعہ نے مجھ سے روایت کی، اور میں نے اس سے یہ روایت والد کے واسطے سے بیان کی اور اس کی بہت مثالیں ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَهٰذَا مُتَعَقَّبٌ بِاَنَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بعض ائمہ کرام کا ماقبل میں بیان کردہ استدلال (کہ جو اصل سے ثابت نہ ہو وہ فرع سے ثابت نہیں ہوتا) کا رد کرنا ہے۔

ماقبل میں یہ کہا گیا تھا'' کہ اگر شیخ نے بطور شک انکار کرے اور کہا لا اذکر ھذا یا لا اعرفہ تو بعض ائمہ کرام کے نزدیک اس کی حدیث قبول نہیں کی جائیگی اور دلیل کے طور پر یہ کہا تھا کہ اثبات حدیث میں شیخ اصل ہے اور راوی اس کی فرع ہے

جب تک اصل ثابت نہ کرے فرع کیسے ثابت کر سکتا ہے اسی طرح عدم اثبات میں بھی راوی شیخ کے تابع ہوگا جب شیخ ہی ثابت نہیں کریگا تو راوی اسے کیسے ثابت کریگا؟''

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال درست نہیں کیونکہ جب راوی عادل ہے تو اس کا عادل ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کی روایت قبول کر لی جائے شیخ کا بطور شک انکار کرنا اس کے تیقن کے منافی نہیں، تو جب منافات ثابت نہ ہوئی تو یقین کو شک پر ترجیح دیتے ہوئے حدیث کو قبول کیا جائے گا۔

✿ باقی اس مسئلہ کو مسئلہ شہادت پر قیاس کرنا درست نہیں کہ جس طرح شہادت میں اصل کے ہوتے ہوئے فرع کی شہادت قبول نہیں کی جاتی اسی طرح یہاں اصل کے ہوتے ہوئے فرع یعنی شاگرد کی روایت بھی قبول نہیں کی جانی چاہیئے، کیونکہ یہ قیاس! قیاس مع الفارق ہے اس لئے شہادت اور روایت کے احکام میں فرق ہے کہ جب اصل گواہ شہادت پر قادر ہو تو اس کی قدرت کی موجودگی میں فرع شہادت نہیں دے سکتا لیکن روایت میں معاملہ ایسے نہیں بلکہ اصل یعنی شیخ کی قدرت کے باوجود فرع یعنی راوی روایت بیان کر سکتا ہے۔

امام دارقطنی کی تائید:

✿ اس موضوع پر امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام من حدث ونسی ہے اس کتاب میں قول صحیح کی تائید کی گئی ہے کہ شیخ کے لاعلمی کے اظہار کے باوجود شاگرد کی روایت مقبول ہوتی ہے، اس کتاب میں بہت سے ایسے شیوخ کا ذکر ہے کہ جنہوں نے روایات بیان کیں مگر بعد میں جب وہ روایات ان کے سامنے پیش کی گئیں تو انہوں نے ان کے بارے لاعلمی کا اظہار کر دیا لیکن انہیں چونکہ اپنے تلامذہ پر بھرپور اعتماد تھا لہٰذا وہ شیوخ ان احادیث کو اس طرح بیان کرتے تھے کہ یہ رواۃ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں یہ روایات بیان کی ہیں۔

شیخ کی لاعلمی کی مثال:

اس کی مثال سہیل بن صالح کی وہ روایت ہے جو شاہد اور یمین کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے چنانچہ عبد العزیز بن محمد دراوردی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے ربیعہ بن عبد الرحمن نے سہیل سے بیان کی، جب سہیل سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو سہیل نے کہا کہ مجھے یاد نہیں تو پھر میں نے سہیل سے کہا یہ روایت ربیعہ نے میرے سامنے آپ کے واسطے سے بیان کی ہے اس کے بعد سہیل اس روایت کو یوں بیان کرتے تھے کہ

حدثني ربيعة عني اني حدثته عن ......

☆ کہ میں نے ان کو یہ حدیث اپنے باپ کے واسطے سے روایت کی، اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ایسی بکثرت ہیں۔

حدیث مسلسل کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاِنِ اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِیْ اِسْنَادٍ مِنَ الْاَسَانِیْدِ فِیْ صِیَغِ الْاَدَاءِ کَسَمِعْتُ فُلَانًا قَالَ سَمِعْتُ فُلَانًا اَوْ حَدَّثَنَا فُلَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَانٌ وَغَیْرَ ذٰلِكَ مِنَ الصِّیَغِ اَوْ غَیْرِهَا مِنَ الْحَالَاتِ الْقَوْلِیَّةِ کَقَوْلِهٖ دَخَلْنَا عَلٰی فُلَانٍ فَاَطْعَمَنَا تَمَرًا اِلٰی اٰخِرِهٖ اَوِ الْقَوْلِیَّةِ وَالْفِعْلِیَّةِ مَعًا کَقَوْلِهٖ حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ وَهُوَ اٰخِذٌ بِاللِّحْیَةِ قَالَ اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ اِلٰی اٰخِرِهٖ فَهُوَ الْمُسَلْسَلُ وَهُوَ مِنْ صِفَاتِ الْاِسْنَادِ وَقَدْ یَقَعُ التَّسَلْسُلُ فِیْ مُعْظَمِ الْاِسْنَادِ کَحَدِیْثِ الْمُسَلْسَلِ بِالْاَوَّلِیَّةِ فَاِنَّ السِّلْسِلَةَ یَنْتَهِیْ فِیْهِ اِلٰی سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَةَ فَقَطْ وَمَنْ رَوَاهُ مُسَلْسَلًا اِلٰی مُنْتَهَاهُ فَقَدْ وَهِمَ

﴿ترجمہ﴾: اگر کئی سندوں میں سے کسی ایک سند میں تمام راوی ادائیگی روایت کے صیغوں میں متفق ہو جائیں، مثلاً سمعت فلانا یاقال سمعت فلانا یاحدثنا فلان یا اس کے علاوہ اور الفاظ ہوں خواہ حالات قولیہ میں ہوں جیسے سمعت فلانا یقول اشهد بالله لقد حدثنی فلان الخ یا حالات فعلیہ ہوں مثلاً راوی کا یہ قول دخلنا علی فلان فأطعمنا تمرا الخ : یا قول اور فعل دونوں حالات ہوں مثلاً راوی کا یہ قول حدثنی فلان وهو اخذ بلحیته قال امنت بالقدر الخ اس صورت کو مسلسل کہتے ہیں اور یہ اسناد کی صفات میں سے ہے کبھی یہ تسلسل اسناد کے اکثر حصہ میں واقع ہوتا ہے جیسے حدیث مسلسل بالاولیت کہ اس میں یہ تسلسل صرف سفیان ثوری تک جا کر ختم ہو جاتا ہے پس جس نے آخر تک مسلسل روایت کی اس کو وہم ہوا۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنِ اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حدیث مسلسل کا بیان کرنا ہے۔

حدیث مسلسل کی تعریف:

حدیث مسلسل وہ حدیث ہے جسے سلسلہ سند کے تمام روات ایک ہی صیغہ ولفظ کے ساتھ روایت کریں یا اس روایت کو بیان کرتے ہوئے تمام کی حالت قولیہ ایک ہو یا حالت فعلیہ ایک ہو یا حالت قولیہ اور حالت فعلیہ ایک ہو۔

وحدت صیغہ کی مثال:

ہر ایک راوی سند کی ابتداء سے لے کر سند کی انتہاء تک ایک جیسا ہی لفظ اور صیغہ استعمال کرے، مثلاً حدثنا فلان کہے، یا سمعت فلانا کہے یا قال حدثنا فلان کہے۔

وحدتِ قولیہ کی مثال:

تمام روات ایک قول پر متفق ہو جائیں۔ جیسے آقائے دو جہاں ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

اِنِّیْ اُحِبُّكَ فَقُلْ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ .

(مجھے تم سے محبت ہے پس تم ہر نماز کے بعد کہا کرو اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر میں اور شکر میں اور بہترین عبادت کرنے میں)

اس حدیث کو روایت کرتے وقت ہر ایک راوی اپنے شاگرد سے کہا کرتا تھا اِنِّیْ اُحِبُّكَ فَقُلْ الخ

وحدتِ فعلیہ کی مثال:

تمام روات روایت کرتے وقت کسی ایک کام کرنے پر متفق ہو جائیں۔ مثلاً تمام رواۃ یوں بیان کریں کہ

دخلنا علی فلان فاطعمنا تمرا،

اس کی مثال وہ حدیث پاک بھی ہے جس کو بیان کرتے ہوئے ہر ایک شیخ اپنے شاگرد سے مصافحہ کرتا رہا۔ جسے حدیث مسلسل بالمصافحہ بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث مسلسل بالمصافحہ:

قبل اس کے کہ میں (مفتی محمد یوسف القادری) حدیث مسلسل بالمصافحہ کا بیان کروں اس سے پہلے ایک خاص نعمتِ خداوندی کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو مجھے ایک خاص موقع پر عطا کی گئی۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک بار میں نے شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں (انڈیا والے) اطال اللہ عمرہ کی زبانی سنا" کہ وہ ان خوشنصیب شخصیات میں سے ہیں کہ جو درجۂ ساتویں ہیں ان میں سے کہ جنہوں نے بالترتیب حضور سیدنا غوث الاعظم کو دیکھا اور حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان عالیشان ہے کہ جس نے مجھے دیکھنے والوں میں سے ساتویں کو بھی دیکھا وہ بھی جنتی ہے"۔ شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں اطال اللہ عنہ کا یہ ویڈیو کلپ سنکر میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ انڈیا جاتے ہیں اور جا کر حضور مدنی میاں کی زیارت کر کے آتے ہیں اور حضور سیدنا غوث لاعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملنے والی جنتی ہونے کی خوشخبری وصول کرتے ہیں کئی دوستوں سے مشورہ کیا مگر معاملہ جوں کا توں رہا، ہر کوئی یہی کہتا کہ انڈیا اور پاکستان کے مابین حالات اچھے نہیں ہیں، لہٰذا وہاں نہ جانا ہی بہتر ہے۔

اسی دوران میرے ایک عظیم شاگرد، عظیم دوست علامہ محمد خلیل قادری صاحب نے مجھے اطلاع کی حضور قبلہ شیخ الاسلام علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری اطال اللہ عمرہ نے حدیث مسلسل بالمصافحہ کو روایت کرنے کا اور اس کی اجازت دینے کا لاہور و شیخوپورہ علماء کے لئے اہتمام کیا ہے لہٰذا آپ بھی تیاری کریں۔

چنانچہ میں بھی علماء شیخوپورہ کے ہمراہ لاہور ماڈل ٹاؤن مرکز المنہاج میں پہنچا، علماء کرام کا جم غفیر تھا، اس موقع پر کئی مصنفین ومؤلفین علمائے کرام بھی تشریف لائے ہوئے تھے، اور اپنی تصنیفات وتالیفات کو کسی نہ کسی ذریعے سے سٹیج پر پہنچا کر قبلہ شیخ الاسلام کی نذر کر رہے تھے مگر مجھے اللہ پاک نے اس فضل وکرم سے نوازا کہ مجھے اپنی تصنیفات سٹیج پر نہیں بھجوانی پڑیں، بلکہ سٹیج پر یہ میرے لئے اعلان ہوا کہ وہ سٹیج پر آئیں اور اپنی تصنیفات حضور قبلہ شیخ الاسلام کو خود آ کر دکھائیں۔

چنانچہ انتہائی قربت سے حضور قبلہ شیخ الاسلام کی زیارت، صحبت اور قدم بوسی کا موقع ملا، اور قبلہؒ کی طرف سے بار بار مبارکبادی اور دعاؤں کا تحفہ ملا، واپسی اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد ایک بار پھر بخت بلند ہوا کہ حضور قبلہ شیخ الاسلام علماء کرام کے جم غفیر سے گویا ہوئے کہ آپ میں سے کوئی جامعہ نظامیہ رضویہ سے بھی آیا ہے میں نے کہا جی حضور! میں وہاں کا استاذ ہوں! آپ نے پھر میری آمد کا شکریہ ادا کیا اور اپنے خصوصی توجہ ونگاہ سے نوازا۔

الغرض! پھر حضور قبلہ شیخ الاسلام کا خطاب شروع ہوا اور آخر میں انہوں نے یہ حدیث پاک جو کہ حدیث مسلسل بالمصافحہ ہے تمام علمائے کرام کو باہم مصافحہ کراتے ہوئے اور خود بھی اس مصافحہ میں شریک ہوتے ہوئے یہ حدیث پاک پڑھی۔

قال رسول اللہ من صافحنی وصافح من صافحنی الی سبع مرات وجبت علی شفاعتہ

اور قبلہ نے فرمایا انا المصافح الخامس کہ میں حضور ﷺ سے مصافحہ کرنے والوں میں سے پانچواں ہوں اور تم چھٹے ہو گئے ہو، اور قبلہ نے آخر میں تمام علمائے کرام کو روایت حدیث کی اجازت عطا فرمائی اور حدیث مسلسل بالمصافحہ کی سند بھی تقسیم فرمائی۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رُوایةُ الحدیث المُسَلْسَلِ بالمصافحة

صافحتُ انا الدکتور محمد طاهر القادری اَخِیَ الصالح ......محمد یوسُف القادری ولد محمد رمضان بهٹی وَاَسْمَعْتُهُ "اَلْحَدِیْثُ الْمُسَلْسَلَ بِالْمُصَافَحَةِ" کَمَاصَافَحَنِیْ وَاَسْمَعَنِیْ وَرَوٰی وَاَجَازَلِیَ الشَّیْخُ حسینُ بْنُ احمدَ عُسَیرَانُ اذالَقِیْتُهُ فی بَیْتِهٖ یومَ اَلاحد الْمُصَادِفَ فی الْوَاحِدِ مِنْ شَهْرِ جُمَادَی الاخِرَة سنة 1425هجری بمدینة بیروتَ بِلُبنانَ وهو صَافَحَنِیْ وقَالَ اُصَافِحُكَ کَمَاصَافَحَنِیْ الشَّیْخُ مُحَمَّدُ الْعَرَبِیُّ بْنُ محمدِ الْمَهْدِیّ الْعَزُوْزِیُّ الْحَسَنِیُّ وَقَالَ اُصَافِحُكَ کَمَاصَافَحَنِیْ الشَّیْخُ مُحَمَّدٌ مصطفَی الْمَشْهُوْرُ بماءِ الْعَیْنَیْنِ الشِّنْقِیْطِیُّ وَقَالَ اُصَافِحُكَ کَمَا صَافَحَنِیْ خَالِی الْوَلِیُّ

الْكَامِلُ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ الْكُحَيْلُ، وَقَالَ اُصَافِحُكَ كَمَا صَافَحَنِي الْقَاضِيُ شَمْهُوْرَش الْجِنِّيُ الصَّحَابِيُّ وَقَالَ اُصَافِحُكَ كَمَا صَافَحَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَقَالَ مَنْ صَافَحَنِيْ وَصَافَحَ مَنْ صَافَحَنِيْ اِلٰى اَرْبَعٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَخْرَجَ ابْنُ الطَّيِّبِ بِسَنَدٍ اٰخَرَ وَزَادَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَافَحَ مَنْ صَافَحَنِيْ اِلٰى سَبْعِ مَرَّاتٍ وَجَبَتْ عَلَيَّ شَفَاعَتُهُ وَاخرج الحديث الْمُسَلْسَلَ بالمصافحةِ ابْنُ عَقِيْلَةَ وَالدِّيْبَاجِيُّ وَابْنُ الْمُفَضَّلِ وَالتَّمِيْمِيُّ بِاَسَانِيْدَ اُخْرٰى وَكَذَالِكَ اَخْرَجَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ اَحْمَدَ بِنْ نُوْحٍ الْقُوْصِيُّ وَهُوَ صَافَحَ اَبَا الْعَبَّاسِ الْمُلَثَّمِ الَّذِيْ عَاشَ اِلٰى رَأْسِ سَبْعِ مِائَةٍ وَهُوَ صَافَحَ اَبَا عَبْدِ اللهِ الْمُعَمَّرِ الَّذِيْ عَاشَ اَرْبَعَ مِائَةِ سَنَةٍ وهو قال صَافَحَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَقَالَ مَنْ صَافَحَنِيْ اَوْ صَافَحَ مَنْ صَافَحَنِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ فِيْ لِسَانِ الْمِيْزَانِ وَالْاِصَابَةِ عَنِ الْكَمَالِ اَبِي الْبَرَكَاتِ بْنِ اَبِيْ زَيْدٍ الْمِكْنَاسِيِّ عَنْ طَرِيْقِ الْاِمَامِ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدٍ الصِّقِلِّيِّ وَهٰكَذَا رَوَاهُ الْاِمَامُ ابراهيمُ بْنُ حَسَنٍ الْكُوْرَانِيُّ عَنِ الامامِ النَّجْمِ الغَزِيِّ مُتَّصِلًا اِلٰى اَبِي الْعَبَّاسِ الْمُلَثَّمِ وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ الْمُعَمَّرِ وَصَرَّحَ بِهِ الْاِمَامُ الشَّعْرَانِيُّ فِي الطَّبَقَاتِ وَالشيخ عَبْدُ العزيزِ الدَّبَّاغُ فِي الْاِبْرِيْزِ وَثَبَتَ وَوَثَّقَ الشَّيْخُ الْمُحَدِّثُ عَبْدُ الْبَاقِي الْاَنْصَارِيُّ اللَّكْنَوِيُّ بِجميعِ الاحاديثِ الْمَرْوِيَّةِ عَنِ الْقَاضِيْ شَمْهُوْرَش الْجِنِّيِّ الصحابيِّ وَاَبِيْ عَبْدِ اللهِ الْمُعَمَّرِ الصَّحَابِيِّ وَالخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَنَاهِلِ السَّلْسَلَةِ فِي الْاَحَادِيْثِ الْمُسَلْسَلَةِ

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى هٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعَظِيْمَةِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى ذَاتِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ الْكَرِيْمَةِ ﷺ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

كَتَبَهُ مُحَمَّد طاهرُ القادری ۔

ابْنُ الْمُحَدِّثِ الْمُسْنِدِ الدُّكْتُوْر فريدالدين القادری باكستان

✿ میں متمنی تھا حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی جانب سے عطا کردہ جنتی ہونے کی خوشخبری پانے کا مگر اللہ رب العزت کرم نے ایسا کیا کہ مجھے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ سے جنتی ہونے کی خوشخبری مل گئی۔

✿ میں متمنی تھا کسی طرح انڈیا ہی چلے جاؤں اور اس نعمتِ عظمٰی کو پالوں مگر اللہ رب العزت نے کرم ایسا کیا گھر میں بیٹھے ہی سب کچھ دے دیا۔

✿ میں متمنی تھا کسی طرح مجھے جنتی ہونے کا اعزاز مل جائے لیکن اللہ نے ایسا کرم کر دیا ہے کہ اب اس اعزاز میں! میں اوروں کو بھی شریک کر سکتا ہوں، کیونکہ میں چھٹا ہوں اور حضور ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ صَافَحَ مَنْ صَافَحَنِیْ اِلٰی سَبْعِ مَرَّاتٍ وَجَبَتْ عَلَیَّ شَفَاعَتُہٗ

فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ھٰذِہِ النِّعْمَۃِ الْعَظِیْمَۃِ

وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی ذَاتِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الْکَرِیْمَۃِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

وحدت قولیہ وفعلیہ کی مثال:

جس میں رواۃ کے قول اور فعل دونوں میں اتفاق ہو گیا ہو جیسے حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں لایجد العبد حلاوۃ الایمان حتی یؤمن بالقدر خیرہ و شرہ وحلوہ ومرہ قال انس قبض رسول اللہ علی لحیتہ وقال امنت بالقدر

چنانچہ اس کے بعد یہ روایت بیان کرتے وقت ہر آنے والا محدث اپنی داڑھی پکڑ کر یوں کہتا تھا کہ امنت بالقدر

تسلسل کس کی صفت ہے حدیث کی یا سند کی؟

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تسلسل صرف سند کی صفت ہے متن کی نہیں۔

تسلسل کہاں سے کہاں تک ہوتا ہے اور کہاں تک ہوسکتا ہے:

اکثر وبیشتر تسلسل ابتدائے سند سے انتہائے سند تک ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی پوری سند میں تسلسل نہیں ہوتا بلکہ اکثر درجات میں ہوتا ہے جیسے حدیث مسلسل بالاولیت ہے کہ اس کی پوری سند میں تسلسل نہیں بلکہ ابتداء سے حضرت سفیان ثوری تک تسلسل ہے اس کے بعد نہیں چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس نے اس کو آخر تک تسلسل بیان کیا ہے اس نے غلطی کی ہے۔

حدیث مسلسل بالاولیت:

یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی مروی روایت ہے اس کی سند کے اکثر حصے میں تسلسل ہے۔

اور وہ حدیث یہ ہے اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

الفاظِ حدیث کے مراتبِ ثمانیہ

﴿عبارت﴾ وَصِيَغُ الْاَدَاءِ الْمُشَارُ اِلَيْهَا عَلٰى ثَمَانِ مَرَاتِبَ اَلْاُوْلٰى سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِیْ ثُمَّ اَخْبَرَنِیْ وَقَرَأْتُ عَلَيْهِ وَهِیَ الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ ثُمَّ قُرِیَٔ عَلَيْهِ وَاَنَا اَسْمَعُ وَهِیَ الثَّالِثَةُ ثُمَّ اَنْبَاَنِیْ وَهِیَ الرَّابِعَةُ ثُمَّ نَاوَلَنِیْ وَهِیَ الْخَامِسَةُ ثُمَّ شَافَهَنِیْ اَیْ بِالْاِجَازَةِ وَهِیَ السَّادِسَةُ ثُمَّ كَتَبَ اِلَیَّ اَیْ بِالْاِجَازَةِ وَهِیَ السَّابِعَةُ ثُمَّ عَنْ وَنَحْوُهَا مِنَ الصِّيَغِ الْمُحْتَمَلَةِ لِلسِّمَاعِ وَالْاِجَازَةِ وَلِعَدَمِ السِّمَاعِ اَيْضًا وَهٰذَا مِثْلُ قَالَ وَذَكَرَ وَرَوٰى ۔

﴿ترجمہ﴾: اور روایت کی ادائیگی کے الفاظ کہ جن کی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا وہ آٹھ مراتب پر ہیں، پہلا سمعت وحدثنی ہے پھر اخبرنی اور قرأت علیہ ہے اور یہ دوسرا مرتبہ ہے پھر قرئ علیہ وانا اسمع ہے یہ تیسرا مرتبہ ہے پھر انبانی ہے اور یہ چوتھا مرتبہ ہے، پھر ناولنی ہے اور یہ پانچواں مرتبہ ہے پھر شافہنی بالاجازت ہے یہ چھٹا مرتبہ ہے پھر کتب الی بالاجازۃ ہے اور یہ ساتواں مرتبہ ہے پھر عن اور اس کی مثل ہیں جو سماع واجازت کا احتمال بھی رکھتے ہیں اور عدم سماع کا بھی احتمال رکھتے ہیں، اور یہ قال، ذکر اور روی کی طرح ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَصِيَغُ الْاَدَاءِ الْمُشَارُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان الفاظ اور صیغ مختلفہ کا بیان کرنا ہے جو حدیث کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں مصنف علیہ الرحمۃ نے انہیں مراتبِ ثمانیہ میں تقسیم کیا ہے۔ جو کہ یہ ہیں۔

1) پہلا مرتبہ	سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِیْ	میں نے سنا یا اس نے مجھے بتلایا
2) دوسرا مرتبہ	اَخْبَرَنِیْ وَقَرَأْتُ عَلَيْهِ	اس نے مجھے خبر دی یا میں نے اس کے سامنے پڑھا
3) تیسرا مرتبہ	قُرِیَٔ عَلَيْهِ وَاَنَا اَسْمَعُ	اس کے سامنے پڑھا گیا اور میں سن رہا تھا
4) چوتھا مرتبہ	اَنْبَاَنِیْ	اس نے مجھے خبر دی۔
5) پانچواں مرتبہ	نَاوَلَنِیْ	اس نے مجھے دیا۔
6) چھٹا مرتبہ	شَافَهَنِیْ بِالْاِجَازَةِ	اس نے مجھے زبانی اجازت دی۔
7) ساتواں مرتبہ	كَتَبَ اِلَیَّ بِالْاِجَازَةِ	اس نے اجازتِ روایت دیکر میری طرف لکھا
8) آٹھواں مرتبہ	عَنْ، قَالَ، ذَكَرَ، رَوٰى	فلاں سے مروی ہے، اس نے کہا، اس نے ذکر کیا، اس نے روایت کی۔

الفاظِ حدیث کے مراتبِ ثمانیہ میں پہلے دو کی تفصیل

﴿عبارت﴾: فَاللَّفْظَانِ الْاَوَّلَانِ مِنْ صِيَغِ الْاَدَاءِ وَهُمَا سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِي صَالِحَانِ لِمَنْ سَمِعَ وَحْدَهُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَتَخْصِيْصُ التَّحْدِيْثِ بِمَاسَمِعَ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ هُوَالشَّائِعُ بَيْنَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اِصْطِلَاحًا وَلَافَرْقَ بَيْنَ التَّحْدِيْثِ وَالْاِخْبَارِ مِنْ حَيْثُ اللُّغَةِ وَفِي اِدِّعَاءِ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا تَكَلُّفٌ شَدِيْدٌ لٰكِنْ تَقَرَّرَ فِي اصْطِلَاحٍ اِنَّمَا شَاعَ عِنْدَ الْمُشَارِقَةِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ وَاَمَّا غَالِبُ الْمَغَارِبَةِ فَلَمْ يَسْتَعْمِلُوْا هٰذَا الْاِصْطِلَاحَ بَلِ الْاِخْبَارُ وَالتَّحْدِيْثُ عِنْدَهُمْ بِمَعْنًى وَاحِدٍ ۔

﴿ترجمہ﴾: ادائیگی کے الفاظ میں سے پہلے دو یعنی سمعت اور حدثنی ایسے راوی کے لئے مخصوص ہیں کہ جس نے تنہا اپنے شیخ سے سنا ہو اور تحدیث کو شیخ سے سننے کے ساتھ خاص کرنے کی اصطلاح محدثین رحمہم اللہ کے ہاں مشہور معروف ہے اور لغوی اعتبار سے تحدیث اور اخبار میں کوئی فرق نہیں اور ان دونوں کے درمیان فرق کا دعویٰ شدید تکلف پر مبنی ہے لیکن اب چونکہ یہ بات ایک اصطلاح میں ثابت ہو چکی ہے تو پھر حقیقت عرفی بن گئی ہے جو حقیقت عرفیہ پر مقدم ہوتی ہے اس کے باوجود اہل مشرق اور ان کے متبعین کے ہاں یہی رائج ہے مگر علمائے مغرب یہ اصطلاح استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں تحدیث اور اخبار ہم معنیٰ ہیں۔

﴿تشریح﴾:

فَاللَّفْظَانِ الْاَوَّلَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ الفاظ حدیث کے مراتب ثمانیہ میں سے پہلے دو کی تفصیل کرنی ہے۔ کہ سمعت اور حدثنی یہ دونوں مفرد کے صیغے ہیں یہ اس وقت مستعمل ہوتے ہیں کہ جب راوی نے اکیلے اپنے شیخ سے حدیث سنی ہو، اس کے ساتھ کوئی دوسرا راوی سماع حدیث میں شریک نہ ہوا ہو۔

تحدیث اور اخبار میں فرق:

ان دونوں لفظوں میں لغوی طور پر کوئی فرق نہیں، ہاں البتہ ان میں اصطلاحی اعتبار سے اکثر محدثین رحمہم اللہ ان (تحدیث اور اخبار) میں فرق کرتے ہیں کہ شیخ سے زبانی سنی ہوئی حدیث کو تحدیث کے ساتھ خاص کرتے ہیں یعنی ایسی صورت میں وہ حدثنی یا حدثنا کا لفظ استعمال کرتے ہیں اخبرنی یا اخبرنا کا لفظ استعمال نہیں کرتے۔

چونکہ یہ اصطلاحی فرق محدثین رحمہم اللہ کے ہاں مسلمہ ہے لہٰذا یہ حقیقت عرفیہ ہو گیا، اور حقیقت عرفیہ کو حقیقت لغویہ پر تقدم حاصل ہوتا ہے لہٰذا ان دونوں صورتوں میں سے فرق والی صورت راجح ہو گی۔

تحدیث کی اصطلاح خاص کس کی وضع کردہ ہے؟

تحدیث کی اصطلاح خاص فقط علماء مشرق کی ایجاد کردہ ہے اہل مغرب کی نہیں، بلکہ اہل مغرب اس اصطلاح کا بالکل استعمال نہیں کرتے، ان کے ہاں تو اخبار اور تحدیث میں کوئی فرق نہیں، وہ ان دونوں لفظوں کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرتے رہتے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

صیغہ جمع اور سماع کو ثابت کرنے میں سب سے زیادہ صریح صیغہ

﴿عبارت﴾: فَاِنْ جَمَعَ الرَّاوِیْ اَیْ اَتٰی بِصِیْغَةِ الْاُوْلٰی جَمْعًا کَاَنْ یَّقُوْلَ حَدَّثَنَا فُلَانٌ اَوْسَمِعْنَا فُلَانًا یَقُوْلُ فَهُوَ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ سَمِعَ مَعَ غَیْرِهٖ وَقَدْ یَکُوْنُ النُّوْنُ لِلْعَظْمَةِ لٰکِنْ بِقِلَّةٍ وَاَوَّلُهَا اَیْ صِیَغِ الْمَرَاتِبِ اَصْرَحُهَا اَیْ اَصْرَحُ صِیَغِ الْاَدَاءِ فِیْ سِمَاعِ قَائِلِهَا لِاَنْ لَّا یَحْتَمِلَ الْوَاسِطَةَ وَلِاَنَّ حَدَّثَنِیْ قَدْ یُطْلَقُ فِی الْاِجَازَةِ تَدْلِیْسًا وَاَرْفَعُهَا مِقْدَارًا مَا یَقَعُ فِی الْاِمْلَاءِ لِمَا فِیْهِ مِنَ التَّثَبُّتِ وَالتَّحَفُّظِ۔

﴿ترجمہ﴾: پس اگر راوی پہلے صیغہ ادا کو جمع لا کر یوں کہے حدثنا فلان، یا سمعنا فلان تو یہ دلیل ہے کہ اس کے ساتھ سننے میں کوئی اور بھی شریک ہے اور کبھی جمع کا صیغہ تعظیم کے لئے بھی لاتے ہیں مگر ایسا کم ہوتا ہے الفاظ کے مراتب میں سے پہلا سمعت قائل کے بارے میں سب سے زیادہ صریح ہے کہ یہ واسطے کا احتمال نہیں رکھتا، کیونکہ حدثنی کا اطلاق اس اجازت پر بھی ہوتا ہے کہ جس میں تدلیس ہوتی ہے پھر تمام صیغہ ادا میں اس (سمعت) کا مرتبہ ارفع ہے جو املاء میں واقع ہوتا ہے کہ اس میں تثبت و تحفظ ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَاِنْ جَمَعَ الرَّاوِیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صیغہ جمع اور سماع کو ثابت کرنے میں سب سے زیادہ صریح صیغہ کا ذکر کرنا ہے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر راوی جمع کا صیغہ استعمال کرے مثلاً یوں کہ حدثنا فلان، یا سمعنا فلان تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ راوی اس روایت کو سننے میں اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا، ہاں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جمع کا صیغہ صرف تعظیم کے لئے لایا جاتا ہے افرادِ کثیرہ پر دلالت کرنے کے لئے نہیں لایا جاتا لیکن محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاں ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ادائے حدیث کے صیغوں میں سے سب سے پہلے مرتبہ کا صیغہ سمعت راوی کے سماعِ حدیث کو ثابت کرنے میں سب سے زیادہ صریح ہے، حتی کہ حدثنی سے بھی سے بھی زیادہ صریح ہے کیونکہ سمعت میں واسطے کا بالکل احتمال ہی نہیں ہوتا بلکہ خود سننا ثابت ہوتا ہے، جبکہ حدثنی میں واسطے کا احتمال ہوسکتا ہے کیونکہ حدثنی کا اطلاق بعض اوقات ایسی اجازت پر بھی ہوتا ہے کہ جس میں تدلیس ہوتی ہے جبکہ سمعت میں ایسا نہیں ہوتا۔

وَاَرْفَعُهَا مِقْدَارًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ سمعت تمام کلمات ادا میں سے برتر اس لئے ہے کہ اس صیغہ میں صراحۃً سننا ثابت ہے پھر سننے کے ساتھ ساتھ اگر راوی شیخ کے سنے ہوئے الفاظ کو لکھ بھی لے تو یہ سماعِ حدیث کا سب سے اونچا درجہ ہے کیونکہ یہ شیخ کے تلفظ اور راوی کے سماع پر دلالت کرتا ہے اور اس صورت میں تدلیس سے بھی تحفظ ہو جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اخبرنی، اخبرنا، قرأنا، قرأت علیہ اور قرئ علیہ کی تفصیل

﴿عبارت﴾: وَالثَّالِثُ وَهُوَ اَخْبَرَنِیْ كَالرَّابِعِ وَهُوَ قَرَأْتُ عَلَيْهِ لِمَنْ قَرَأَ بِنَفْسِهٖ عَلَى الشَّيْخِ فَاِنْ جَمَعَ كَانَ يَقُوْلُ اَخْبَرَنَا وَقَرَأْنَا فَهُوَ كَالْخَامِسِ وَهُوَ قُرِئَ عَلَيْهِ وَاَنَا اَسْمَعُ وَعُرِفَ مِنْ هٰذَا اَنَّ التَّعْبِيْرَ بِقَرَأْتُ لِمَنْ قَرَأَ خَيْرٌ مِّنَ التَّعْبِيْرِ بِالْاِخْبَارِ لِاَنَّهٗ اَفْصَحُ بِصُوْرَةِ الْحَالِ.

﴿ترجمہ﴾: اور تیسرا لفظ اخبرنی ہے جو کہ چوتھے لفظ قرأت علیہ کی طرح ہے اور اس کے لئے ہے جو تنہا شیخ کے سامنے روایت پڑھے پس اگر وہ جمع کا صیغہ لا کر یوں کہے کہ اخبرنا و قرأنا تو پھر وہ پانچویں لفظ یعنی قرئ علیہ وانا اسمع کی طرح ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ جو شیخ کے سامنے خود پڑھے اس کے لئے قرأت کی تعبیر اخبار کی بنسبت بہتر ہے کیونکہ یہ اس صورت حال کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّالِثُ وَهُوَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اخبرنی، اخبرنا، قرأنا، قرأت علیہ اور قرئ علیہ کی تفصیل بیان کرنی ہے۔ کہ تیسرا لفظ ''اخبرنی'' چوتھے لفظ ''قرأت علیہ'' کی طرح ہے یہ لفظ اس راوی کے لئے وضع کیا گیا ہے جس نے اکیلے شیخ کے سامنے روایت پڑھی ہو، لیکن اگر انہیں جمع کا صیغہ ذکر کرتے ہوئے یوں کہا جائے اخبرنا، یا قرأنا تو پھر یہ جمع کا صیغہ پانچویں لفظ ''قرئ علیہ وانا اسمع'' کی طرح ہے اور یہ ان راویوں کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جن میں سے ایک راوی نے شیخ کے سامنے

روایت پڑھی ہو اور بقیہ نے خاموشی سے سنی ہو۔

مگر جو راوی شیخ کے سامنے قرأت کرے اس کے لئے ''قرأت علیہ'' کہنا اخبرنی کہنے کی بنسبت افضل ہے کیونکہ قرأت کی صراحت جس قدر قرأت علیہ کے لفظ میں ہے اس قدر اخبرنی کے لفظ میں نہیں پائی جاتی۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

قرأت علی الشیخ اور علمائے عراق کا نظریہ

﴿عبارت﴾ تَنْبِيْهٌ: اَلْقِرَاءَةُ عَلَى الشَّيْخِ اَحَدُ وُجُوْهِ التَّحَمُّلِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَاَبْعَدَ مَنْ اَبٰى ذٰلِكَ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَقَدِ اشْتَدَّ اِنْكَارُ الْاِمَامِ مَالِكٍ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمَدَنِيِّيْنَ عَلَيْهِمْ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى بَالَغَ بَعْضُهُمْ فَرَجَّحَهَا عَلَى السَّمَاعِ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَذَهَبَ جَمْعٌ جَمٌّ مِنْهُمُ الْبُخَارِيُّ وَحَكَاهُ فِيْ اَوَائِلِ صَحِيْحِهٖ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ اِلٰى اَنَّ السَّمَاعَ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَيْهِ يَعْنِيْ فِي الصِّحَّةِ وَالْقُوَّةِ سَوَاءٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

﴿ترجمہ﴾: تنبیہ...... جمہور کے نزدیک شیخ کے سامنے قرأت کرنا بھی اخذ حدیث کا ایک ذریعہ ہے اور اہل عراق میں سے جس نے اس کا انکار کیا ہے اس کا قول درستگی سے دور ہے اور اہل مدینہ میں سے امام مالک وغیرہ نے ان کے خلاف سختی سے انکار کیا ہے، حتیٰ کہ بعض نے شدت سے مبالغہ کرتے ہوئے قرأت کو شیخ سے براہ راست سمع پر بھی ترجیح دے دی ہے اور محدثین رحمہم اللہ کی ایک جماعت جس میں امام بخاری بھی ہیں انہوں نے اپنی صحیح بخاری کے شروع میں علماء کی جماعت سے نقل کیا ہے کہ براہ راست شیخ سے سماع اور قرأت علیہ دونوں صحت وقوت میں مساوی ہیں۔

﴿تشریح﴾:

تَنْبِيْهٌ: اَلْقِرَاءَةُ عَلَى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ قرأت علی الشیخ اور علمائے عراق کا نظریہ بیان کرنا ہے۔

جمہور علمائے امت کے ہاں! حصول حدیث کا یہ طریقہ بھی مروج ہے کہ شاگرد! شیخ کے سامنے خود روایت پڑھے اور شیخ اسے سنے جسے بعد میں شاگرد قرأت علیہ سے تعبیر کرے۔

لیکن کچھ علمائے عراق نے اس صورت کو تسلیم کرنے انکار کیا ہے لیکن ان کے انکار کی امام مالک وغیرہ نے سختی سے تردید کی ہے بلکہ بعض علماء نے تو ان کے انکار کی تردید میں اس قدر مبالغہ کیا کہ قرأت علی الشیخ کو سماع پر بھی ترجیح دے دی ہے۔

جبکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ اور دیگر محدثین رحمہم اللہ کا موقف یہ ہے کہ قرأت علی الشیخ کو سماع دونوں صحت اور قوت

میں مساوی و برابر ہیں، ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں، چنانچہ یہی بات امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کے شروع کتاب العلم میں بیان کی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اَنْبَاَ اور عَنْعَنَہ کی تفصیل

﴿عبارت﴾ وَالْاِنْبَاءُ مِنْ حَيْثُ اللُّغَةِ وَاصْطِلَاحِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ بِمَعْنَى الْاِخْبَارِ اِلَّا فِيْ عُرْفِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ فَهُوَ لِلْاِجَازَةِ كَعَنْ لِاَنَّهَا فِيْ عُرْفِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ لِلْاِجَازَةِ وَعَنْعَنَةُ الْمُعَاصِرِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى السِّمَاعِ بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَاصِرِ فَاِنَّهَا تَكُوْنُ مُرْسَلَةً اَوْ مُنْقَطِعَةً فَشَرْطُ حَمْلِهَا عَلَى السِّمَاعِ وَقِيْلَ يُشْتَرَطُ فِيْ حَمْلِ عَنْعَنَةِ الْمُعَاصِرِ عَلَى السِّمَاعِ ثُبُوْتُ لِقَائِهِمَا اَيِ الشَّيْخِ وَالرَّاوِيْ عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَّاحِدَةً لِيَحْصُلَ الْاَمْنُ فِيْ بَاقِي الْعَنْعَنَةِ عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ وَهُوَ الْمُخْتَارُ تَبَعًا لِعَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَالْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِمَا مِنَ النُّقَّادِ .

﴿ترجمہ﴾: انبأ لغت اور متقدمین کی اصطلاح میں اخبر کے معنیٰ میں ہوتا ہے لیکن متاخرین کی اصطلاح میں عن کی طرح اجازت کے لئے ہوتا ہے کیونکہ یہ (عن) متاخرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور معاصر کا عنعنہ سماع پر محمول ہوتا ہے بخلاف غیر معاصر کے وہ مرسل یا منقطع کے حکم میں ہوتا ہے پس سماع پر محمول ہونے کے لئے معاصرت کا ثبوت شرط ہے سوائے مدلس کے وہ سماع پر محمول نہیں، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ معاصر کے عنعنہ میں سماع پر حمل اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب شیخ اور راوی دونوں میں ملاقات ثابت ہو اگر چہ ایک ہی بار ہی کیوں نہ ہو، تاکہ باقی عنعنہ میں مرسل خفی ہونے کا احتمال نہ رہے یہی مختار مذہب ہے علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ناقدین حدیث کا یہی مذہب ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْاِنْبَاءُ مِنْ حَيْثُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اَنْبَاَ اور عَنْعَنَہ کی تفصیل بیان کرنی ہے۔

اَنْبَاَ کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

اَنْبَاَ کا لغوی معنیٰ اَخْبَرَ ہے اور اصطلاحی معنیٰ عند المتقدمین اَخْبَرَ ہی ہے لیکن عند المتاخرین یہ (اَنْبَاَ) عَنْ کی طرح اجازت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

عنعنہ کا اصطلاحی معنیٰ:

لفظ عَنْ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ کے ذریعے روایت کرنے کو عنعنہ کہتے ہیں، اور جو روایت بصیغۂ عن منقول ہو اس کو معنعن کہا جاتا ہے۔ جیسے عن فلان، عن فلان عن فلان۔

عنعنہ کا حکم:

عنعنہ دو شرطوں کے پائے جانے کی وجہ سے سماع پر محمول کیا جاتا ہے۔

1-راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو، یعنی معاصرت ثابت ہو۔

2-راوی مدلس نہ ہو۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ ان دو شرطوں کے ساتھ ساتھ تیسری شرط کا بھی اضافہ فرماتے ہیں کہ راوی اور مروی عنہ میں ملاقات بھی ہوئی ہو خواہ ایک ہی دفعہ ہوئی ہو تا کہ عنعنہ مرسل خفی ہونے سے محفوظ رہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مشافہہ اور مکاتبہ کا بیان

﴿عبارت﴾ وَاَطْلَقُوا الْمُشَافَهَةَ فِي الْإِجَازَةِ الْمُتَلَفَّظِ بِهَا تَجَوُّزًا وَكَذَا مُكَاتَبَةٌ فِي الْإِجَازَةِ الْمَكْتُوْبِ بِهَا وَهُوَ مَوْجُوْدٌ فِيْ عِبَارَةِ كَثِيْرٍ مِنَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ بِخِلَافِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ فَاِنَّهُمْ اِنَّمَا يُطْلِقُوْنَهَا فِيْمَا كَتَبَهُ الشَّيْخُ مِنَ الْحَدِيْثِ اِلَى الطَّالِبِ سَوَاءٌ اَذِنَ لَهُ فِيْ رِوَايَتِهِ اَمْ لَا فِيْمَا اِذَا كُتِبَ اِلَيْهِ بِالْاِجَازَةِ فَقَطْ۔

﴿ترجمہ﴾: مشافہہ کا اطلاق زبانی اجازت پر مجازاً ہوتا ہے اور اسی طرح لکھ کر دی ہوئی اجازت کو مجازاً اجازت با لمکاتبہ کہا جاتا ہے اور یہ متاخرین کی کتب میں اکثر پائی جاتی ہے بخلاف متقدمین کے کہ وہ مشافہہ کا اطلاق اس صورت پر کرتے ہیں جس صورت میں شیخ! شاگرد کی طرف کو حدیث لکھے خواہ اس کی روایت کی اسے اجازت دے یا نہ دے، نہ کہ اس صورت میں کہ جس میں صرف اجازت لکھ دے۔

﴿تشریح﴾:

وَاَطْلَقُوا الْمُشَافَهَةَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مشافہہ اور مکاتبہ کا بیان کرنا ہے۔

مشافہہ کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

مشافہہ کا لغوی معنیٰ "منہ در منہ گفتگو کرنا" ہے اور اصطلاحی معنیٰ شیخ کا کسی مخصوص حدیث کی اپنی طرف سے روایت

کرنے کی زبانی اجازت دے دینا مجازاً اجازت بالمشافہہ کہلاتا ہے جبکہ حقیقی مشافہہ یہ ہے کہ شیخ ! حدیث کوسنا کر یا راوی سے پڑھوا کر اجازت روایت دے دے۔

مکاتبہ کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

مکاتبہ کا لغوی معنیٰ لکھنا ہے اور اصطلاحی معنیٰ عند المتاخرین ! شیخ کا کسی راوی کو اپنی سند سے کوئی روایت بیان کرنے کی اجازت لکھ کر دے دینا خواہ حدیث لکھ کر دے یا نہ دے۔

✿ اور عند المتقدمین مکاتبہ اس صورت کو کہتے ہیں کہ شیخ حدیث لکھ کر شاگرد تک پہنچا دے خواہ اسے روایت کرنے کی اجازت دے یا نہ دے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مناولہ کا بیان

﴿عبارت﴾ وَاشْتَرَطُوْا فِیْ صِحَّةِ الرِّوَايَةِ بِالْمُنَاوَلَةِ اِقْتِرَانَهَا بِالْاِذْنِ بِالرِّوَايَةِ وَهِیَ اِذَا حَصَلَ هٰذَا الشَّرْطُ اَرْفَعُ اَنْوَاعِ الْاِجَازَةِ لِمَا فِيْهَا مِنَ التَّعْيِيْنِ وَالتَّخْصِيْصِ وَصُوْرَتُهَا اَنْ يَّدْفَعَ الشَّيْخُ اَصْلَهُ اَوْمَا قَامَ مَقَامَهُ لِلطَّالِبِ اَوْيَحْضُرُ الطَّالِبُ اَصْلَ الشَّيْخِ وَيَقُوْلُ فِی الصُّوْرَتَيْنِ هٰذِهٖ رِوَايَتِیْ عَنْ فُلَانٍ فَارْوِهٖ عَنِّیْ وَشَرْطُهُ اَيْضًا اَنْ يُّمَكِّنَهُ مِنْهُ اِمَّا بِالتَّمْلِيْكِ اَوْبِالْعَارِيَةِ لِيَنْقُلَ مِنْهُ وَيُقَابِلَ عَلَيْهِ وَاِلَّا اِنْ نَاوَلَهُ وَاسْتَرَدَّ فِی الْحَالِ فَلَا يَتَبَيَّنُ اَرْفَعِيَّتُهُ لٰكِنْ لَهَا زِيَادَةُ مَزِيَّةٍ عَلَی الْاِجَازَةِ الْمُعَيَّنَةِ وَهِیَ اَنْ يُّجِيْزَهُ الشَّيْخُ بِرِوَايَةِ كِتَابٍ مُعَيَّنٍ وَيُعَيِّنَ لَهُ كَيْفِيَّةَ رِوَايَتِهٖ لَهُ وَاِذَا خَلَتِ الْمُنَاوَلَةُ عَنِ الْاِذْنِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهَا عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَجَنَحَ مَنِ اعْتَبَرَهَا اِلٰی اَنَّ مُنَاوَلَتَهُ اِيَّاهُ يَقُوْمُ مَقَامَ اِرْسَالِهٖ اِلَيْهِ بِالْكِتَابِ مِنْ بَلَدٍ اِلٰی بَلَدٍ وَقَدْ ذَهَبَ اِلٰی صِحَّةِ الرِّوَايَةِ بِالْكِتَابَةِ الْمُجَرَّدَةِ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَلَوْ لَمْ يَقْتَرِنْ بِالْاِذْنِ بِالرِّوَايَةِ كَاَنَّهُمْ اِكْتَفَوْا فِیْ ذٰلِكَ بِالْقَرِيْنَةِ وَلَمْ يَظْهَرْ لِیْ فَرْقٌ قَوِیٌّ بَيْنَ مُنَاوَلَةِ الشَّيْخِ الْكِتَابَ لِلطَّالِبِ وَبَيْنَ اِرْسَالِهٖ اِلَيْهِ بِالْكِتَابِ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰی اٰخَرَ اِذَا خَلَا كُلٌّ مِنْهُمَا عَنِ الْاِذْنِ

﴿ترجمہ﴾: اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے مناولہ کی صورت میں روایت کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط عائد کی ہے کہ روایت کے ساتھ اجازت مقترن ہو، جب یہ شرط حاصل ہو جائے تو یہ قسم تمام انواع اجازت سے ارفع

ہوگی، کیونکہ اس میں تعیین اور تشخیص ہوتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اصل نسخہ یا قائم مقام نسخہ شاگرد کو دے یا شاگرد! شیخ کی اصل کتاب اس کے سامنے کر دے، اور دونوں صورتوں میں شیخ یہ کہے ھٰذِہٖ رِوَایَتِیْ عَنْ فُلَانٍ فَارْوِہٖ عَنِّیْ کہ یہ میری فلاں سے روایت ہے پس تم اسے مجھ سے روایت کرو، اور اس کی شرط یہ ہے کہ شیخ! شاگرد کو اس پر قدرت دے خواہ مالک بنا کر یا عاریت کے طور پر تا کہ وہ اسے نقل کر سکے اور اس سے اپنی تحریر کا تقابل بھی کرے ورنہ اگر یہ ہو کہ دیکر فوراً واپس لے لیا تو اس کی ارفعیت ظاہر نہ ہوگی لیکن پھر بھی اجازتِ معینہ پر اسے فضیلت ہوگی، اور اجازتِ معینہ یہ ہے کہ شیخ! شاگرد کو کسی معین کتاب کی اجازت دے، ساتھ ساتھ روایت کی کیفیت وغیرہ میں معاونت کرے اور جب مناولہ اذن سے خالی ہو تو جمہور کے نزدیک غیر معتبر ہے اور جن حضرات نے اس کا اعتبار کیا ہے وہ اس کی طرف مائل ہوئے ہیں کہ مناولہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف کتاب بھیجنے کے حکم میں ہے اور ائمہ کرام کی ایک جماعت اس امر کی طرف گئی ہے کہ محض کتابت کی صورت میں روایت کرنا صحیح ہے اگر چہ اس کے ساتھ اجازت شامل نہ ہو گویا کہ انہوں نے قرینہ کو کافی سمجھا اور میرے نزدیک شیخ کے شاگرد کو کتاب دینے میں اور اس کی طرف ایک شہر سے دوسرے شہر میں کتاب بھیجنے میں کوئی فرق نہیں جبکہ وہ دونوں اجازت سے خالی ہوں۔

﴿تشریح﴾:

وَاشْتَرَطُوْا فِیْ صِحَّتِہَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مناولہ کی تفصیل بیان کرنی ہے۔

کہ مناولہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ شیخ اپنا اصل نسخہ یا اس کی نقل شاگرد کو دے دے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ شاگرد کے پاس جو شیخ کا نسخہ ہے اسے اپنے شیخ کے سامنے پیش کر دے، اور ان دونوں صورتوں میں شیخ اس شاگرد کو کہے کہ میں اس کتاب کو فلاں شیخ سے روایت کرتا ہوں اور میں تمہیں اپنی سند سے روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

✪ علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس مناولہ کے ساتھ اجازتِ شیخ متصل ہو تو وہ اجازت کی تمام صورتوں پر بلند مرتبہ ہے۔

مناولہ کی شرائط:

مناولہ کی دو شرطیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ شیخ! شاگرد کو نسخہ دیتے ہوئے کہے کہ فلاں شخص سے یہ میری روایت ہے تم مجھ سے یہ روایت کرو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ شیخ! شاگرد کو اس نسخہ کا مالک بنا دے یا اسے عاریۃً دے دے تا کہ وہ اسے اپنے پاس لکھ کر اس کی تصحیح کر لے، اگر شیخ نے شاگرد کو نسخہ دے کر فوراً واپس لے لیا تو ایسی صورت میں مناولہ کی صورت اعلیٰ و ارفع نہیں ہو

گی۔لیکن پھر بھی اسے تمام محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک اجازت معینہ پر تقدم حاصل ہوگا۔

اجازت معینہ:

شیخ کسی کتاب معین جو کہ اس وقت حاضر نہ ہو اس کے بارے میں شاگرد سے کہے کہ اس کتاب کو میرے طرف سے روایت کرنے کی تمہیں اجازت ہے، اور اسکے ساتھ اپنے شاگرد کو اپنے شیخ سے روایت کی کیفیت بھی بتلادے کہ مجھے اس کتاب کی روایت فلاں شیخ سے اجازۃً ہے یا سماعاً ہے یا قراۃً ہے غرضیکہ جو بھی صورت ہو آگاہ کردے۔

اجازت کے بغیر مناولہ کا حکم:

جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں جس مناولہ کے ساتھ روایت کی اجازت نہ ہو وہ غیر معتبر ہے پس ایسے مناولہ سے روایت کرنا ناجائز ہے، لیکن بعض محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بغیر اجازت کے بھی مناولہ جائز ہے وہ اسے ایک شہر سے دوسرے شہر جو کتاب کسی کی جانب بھیجی جاتی ہے اس کے قائمقام سمجھتے ہیں اور اکثر محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس سے روایت کرنے کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ بھیجنا خود اجازت کا قرینہ ہے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ! شاگرد کو اصل نسخہ دے اور اجازت نہ دے، یا اسی طرح شیخ دوسرے شہر میں شاگرد کے لئے کتاب تو بھیجے لیکن اجازت لکھ کر نہ بھیجے تو میرے نزدیک مذکورہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں یعنی ان دونوں صورتوں میں شاگرد کے لئے آگے روایت کرنا درست و جائز ہے کیونکہ شیخ کا شاگرد کو کتاب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے آگے روایت کرے ورنہ کتاب دینے کا تو کوئی مقصد ہی نہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

وجادہ کا بیان

﴿عبارت﴾ وَكَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ فِي الْوِجَادَةِ وَهِيَ اَنْ يَجِدَ بِخَطٍّ يَعْرِفُ كَاتِبَهُ فَيَقُوْلُ وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ وَلَا يَسُوْغُ فِيْهِ اِطْلَاقُ اَخْبَرَنِيْ بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ اِلَّا اِنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ اِذْنٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ وَاَطْلَقَ قَوْمٌ ذٰلِكَ فَغَلَطُوْا ۔

﴿ترجمہ﴾: اسی طرح محدثین کرام رحمہم اللہ نے وجادہ میں اجازت کی شرط لگائی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کسی ایسے خط کو پائے جس کے کاتب کو وہ پہچانتا ہو اور پھر یوں کہے کہ میں نے فلاں کے خط کو پایا ہے، اس کے لئے محض اس کے پانے سے اخبرنی کا اطلاق درست نہیں مگر یہ کہ اس کیلئے اس سے روایت کی اجازت ہو اور بعض لوگوں نے اسے مطلق کہا ہے سو انہوں نے غلطی کی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَكَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ وجادہ کا بیان کرنا ہے۔

وجادہ کالغوی اصطلاحی معنیٰ:

وجادہ اِوجْدان سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ پانا ہے، محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی اصطلاح میں وجادہ اس صورت کو کہتے ہیں جس میں راوی کو کسی مشہور ومعروف محدث کی کتاب یا کچھ احادیث اس کے خط میں مل جائیں۔

روایتِ وجادہ کا طریقہ:

کہ راوی اس کی روایت کرتے ہوئے کہا کہ وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ کہ میں نے فلاں کے خط میں یوں لکھا ہوا پایا ہے، اس کے بعد اس کی مکمل سند بیان کرے۔

✿ وجادہ کی صورت میں اَخْبَرَنِیْ یا حَدَّثَنِیْ کے لفظ کے ساتھ روایت بیان کرنا درست نہیں، سو جنہوں نے وجادہ کی صورت میں اَخْبَرَنِیْ یا حَدَّثَنِیْ کے لفظ کے ذریعے روایت کی وہ غلطی کے مرتکب ہوئے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

وصیت بالکتاب کا بیان

﴿عبارت﴾: وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ وَهِيَ اَنْ يُّوْصِيَ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَوْ سَفَرِهٖ لِشَخْصٍ مُّعَيَّنٍ بِاَصْلِهٖ اَوْ بِاُصُوْلِهٖ فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَّرْوِيَ تِلْكَ الْاُصُوْلَ عَنْهُ بِمُجَرَّدِ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ وَاَبٰى ذٰلِكَ الْجُمْهُوْرُ اِلَّا اِنْ كَانَ لَهٗ مِنْهُ اِجَازَةٌ

﴿ترجمہ﴾: اور ایسے ہی وصیت بالکتاب ہے اور وہ یہ ہے کہ موت یا سفر کے وقت کسی متعین شخص کو ایک کتاب کی یا چند کتب کی وصیت کرے، تو متقدمین کی ایک جماعت نے کہا کہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ محض وصیت کی وجہ سے ان کتابوں سے روایت کرے، لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا مگر یہ کہ اس کو اس سے اجازت ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ وصیت بالکتاب کا بیان کرنا ہے۔

وصیت بالکتاب کی تعریف:

وصیت بالکتاب یہ ہے کہ کوئی محدث بوقتِ وصال یا بوقتِ سفر وصیت کرے کہ میری یہ کتاب یا کئی کتب اسے دی جائیں تو اسے وصیت بالکتاب کہتے ہیں۔

وصیت بالکتاب کا حکم:

جس راوی کے لئے کہ کوئی محدث بوقتِ وصال یا بوقتِ سفر وصیت کرے کہ میری یہ کتاب یا کئی کتب اسے دی جائیں تو اس راوی کے لئے روایت بیان کرنا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں محدثین کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔

✿ متقدمین محدثین رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ محض وصیت بالکتاب کی وجہ سے موصیٰ لہٗ کے لئے روایت کرنا جائز ہے جبکہ جمہور نے محض وصیت بالکتاب کی وجہ سے آگے روایت کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اعلام اور اجازتِ عامہ

﴿عبارت﴾: وَكَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ بِالرِّوَايَةِ فِي الْاَعْلَامِ وَهُوَ اَنْ يُعَلِّمَ الشَّيْخُ اَحَدَ الطَّلَبَةِ بِاَنَّنِيْ اَرْوِي الْكِتَابَ الْفُلَانِيْ عَنْ فُلَانٍ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مِنْهُ اِجَازَةٌ اُعْتُبِرَ وَاِلَّا فَلَا عِبْرَةَ بِذٰلِكَ كَالْاِجَازَةِ الْعَامَّةِ فِي الْمُجَازِ لَهٗ لَا فِي الْمُجَازِ بِهٖ كَاَنْ يَّقُوْلَ اَجَزْتُ لِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ لِمَنْ اَدْرَكَ حَيَاتِيْ اَوْ لِاَهْلِ الْاِقْلِيْمِ الْفُلَانِيْ اَوْ لِاَهْلِ الْبَلْدَةِ الْفُلَانِيَّةِ وَهُوَ اَقْرَبُ اِلَى الصِّحَّةِ لِقُرْبِ الْاِنْحِصَارِ

﴿ترجمہ﴾: اور ایسے ہی محدثین رحمہم اللہ نے اعلام مین اجازت کی شرط عائد کی ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو بتلائے کہ میں فلاں کتاب! فلاں شیخ سے روایت کرتا ہوں اب اگر اسے اجازتِ روایت بھی ہے تو اعلام معتبر ہے ورنہ محض اس اعلام کے باعث اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے اجازتِ عامہ شاگرد کے لئے نہ کہ حدیث کے لئے جیسے کوئی کہے کہ میں اجازت دی تمام مسلمانوں کو یا ان تمام کو جو میری زندگی میں موجود ہیں یا فلاں ملک والوں کے لئے یا فلاں شہر والوں کے لئے اور یہ آخری انحصار کی وجہ سے صحت کے زیادہ قریب ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَكَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اعلام اور اجازتِ عامہ کا بیان کرنا ہے۔

اعلام کی تعریف:

اگر شیخ اپنے شاگرد سے کہے فلاں محدث سے، فلاں کتاب سے روایت کرتا ہوں تو اسے اعلام کہا جاتا ہے۔

اعلام کا حکم:

اعلام کی صورت میں شاگرد کے لئے اس کتاب سے بلا اجازت روایت کرنا جائز نہیں، جیسے اجازت عامہ کی صورت میں

روایت کرنا جائز نہیں ہاں اگر اعلام کے ساتھ ساتھ شیخ اس کتاب سے روایت کی اجازت بھی دے دے تو پھر اعلام معتبر ہے اور اس کتاب سے روایت کرنا شاگرد کے لئے جائز ہے۔

اجازت عامہ اور اس کا حکم:

اجازت عامہ کی صورت یہ ہے کہ شیخ کہے کہ میں تمام مسلمانوں کو جو میری حیات میں ہیں ان کو، یا فلاں ملک والوں کو میں اجازت دے دی، اس اجازت عامہ کی بناء پر اگر کوئی اس سے روایت کرے تو صحیح ترین قول کے مطابق روایت کرنا ناجائز ہو گا۔ ہاں البتہ اگر اس نے کہا کہ میں نے فلاں شہر والوں کو روایت کرنے کی اجازت دی تو چونکہ اس میں ایک قسم کا انحصار ہے پس شہر والوں کے لئے اس اجازت کی بناء پر روایت کرنا صحیح ہوگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اجازت مجہول، اجازتِ معدوم اور اجازت معلق

﴿عبارت﴾ وَكَذَا الْإِجَازَةُ لِلْمَجْهُوْلِ كَاَنْ يَقُوْلَ مُبْهَمًا اَوْ مُهْمَلًا وَكَذَا الْإِجَازَةُ لِلْمَعْدُوْمِ كَاَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لِمَنْ سَيُوْلَدُ لِفُلَانٍ وَقَدْ قِيْلَ اِنَّ عَطَفَهُ عَلٰى مَوْجُوْدٍ صَحَّ كَاَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لَكَ وَلِمَنْ سَيُوْلَدُ لَكَ وَالْاَقْرَبُ عَدَمُ الصِّحَّةِ اَيْضًا وَكَذٰلِكَ الْإِجَازَةُ لِمَوْجُوْدٍ اَوْ لِمَعْدُوْمٍ عُلِّقَتْ بِمَشِيَّةِ الْغَيْرِ كَاَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لَكَ اِنْ شَاءَ فُلَانٌ اَوْ اَجَزْتُ لِمَنْ شَاءَ فُلَانٌ لَا اَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لَكَ اِنْ شِئْتَ وَهٰذَا عَلَى الْاَصَحِّ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ

﴿ترجمہ﴾ ایسے ہی مجہول کے لئے اجازت کا حکم ہے مثلاً مبہم یا مہمل کے بارے میں کہے اسی طرح معدوم کی اجازت کا حکم ہے جیسے کہ کہے کہ میں نے اسے اجازت دی جو فلاں گھر میں پیدا ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ موجود (زندہ) پر عطف کرے تو صحیح ہے جیسے کہ کہے کہ میں تجھے اور تیرے پیدا ہونے والے لڑکے کو اجازت دی، اور صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ بھی غلط ہے اور ایسے ہی دوسرے کی مشیت و چاہت سے متعلق کر کے موجود یا معدوم کو اجازت دینا کہ شیخ کہے کہ اگر فلاں چاہے تو میں نے تجھے اجازت دی یا میں نے اسے اجازت دی جس کے لئے فلاں چاہے نہ کہ یوں کہے کہ اگر تو چاہے تو میں نے تجھے اجازت دی، یہ (آخری) حکم ان تمام صورتوں میں صحیح ترین قول کے مطابق ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَكَذَا الْإِجَازَةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اجازت مجہول اور اجازت معدوم کا بیان کرنا ہے۔

اجازتِ مجہول:

اجازتِ مجہول یہ ہے کہ شیخ! مجہول آدمی کو روایت کی اجازت دے، یا مجہول احادیث یا مجہول کتاب کی کسی معین شیخ کو اجازت دے۔ جیسے کہے کہ میں نے کسی اللہ کے بندے کو اجازت دی۔

✿ اجازتِ مجہول کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعے روایت کرنا جائز نہیں۔

اجازت معدوم:

اجازتِ معدوم یہ ہے کہ شیخ کسی ایسے شخص کے بارے میں اجازت دے جس کا جود ہی نہ ہو۔

✿ اجازتِ مجہول کی طرح اجازت معدوم بھی نا جائز وغیر معتبر ہے۔ بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں اگر شیخ نے موجود اور معدوم دونوں کو اجازت دی اور معدوم کو موجود پر عطف کہا کہ میں نے تجھے اور تیرے پیدا ہونے والے لڑکے کو اجازت دی تو ایسی صورت میں لڑکا پیدا ہونے کے بعد اس سے روایت کر سکتا ہے لیکن مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ درست بات یہی ہے کہ یہ بھی نا جائز ہے۔

اجازت معلق:

ایسے ہی اگر کسی موجود یا معدوم کو اجازت دی مگر اس اجازت کو غیر کی مشیت پر معلق کر دیا مثلاً یہ کہا کہ اگر فلاں نے چاہا تو تجھے میری طرف سے اجازت ہے یا یوں کہا کہ فلاں نے جس کو چاہا اس کو میری طرف سے اجازت ہے، اجازت کی یہ صورت بھی نا جائز ہے ہاں البتہ اگر یوں کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو تمہیں میری طرف سے اجازت ہے، یہ صورت جائز ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اجازت مجہول، اجازتِ معدوم، اجازت معلق، اجازت عام اور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم

﴿عبارت﴾ وَقَدْ جَوَّزَ الرِّوَايَةَ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ سِوَى الْمَجْهُوْلِ مَالَمْ يَتَبَيَّنِ الْمُرَادُ مِنْهُ الْخَطِيْبُ وَحَكَاهُ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ مَشَائِخِهِ وَاسْتَعْمَلَ الْإِجَازَةَ لِلْمَعْدُوْمِ مِنَ الْقُدَمَاءِ أَبُوْ بَكْرِ ابْنُ أَبِيْ دَاوُدَ وَأَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ مَنْدَةَ وَاسْتَعْمَلَ الْمُعَلَّقَةَ مِنْهُمْ أَيْضًا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ خَيْثَمَةَ وَرَوٰى بِالْإِجَازَةِ الْعَامَّةِ جَمْعٌ كَثِيْرٌ جَمَعَهُمْ بَعْضُ الْحُفَّاظِ فِيْ كِتَابٍ وَرَتَّبَهُمْ عَلٰى حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ لِكَثْرَتِهِمْ وَكُلُّ ذٰلِكَ كَمَا قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ تَوَسُّعٌ غَيْرُ مَرْضِيٍّ لِأَنَّ الْإِجَازَةَ الْخَاصَّةَ الْمُعَيَّنَةَ مُخْتَلَفٌ فِيْ صِحَّتِهَا اخْتِلَافًا قَوِيًّا عِنْدَ الْقُدَمَاءِ وَإِنَّ الْعَمَلَ اسْتَقَرَّ

عَلٰی اعْتِبَارِهَا عِنْدَ الْمُتَاَخِّرِیْنَ فَهِیَ دُوْنَ السَّمَاعِ بِالْاِتِّفَاقِ فَکَیْفَ اِذَا حَصَلَ فِیْهَا الْاِسْتِرْسَالُ الْمَذْکُوْرُ فَاِنَّهَا تَزْدَادُ ضُعْفًا لٰکِنَّهَا فِی الْجُمْلَةِ خَیْرٌ مِنْ اِیْرَادِ الْحَدِیْثِ مُعْضَلًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاِلٰی هٰهُنَا انْتَهَی الْکَلَامُ فِیْ اَقْسَامِ صِیَغِ الْاَدَاءِ

﴿ترجمہ﴾: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مجہول کے علاوہ صورتوں میں روایت کو جائز قرار دیا ہے جبکہ مجہول سے مراد ظاہر نہ ہو، خطیب نے اس جواز کو اپنے مشائخ کی جماعت سے نقل کیا ہے اور متقدمین میں سے ابو بکر بن ابی داؤد اور ابو عبد اللہ بن مندہ نے معدوم کی اجازت کو استعمال کیا ہے اور ابو بکر بن خیثمہ نے اجازت معلق کو استعمال کیا ہے اور عام اجازت کے ساتھ تو بہت سے محدثین رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے بعض حفاظ نے ان کے تذکرہ کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے اور ان کے کثیر ہونے کی وجہ سے حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے ابن صلاح کے مطابق یہ تمام توسیعات غیر پسندیدہ ہیں کیونکہ اجازت خاصہ معینہ کی صحت میں قدماء کا شدید اختلاف ہے اگر چہ متاخرین کے نزدیک اس پر عمل نے قرار پکڑا ہے پس یہ بالاتفاق سماع سے کم مرتبہ کا ہے پس جب اس میں مذکورہ توسیعات حاصل ہونگی تو کیا حال ہوگا؟ یقیناً ضعف ہی کا اضافہ ہوگا لیکن یہ اجازت حدیث کو معضل لانے سے بہتر ہے واللہ اعلم یہاں ادائیگی کے الفاظ کی اقسام کا بیان مکمل ہوا۔

﴿تشریح﴾:

وَقَدْ جَوَّزَ الرِّوَایَةَ فِیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اجازت مجہول اور اجازت معدوم کے متعلق محدثین کرام رحمہم اللہ کے اقوال ونظریات بیان کرنے ہیں۔

۞ خطیب بغدادی نے اجازتِ مجہول یعنی غیر معلوم المراد کے علاوہ بقیہ تمام صورتوں میں روایت کو جائز قرار دیا ہے اور اسی جواز کے ہی متعلق انہوں نے اپنے چند مشائخ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

۞ متقدمین میں سے ابو بکر بن داؤد اور ابو عبد اللہ بن مندہ نے اجازت معدوم کی اجازت دی ہے، اگر چہ جمہور نے اس کی تردید کی ہے۔

۞ بعض متقدمین نے جن میں سے ابو بکر ابن ابی خیثمہ وغیرہ ہیں انہوں نے اجازت معلق دی ہے۔

۞ محدثین کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے اجازت عام کے ساتھ روایت کیا ہے چنانچہ بعض حفاظ نے ان کا نام حروف تہجی کی ترتیب پر ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔

۞ علامہ ابن صلاح کا نظریہ یہ ہے کہ اجازت میں اس قدر گنجائش اور توسیع غیر مناسب ہے کیونکہ جب بلاقرأت مخصوص معین اجازت سے صحت روایت میں متقدمین کے ہاں سخت اختلاف تھا پس اسی وجہ سے اس کا مرتبہ سماع کے مقابلے میں بہت کم ہو گیا تو پھر اجازت میں اس قدر توسیع سے اجازت کا مرتبہ کس قدر کم ہو جائے گا؟

ہاں! البتہ کسی روایت کو بطریق معضل یا بطریق معلق روایت کرنے سے بہتر یہی ہے کہ اسے اس قسم کی اجازت سے روایت کرلیا جائے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

متفق ومفترق رواۃ کا بیان

﴿عبارت﴾: ثُمَّ الرُّوَاةُ اِنِ اتَّفَقَتْ اَسْمَاءُ هُمْ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ فَصَاعِدًا وَاخْتَلَفَ اَشْخَاصُهُمْ سَوَاءٌ اِتَّفَقَ فِي اِثْنَانِ مِنْهُمْ اَوْ اَكْثَرَ وَكَذٰلِكَ اِذَا اتَّفَقَ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا فِي الْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ وَفَائِدَةُ مَعْرِفَتِهٖ خَشْيَةُ اَنْ يُظَنَّ الشَّخْصَانِ شَخْصًا وَّاحِدًا وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ كِتَابًا حَافِلًا وَقَدْ لَخَّصْتُهٗ وَزِدْتُ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيْرًا وَهٰذَا عَكْسُ مَا تَقَدَّمَ مِنَ النَّوْعِ الْمُسَمّٰى بِالْمُهْمَلِ لِاَنَّهٗ يَخْشٰى مِنْهُ اَنْ يُظَنَّ الْوَاحِدُ اِثْنَيْنِ وَهٰذَا يَخْشٰى اَنْ يُظَنَّ الْاِثْنَانِ وَاحِدًا ۔

﴿ترجمہ﴾: اگر روات کا نام یا ان کے آباء کے نام اوپر تک متفق ہو جائیں جبکہ شخصیتیں مختلف ہوں خواہ دو یا زیادہ ناموں کا اتفاق پایا جائے اور ایسے ہی اگر دو راوی کنیت اور نسبت میں متفق ہو جائیں تو اس نوع کو متفق ومفترق کہا جاتا ہے اور اس کی پہچان کا فائدہ یہ ہے کہ دو شخصوں کو ایک سمجھنے کا خطرہ نہ رہے، اور خطیب بغدادی نے اس کے متعلق ایک جامع کتاب لکھی ہے اور میں نے اس کی تلخیص کرکے اس میں کافی اضافہ کردیا ہے۔ یہ قسم ماقبل میں گزری ہوئی قسم مہمل کا عکس ہے کیونکہ وہاں یہ خوف تھا کہ ایک کو دو نہ سمجھ لیا جائے اور یہاں یہ خوف ہے کہ دو کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔

﴿تشریح﴾:

ثُمَّ الرُّوَاةُ اِنِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ روات کے متعلق احکام اوران کی اقسام کا بیان کرنا ہے کہ کبھی کبھی روات میں ہمنام ہونے کی وجہ سے اشتباہ ہوتا ہے اس اعتبار سے روات کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) متفق ومتفرق۔(۲) مؤتلف ومختلف۔(۳) متشابہہ

یہاں پہلی قسم متفق اور مفترق روات کا بیان کرنا ہے۔

متفق اور مفترق کی تعریف:

وہ راوی جن کے نام مع ولدیت کے لکھنے اور بولنے میں بھی ایک جیسے ہوں جبکہ ان کی ذوات مختلف ہوں تو ایسے روات کو نام ایک ہونے کی وجہ سے متفق اور ان کی ذوات کے مختلف ہونے کی وجہ سے مفترق کہا جاتا ہے۔

اتفاق اور افتراق کی صورتیں:

اتفاق اور افتراق کی کل پانچ صورتیں ہیں۔

1- رواۃ کے نام مع ولدیت کے ایک ہوں۔ جیسے خلیل بن احمد نام کے چھ رواۃ ہیں۔ ان میں سے ایک نحوی، عروض اور قوافی کے موجد ہیں، دوسرے مزنی ہیں، تیسرے بصری عکرمہ کے شاگرد ہیں، چوتھے سمرقند کے قاضی حنفی ہیں پانچویں مہلب کے قاضی ہیں، چھٹے شافعی المسلک ہیں۔

2- وہ رواۃ جنکے نام دادا تک ایک جیسے ہوں۔ جیسے محمد بن یعقوب بن یوسف نام کے دو راوی تھے اور یہ دونوں مصری تھے اور یہ دونوں حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔

3- وہ رواۃ کہ جن کی کنیت اور نسبت ایک ہو۔ جیسے ابو عمران جونی نام کے دو راوی ہیں دونوں کی کنیت بھی ابو عمران تھی اور نسبت بھی جونی تھی۔ ان میں ایک عبد الملک بن حبیب تابعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور دوسرے موسیٰ بن سہیل بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

4- وہ رواۃ کہ جن کے نام مع ولدیت ونسبت کے ایک ہوں۔ جیسے محمد بن عبد اللہ انصاری نام کے دو راوی ہیں ان میں سے ایک مشہور قاضی اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاذ ہیں جبکہ دوسرے ابو اسلمہ ہیں جو عند المحدثین ضعیف ہیں۔

5- وہ رواۃ کہ جن کی کنیت ولدیت ایک ہو۔ جیسے ابو بکر بن عیاش نام کے تین راوی ہیں۔

متفق اور متفرق کی پہچان کا فائدہ:

اس قسم کی پہچان کا فائدہ یہ ہے کہ دو ہمنام، ہم کنیت اور ہم نسبت راوی جو کہ حقیقت میں دو مختلف شخص ہیں کہیں ان دو کو ایک نہ تصور نہ کرلیا جائے، چنانچہ اس قسم میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام **الموضح الاوہام الجمع والتفریق** ہے یہ ایک جامع کتاب ہے لیکن پھر بھی مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس میں جہاں کمی کی ضرورت تھی میں کمی کی اور جہاں اضافے کی ضرورت تھی میں نے اضافہ کردیا۔

متفق ومتفرق اور مہمل کا تقابلی جائزہ

متفق ومتفرق اور مہمل میں نسبتِ تباین ہے یعنی یہ دونوں قسمیں ایک مقام پر جمع نہیں ہوسکتیں، کیونکہ مہمل میں ایک راوی کو کئی راوی سمجھ لیا جاتا ہے اور متفق ومفترق میں کئی راویوں کو ایک راوی سمجھ لیا جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مؤتلف ومختلف رواۃ کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاِنِ اتَّفَقَتِ الْاَسْمَاءُ خَطًّا وَاخْتَلَفَتْ نُطْقًا سَوَاءٌ كَانَ مَرْجِعُ الْاِخْتِلَافِ النُّقَطَ اَوِ الشَّكْلَ فَهُوَ الْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ وَمَعْرِفَتُهُ مِنْ مُهِمَّاتِ هٰذَا الْفَنِّ حَتّٰى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ اَشَدُّ التَّصْحِيْفِ مَا يَقَعُ فِي الْاَسْمَاءِ وَوَجَّهَهُ بِاَنَّهُ شَيْءٌ لَا يَدْخُلُهُ الْقِيَاسُ وَلَا قَبْلَهُ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَلَا بَعْدَهُ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ اَبُوْ اَحْمَدَ الْعَسْكَرِيُّ لٰكِنَّهُ اَضَافَهُ اِلٰى كِتَابِ التَّصْحِيْفِ لَهُ ثُمَّ اَفْرَدَهُ بِالتَّالِيْفِ عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ سَعِيْدٍ، فَجَمَعَ فِيْهِ كِتَابَيْنِ كِتَابًا فِيْ مُشْتَبِهِ الْاَسْمَاءِ وَكِتَابًا فِيْ مُشْتَبِهِ النِّسْبَةِ، وَجَمَعَ شَيْخُهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِيْ ذٰلِكَ كِتَابًا حَافِلًا ثُمَّ جَمَعَ الْخَطِيْبُ ذَيْلًا ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِيْعَ اَبُوْ نَصْرِ بْنُ مَاكُوْلَا فِيْ كِتَابِهِ الْاِكْمَالِ وَاسْتَدْرَكَ عَلَيْهِمْ فِيْ كِتَابٍ اٰخَرَ فَجَمَعَ فِيْهِ اَوْهَامَهُمْ وَبَيَّنَهَا وَكِتَابُهُ مِنْ اَجْمَعِ مَا جُمِعَ فِيْ ذٰلِكَ وَهُوَ عُمْدَةُ كُلِّ مُحَدِّثٍ بَعْدَهُ وَقَدِ اسْتَدْرَكَ عَلَيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نُقْطَةَ مَا فَاتَهُ اَوْ تَجَدَّدَ بَعْدَهُ فِيْ مُجَلَّدٍ ضَخْمٍ ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيْهِ مَنْصُوْرُ بْنُ سَلِيْمٍ (بِفَتْحِ السِّيْنِ) فِيْ مُجَلَّدٍ لَطِيْفٍ وَكَذٰلِكَ اَبُوْ حَامِدِ بْنُ الصَّابُوْنِيِّ وَجَمَعَ الذَّهَبِيُّ فِيْ ذٰلِكَ مُخْتَصَرًا جِدًّا اعْتَمَدَ فِيْهِ عَلَى الضَّبْطِ بِالْقَلَمِ فَكَثُرَ فِيْهِ الْغَلَطُ وَالتَّصْحِيْفُ الْمُبَائِنُ لِمَوْضُوْعِ الْكِتَابِ وَقَدْ يَسَّرَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِتَوْضِيْحِهٖ فِيْ كِتَابٍ سَمَّيْتُهُ بِتَبْصِيْرِ الْمُنْتَبِهِ بِتَحْرِيْرِ الْمُشْتَبِهِ وَهُوَ مُجَلَّدٌ وَاحِدٌ فَضَبَطْتُهُ بِالْحُرُوْفِ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمَرْضِيَّةِ وَزِدْتُ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيْرًا مِمَّا اَهْمَلَهُ اَوْ لَمْ يَقِفْ عَلَيْهِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ

﴿ترجمہ﴾: اگر رواۃ کے نام خط میں متفق ہوں لیکن تلفظ میں مختلف ہوں خواہ اس اختلاف کا سبب نقطہ ہو یا ظاہری صورت ہو تو یہ قسم مؤتلف مختلف ہے اور اس کی معرفت اس فن کے مشکل امور میں سے ہے حتیٰ کہ علی بن مدینی علیہ الرحمۃ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ سب سے بڑھ کر مشکل غلطی وہ ہے جو ناموں میں واقع ہو اور بعض محدثین رحمہم اللہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ نہ تو اس میں قیاس کو عمل ودخل ہے اور نہ ہی اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد کوئی ایسا قرینہ ہوتا ہے جو اس پر دلالت کرے ابو احمد عسکری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے لیکن انہوں نے اس کتاب کو اپنی دوسری تصنیف "التصحیف" میں ضم کرلیا، پھر ان کے بعد عبدالغنی بن سعید نے علیحدہ کتاب لکھی اور اس تصنیف کے دو علیحدہ حصے کردیئے ایک حصے میں مشتبہ الاسماء کا تذکرہ کیا اور دوسرے حصے میں مشتبہ النسبۃ کا ذکر کیا اور عبدالغنی کے استاذ! شیخ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق ایک جامع کتاب لکھی پھر

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تکملہ لکھا ان کے بعد ابونصر ماکولا رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام کتب کو اپنی کتاب "الاکمال" میں جمع کر دیا، اور ایک اور کتاب میں ان کی فروگزاشتوں (یعنی اگلے مصنفین سے جو امور رہ گئے تھے ان) کو بیان کیا، اور ان کے تمام اوہام کو اس کتاب میں جمع کر کے ان کی خوب وضاحت کر دی، ابونصر ماکولا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سابقہ تمام کتب پر حاوی ہے اور ہر محدث کے لئے جو اس کے بعد آئے قابل اعتماد ہے اور ان سے جو فروگزاشت ہوئی یعنی ان سے جو امور رہ گئے تھے ابو بکر بن نقطہ نے انہیں ایک ضخیم کتاب میں ذکر کر کے ان کی تلافی کر دی، اس کے بعد منصور بن سلیم (سین کی زبر کے ساتھ) نے ایک مختصر کتاب میں اس کا تکملہ لکھا اور اسی طرح ابو حامد بن صابونی نے بھی تکملہ لکھا نیز امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون پر ایک مختصر سی کتاب لکھی، اس میں انہوں نے حرکات وسکنات اور نکات کا ضبط قلم یعنی علامات سے کیا، اس لئے اس میں بکثرت غلطیاں واقع ہو گئیں، جو موضوع کتاب کے خلاف ہیں، اللہ نے ہمیں اس کی وضاحت کی توفیق دی، اور ایک جلد میں میں نے اس کا نام تبصیر المنتبه بتحریر المشتبه رکھا میں نے بڑی شائستگی سے حروف کے ساتھ منضبط کیا، اور اس میں! میں نے بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا جن کو لوگوں نے چھوڑ دیا یا جن سے لوگ واقف نہ ہوئے اس پر اللہ ہی کی حمد ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنِ اتَّفَقَتِ الْاَسْمَاءُ خَطًّا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مؤتلف ومختلف رواۃ کا بیان کرنا ہے۔

مؤتلف ومختلف کی تعریف:

مؤتلف ومختلف وہ رواۃ ہیں جن کے نام لکھنے میں تو ایک جیسے ہوں لیکن تلفظ میں مختلف ہوں جیسے عَقِیل (بفتح العین وکسر القاف) اور عُقَیل (بضم العین و فتح القاف) ایسے رواۃ کو کتابت کے لحاظ سے مؤتلف یعنی متفق اور تلفظ کے لحاظ سے مختلف کہا جاتا ہے۔

مؤتلف ومختلف میں لکھی گئی کتب:

یہ قسم اس فن کی اہم ابحاث میں سے ہے چنانچہ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اسماء میں واقع شدہ غلطی کو سمجھنا نہایت ہی مشکل کام ہے کیونکہ اس میں عربیت کے قانون کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے سیاق وسباق سے سمجھا جا سکتا ہے۔

✪ اس فن میں ابو احمد عسکری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تصنیف کی لیکن انہوں نے اپنی اس کتاب کو اپنی دوسری تصنیف "التصحیف" میں ضم کر لیا جو صرف اسماء کی تصحیف میں نہیں بلکہ عام تصحیف پر لکھی گئی تھی۔ لہٰذا اسماء کی تصحیف پر مستقل کتاب لکھنے کی ضرورت تھی چنانچہ عبدالغنی بن سعید نے تصحیف اسماء میں ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے مشتبہ اسماء کا بھی ذکر کیا اور

مشتبہ النسبۃ کا بھی ذکر کیا۔

بعدازاں عبدالغنی بن سعید کے استاذ علامہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن میں ایک جامع کتاب لکھی جس کا مستقل تکملہ خطیب بغدادی نے لکھا پھر ان تمام کتب کو ابونصر ماکولا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاکمال'' میں جمع کر دیا پھر بعدازاں ابونصر ماکولا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور کتاب میں پہلے مصنفین سے اس سلسلے میں رہ جانے والے امور کو جمع کیا اور ان کے اوہام اور علتوں کو بھی خوب وضاحت سے بیان کیا ابونصر کی یہ دوسری کتاب اس فن کی تمام کتب سے زیادہ جامع تھی اور ہر آنے والے محدث کے لئے اعتماد گاہ تھی۔

ابونصر کے بعد ابوبکر بن نقطہ اس میدان میں آئے تو انہوں نے ابونصر ماکولا سے اس سلسلہ میں رہ جانے والے امور کو اور نئے پیدا شدہ امور کو ایک مستقل ضخیم کتاب میں جمع کر دیا جس کا منصور بن سلیم اور ابو حامد نے تکملہ لکھا۔

اس کے بعد امام ذہبی نے اس فن میں ایک میں ایک مختصر کتاب لکھی لیکن انہوں نے اس کتاب میں اسماء کے تلفظ کے لئے حرکات وسکنات اور نقاط کو صرف علامات ونشانات سے ضبط کیا حروف سے نہیں، پس اس وجہ بکثرت غلطیاں واقع ہونے لگیں جو اس قسم کے منافی تھیں۔

اور آخر علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اللہ نے یہ توفیق بخشی تو اس فن میں ! میں ایک کتاب بنام'' تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ '' لکھی جس میں ! میں نے اسماء کی شائستگی سے وضاحت کے ساتھ حروف کے ساتھ حرکات وسکنات اور نقاط کو ضبط کیا اور اس میں وہ امور بھی ذکر کئے جو امام ذہبی علیہ الرحمۃ سے رہ گئے تھے اور وہ امور بھی ذکر کئے جو امام ذہبی علیہ الرحمۃ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

متشابہ رواۃ کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاِنْ اتَّفَقَتِ الْاَسْمَاءُ خَطًّا وَنُطْقًا وَاخْتَلَفَتِ الْاٰبَاءُ نُطْقًا مَعَ ائْتِلَافِهَا خَطًّا كَمُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ (بِتَفْحِ الْعَيْنِ) وَمُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ (بِضَمِّهَا) فَالْاَوَّلُ نَيْسَابُوْرِيٌّ وَالثَّانِيْ فِرْيَابِيٌّ وَهُمَا مَشْهُوْرَانِ وَطَبَقَتُهُمَا مُتَقَارِبَةٌ اَوْ بِالْعَكْسِ كَاَنْ يَخْتَلِفَ الْاَسْمَاءُ نُطْقًا وَيَاْتَلِفُ خَطًّا وَيَتَّفِقُ الْاٰبَاءُ خَطًّا وَنُطْقًا كَشُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ وَسُرَيْجِ بْنِ النُّعْمَانِ اَلْاَوَّلُ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَهُوَ تَابِعِيٌّ يَرْوِيْ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَالثَّانِيْ بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالْجِيْمِ وَهُوَ مِنْ شُيُوْخِ الْبُخَارِيِّ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الْمُتَشَابِهُ وَكَذَا اِنْ وَقَعَ ذٰلِكَ الْاِتِّفَاقُ فِي الْاِسْمِ وَاِسْمِ الْاَبِ وَالْاِخْتِلَافُ فِيْ

النِّسْبَةِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابًا جَلِيلًا سَمَّاهُ تَلْخِيصُ الْمُتَشَابِهِ ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيْهِ أَيْضًا بِمَا فَاتَهُ أَوَّلًا وَهُوَ كَثِيرُ الْفَائِدَةِ .

﴿ترجمہ﴾: اگر رواۃ کے نام تحریر اور تلفظ میں ایک جیسے ہوں لیکن ان کے آباء کے اسماء کے تلفظ میں اختلاف ہو اور تحریر میں ایک جیسے ہوں جیسے محمد بن عقیل عین فتحہ کے ساتھ اور محمد بن عُقیل عین کے ضمہ کے ساتھ اول نیشاپوری ہیں دوسرے فریابی ہیں دونوں مشہور ہیں دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے یا پہلے کے برعکس ہو یعنی اسماء تلفظ میں مختلف ہوں اور تحریر میں ایک جیسے ہوں اور آباء کے نام تحریر اور تلفظ دونوں میں ایک جیسے ہوں مثلاً شریح بن نعمان اور سریج بن نعمان کہ پہلا شین اور حاء کے ساتھ ہے شریح! یہ تابعی ہیں جو کہ مولا علی شیر خدا سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے سین اور جیم کے ساتھ ہیں یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اسی قسم کو متشابہ کہتے ہیں اور اسی طرح اگر راوی کے نام اور راوی کے باپ کے نام میں تحریر اور تلفظ میں اتفاق ہو اور نسبت میں اختلاف واقع ہو جائے تو اسے بھی متشابہ کہتے ہیں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قسم کے متعلق ایک عمدہ کتاب بنام "تلخیص المتشابہ" لکھی ہے پھر خود ہی اس پر فوت شدہ امور کا تکملہ بھی لکھا ہے اور یہ بہت ہی فائدہ بخش ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ متشابہ رواۃ کا بیان کرنا ہے۔

متشابہ رواۃ کی تعریف:

متشابہ وہ ہمنام راوی ہیں جن کی ولدیت تلفظ میں مختلف اور کتابت میں متفق ہو۔

جیسے محمد بن عَقِیل (نیشاپوری) عین کے فتحہ کے ساتھ۔ محمد بن عُقَیل (فریابی) عین کے ضمہ کے ساتھ۔

- یا اس کا برعکس ہو یعنی رواۃ کے نام تلفظ میں مختلف اور کتابت میں ایک جیسے ہوں اور ولدیت بالکل یکساں ہو۔

جیسے شُرَیح بن النعمان (تابعی) اور سُرَیج بن نعمان (استاذ امام بخاری)۔

- یا رواۃ کے نام مع ولدیت کے بالکل یکساں ہوں اور نسبت! تلفظ میں مختلف ہو اور کتابت میں متفق ہو۔

جیسے محمد بن عبداللہ مُخَرِّمِی (امام بخاری، امام ابوداؤد، امام نسائی علیہم الرحمۃ کے استاذ) اور محمد بن عبد اللہ مَخْرَمِی (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد)۔

مشابہہ رواۃ کے متعلق لکھی گئی کتب:

متشابہہ کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عظیم الشان کتاب بنام تلخیص المتشابہ لکھی ہے پھر اس نے اس کے رہ جانے والے امور کا تکملہ لکھا، یہ کتاب نہایت ہی مفید ہے۔

✿ یہاںتک رواۃ کے متعلق احکام کی تینوں قسموں (متفق ومفترق، مؤتلف ومختلف، متشابہ) کا بیان مکمل ہو چکا اب آگے ان تینوں قسموں کے فروع کا ذکر ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

فروعی اقسام کا بیان

﴿عبارت﴾: وَيَتَرَكَّبُ مِنْهُ وَمِمَّاقَبْلَهُ اَنْوَاعٌ مِنهَااَنْ يَّحْصُلَ الْاِتِّفَاقُ وَالْاِشْتِبَاهُ فِي الْاِسْمِ وَاسْمِ الْاَبِ مَثَلًااِلَّافِي حَرْفٍ اَوْحَرْفَيْنِ فَاَكْثَرَمِنْ اَحَدِهِمَااَوْمِنْهُمَاوَهُوَعَلٰى قِسْمَيْنِ اِمَّااَنْ يَّكُوْنَ الْاِخْتِلَافُ بِالتَّغَيُّرِمَعَ نُقْصَانِ بَعْضِ الْاَسْمَاءِ عَنْ بَعْضٍ فَمِنْ اَمْثِلَةِ الْاَوَّلِ مُحَمَّدُبْنِ سِنَانٍ بِكَسْرِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَنُوْنَيْنِ بَيْنَهُمَااَلِفٌ وَهُمْ جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الْعَوَقِيُّ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِثُمَّ الْقَافُ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ وَمُحَمَّدُبْنُ سَيَّارٍ بِفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَشْدِيْدِالْيَاءِ التَّحْتَانِيَةِ وَبَعْدَالْاَلِفِ رَاءٌ وَهُمْ اَيْضًاجَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الْيَمَامِيُّ شَيْخُ عُمَرَبْنِ يُوْنُسَ وَمِنْهَامُحَمَّدُبْنُ حُنَيْنٍ بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَنُوْنَيْنِ ۔اَلْاُوْلٰى مَفْتُوْحَةٌ بَيْنَهُمَايَاءٌ تَحْتَانِيَةٌ تَابِعِيٌّ يَرْوِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهٖ وَمُحَمَّدُبْنُ جُبَيْرٍ بِالْجِيْمِ بَعْدَهَابَاءٌ مُوَحَّدَةٌ وَّاٰخِرُهٗ رَاءٌ وَهُوَمُحَمَّدُبْنُ جُبَيْرِبْنِ مُطْعَمٍ تَابِعِيٌّ مَشْهُوْرٌاَيْضًا وَمِنْ ذٰلِكَ مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ كُوْفِيٌّ مَشْهُوْرٌوَمُطَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ بِالطَّاءِ بَدْلَ الْعَيْنِ شَيْخٌ اٰخَرُيَرْوِيْ عَنْهُ اَبُوْحُذَيْفَةَ النَّهْدِيُّ وَمِنْهُ اَيْضًا اَحْمَدُبْنُ الْحُسَيْنِ صَاحِبُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍوَاٰخَرُوْنَ وَاَحْيَدُبْنُ الْحُسَيْنِ مِثْلُهٗ لٰكِنَّ بَدْلَ الْمِيْمِ يَاءٌ تَحْتَانِيَةٌ وَهُوَشَيْخٌ بُخَارِيٌّ يَرْوِيْ عَنْهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍالْبِيْكَنْدِيُّ

﴿ترجمہ﴾: اس نوع متشابہ اور اس سے پہلی نوع مختلف ومؤتلف کے مرکب ہونے سے اور بھی کئی اقسام پیدا ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ راوی یا اس کے والد کے نام میں یکسانیت اور اشتباہ واقع ہو ایک یا دو حرفوں کے سوا اکثر حروف میں دونا موں میں سے ایک میں یا دونوں ناموں میں تو اسکی دو قسمیں ہیں کہ یا تو اختلاف تغیر کی وجہ سے ہوگا اور حروف کی تعداد دونوں صورتوں میں باقی رہے، یا اختلاف تغیر کی وجہ سے ہوگا لیکن بعض اسماء دوسروں کی بنسبت کم ہو جائے گی، اول صورت کی مثال محمد بن سنان، سنان! سین بغیر نقطوں کے ہے اور اس میں دونون ہیں جن کے درمیان الف ہے، یہ نام راویوں کی ایک جماعت کا ہے جن میں سے ایک عوقی ہیں، جو امام بخاری کے استاذ ہیں اور محمد بن سیار! سین بغیر نقطوں کے ہے اور فتحہ کے ساتھ ہے اور یا کی شد کے ساتھ ہے اور

الف کے بعد راء ہے یہ بھی ایک جماعت ہے جس میں یمامی بھی شامل ہیں جو کہ عمر بن یونس کے استاذ ہیں اور انہیں میں محمد بن حنین بھی ہیں حنین میں حاء بغیر نقطوں کے ہے اور اس لفظ میں دو نون ہیں جن میں سے پہلا مفتوح ہے اور ان دونوں کے درمیان یاء ہے یہ ایک تابعی ہیں عبداللہ بن عباس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور اسی طرح محمد بن جبیر ہیں جیم کے ساتھ جس کے بعد باء ہے اور آخر میں راء ہے یہ محمد بن جبیر بن مطعم ہیں ایک مشہور تابعی ہیں، ان میں سے معرف بن واصل مشہور کوفی بزرگ ہیں اور مطرف بن واصل بھی ایک اور بزرگ ہیں جو عین کے بدلے طا کے ساتھ ہے اس سے ابو حذیفہ نہدی روایت کرتے ہیں اور انہی سے احمد بن حسین ہیں جو کہ ابراہیم بن سعد کے شاگرد ہیں اور ان سے متشابہ احید بن حسین ہیں لیکن میم کی جگہ یاء آتی ہے یہ امام بخاری کے استاذ ہیں ان سے عبداللہ بن محمد بیکندی روایت کرتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَيَتَرَكَّبُ مِنْهُ وَالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان فروعی اقسام کا بیان کرنا ہے جو مذکورہ اقسام ثلاثہ (متفق و مفترق، مؤتلف و مختلف، متشابہ) سے پیدا ہوئی ہیں جن کی اولاً دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم کا بیان:

ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ راوی کے اسماء میں یا ان کے آباء کے اسماء میں یا دونوں کے اسماء میں اتفاق واقع ہوتا ہے مگر ایک حرف یا دو حرفوں میں اختلاف واقع ہوتا ہے۔ پھر جن میں یہ اختلاف و اتفاق واقع ہوتا ہے وہ دو قسم پر ہیں ایک وہ ہیں جو تعداد حروف میں مساوی ہوں دوسرے وہ ہیں جو تعداد حروف میں مساوی نہ ہوں۔

وہ اسماء جو تعداد حروف میں مساوی ہیں ان کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی قسم کی پہلی صورت کی مثالیں:

1- محمد بن سنان! یہ کئی لوگوں کا نام ہے جن میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے شیخ عوقی بھی شامل ہیں محمد بن سیار یہ بھی کئی لوگوں کا نام ہے جن میں یمامی یعنی عمر بن یونس کے شیخ بھی شامل ہیں ان کے والد کے نام سنان اور سیار میں تعداد حروف میں مساوات ہونے کے ساتھ ساتھ پہلے اسم میں موجود دو نونوں کی جگہ دوسرے میں یاء اور راء ہے۔

2- محمد بن حنین یہ تابعی ہیں عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، اور محمد بن جبیر یہ بھی مشہور تابعی ہیں ان دونوں کے والد کے اسماء میں تعدادِ حروف میں مساوات کے ساتھ ساتھ لفظی طور پر اختلاف ہے جبکہ رسم الخط کے لحاظ سے حاء اور جیم میں نونِ اول اور یاء اور نونِ ثانی اور راء میں اتفاق ہے۔

3- معرف بن واصل کوفی مشہور شخص ہیں اور مطرف بن واصل جن سے ابو حذیفہ نہدی روایت کرتے ہیں، معرف اور

مطرف میں تعدادِ حروف میں مساوات کے ساتھ ساتھ رسم الخط کے لحاظ سے عین اور طاء میں اتفاق ہے جبکہ لفظی لحاظ سے دونوں میں اختلاف ہے۔

4-احمد بن حسین جوابراہیم بن سعد کے شاگرد کا نام ہے اوراحید بن حسین یہ امام بخاری کے استاذ ہیں، احمد اوراحید میں تعدادحروف میں مساوات کے ساتھ ساتھ رسم الخط کے لحاظ سے میم اور یاء میں اتفاق ہے جبکہ ان دونوں میں لفظی لحاظ سے اختلاف ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

پہلی قسم کی دوسری صورت کی مثالوں کا بیان

﴿عبارت﴾: وَمِنْ ذٰلِكَ اَيْضًا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ شَيْخٌ بُخَارِيٌّ مَشْهُوْرٌ مِنْ طَبَقَةِ مَالِكٍ وَجَعْفَرُ بْنُ مَيْسَرَةَ شَيْخٌ مَشْهُوْرٌ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسَى الْكُوْفِيِّ اَلْاَوَّلُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْفَاءُ بَعْدَهَا صَادٌ مُهْمَلَةٌ وَّالثَّانِيْ بِالْجِيْمِ وَالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ بَعْدَهَا فَاءٌ ثُمَّ رَاءٌ وَمِنْ اَمْثِلَةِ الثَّانِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ، جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فِي الصَّحَابَةِ صَاحِبُ الْاَذَانِ وَاسْمُ جَدِّهٖ عَبْدُ رَبِّهٖ وَرَاوِيْ حَدِيْثِ الْوُضُوْءِ وَاسْمُ جَدِّهٖ عَاصِمٌ وَهُمَا اَنْصَارِيَانِ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ بِزِيَادَةِ يَاءٍ فِيْ اَوَّلِ اسْمِ الْاَبِ وَالزَّايُ مَكْسُوْرَةٌ وَهُمْ اَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فِي الصَّحَابَةِ الْخِطْمِيُّ يُكَنّٰى اَبَامُوْسٰى وَحَدِيْثُهٗ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَالْقَارِيُّ لَهٗ ذِكْرٌ فِيْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَدْ زَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّهُ الْخِطْمِيُّ وَفِيْهِ نَظَرٌ وَمِنْهَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَحْيٰى وَهُمْ جَمَاعَةٌ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُجَيٍّ بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِ الْجِيْمِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ تَابِعِيٌّ مَعْرُوْفٌ يَرْوِيْ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

﴿ترجمہ﴾: اورانہی اقسام میں سے حفص بن میسرہ ہیں جوامام مالک کے طبقہ سے مشہور بخاری بزرگ ہیں نیز جعفر بن میسرہ ہیں یہ مشہور بزرگ ہیں اور عبیداللہ بن موسیٰ کوفی کے استاذ ہیں پہلے (حفص) میں حاء اور فاء اور اس کے بعد فقط صاد ہے اور دوسرے (جعفر) میں جیم پھر عین اس کے بعد فاء پھر راء ہے دوسری قسم کی مثالیں یہ ہیں عبداللہ بن زید یہ رواۃ کی ایک جماعت کا نام ہے صحابہ میں دوراوی ہیں ایک صاحب الاذان جن کے دادا کا نام عبدربہ تھا اور حدیث وضو کے راوی بھی ہیں ان کے دادا کا نام عاصم ہے دونوں انصاری ہیں اسی طرح عبداللہ بن یزید بھی ایک جماعت کا نام ہے پہلے رواۃ کے باپ میں یاء زیادہ کر کے اور راء مکسورہ، صحابہ میں اس نام کے

عبداللہ بن یزید خطمی ہیں جن کی کنیت ابوموسیٰ تھی اور صحیحین یعنی بخاری ومسلم میں ان کی حدیث موجود ہے اسی نام کے ایک اور صحابی موجود ہیں جن کا نام قاری مشہور ہے ان کا تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ملتا ہے البتہ بعض لوگوں نے خطمی گمان کیا ہے حالانکہ اس نظر ہے، ان میں سے عبداللہ بن یحییٰ ہیں یہ بھی ایک جماعت کا نام ہے اور عبداللہ بن نجی جو کہ مشہور تابعی ہیں اور حضرت علی شیر خدا سے روایت کرتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنْ ذٰلِكَ اَيْضًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ پہلی قسم کی دوسری صورت کی مثالوں کا بیان کرنا ہے۔ یعنی جو اسماء تعدادِ حروف میں مساوی نہیں ان کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1-اول حفص بن میسرہ یہ بخاری ہیں اور امام مالک کے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں جبکہ دوسرے جعفر بن میسرہ یہ عبید اللہ بن موسیٰ کوفی کے شیخ ہیں ان دونوں اسموں میں تعدادِ حروف میں مساوات نہیں کیونکہ پہلا اسم تین حروف پر مشتمل ہے اور دوسرا اسم چار حروف پر مشتمل ہے۔

2-عبداللہ بن زید یہ متعدد افراد کا نام ہے چنانچہ وہ صحابی جن سے اذان منقول ہے ان کا نام بھی یہی ہے ان کے دادے کا نام عبد ربہ ہے حدیث وضو کے صحابی راوی کا نام بھی یہی ہے ان کے دادے کا نام عاصم ہے یہ دونوں انصاری صحابی تھے، اور عبداللہ بن یزید یہ بھی متعدد حضرات کا نام ہے چنانچہ صحابی ابوموسیٰ خطمی کا نام ہے جن کی حدیث صحیحین میں ہے اور وہ صحابی جو قاری تھے جن کا ذکر حدیث عائشہ میں ہے ان کا نام بھی یہی تھا، کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ قاری صحابی کو ہی خطمی کہا جاتا ہے، یعنی دونوں ایک ہی ذات کے دو نام ہیں لیکن علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ محل نظر بات ہے، اب ان دونوں ناموں میں سے زید! یزید سے ایک حرف کم ہے۔

3-عبداللہ بن یحییٰ یہ بھی کئی لوگوں کا نام ہے اور عبداللہ بن نجی یہ مشہور تابعی ہیں، جو کہ مولا علی شیر خدا سے روایت کرتے ہیں، نجی میں رسم الخط کے لحاظ سے یحییٰ کی بنسبت ایک حرف کم ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

دوسری قسم اور اس کی صورتوں کا بیان

﴿عبارت﴾: اَوْ يَحْصُلُ الْاِتِّفَاقُ فِي الْخَطِّ وَالنُّطْقِ لٰكِنْ يَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ اَوِ الْاِشْتِبَاهُ بِالتَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ اَمَّا فِي الْاِسْمَيْنِ جُمْلَةً اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ كَاَنْ يَّقَعَ التَّقْدِيْمُ وَالتَّاخِيْرُ فِي الْاِسْمِ الْوَاحِدِ فِي بَعْضِ حُرُوْفِهٖ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَشْتَبِهُ بِهٖ مِثَالُ الْاَوَّلِ الْاَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ وَيَزِيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَهُوَ ظَاهِرٌ، وَمِنْهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ وَيَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمِثَالُ الثَّانِيْ

أَيُّوْبُ بْنُ سَيَّارٍ وَأَيُّوْبُ بْنُ يَسَارٍ اَلْاَوَّلُ مَدَنِيٌّ مَشْهُوْرٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَ .الْاٰخَرُ مَجْهُوْلٌ .

﴿ترجمہ﴾: یاتحریر اور تلفظ میں تو یکسانیت ہو لیکن تقدیم وتاخیر کی وجہ سے دو اسموں میں اختلاف یا اشتباہ آجائے مثلاً ایک اسم میں بعض حروف کی نسبت تقدیم وتاخیر واقع ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن اسود ہے اور یہ ظاہر ہے اسی طرح عبداللہ بن یزید اور یزید بن عبداللہ ہے اور دوسرے کی مثال ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار ہے ان میں سے پہلے مدنی ہیں اور مشہور ہیں لیکن قوی نہیں اور دوسرے مجہول ہیں۔

﴿تشریح﴾:

اَوْيَحْصُلُ الْاِتِّفَاقُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ دوسری قسم اور اس کی صورتوں کا بیان کرنا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ دو اسموں میں خط اور تلفظ کے اعتبار سے تو اتفاق ہو لیکن ان اسماء میں بعض حروف کی تقدیم وتاخیر کی وجہ سے اشتباہ پیدا ہو جائے ،اس کی کئی صورتیں ہیں۔

1-راوی اور اس کے والد کے ناموں میں ایک ساتھ تقدیم وتاخیر ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن اسود،اسی طرح یزید بن عبداللہ اور عبداللہ بن یزید۔

2-ایک نام کے بعض حروف میں دوسرے نام کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر سے اشتباہ واقع ہو۔جیسے ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار،ان دونوں ناموں میں سے ایوب بن سیار نامی شخص مدنی ہیں اور مشہور ہیں لیکن قوی نہیں جبکہ ایوب بن یسار نامی شخص مجہول ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

طبقات کا بیان

﴿عبارت﴾: خَاتِمَةٌ وَّمِنَ الْمُهِمِّ فِيْ ذٰلِكَ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الرُّوَاةِ وَفَائِدَتُهُ الْاَمْنُ مِنْ تَدَاخُلِ الْمُشْتَبِهَيْنِ وَاِمْكَانُ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى تَبْيِيْنِ التَّدْلِيْسِ وَالْوُقُوْفِ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْمُرَادِ مِنَ الْعَنْعَنَةِ وَالطَّبَقَةُ فِيْ اِصْطِلَاحِهِمْ عِبَارَةٌ عَنْ جَمَاعَةٍ اِشْتَرَكُوْا فِي السِّنِّ وَلِقَاءِ الْمَشَائِخِ .وَقَدْ يَكُوْنُ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ مِنْ طَبَقَتَيْنِ بِاعْتِبَارَيْنِ كَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،فَاِنَّهُ مِنْ حَيْثُ ثُبُوْتِ صُحْبَتِهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يُعَدُّ فِيْ طَبَقَةِ الْعَشَرَةِ مَثَلًا وَمِنْ حَيْثُ صِغَرِ السِّنِّ يُعَدُّ فِيْ طَبَقَةِ مَنْ بَعْدَهُمْ فَمَنْ نَظَرَ اِلَى الصَّحَابَةِ بِاعْتِبَارِ الصُّحْبَةِ جَعَلَ الْجَمِيْعَ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كَمَا صَنَعَ ابْنُ حِبَّانَ وَغَيْرُهُ وَمَنْ

نَظَرَ اِلَيْهِمْ بِاعْتِبَارِ قَدْرٍ زَائِدٍ كَالسَّبْقِ اِلَى الْاِسْلَامِ اَوْ شُهُوْدِ الْمُشَاهِدِ الْفَاضِلَةِ وَالْهِجْرَةِ جَعَلَهُمْ طَبَقَاتٍ وَاِلٰى ذٰلِكَ جَنَحَ صَاحِبُ الطَّبَقَاتِ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ الْبَغْدَادِيُّ وَكِتَابُهُ اَجْمَعُ مَاجُمِعَ فِيْ ذٰلِكَ مِنَ الْكُتُبِ .وَكَذٰلِكَ مَنْ جَاءَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ وَهُمُ التَّابِعُوْنَ وَمَنْ نَظَرَ اِلَيْهِمْ بِاعْتِبَارِ الْاَخْذِ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ فَقَطْ جَعَلَ الْجَمِيْعَ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كَمَا صَنَعَ ابْنُ حِبَّانَ اَيْضًا وَمَنْ نَظَرَ اِلَيْهِمْ بِاعْتِبَارِ اللِّقَاءِ قَسَّمَهُمْ كَمَا فَعَلَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ وَلِكُلٍّ مِّنْهُمَا وَجْهٌ

﴿ترجمہ﴾: خاتمہ! محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاں راویوں کے طبقات کو جاننا اس فن کے اہم امور میں سے ہے اور اس کا فائدہ مشتبہین کے تداخل سے محفوظ رہنا اور تدلیس کی حقیقت پر اطلاع کا ممکن ہونا اور عنعنہ کی حقیقی مراد سے واقف ہونا ہے اور محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح میں طبقہ کی تعریف یہ ہے کہ ایسی جماعت جو عمر میں اور شیوخ کی ملاقات میں شریک ہو کبھی ایک ہی شخص دو مختلف حیثیتوں سے دو علیحدہ علیحدہ طبقوں میں ہوتا ہے جیسے حضرت انس بن مالک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے ثبوت کی حیثیت سے عشرہ مبشرہ کے طبقات میں شمار کئے جاتے ہیں اور چھوٹی عمر والا ہونے کی حیثیت سے اس کے بعد والے طبقہ میں شمار کئے جاتے ہیں پس جنہوں نے صحابہ میں شرف صحبت کا اعتبار کیا تو انہوں نے تمام صحابہ کو ایک ہی طبقہ میں شمار کیا ہے جیسے ابن حبان وغیرہ اور جنہوں نے قدر زائد یعنی فضیلت وغیرہ کا اعتبار کیا مثلاً سبقت اسلام کا یا باعث فضیلت معرکوں میں حاضری کا یا ہجرت وغیرہ کا تو انہوں صحابہ کو کئی طبقات میں شمار کیا ہے اسی صورت حال کی طرف صاحب طبقات عبداللہ بن محمد بن سعد مائل ہوئے ہیں اور ان کی یہ کتاب یعنی طبقات ابن سعد اس موضوع پر جمع کردہ تمام کتب میں سے سب سے جامع ہے،اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جو لوگ آئے جنہیں تابعین کہا جاتا ہے ان کی طرف جس نے اس اعتبار سے نظر کی کہ ان تمام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استفادہ کیا تو اس نے ان کو ایک ہی طبقہ بنا دیا جیسا کہ امام ابن حبان علیہ الرحمۃ کیا ہے اور جس نے انہیں ملاقات اور عدم ملاقات کے اعتبار سے دیکھا تو اس نے انہیں کئی طبقات میں تقسیم کیا ہے جیسا کہ ابن سعد نے کیا ہے،ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ اسلوب اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ ان امور کو بیان فرما رہے ہیں کہ جنہیں جاننا حدیث کے طالب علم کے لئے انتہائی ضروری ہوتا ہے،ان امور میں سے ایک اہم امر طبقات رواۃ کی معرفت ہے۔

طبقات کی تعریف:

طبقات !طبقہ کی جمع ہے جس کا معنیٰ گروہ ہے اور اصطلاح میں طبقہ سے مراد وہ خاص گروہ ہے جو عمر میں اور شیوخ کی ملاقات میں حدیث کو حاصل کرنے میں شریک ہو۔

طبقاتِ رواۃ کی معرفت کا فائدہ:

1-دو مشتبہ ناموں میں امتیاز ہو جاتا ہے۔
2-تدلیس کے ظہور پر اطلاع پانا ممکن ہو جاتا ہے۔
3-یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اسنادِ معنعنہ میں اتصال ہے یا نہیں۔

ایک راوی کا دو طبقوں میں شمار:

کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی مختلف حیثیتوں سے دو مختلف طبقات میں شمار کر لیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے اعتبار سے عشرہ مبشرہ کے طبقہ میں داخل ہیں، اور عمر میں چھوٹے وہ نے کے اعتبار سے صغار صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقات:

کچھ محدثین رحمہم اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صرف صحبت کا لحاظ کیا ہے پس انہوں نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ہی طبقہ میں شمار کیا ہے جیسے کہ امام حبان رحمۃ اللہ علیہ! کہ انہوں نے اپنی کتاب میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ہی طبقات میں شمار کیا ہے۔

✿ کچھ محدثین رحمہم اللہ نے شرفِ صحابیت کے ساتھ ساتھ کسی اور وصف کا بھی لحاظ کیا ہے مثلاً سبقتِ اسلامی، یا شمولیتِ غزوات، یا ہجرت! تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پانچ طبقات میں شمار کیا ہے جیسا کہ ابو عبداللہ محمد بن سعد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہ انہوں نے اپنی کتاب "طبقاتِ ابن سعد" میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعدد طبقات قرار دیئے ہیں، اور ان کی یہ کتاب اپنے فن کی سب زیادہ جامع اور قابلِ اعتماد ہے۔

تابعین کے طبقات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقات کی طرح ہی حال تابعین کے طبقات کا ہے کہ کچھ محدثین رحمہم اللہ نے ان میں یہ اعتبار کیا کہ تمام تابعین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور ان سے استفادہ کیا، پس انہوں نے تمام تابعین کو ایک ہی طبقہ میں شمار کر لیا، جیسا کہ امام ابن حبان علیہ الرحمۃ نے یہی کچھ کیا ہے، اور کچھ محدثین کرام رحمہم اللہ نے تابعیت کے وصف کے ساتھ دیگر اوصاف کا بھی اعتبار کیا اس لئے انہوں نے تابعین کو متعدد طبقات میں تقسیم کر دیا جیسا کہ ابو عبداللہ محمد بن سعد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہ انہوں نے اپنی کتاب "طبقاتِ ابن سعد" میں تابعین کو تین طبقات میں قرار دیا ہے، جبکہ امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تابعین کو پندرہ

طبقات میں شمار کیا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

رواۃ کی تاریخ پیدائش، وفات، اوطان، احوال اور مراتب جرح کا علم

﴿عبارت﴾: وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًامَعْرِفَةُ مَوَالِيْدِهِمْ وَوَفِيَّاتِهِمْ لِاَنَّ مَعْرِفَتَهُمَايَحْصُلُ الْاَمْنُ مِنْ دَعْوَى الْمُدَّعِىْ لِلِقَاءِ بَعْضِهِمْ وَهُوَفِىْ نَفْسِ الْاَمْرِلَيْسَ كَذٰلِكَ وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًامَعْرِفَةُ بُلْدَانِهِمْ وَاَوْطَانِهِمْ وَفَائِدَتُهُ الْاَمْنُ مِنْ تَدَاخُلِ الْاِسْمَيْنِ اِذَااتَّفَقَالٰكِنْ اِفْتَرَقَابِالنَّسَبِ وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًامَعْرِفَةُ اَحْوَالِهِمْ تَعْدِيْلًا وَجَرْحًا وَجَهَالَةًلِاَنَّ الرَّاوِىَ اِمَّااَنْ يُّعْرَفَ عَدَالَتُهُ اَوْيُعْرَفَ فِسْقُهُ اَوْلَايُعْرَفَ فِيْهِ شَىْءٌ مِنْ ذٰلِكَ .وَمِنْ اَهَمِّ ذٰلِكَ بَعْدَالْاِطِّلَاعِ مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ لِاَنَّهُمْ قَدْيَجْرَحُوْنَ الشَّخْصَ بِمَالَايَسْتَلْزِمُ رَدَّحَدِيْثِهِ كُلِّهِ وَقَدْبَيَّنَّااَسْبَابَ ذٰلِكَ فِيْمَامَضٰى وَحَصَرْنَاهَافِىْ عَشَرَةٍ وَّقَدْتَقَدَّمَ شَرْحُهَامُفَصَّلًا،وَالْغَرَضُ هُنَاذِكْرُالْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِفِى اصْطِلَاحِهِمْ عَلٰى تِلْكَ الْمَرَاتِبِ

﴿ترجمہ﴾: رواۃ کی ولادت اور وفات کا جاننا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ ان دونوں چیزوں کے جاننے سے ملاقات کرنے والوں کے دعویٰ سے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے جبکہ حقیقت میں ان کی ملاقات نہ ہوئی، نیز ان کے اوطان اور شہروں کی معرفت بھی بہت ضروری ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ دو اوطان کے تداخل سے امن ملیگا جبکہ وہ دونوں نام میں متفق ہوں اور نسبت میں مختلف ہوں اور انہی اہم امور میں تعدیل و جرح و جہالت کے اعتبار سے ان کے احوال کی معرفت ہے کیونکہ راوی کی یا عدالت کا پتہ چلے گا یا اس کا فسق معلوم ہوگا یا اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہوگا۔

اور اس کی واقفیت کے بعد جرح و تعدیل کے مراتب کی معرفت بھی اہم ترین امور میں سے ہے چونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راوی پر ایسی جرح کر دیتے ہیں جس کے سبب سے اس کی تمام احادیث کا رد کرنا لازم نہیں آتا، میں نے اس رد کے اسباب کو گذشتہ اوراق میں بیان کیا ہے اور ان کی تعداد دس بیان کی ہے اور ان کی تفصیل کے ساتھ تشریح بھی پہلے گزر چکی ہے یہاں صرف ان الفاظ کو بیان کرنا مقصود ہے جو الفاظ محدثین کی اصطلاح میں ان مراتب پر دلالت کرتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنَ الْمُهِمِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ رواۃ کی تاریخ پیدائش، وفات، اوطان، احوال اور مراتب جرح کے علم کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔

رواۃ کی تاریخ پیدائش اور وفات علم:

اس فن کے اہم امور میں سے دوسرا اہم امر یہ ہے کہ رواۃ کی تاریخ پیدائش اور ان کی تاریخ وفات کا علم ہو کیونکہ اس سے یہ بات معلوم ہوگی کہ کون سا راوی عمر میں بڑا ہے اور کون سا راوی چھوٹا ہے اور کون سا راوی مقدم ہے اور کون سا راوی متاخر ہے۔

پیدائش و وفات کے علم کا فائدہ:

تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی صحابی یا تابعی سے ملاقات اور اخذ روایت کا دعویدار ہو تو اس تاریخ کے ذریعے معلوم ہوگا کہ اس کے دعوے کی حقیقت کیا ہے؟ چنانچہ اسی وجہ سے ماضی میں بہت سے دعووں کا بطلان ثابت ہوا۔

اوطان رواہ کا علم:

اس فن کے امور میں سے تیسرا اہم امر یہ ہے کہ رواۃ کے وطنوں کی معرفت ہو کہ کون سا راوی کس علاقے کا باشندہ ہے اور کس کا تعلق کس شہر سے ہے۔

اوطان رواۃ کے علم کا فائدہ:

راویوں کے وطنوں کے علم کا فائدہ یہ ہے کہ کبھی کبھی دو راوی ہمنام ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں اشتباہ ہو جاتا ہے لیکن جب انہیں دو الگ شہروں یا علاقوں کی طرف منسوب کرتے ہیں تو ان میں واقع اشتباہ دور ہو جاتا ہے اور ان میں امتیاز آجاتا ہے۔

احوال رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے چوتھا اہم امر یہ ہے کہ راویوں کے احوال کا علم ہو کہ کون سا راوی عادل ہے اور کون سا غیر عادل ہے؟ اسی طرح یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ کون سا راوی ثقہ ہے یا کون سا راوی غیر ثقہ ہے؟ اور کون سا راوی مجہول ہے اور کون سا راوی غیر مجہول ہے؟

احوال رواۃ کے علم کا فائدہ:

احوال رواۃ کے علم کا فائدہ یہ ہے کہ تا کہ روایت پر صحیح یا سقم کا حکم لگ سکے ورنہ حکم لگانا ناممکن ہوگا کیونکہ کسی بھی روایت پر صحت وسقم کا حکم اس وقت ہی لگ سکتا ہے جب اس روایت کے رواۃ کے احوال کی معرفت ہو۔

مراتب جرح کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے پانچواں اہم امر جرح وتعدیل کے مراتب کو جاننا ہے اوران میں امتیاز کرنا ہے کیونکہ کبھی کبھی جرح بہت ہی خفیف اور ہلکی ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے اس راوی کی مرویات مردود نہیں ہوسکتیں اور کبھی جرح اس قدر شدید اور سخت ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے اس راوی کی مرویات پر بھی اثر پڑتا ہے لہٰذا جرح وتعدیل کے اسباب اور الفاظ جرح اور مراتب جرح کا علم انتہائی ضروری ہے جرح کے کل دس اسباب ہیں جن کا تفصیلی بیان پہلے ہو چکا ہے یہاں صرف یہ بیان کیا جائے گا کہ اصطلاحا کون سا لفظ کون سے مرتبے پر دلالت کرتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مراتبِ جرح کا بیان

﴿عبارت﴾: وَلِلْجَرْحِ مَرَاتِبُ وَاَسْوَئُهَا الْوَصْفُ بِمَادَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِيْهِ وَاَصْرَحُ ذٰلِكَ التَّعْبِيْرُ بِاَفْعَلَ كَاَكْذَبَ النَّاسِ وَكَذَاقَوْلُهُمْ اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِى الْوَضْعِ اَوْهُوَرُكْنُ الْكِذْبِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ ثُمَّ دَجَّالٌ اَوْوَضَّاعٌ اَوْكَذَّابٌ لِاَنَّهَا وَاِنْ كَانَ فِيْهَا نَوْعُ مُبَالَغَةٍ لٰكِنَّهَا دُوْنَ الَّتِىْ قَبْلَهَا وَاَسْهَلُهَا اَىِ الْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِ عَلَى الْجَرْحِ قَوْلُهُمْ فُلَانٌ لَيِّنٌ اَوْسَيِّءُ الْحِفْظِ اَوْفِيْهِ اَدْنٰى مَقَالٍ وَبَيْنَ اَسْوَ ءِ الْجَرْحِ وَاَسْهَلِهٖ مَرَاتِبُ لَايَخْفٰى فَقَوْلُهُمْ مَتْرُوْكٌ اَوْسَاقِطٌ اَوْفَاحِشُ الْغَلَطِ اَوْمُنْكَرُ الْحَدِيْثِ اَشَدُّمِنْ قَوْلِهِمْ ضَعِيْفٌ اَوْلَيْسَ بِالْقَوِيِّ اَوْفِيْهِ مَقَالٌ

﴿ترجمہ﴾: اور جرح کے کئی مراتب ہیں اور سب سے سخت وہ وصف ہے جو کہ اس میں مبالغہ پر دلالت کرے اور تعبیر میں واضح ترین ہو یعنی اشد ہو صیغہ اَفْعَل کے ساتھ مثلاً اَكْذَبُ النَّاسِ (تمام لوگوں میں سے زیادہ جھوٹا) یا یوں کہنا کہ اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِى الْوَضْعِ (موضوعات کو گھڑنا اس پر ختم ہے) یا یوں کہنا کہ یہ رُكْنُ الْكِذْبِ (جھوٹ کا ستون) یا اسی طرح کوئی مثال دینا۔

(اس کے بعد دوسرے درجے میں) دَجَّال، وَضَّاع یا كَذَّاب ہے اس صورت میں بھی اگرچہ مبالغہ پایا جاتا ہے لیکن اس میں پہلے کی بنسبت کم مبالغہ ملتا ہے۔ اور سب سے نرم الفاظ جو کہ جرح پر دلالت کرتے ہیں

(محدثین رحمہم اللہ کا) یوں کہنا کہ یہ راوی لین یعنی نرم ہے، سَيِّءُ الْحِفْظِ خراب حافظے والا ہے یا فِيْهِ اَدْنٰى مَقَال کہ اس میں کچھ نظر ہے جیسے الفاظ کہنا (یہ ضعیف ترین جرح ہے)۔ نیز جرح کی اشد ترین اور نرم ترین قسم کے درمیان بھی مراتب رواۃ ہیں، جو کہ مخفی نہیں چنانچہ محدثین رحمہم اللہ کا کہنا کہ فلاں راوی متروک ہے یا سَاقِط ہے یا فَاحِشُ الْغَلَطِ ہے یا مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ ہے یہ مندرجہ بالا الفاظ جرح کے لحاظ سے ضعیف لَيْسَ بِالْقَوِيّ یا فِيْهِ مَقَالٌ سے زیادہ سخت ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَلِلْجَرْحِ مَرَاتِبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مراتبِ جرح کا بیان کرنا ہے۔

مراتب جرح

مراتب جرح تین ہیں۔(۱) اشد۔(۲) اضعف۔(۳) اوسط۔

1- جرح اشد یہ ہے کہ کوئی ماہر فن حدیث کسی راوی کے بارے میں ایسا لفظ بیان کرے جس میں مبالغہ ہو مثلاً اسم تفضیل کا صیغہ بیان کرے یا ایسا صیغہ بیان کرے جو اسم تفضیل کی طرح ہو۔جیسے اکذب الناس،اشد الناس کذبا،الیه المنتهی فی الوضع،الیه المنتهی فی افتراء الکذب،هو رکن الکذب هو منبع الکذب وغیرہ۔

2- جرح اضعف یہ ہے کہ کوئی ماہر فن حدیث کسی راوی کے بارے میں بہت کمزور اور نرم الفاظ استعمال کرے۔ مثلاً لَيِّنُ الْحِفْظِ،یا فُلَانٌ سَيِّءُ الْحِفْظِ یا فِيْهِ اَدْنٰى مَقَالٍ

3- جرح اوسط یہ ہے کہ کوئی ماہر فن حدیث کسی راوی کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرے جس میں پہلے درجے کے الفاظ سے کم مبالغہ ہو۔مثلاً وَضَّاع،دَجَّال۔

وَبَيْنَ اَسْوَءِ الْجَرْحِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جرح اشد اور جرح اضعف کے درمیان بھی کئی مراتب ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں، چنانچہ فلان متروك،فلان ساقط،فلان فاحش الغلط،فلان منکرا لحدیث یہ الفاظ جرح میں سخت ہیں، یا ان سے بھی نرم الفاظ ہیں مثلاً فلان ضعیف، یالیس با لقوی یافیه مقال یہ تمام کے تمام الفاظ جرح اوسط پر دلالت کرتے ہیں چونکہ اوسط مختلف المراتب ہے اس لیئے قول اول میں بنسبت قول ثانی کے زیادہ شدت ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مراتب تعدیل کا بیان

﴿عبارت﴾: وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ التَّعْدِيْلِ وَاَرْفَعُهَا الْوَصْفُ اَيْضًا بِمَا دَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِيْهِ وَاَصْرَحُ ذٰلِكَ التَّعْبِيْرُ بِاَفْعَلَ كَاَوْثَقِ النَّاسِ اَوْ اَثْبَتِ النَّاسِ وَاِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي التَّثَبُّتِ ثُمَّ مَا تَاَكَّدَ بِصِفَةٍ مِنَ الصِّفَاتِ الدَّالَّةِ عَلَى التَّعْدِيْلِ اَوْ صِفَتَيْنِ كَثِقَةٍ ثِقَةٍ اَوْ ثَبْتٍ ثَبْتٍ اَوْ ثِقَةٍ حَافِظٍ اَوْ عَدْلٍ ضَابِطٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ وَاَدْنَاهَا مَا اَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ اَسْهَلِ التَّجْرِيْحِ كَشَيْخٍ وَيُرْوٰى حَدِيْثُهُ وَيُعْتَبَرُ بِهٖ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ مَرَاتِبُ لَا يَخْفٰى

﴿ترجمہ﴾: اور انہی امور میں سے تعدیل کے مراتب کو بھی جاننا ہے اور ان میں سے سب سے عمدہ وہ صفت ہے جو مبالغہ پر دلالت کرے اور اس میں سے سب سے زیادہ صریح اسم تفضیل کے ساتھ ہے مثلاً اوثق الناس یا اثبت الناس یا الیہ المنتھی فی التثبت پھر اس لفظ کا درجہ ہے جو تعدیل پر دلالت کرنے والی صفات میں سے کسی صفت سے مؤکد ہو یا دو صفتیں ہوں جیسے ثقۃ ثقۃ ثبت ثبت یا حافظ یا عدل ضابط وغیرہ اور ان میں سے سب سے ادنیٰ وہ لفظ ہے جو جرح کے نرم الفاظ کے قریب ہو جیسے شیخ اور یروی حدیثہ اور یعتبر بہ وغیرہ اعلیٰ اور ادنی مراتب کے درمیان کئی مراتب ہیں جو کہ مخفی نہیں ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مراتبِ تعدیل کا بیان کرنا ہے۔

<u>مراتب تعدیل:</u>

مراتبِ تعدیل بھی تین ہیں۔(۱) اعلیٰ۔(۲) اوسط۔(۳) ادنیٰ۔

1-تعدیل کا مرتبہ اعلیٰ یہ ہے کہ نقاد محدثین رحمہم اللہ کسی راوی کی توثیق یا تعدیل کرتے ہوئے اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کریں۔

مثلاً فلان اوثق الناس، فلان اثبت الناس .

2-تعدیل کا اوسط مرتبہ یہ ہے کہ نقاد محدثین رحمہم اللہ کسی راوی کی توثیق وتعدیل میں دو صفتیں ذکر کر دیں، ایک ہی صفت کا تکرار کر دیں۔ جیسے فلان ثقۃ حافظ، فلان ثقۃ ثقۃ، فلان ثبت ثبت

3-تعدیل کا مرتبہ ادنیٰ یہ ہے کہ نقاد محدثین رحمہم اللہ کسی راوی کی توثیق کرتے ہوئے اس کی کوئی ایسی صفت ذکر کریں جو جرح کے ادنیٰ مرتبہ کے قریب ہو۔ جیسے فلان شیخ، یروی حدیثہ یعنی اس کی مرویات کو روایت کیا جاسکتا ہے۔ یعتبر بہ

یعنی اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تعدیل کس کی معتبر ہے؟

﴿عبارت﴾: وَهٰذِهٖ اَحْكَامٌ تَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ وَذَكَرْتُهَا هُنَا تَكْمِلَةً لِلْفَائِدَةِ فَاَقُوْلُ تُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ بِاَسْبَابِهَا لَا مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ لِئَلَّا يُزَكِّيَ بِمُجَرَّدِ مَا يَظْهَرُ لَهُ ابْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ مُمَارَسَةٍ وَاخْتِبَارٍ وَلَوْ كَانَتِ التَّزْكِيَةُ صَادِرَةً مِنْ مُزَكٍّ وَّاحِدٍ عَلَى الْاَصَحِّ خِلَافًا لِمَنْ شَرَطَ اَنَّهَا لَا تُقْبَلُ اِلَّا مِنِ اثْنَيْنِ اِلْحَاقًا لَهَا بِالشَّهَادَةِ فِي الْاَصَحِّ اَيْضًا وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ التَّزْكِيَةَ تَتَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْحُكْمِ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ وَالشَّهَادَةُ تَقَعُ مِنَ الشَّاهِدِ عِنْدَ الْحَاكِمِ فَافْتَرَقَا وَلَوْ قِيْلَ بِفَصْلٍ بَيْنَ مَا اِذَا كَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِي الرَّاوِيْ مُسْتَنِدَةً مِنَ الْمُزَكِّيْ اِلَى اجْتِهَادِهٖ اَوْ اِلَى النَّقْلِ عَنْ غَيْرِهٖ لَكَانَ مُتَّجَهًا لِاَنَّهٗ اِنْ كَانَ الْاَوَّلَ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ اَصْلًا لِاَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ بِمَنْزِلَةِ الْحَاكِمِ وَاِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَيَجْرِيْ فِيْهِ الْخِلَافُ وَيَتَبَيَّنُ اَنَّهٗ اَيْضًا لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ لِاَنَّ اَصْلَ النَّقْلِ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ فَكَذَا مَا يَتَفَرَّعُ عَنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

﴿ترجمہ﴾: یہ مسائل جرح و تعدیل کے متعلق ہیں اس لئے میں نے انہیں یہاں تکمیل فائدہ کی خاطر بیان کر دیا، پس میں کہتا ہوں کہ تزکیہ (تعدیل) صرف اسی سے قبول ہوگا جو اسباب تزکیہ سے واقف ہو نہ کہ ناواقف سے یہ پابندی اس لئے ہے تا کہ غیر عارف ابتداءً ہی سے بغیر امتحان اور مہارت کے محض سرسری نظر سے ہی تزکیہ نہ کرنے لگ جائے اور اصح مذہب پر ایک ہی مرد سے تزکیہ قبول کیا جا سکتا ہے بخلاف اس کے جس نے یہ شرط لگا دی کہ تزکیہ دو سے کم مردوں سے قبول نہ کیا جائے جیسے شہادت کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور ان دونوں (تزکیہ اور شہادت) میں فرق یہ ہے کہ تزکیہ بمنزلہ حکم کے ہے اس لئے اس میں تعدد شرط نہیں اور شہادت کا تزکیہ حاکم کے پاس شہادت کے قائمقام ہے (بمنزلہ حکم کے نہیں) پس دونوں میں فرق ہو گیا، اور اگر کہا جائے کہ فرق اس طرح کیا گیا ہے کہ مزکی کی طرف سے راوی کے تزکیہ کا مدار اجتہاد پر ہوتا ہے یا نقل وغیرہ پر تو پھر یہ قابل توجیہ ہے کہ اگر پہلا یعنی اجتہاد ہے تو پھر اس میں عدد بالکل شرط نہیں کیونکہ وہ اس صورت میں حاکم کے درجہ میں ہے اور اگر دوسرا (نقل) ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اس میں بھی عدد شرط نہیں کیونکہ نقل میں

عدد کی شرط نہیں لگائی جاتی پس اسی طرح جو اس سے متفرع ہوگا اس میں بھی عدد کی شرط نہیں ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

وَهٰذِهِ اَحْكَامٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ تعدیل اور تزکیہ کس کا معتبر ہے؟

صحیح ترین مذہب کے مطابق تزکیہ ایک شخص کا بھی معتبر ہے اس کے لئے تعدد اور کثرت ضروری نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ایک شخص اسباب تزکیہ سے خوب واقف ہو۔

بعض محدثین رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اس تزکیہ کا اعتبار ہے جو کم از کم دو شخصوں سے صادر ہو یعنی وہ تعددِ مزکی کے قائل ہیں اور تزکیہ کو شہادت پر قیاس کرتے ہیں کہ جیسے شہادت کے باب میں دو شخصوں کی ہی شہادت معتبر ہے اسی طرح روایت کے باب میں بھی دو راویوں کا ہی تزکیہ معتبر ہوگا۔

مگر علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ قیاس! قیاس مع الفارق ہے کیونکہ راوی کا تزکیہ حکم لگانے کے مرتبے میں ہوتا ہے اور حکم لگانے میں تعدد شرط نہیں اور شاہد کے تزکیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان اس کے تزکیہ پر گواہی دے رہا ہے اور گواہی میں تعدد ضروری ہوتا ہے۔

وَلَوْقِيْلَ بِفَصْلٍ بَيْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: تزکیہ کرنے والے کی طرف سے راوی کا جو تزکیہ ہوتا ہے اس کا مدار اجتہاد پر ہوتا ہے؟ یا دوسرے سے نقل پر ہوتا ہے؟ اور مذکورہ اختلاف (کہ تزکیہ ایک شخص کا معتبر ہے یا دو شخصوں کا معتبر ہے) کس صورت میں ہوگا؟ اجتہاد کی صورت میں یا دوسرے سے نقل کرنے کی صورت میں؟

﴿جواب﴾: علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر تزکیہ کا مدار تزکیہ کرنے والے کا اجتہاد ہو تو اس میں تعدد شرط نہیں کیونکہ اس صورت میں اس کا تزکیہ حاکم کے درجے میں ہوگا اور حاکم کے لئے تعدد ضروری نہیں ہوتا اور اگر تزکیہ کا مدار کسی سے نقل پر ہے تو اس صورت میں بھی صحیح ترین قول کے مطابق تعدد ضروری نہیں کیونکہ نقل کی اصل میں تعدد ضروری نہیں، تو جب اصل میں تعدد شرط نہیں تو فرع میں کیسے شرط ہو سکتا ہے؟

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

جرح و تعدیل کس کی قبول کی جائے اور کس کی نہیں؟

﴿عبارت﴾: وَيَنْبَغِىْ اَنْ لَّايُقْبَلَ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ اِلَّامِنْ عَدْلٍ مُتَيَقِّظٍ فَلَايُقْبَلُ جَرْحُ مَنْ اَفْرَطَ فِيْهِ فَجَرَحَ بِمَالَايَقْتَضِىْ رَدَّحَدِيْثِ الْمُحَدِّثِ كَمَالَايُقْبَلُ تَزْكِيَةُ مَنْ اَخَذَ بِمُجَرَّدِ

الظَّاهِرِ فَاَطْلَقَ التَّزْكِيَةَ وَقَالَ الذَّهَبِيُّ وَهُوَمِنْ اَهْلِ الْاِسْتِقْرَاءِ التَّامِّ فِيْ نَقْدِالرِّجَالِ لَمْ يَجْتَمِعْ اِثْنَانِ مِنْ عُلَمَاءِ هٰذَاالشَّأْنِ قَطُّ عَلٰى تَوْثِيْقِ ضَعِيْفٍ وَلَاعَلٰى تَضْعِيْفِ ثِقَةٍ ،اِنْتَهٰى وَلِهٰذَا كَانَ مَذْهَبُ النَّسَائِيِّ اَنْ لَّايُتْرَكَ حَدِيْثُ الرَّجُلِ حَتّٰى يَجْتَمِعَ الْجَمِيْعُ عَلٰى تَرْكِهٖ

﴿ترجمہ﴾: ضروری یہ ہے کہ جرح وتعدیل ہر ایک کی قبول نہ کی جائے بلکہ اس شخص کی قبول کی جائے جو عادل اور بیدار ہو اور اس شخص کی جرح معتبر نہیں جو جرح میں افراط کرے، جو جرح کردے ایسے سبب سے جو کسی محدث کی حدیث کے رد کا تقاضا نہیں کرتا جیسا کہ اس شخص کا تزکیہ قبول نہیں کیا جاتا جو محض ظاہر کا اعتبار کرے اور تزکیہ کرنے لگے امام ذہبی علیہ الرحمۃ جو کہ نقد رجال کے سلسلے میں استقراء تام رکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ آجتک دو عالم (نقاد) کسی ضعیف کی توثیق یا کسی ثقہ کی تضعیف پر جمع نہیں ہوئے اسی وجہ سے امام نسائی کا مذہب یہ تھا کہ کسی کی حدیث اس وقت تک ترک نہ کی جائے جبتک اس کے ترک پر تمام ناقدین کا اجماع نہ ہوجائے۔

﴿تشریح﴾:

وَيَنْبَغِيْ اَنْ لَّايُقْبَلَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ ضابطہ بیان کرنا ہے کہ کس کی جرح وتعدیل قبول کی جائے اور کس کی جرح وتعدیل قبول نہ کی جائے؟

✿ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو شخص عادل ہو اور بیدار ہو یعنی اس کا حافظہ درست ہو تو اس کی جرح وتعدیل قابل قبول ہے اور جو شخص جرح میں مبالغہ سے کام لیتا ہو اس کی جرح قابل قبول نہیں کیونکہ ایسی صورت میں عام سی بات پر جرح کی وجہ سے اس محدث کی حدیث کو رد کردیا جائے گا حالانکہ عام سی بات کی وجہ سے حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

امام ذہبی علیہ الرحمۃ کے قول کا مطلب:

امام ذہبی علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ آجتک علماء تنقید میں سے کوئی دو ناقد عالم کسی ثقہ راوی کی تضعیف پر یا کسی ضعیف راوی کی تعدیل پر جمع نہیں ہوئے۔

✿ آپ علیہ الرحمۃ کے اس قول کے ظاہری مفہوم پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کہ ایسے بہت سے راوی ہیں کہ جن دو ناقدین نے جرح بھی کی اور دو ناقدین نے تعدیل بھی کی مثلاً محمد بن اسحاق کو لے لیجئے ان کے بارے میں

امام دارقطنی نے کہا	لا يحتج به یہ قابل استدلال نہیں۔	
امام ابن ابی حاتم نے کہا	ضعيف الحديث	کہ یہ حدیث کے معاملے میں ضعیف ہے۔
امام نسائی نے فرمایا	ليس بالقوى	یہ قوی راوی نہیں۔
امام ہشام فرماتے ہیں	كذاب	یہ بہت جھوٹا ہے۔

امام ابن عیینہ نے فرمایا علیہ اتهام القدرية اس پر قدری ہونے کا الزام ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں قدری معتزلی یہ قدری اور معتزلی ہے۔

امام یحییٰ بن قطان نے فرمایا اشهد ان محمد ابن اسحاق كذاب

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق بہت جھوٹا ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں دجال من الد جاجلة کہ یہ حد سے زیادہ جھوٹا ہے۔

☆ مذکورہ اقوال سن لینے اور پڑھ لینے کے بعد کوئی بھی محمد بن اسحاق سے حدیث لینے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

✪ لیکن اسی محمد بن اسحاق کے بارے میں۔

امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ حديثه عندى صحيح کہ میرے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔

یحییٰ بن معین نے فرمایا انه ثقة کہ وہ ثقہ راوی ہے

شعبہ فرماتے ہیں: انه امیر المؤمنين في الحديث کہ وہ حدیث کے باب میں امیر المومنین ہے۔

✪ محمد بن اسحاق پر مذکورہ تبصرہ کے بعد واضح ہوگیا کہ امام ذہبی علیہ الرحمۃ کا قول اپنی ظاہری اعتبار سے باطل ہے کیونکہ ایک راوی محمد بن اسحاق پر دو سے زائد راویوں نے جرح بھی کی ہے اور دو سے زائد راویوں نے تعدیل بھی بیان کی ہے۔

✪ اس اعتراض کے متعدد جواب دیئے گئے، لیکن سب سے بہتر جواب شیخ عبدالفتح نے حاشیہ رفع وتکمیل میں دیا ہے کہ امام ذہبی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ قول میں میں مذکور لفظ اثنان بمعنیٰ دو کا عدد کا نہیں بلکہ بمعنیٰ جمیع یعنی تمام ہے اور کلام عرب میں اثنان بمعنیٰ جمیع بھی آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ هذا الامر لا يختلف فيه الاثنان، کہ اس امر میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا تو یہاں اثنا ن بمعنیٰ جمیع ہے، اس توجیہ کے بعد امام ذہبی علیہ الرحمۃ کے قول کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی بھی ضعیف راوی کی تعدیل بھی تمام ائمہ حدیث کا اجماع نہیں ہوا اور نہ ہی کسی ثقہ راوی کی تضعیف پر ائمہ حدیث کا اجماع ہوا ہے۔ یعنی ائمہ حدیث سے اجماعاً غلطی واقع نہیں ہوئی۔

✪ یہی وجہ تھی امام نسائی کا طریقہ یہ تھا کہ کسی کی حدیث کو اس وقت تک ترک نہیں فرماتے تھے جبتک اس حدیث کے ترک پر تمام ناقدین ائمہ کرام کا اجماع نہ ہوجائے، گویا تمام ائمہ کرام اجماعی غلطی سے محفوظ رہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

جرح وتعدیل کے سلسلے میں عالم کی ذمہ داری

﴿عبارت﴾: وَلْيَحْذَرِ الْمُتَكَلِّمِ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ مِنَ التَّسَاهُلِ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ فَإِنَّهُ إِنْ عَدَّلَ بِغَيْرِ تَثَبُّتٍ كَانَ كَالْمُثْبِتِ حُكْمًا لَيْسَ بِثَابِتٍ فَيُخْشٰى عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ فِيْ زُمْرَةِ مَنْ رَوٰى حَدِيْثًا وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّهُ كَذِبٌ وَإِنْ جَرَحَ بِغَيْرِ تَحَرُّزٍ أَقْدَمَ عَلَى الطَّعْنِ فِيْ مُسْلِمٍ بَرِيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ وَوَسَمَهُ بِمِيْسَمِ سُوْءٍ يَبْقٰى عَلَيْهِ عَارُهُ أَبَدًا، وَالْاٰفَةُ تَدْخُلُ فِيْ هٰذَا تَارَةً مِنَ الْهَوٰى وَالْغَرَضِ الْفَاسِدِ وَكَلَامُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ سَالِمٌ مِنْ هٰذَا غَالِبًا وَتَارَةً مِنَ الْمُخَالَفَةِ فِي الْعَقَائِدِ وَهُوَ مَوْجُوْدٌ كَثِيْرًا قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا، وَلَا يَنْبَغِيْ إِطْلَاقُ الْجَرْحِ بِذٰلِكَ فَقَدْ قَدَّمْنَا تَحْقِيْقَ الْحَالِ فِي الْعَمَلِ بِرِوَايَةِ الْمُبْتَدِعَةِ

﴿ترجمہ﴾: اس فن میں کلام کرنے والے کو جرح وتعدیل کے سلسلے میں تساہل برتنے سے احتیاط کرنی چاہیئے کیونکہ اگر اس نے خلاف واقعہ تعدیل کر دی تو گویا غیر ثابت کو ثابت کرنے والا ہوا اس کے بارے میں خدشہ یہ ہے کہ وہ اس زمرہ میں داخل نہ ہو جائے کہ جس نے حدیث روایت کی اور سمجھ رہا ہے کہ وہ جھوٹ ہے اور اگر اس نے احتیاط کے بغیر ہی جرح کر دی گویا اس نے ایک مسلمان پر طعن کا اقدام کیا جو اس سے بری تھا اور اس نے اس کو بری علامت سے داغدار کیا جس کا عار اس پر ہمیشہ رہیگا اور یہ آفت یعنی خلاف واقعہ جرح ! کبھی تو خواہش نفس کی وجہ سے اور کبھی غرض فاسد کی وجہ سے داخل ہوتی ہے اور متقدمین کا کلام اس سے محفوظ ہے اور کبھی عقائد کی مخالفت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے اور ایسا بہت ہوا ہے پہلے بھی اور اب بھی، اس کی وجہ سے جرح درست نہیں، بدعتی کی روایت پر عمل کے سلسلے میں ہم تحقیق پہلے بیان کر چکے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَلْيَحْذَرِ الْمُتَكَلِّمِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جرح وتعدیل کے سلسلے میں ایک عالم کی ذمہ داری کیا ہونی چاہیئے اور اور اس کے تساہل سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔

فن جرح وتعدیل میں بحث ومباحثہ کرنے والے عالم پر یہ لازم ہے کہ وہ سستی اور غفلت سے بچے، کیونکہ اگر اس کی سستی ورغفلت کی وجہ سے اس نے بغیر دلیل کے کسی ضعیف راوی کی تعدیل وتوثیق کر دی تو گویا اس نے غیر ثابت حکم کو ثابت کر دیا تو ایسی صورت میں اس تعدیل کرنے والے کا حکم اس راوی والا ہوگا جو حدیث کو جھوٹ بھی تصور کرتا ہے لیکن اسے آگے

روایت بھی کر دیتا ہے اور اگر اس نے سستی اور غفلت کی وجہ سے کسی ثقہ راوی کی جرح کر دی تو گویا اس نے اسے ہمیشہ کے لئے عیب دار کر دیا۔

جرح میں غفلت کے اسباب:

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں خلاف واقعہ جرح کبھی نفسانی خواہشات کی وجہ سے کی جاتی ہے مثلاً حسد اور بغض وعناد کی وجہ سے کی جاتی ہے اور کبھی کسی اور غرض فاسد کی وجہ سے کی جاتی ہے مثلاً ذاتی دشمنی کی وجہ سے یا مسلکی اختلاف کی وجہ سے کی جاتی ہے، اور ایسا بہت ہوا ہے وراب بھی ہو رہا ہے۔

✿ چنانچہ اس امر کی سب سے بڑی مثال اس دور میں حضور قبلہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اطال اللہ عمرہ کی شخصیت مقدسہ ہے آپ کی شخصیت پر علماء وخطباء کا طعن اور جرح بالعموم جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے یا حسد کی وجہ سے ہوتی ہے۔

حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ عظمت کے انکار سے عظمت نکھرتی ہے مٹتی نہیں ہے چنانچہ مشاہدہ ہر ایک نے کر لیا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

جرح مقدم ہے یا تعدیل؟

﴿عبارت﴾: وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ وَاَطْلَقَ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ وَّلٰكِنْ مَحَلُّهُ اِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِنْ عَارِفٍ بِالْاَسْبَابِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهٖ اَيْضًا فَاِنْ خَلَا الْمَجْرُوْحُ عَنِ التَّعْدِيْلِ قُبِلَ الْجَرْحُ فِيْهِ مُجْمَلًا غَيْرَ مُبَيَّنِ السَّبَبِ اِذَا صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ عَلَى الْمُخْتَارِ لِاَنَّهٗ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ تَعْدِيْلٌ فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الْمَجْهُوْلِ وَاِعْمَالُ قَوْلِ الْمُجَارِحِ اَوْلٰى مِنْ اِهْمَالٍ، ہ وَمَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا اِلَى التَّوَقُّفِ۔

﴿ترجمہ﴾: جرح تعدیل پر مقدم ہے اہل فن کی ایک جماعت نے مطلقاً جرح کو تعدیل پر مقدم قرار دیا ہے لیکن اس کا محل یہ ہے کہ اگر کسی اسباب جرح کے عالم سے بصورت مفسر ثابت ہو تو پھر ٹھیک ہے کیونکہ اگر جرح غیر مفسر اس شخص پر جس کی عدالت ثابت ہے تو اسے کوئی نقصان نہیں اور اگر جرح! کسی ناواقف اسباب جرح سے صادر ہوئی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر مجروح راوی جرح مجمل سے پہلے تعدیل سے خالی تھا جبکہ وہ عالم سے صادر ہو تو قول مختار کے مطابق ایسی غیر واضح جرح بھی قبول کی جائے گی کیونکہ اس میں تعدیل نہیں تو وہ مجہول کی حیثیت

میں ہوااور جارح کے قول کوترک کرنے کی بجائے اس پر عمل کرنا بہتر ہے اور ابن صلاح اس صورت میں توقف کرنے کی جانب مائل ہوئے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ اس امر کو بیان کرنا ہے کہ جرح کو تقدیم حاصل ہے یا تعدیل کو ؟ قبل اس کے کہ اس امر کی وضاحت ہو چند اصطلاحات کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

جرح مبہم:

جرح مبہم اس جرح کو کہتے ہیں جس میں جرح کرنے والا سببِ جرح کو ذکر نہ کرے۔ مثلاً صرف یوں ہی کہہ دے کہ ھو ضعیف لیکن اس کے ضعف کی علت بیان نہ کرے۔

جرح مفسر:

جرح مفسر وہ جرح ہے کہ جس میں جارح یعنی جرح کرنے والا سببِ جرح بیان کرے۔ مثلاً اسے ضعیف قرار دینے پر اس کے ضعف کی علت بھی بیان کرے۔

تعدیل مبہم:

تعدیل مبہم وہ تعدیل ہے کہ جس میں تعدیل کرنے والا سببِ تعدیل ذکر نہ کرے۔ مثلاً صرف یوں ہی کہہ دے کہ انہ ثقۃ لیکن اس کی ثقاہت کی علت نہ بیان کرے۔

تعدیل مفسر:

تعدیل مفسر وہ تعدیل ہے کہ جس میں تعدیل کرنے والا سببِ تعدیل ذکر کرے۔ مثلاً اسے ثقہ قرار دینے پر اس کی ثقاہت کی علت بھی بیان کرے۔

✿ ایک جماعت نے اگرچہ بالعموم جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھا ہے۔

☆ لیکن تحقیق یہ ہے کہ ایک شخص کی جرح اور تعدیل دونوں ہوئی ہوں اور جرح کرنے والا اسباب جرح سے واقف ہو اور جرح کو اس نے مفصل بیان بھی کیا ہو تو ایسی صورت میں جرح کو تعدیل پر مقدم کیا جائے گا۔

☆ لیکن اگر جرح کرنے والا اسبابِ جرح سے ناواقف ہو یا واقف تو ہو لیکن اس نے جرح کو مفصل بیان نہ کیا ہو پس ایسی صورت میں جرح کو تعدیل پر مقدم نہیں کیا جاسکتا بلکہ ایسی صورت میں تعدیل مقدم ہوگی۔

☆ اور اگر ایسے شخص پر جرح کی گئی جس کی تعدیل نہیں کی گئی تھی تو اس صورت میں قول مختار کے مطابق مجمل جرح بھی قبول کی جائے گی بشرطیکہ جرح کرنے والا اسباب جرح سے واقف ہو کیونکہ ایسا شخص مجہول العدالۃ ہے لہٰذا اس پر جرح کرنے

والے کی جرح بے سود اور بے اثر نہیں ہوگی لیکن امام ابن صلاح نے ایسے راوی کو مجروح سمجھنے میں توقف کیا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اسم، کنیت اور لقب کا بیان

﴿عبارت﴾: فَصْلٌ وَمِنَ الْمُهِمِّ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ مَعْرِفَةُ كُنَى الْمُسَمَّيْنَ مِمَّنِ اشْتُهِرَ بِاسْمِهٖ وَلَهٗ كُنْيَةٌ لَا يُؤْمَنُ اَنْ يَّاْتِيَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ مَكْنِيًّا لِئَلَّا يُظَنَّ اَنَّهٗ مَنِ اسْمُهٗ كُنْيَتُهٗ وَهُمْ قَلِيْلٌ وَمَعْرِفَةُ مَنِ اخْتَلَفَ فِيْ كُنْيَتِهٖ وَهُوَ كَثِيْرٌ وَمَعْرِفَةُ مَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ كَابْنِ جُرَيْجٍ لَهٗ كُنْيَتَانِ اَبُو الْوَلِيْدِ وَاَبُوْ خَالِدٍ اَوْ كَثُرَتْ نُعُوْتُهٗ وَاَلْقَابُهٗ

﴿ترجمہ﴾: اور اس فن کے اہم امور میں سے ایسے رواۃ کی کنیتوں کو جاننا بھی ہے جو ناموں سے مشہور ہیں اور ان کی کنیت بھی ہے کیونکہ وہ اس چیز سے محفوظ نہیں کہ جب انہیں کسی روایت میں کنیت کے ساتھ ذکر کیا جائے تو ایسا نہ ہو کہ انہیں کوئی اور راوی تصور کر لیا جائے نیز ایسے رواۃ کے ناموں کا جاننا بھی ضروری ہے جو کہ کنیتوں سے مشہور ہیں اور یہ پہلے کا الٹ ہے اور جس راوی کا نام ہی کنیت ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے اور یہ کم ہیں اور جن کنیتوں میں اختلاف ہے انہیں جاننا بھی ضروری ہے اور یہ رواۃ کثرت سے ہیں۔ اور جن کی کنیتیں کثرت سے ہوں ان کا جاننا بھی ضروری ہے جیسے کہ ابن جریج کہ ان کی دو کنیتیں ہیں (۱) ابو الولید، (۲) ابو خالد یا جس کے القاب اور اوصاف بکثرت ہوں ان کو جاننا بھی ضروری ہے۔

﴿تشریح﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ اس فصل میں اسماء، کنیتوں اور القاب کی وجہ سے پیدا ہونے والے التباس سے بچنے کے لئے اسماء، کنیت اور القاب کی معرفت کا بیان شروع فرما رہے ہیں۔ قبل اس کے کہ اس بحث و بیان کو شروع کیا جائے اسم، کنیت اور لقب کی پہچان کر لینی ضروری ہے۔

اسم کی تعریف:

اسم وہ لفظ ہوتا ہے جو ذات مسمّٰی کے لئے علامت کے وضع کیا گیا ہو جیسے زید! ذات زید کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

کنیت کی تعریف:

کنیت وہ لفظ ہے جو آباء و اجداد کی طرف، یا بیٹے کی طرف یا ماں کی طرف منسوب کرنے سے حاصل ہو اور پھر وہ لفظ علامت و نشانی کا مقام پالے جیسے ابن جریج، ام معبد، ابو الحسن وغیرہ۔

لقب کی تعریف:

لقب وہ لفظ ہوتا ہے جو کسی قابلیت وصلاحیت پر یا کسی منصب ومقام پر یا صنعت وحرفت پر دلالت کرے مثلاً شیخ الاسلام، صدیق، عتیق۔

اسماء سے مشہور ہونے والے رواۃ کی کنیتوں کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے ساتواں اہم امر یہ ہے کہ یہ جانا جائے کہ جو رواۃ اپنے ناموں کے ساتھ مشہور ہیں ان کی کنیتیں کیا ہیں؟ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی روایت میں کنیت کے ساتھ مذکور ہوں تو پھر انہیں کوئی علیحدہ مستقل راوی نہ شمار کرلیا جائے مثلاً سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو سعید ہے اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کنیت ابو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے تو ابو سعید کوئی اور شخص شمار کرلیا جائے گا۔

کنیتوں سے مشہور ہونے والے رواۃ کے اسماء کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے آٹھواں امر یہ ہے کہ یہ جانا جائے کہ جو رواۃ کنیتوں کے ساتھ مشہور ہیں ان کے اسماء کیا ہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی روایت میں ایسا راوی نام کے ساتھ مذکور ہو جائے تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ کوئی اور ہے۔

ان رواۃ کا علم کہ جن کی کنیتیں ہی ان کے نام ہیں:

اس فن کے اہم امور میں سے نواں اہم امر یہ ہے کہ یہ جانا جائے کہ جن رواۃ کا الگ سے کوئی نام ہی نہیں بلکہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے ایسے رواۃ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ رواۃ جن کی کنیت وہی ہے جو نام کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اس کے علاوہ کوئی کنیت نہیں۔ مثلاً ابو بلال اشعری، ان کا نام اور کنیت یہی ہے۔ اور کوئی نام یا کنیت نہیں۔

(۲) وہ رواۃ جن ایک کنیت تو وہ ہے جو نام کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اور اس کے علاوہ بھی ایک کنیت ہے۔ مثلاً ابو بکر بن محمد بن حزم انصاری رحمۃ اللہ علیہ ان کی ایک کنیت تو ابو بکر ہے اور دوسری کنیت ابو محمد ہے۔

رواۃ کی کنیتوں کے اختلاف کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے دسواں امر یہ ہے کہ کنیتوں کے اختلاف کو جانا جائے اور یہ اختلاف کنیت! رواۃِ حدیث میں بہت زیادہ ہے۔ اور اس اختلاف کو جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ اگر کوئی ایسا راوی کسی سند میں مشہور کنیت کے علاوہ کسی دوسری کنیت کے ساتھ مذکور ہو تو اسے الگ کوئی راوی شمار نہ کرلیا جائے۔

کثیر الکنیت، کثیر الالقاب اور کثیر الصفات رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے گیارواں امر یہ ہے کہ ان رواۃ کو جانا جائے کہ جن کی کنیتیں بہت زیادہ ہیں یا جن کے

القاب بہت زیادہ ہیں یا جن کی نسبتیں بہت زیادہ ہیں تا کہ کنیت ولقب کے بدلنے سے اسے الگ سے کوئی راوی شمار نہ کرلیا جائے مثلاً ابن جریج کی کنیت ابوالولید ہے اور دوسری کنیت ابو خالد ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾ وَمَعْرِفَةُ مَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ اِسْمَ اَبِيْهِ كَاَبِيْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اِسْحَاقَ الْمَدَنِيِّ اَحَدِ اَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ وَفَائِدَةُ مَعْرِفَتِهٖ نَفْيُ الْغَلَطِ عَمَّنْ نَسَبَهُ اِلٰى اَبِيْهِ فَقَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اِسْحَاقَ فَنُسِبَ اِلَى التَّصْحِيْفِ وَاَنَّ الصَّوَابَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ اَوْ بِالْعَكْسِ كَاِسْحَاقَ بْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ السَّبِيْعِيِّ اَوْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ كُنْيَةَ زَوْجَتِهٖ كَاَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ وَاُمِّ اَيُّوْبَ صَحَابِيَّانِ مَشْهُوْرَانِ اَوْ وَافَقَ اِسْمَ شَيْخِهٖ اِسْمَ اَبِيْهِ كَالرَّبِيْعِ بْنِ اَنَسٍ هٰكَذَا يَأْتِيْ فِي الرِّوَايَاتِ فَيُظَنُّ اَنَّهٗ يَرْوِيْ عَنْ اَبِيْهِ كَمَا وَقَعَ فِي الصَّحِيْحِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ وَهُوَ اَبُوْهُ وَلَيْسَ اَنَسٌ شَيْخُ الرَّبِيْعِ وَالِدَهٗ بَلْ اَبُوْهُ بَكْرِيٌّ وَشَيْخُهٗ اَنْصَارِيٌّ وَهُوَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الصَّحَابِيُّ الْمَشْهُوْرُ وَلَيْسَ الرَّبِيْعُ الْمَذْكُوْرُ مِنْ اَوْلَادِهٖ۔

﴿ترجمہ﴾: اس کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے کہ جس کی کنیت اس کے والد کے نام کے موافق ہو مثلاً ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق مدنی تابعین میں سے ہیں اور اس نوع کو جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ اس شخص سے غلطی کی نفی ہو سکے جو اس کو اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے یوں کہے اخبرنا ابن اسحاق تو اسے غلطی کی طرف منسوب کیا جاسکے گا اور یوں کہا جائے گا کہ درست یہ ہے کہ اخبرنا ابو اسحاق یا اس کے برعکس جیسے اسحاق بن ابی اسحاق سبیعی (اس میں راوی کا نام اپنے باپ کی کنیت کے موافق ہے) اور اس راوی کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے جس کی کنیت اس کی بیوی کی کنیت کے موافق ہو جائے جیسے ابو ایوب انصاری، ام ایوب دو مشہور صحابی ہیں (دونوں خاوند بیوی ہیں) یا اس کے استاذ کا نام اس کے والد کے نام کے موافق ہو جائے مثلاً ربیع بن انس اپنے شیخ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، بعض روایات میں اسی طرح ہے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ والد سے روایت کرتے ہیں جیسے کہ صحیح بخاری میں عامر بن سعد سے مروی ہے وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ (بن مالک بن ابی وقاص) سے روایت کرتے ہیں اور سعد نام کے ان کے والد بھی ہیں اور حقیقت میں ربیع کے شیخ انس! انس کے والد نہیں بلکہ ان کے والد تو انس بکری ہیں اور ان کے شیخ انس انصاری ہیں جو کہ انس بن مالک مشہور صحابی ہیں اور ربیع مذکور ان کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔

﴿تشریح﴾:

باپ کے نام جیسی کنیت رکھنے والے رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے بارہواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جس کی کنیت اس کے باپ کے نام کے موافق ہو مثلاً ابواسحق ابراہیم بن اسحاق مدنی تبع تابعین میں سے ایک راوی ہے اس کے والد کا نام اسحاق ہے جس کی وجہ سے انہیں ابن اسحاق کہنا درست ہے اور ان کی اپنی کنیت بھی ابواسحاق ہے اگر کسی کو ان کے والد کے نام کا علم نہیں ہوگا تو وہ ابن اسحاق کو یا غلطی پر محمول کریگا کہ یہ غلطی سے کہہ دیا گیا ہے اصل میں ابواسحاق ہے یا ابن اسحاق کو الگ سے کوئی اور راوی شمار کریگا، حالانکہ ابواسحاق بھی وہی ہیں اور ابن اسحاق بھی وہی ہیں۔

باپ کی کنیت جیسے نام رکھنے والے رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے تیرھواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جس کا نام اس کے باپ کی کنیت کے مطابق و موافق ہو مثلاً اسحاق بن ابی اسحاق سبیعی (یہ یمن کے ایک قبیلے کی طرف منسوب ہے جو کوفہ میں مقیم ہوگیا تھا یہ اسحاق ابن ابی اسحاق سبیعی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں) اب اگر کوئی انہیں اسحاق کی بجائے ابن ابی اسحاق کہے تو جسے علم نہیں ہوگا وہ اسے غلطی پر محمول کر کے کہے گا یا اسے دوسرے شخص پر محمول کریگا۔

زوجہ کی کنیت کے موافق کنیت رکھنے والے رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے چودھواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جس کی کنیت اس کی زوجہ کی کنیت کے مطابق وموافق ہو مثلاً حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ان کی زوجہ کی کنیت ام ایوب ہے اور وہ بھی صحابیہ ہیں۔

والد اور استاذ کے نام میں موافقت رکھنے والے رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے پندرھواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جس کے والد کا نام اور اس کے استاذ کا نام ایک جیسا ہو مثلاً ربیع بن انس حضرت انس سے روایت کرتے ہیں لہٰذا یہ شبہ واقع ہوتا کہ شاید حضرت ربیع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حالانکہ وہ اس کے والد نہیں بلکہ ان کے شیخ واستاذ ہیں، ربیع کے والد انس قبیلہ بکر سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ ربیع کے شیخ انس بن مالک مشہور صحابی انصاری ہیں۔

✿ یہ اشتباہ اس لئے پیدا ہوسکتا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا رہتا ہے کہ راوی اپنے والد سے روایت کرتا ہے مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ عامر بن سعد اپنے والد سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں، یہاں سعد والد بھی ہیں اور حضرت عامر کے شیخ واستاذ بھی ہیں جبکہ ماقبل والی سند میں ایسا نہیں ہے، وہاں والد اور ہیں اور شیخ واستاذ اور ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَمَعْرِفَةُ مَنْ نُسِبَ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ كَالْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ نُسِبَ اِلَى الْاَسْوَدِ الزُّهْرِيِّ لِاَنَّهُ تَبَنَّاهُ وَاِنَّمَا هُوَ الْمِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو اَوْ نُسِبَ اِلٰى اُمِّهٖ كَابْنِ عُلَيَّةَ وَهُوَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ مِقْسَمٍ اَحَدُ الثِّقَاتِ وَعُلَيَّةُ اِسْمُ اُمِّهٖ اِشْتَهَرَ بِهَا وَكَانَ لَا يُحِبُّ اَنْ يُّقَالَ لَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَلِهٰذَا كَانَ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ اَنَا اِسْمَاعِيْلُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ ـ اَوْ نُسِبَ اِلٰى غَيْرِ مَا يَسْبِقُ اِلَى الْفَهْمِ كَالْحَذَّاءِ ظَاهِرُهُ اَنَّهُ مَنْسُوْبٌ اِلٰى صَنَاعَتِهَا اَوْ بَيْعِهَا وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَاِنَّمَا يُجَالِسُهُمْ فَنُسِبَ اِلَيْهِمْ وَكَسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ لَمْ يَكُنْ مِنْ بَنِي التَّيْمِ وَلٰكِنْ نَزَلَ فِيْهِمْ وَكَذَا مَنْ نُسِبَ اِلٰى جَدِّهٖ فَلَا يُؤْمَنُ اِلْتِبَاسُهُ بِمَنْ وَافَقَ اِسْمُهُ اِسْمَهُ وَاِسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ الْجَدِّ الْمَذْكُوْرِ وَمَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اِسْمُهُ وَاِسْمُ اَبِيْهِ وَجَدِّهٖ كَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَقَدْ يَقَعُ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ فُرُوْعِ الْمُسَلْسَلِ وَقَدْ يَتَّفِقُ الْاِسْمُ وَاِسْمُ الْاَبِ مَعَ اِسْمِ الْجَدِّ وَاِسْمِ اَبِيْهِ فَصَاعِدًا كَاَبِي الْيُمْنِ الْكِنْدِيِّ وَهُوَ زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ

﴿ترجمہ﴾: اور اس راوی کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے جو اپنے والد کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب ہو مثلاً مقداد بن اسود جو اسود زہری کی طرف منسوب ہیں کیونکہ انہوں نے انہیں متبنیٰ بنالیا تھا اور اصل میں یہ مقداد بن عمرو ہیں یا جو ماں کی طرف منسوب ہو جیسے ابن علیہ ان کا اصل نام اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ہے جو کہ ثقات میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام علیہ تھا اب ان کا نام اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہوگیا، یہ راوی ابن علیہ کہلوانا پسند نہیں کرتے تھے یہی وجہ ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اسماعیل نے خبر دی جنہیں ابن علیہ کہا جاتا ہے اور اس راوی کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے جو کسی ایسی چیز کی طرف منسوب ہو جو ذہن میں جلدی نہ آتی ہو مثلاً حذا (موچی) اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ یہ جوتے کی صنعت کی طرف یا اس کی تجارت کی طرف منسوب ہے حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں بلکہ یہ ان یعنی موچیوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے چنانچہ انہی کی طرف منسوب ہوگئے اسی طرح سلیمان تیمی کہ یہ بنی تیم میں سے نہیں تھے بلکہ ان میں (بطور مہمان) رہے (تو تیمی مشہور ہوگئے) اور اسی طرح وہ راوی جو دادا کی طرف منسوب ہو (اس کا جاننا بھی ضروری ہے) تاکہ بچا جا سکے اس شخص کے ساتھ التباس سے جس کا نام اس کے نام کے موافق ہو اور اس کے والد کا نام اس کے دادا کے موافق ہو، اور اس راوی کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے جس کا نام اس کے والد اور اس کے دادا کے ہمنام ہو جیسے حسن بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب اور کبھی اس سے زائد بھی ہوتا ہے اور یہ مسلسل کی فروع میں سے

ہے اور کبھی راوی کا نام اور اس کے والد کا نام موافق ہوتا ہے دادا کے نام کے ساتھ اور دادا کے والد کے نام کے ساتھ اور اس سے آگے تک جیسے ابو الیمن کندی کہ وہ زید بن حسن بن زید بن حسن بن زید بن حسن ہے۔

﴿تشریح﴾:

والد کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب رواۃ کا علم:

اس فن کے امور میں سے سولہواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جس کو کسی وجہ سے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیا ہو جیسے مقداد بن الاسود، اس مقداد کو اسود زہری کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسود! مقداد کے والد ہیں حالانکہ اسود! مقداد کے والد نہیں بلکہ ان کے والد کا نام عمرو ہے چونکہ اسود نے مقداد کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا پس اس لیئے مقداد کو اسود کی طرف منسوب کر دیا گیا، اس جیسے راوی کی معرفت اس لئے ضروری ہے تا کہ جب اس راوی کو اس کے اصل والد کی طرف منسوب کیا جائے تو اسے کوئی اور راوی نہ شمار کیا جائے یا راوی کے نام کو غلطی پر محمول نہ کیا جائے۔

والدہ کی طرف منسوب رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے سترہواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جسے کسی وجہ سے اس کی ماں کیطرف منسوب کر دیا گیا ہو جیسے ابن علیہ جن کا اصلاً نام اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ہے یہ ثقہ رواۃ میں سے ہیں لیکن انہیں بجائے اپنے والد کے والدہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے پس اسی وجہ سے انہیں "ابن علیہ" کہا جاتا ہے اگر چہ اس نسبت سے یہ ناگواری کا اظہار کرتے تھے شاید اس لئے کہ خواتین کا نام پردے کی چیز ہوتا ہے۔

غیر متبادر الی الذہن چیز کی طرف منسوب رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے اٹھارہواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جسے کسی ایسی چیز کی طرف منسوب کیا گیا ہو جس کا اصلی مفہوم فی الفور ذہن میں نہ آتا ہو مثلاً خالد الحذا (موچی) الحذا کو سن کر بظاہر یہی لگتا ہے کہ شاید وہ جوتے بناتے ہونگے یا جوتوں کی تجارت کرتے ہونگے لیکن یہ غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ جوتے بنانے والوں کے پاس بیٹھتے تھے پس اس لئے انہیں حذا کہا جانے لگا، اسی طرح سلیمان تیمی قبیلہ تیم میں سے نہیں تھے بلکہ ان کے ہاں رہتے تھے پس انہیں تیمی کہا جانے لگا۔

راوی، باپ اور دادا کے ہمنام رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے انیسواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جس کا نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے دادا کا نام کئی پشتوں تک ایک جیسا ہو جیسے حسن بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب اس مثال میں تین ناموں تک مطابقت ہے، اس سے زیادہ مطابقت والی امثال بھی پائی گئی ہیں جن میں سب سے زیادہ مقدار مطابقت کے ناموں کی چودہ ہے جس کا ماقبل میں تذکرہ ہوا ہے اسے اسناد مسلسل کہتے ہیں۔

راوی اور دادے باپ اور پڑدادے کے ہمنام ہونے کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے اکیسواں اہم امر اس راوی کا جاننا ہے جس کا اپنا نام اور باپ کا نام جوڑے کی صورت میں آگے موافقت کے ساتھ جائے مثلاً ابوالیمن کندی اس کا نام زید ہے اس کے باپ کا نام حسن ہے تو یہ زید بن الحسن ہو گیا یہی جوڑا آگے تک اسی طرح موافقت کے ساتھ چلا ہے مثلاً زید بن الحسن بن زید بن الحسن بن زید بن الحسن وغیرہ۔ چنانچہ اس سند میں راوی اور اس کا دادا ہمنام ہے اور راوی کا باپ اور راوی کا پڑدادا ہمنام ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

راوی اور اس کے شیوخ کے ہمنام ہونے کا علم

﴿عبارت﴾: اَوِ اتَّفَقَ اِسْمُ الرَّاوِیْ وَاِسْمُ شَیْخِہٖ وَشَیْخِ شَیْخِہٖ فَصَاعِدًا کَعِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ اَلْاَوَّلُ یُعْرَفُ بِالْقَصِیْرِ وَالثَّانِیْ اَبُوْرَجَاءَ الْعَطَّارِدِیُّ وَالثَّالِثُ ابْنُ حُصَیْنِ الصَّحَابِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَکَسُلَیْمَانَ عَنْ سُلَیْمَانَ عَنْ سُلَیْمَانَ اَلْاَوَّلُ اِبْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَیُّوْبَ الطَّبْرَانِیُّ وَالثَّانِیْ ابْنُ اَحْمَدَ الْوَاسِطِیُّ وَالثَّالِثُ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِیُّ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ بِنْتِ شُرَحْبِیْلٍ وَقَدْ یَقَعُ ذٰلِکَ لِلرَّاوِیْ وَشَیْخِہٖ مَعًا کَاَبِی الْعَلَاءِ الْھَمْدَانِیِّ الْعَطَّارِ مَشْھُوْرٌ بِالرِّوَایَۃِ عَنْ اَبِیْ عَلِیِّ الْاَصْبَھَانِیِّ الْحَدَّادِ وَکُلٌّ مِّنْھُمَا اِسْمُہُ الْحَسَنُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدَ فَاتَّفَقَا فِیْ ذٰلِکَ وَافْتَرَقَا فِی الْکُنْیَۃِ وَالنِّسْبَۃِ اِلَی الْبَلَدِ وَالصَّنَاعَۃِ وَصَنَّفَ فِیْہِ اَبُوْمُوْسٰی الْمَدِیْنِیُّ جُزْءً حَافِلًا

﴿ترجمہ﴾: یا راوی کا نام اور اس کے استاذ کا اور استاذ کے استاذ کا اور پر تک نام ایک ہی ہو مثلاً عمران راوی ہیں عمران سے وہ راوی ہیں عمران سے پہلے عمران کو عمران قیصر کہتے ہیں دوسرے عمران ابو رجاء عطاروی ہیں اور تیسرے عمران ابن حصین مشہور صحابی ہیں اسی طرح (اس کی دوسری مثال) سلیمان عن سلیمان عن سلیمان کہ ان میں سے پہلے ابن احمد ایوب طبرانی ہیں دوسرے ابن احمد واسطی ہیں اور تیسرے سلیمان ابن عبدالرحمٰن دمشقی ہیں جو ابن بنت شرحبیل کے نام سے مشہور ہیں اور کبھی یہ چیز راوی اور شیخ دونوں میں ایک ساتھ ہوتی ہے مثلاً ابوالعلاء ہمدانی عطار ہے جو ابو علی اصبہانی حداد سے روایت کرنے میں مشہور ہیں ان دونوں میں سے ہر ایک کا نام حسن بن احمد بن حسن بن احمد بن حسن بن احمد ہے اس میں یہ دونوں متفق ہیں اور کنیت، نسبت شہر اور صنعت میں مختلف ہیں اور اس موضوع پر ابو موسیٰ مدینی نے ایک وسیع رسالہ لکھا ہے۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے اکیسواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے کہ جو کئی طبقات تک اساتذہ کا ہمنام ہو مثلاً ایک سند ایسے ہے کہ ''عمران عن عمران عن عمران'' ان تینوں میں سے پہلے عمران کو قیصر کہا جاتا ہے دوسرے عمران کی کنیت ابو رجاء عطاردی ہے اور تیسرے عمران صحابی رسول ہیں یعنی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔

اس کی دوسری مثال سلیمان عن سلیمان عن سلیمان ہے ان میں سے پہلے سلیمان ابن احمد بن ایوب طبرانی ہیں، دوسرے سلیمان ابن احمد واسطی ہیں جبکہ تیسرے سلیمان ابن عبد الرحمٰن دمشقی ہیں جو کہ ابن بنت شرحبیل کے نام سے مشہور ہیں اور کبھی کبھی استاذ اور شاگرد کا نام کئی پشتوں تک ایک جیسا رہتا ہے مثلاً ابو العلاء ہمدانی العطار ان کے شیخ ابو علی اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ابو العلاء ہمدانی العطار اس شیخ سے روایت کرنے میں کافی مشہور ہیں ان دونوں (استاذ اور شاگرد) کا نام کئی پشتوں تک ایک جیسا ہے یعنی حسن بن احمد بن حسن بن احمد بن حسن بن احمد۔

پانچ پشتوں تک دونوں کا نسب! نام کے لحاظ سے ایک جیسا ہے لیکن کنیت، پیشہ اور علاقے کے لحاظ سے دونوں میں فرق ہے وہ اس طرح کہ پہلے کی کنیت ابو لعلاء ہے اور دوسرے (شیخ) کی کنیت ابو علی ہے، پہلے کو پیشہ کی وجہ سے عطار کہتے ہیں جبکہ دوسرے کو حداد کہتے ہیں، پہلا ہمدان کی طرف منسوب ہے اور دوسرا اصبہان کی طرف منسوب ہے پس نام و نسب میں استاذ اور شاگرد کئی پشتوں تک متفق و متحد ہیں اس موضوع پر ابو موسیٰ المدینی نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

راوی کے استاذ اور شاگرد کے ہمنام ہونے کا علم

﴿عبارت﴾ وَمَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اِسْمُ شَيْخِهِ وَالرَّاوِیْ عَنْهُ وَهُوَ نَوْعٌ لَطِيْفٌ لَمْ يَتَعَرَّضْ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ وَفَائِدَتُهُ رَفْعُ اللُّبْسِ عَنْ مَنْ يُظَنُّ اَنَّ فِيْهِ تَكْرَارًا اَوِ انْقِلَابًا فَمِنْ اَمْثِلَتِهِ الْبُخَارِیُّ عَنْ مُسْلِمٍ وَرَوٰى عَنْهُ مُسْلِمٌ فَشَيْخُهُ مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْفَرَادِيْسِیُّ الْبَصْرِیُّ وَالرَّاوِیْ عَنْهُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِیُّ صَاحِبُ الصَّحِيْحِ وَكَذَا وَقَعَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ اَيْضًا رَوٰى عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَرَوٰى عَنْهُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ فِیْ صَحِيْحِهِ حَدِيْثًا بِهٰذِهِ التَّرْجَمَةِ بِعَيْنِهَا وَمِنْهَا يَحْيٰى بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ رَوٰى عَنْ هِشَامٍ وَرَوٰى عَنْهُ هِشَامٌ فَشَيْخُهُ هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ وَهُوَ مِنْ اَقْرَانِهِ وَالرَّاوِیْ عَنْهُ هِشَامُ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتَوَائِیُّ وَمِنْهَا ابْنُ جُرَيْجٍ رَوٰى عَنْ هِشَامٍ فَالْاَعْلٰى ابْنُ عُرْوَةَ وَالْاَدْنٰى ابْنُ يُوْسُفَ الصَّنْعَانِیُّ

وَمِنْهَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ رَوٰى عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى وَعَنْهُ ابْنُ اَبِي لَيْلٰى فَالْاَعْلٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَالْاَدْنٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَذْكُوْرُ وَاَمْثِلَتُهٗ كَثِيْرَةٌ

﴿ترجمہ﴾: اور اس راوی کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے کہ جس راوی کے شیخ اور اس کے شاگرد کا نام ایک جیسا ہو اور یہ بہت ہی لطیف بحث ہے شیخ ابن صلاح نے اسے ذکر نہیں کیا اور اس کا فائدہ التباس کو دور کرنا ہے اس سے جس کو گمان ہوتا ہے کہ تکرار ہو گیا ہے یا الٹ ہو گیا ہے اس کی مثالوں میں ایک یہ ہے کہ بخاری نے روایت کی مسلم سے اور مسلم نے روایت کی بخاری سے، بخاری کے شیخ مسلم بن ابراہیم الفراہیدی البصری ہیں اور بخاری سے روایت کرنے والے مسلم بن الحجاج القشیری ہیں جو کہ صاحب صحیح ہیں، اسی طرح عبد بن حمید کی بھی روایت ہے کہ انہوں نے مسلم بن ابراہیم سے اور ان سے روایت کی مسلم بن الحجاج نے اپنی صحیح میں بعینہ اسی عنوان سے، اسی طرح یحیٰی بن ابی کثیر کی روایت کہ انہوں نے ہشام سے روایت کی اور ان سے ہشام نے روایت کی ان کے شیخ تو ہشام بن عروہ ہیں اور ان کے ہم عصر ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی ہیں، اسی طرح ابن جریج یہ ہشام سے روایت کرتے ہیں اور اس سے ہشام وایت کرتے ہیں پس اول جو شیخ ہیں وہ ابن عروہ ہیں اور شاگرد وہ ابن یوسف صنعانی ہیں، اسی طرح حکم بن عتیبہ ہیں یہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور اس سے ابن ابی لیلیٰ بھی روایت کرتے ہیں تو استاذ! عبدالرحمٰن ہیں اور شاگرد محمد بن عبدالرحمٰن ہیں اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے بائیسواں اہم امر اس راوی کو جاننا ہے جس کا استاذ اور اس کا شاگرد ہمنام ہو، یعنی راوی کے استاذ کا جو نام ہوتا ہے وہی نام اس کے شاگرد کا ہوتا ہے یہ امر جاننا اس لیئے ضروری ہے تاکہ التباس نہ ہو جائے یا استاذ و شاگرد کا نام دیکھ کر وہم نہ پیدا ہو جائے، یہ انتہائی مشکل اور نازک عنوان ہے جسے ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں ذکر نہیں کیا۔

❁ اس کی مثالوں میں ایک مثال یہ ہے کہ بخاری نے روایت کی مسلم سے اور مسلم نے روایت کی بخاری سے، بخاری کے شیخ مسلم بن ابراہیم الفراہیدی البصری ہیں اور بخاری سے روایت کرنے والے مسلم بن الحجاج القشیری ہیں جو کہ صاحب صحیح مسلم ہیں، جسے یہ علم نہیں ہوگا وہ دونوں مسلم کو ایک ہی سمجھ لیگا اور کہیگا کہ بخاری نے اپنے شاگرد کے واسطے سے روایت کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

☆ اسی طرح عبد بن حمید کی صورتحال ہے کہ انہوں نے مسلم سے روایت کی اور مسلم نے ان سے روایت کی ہے، عبد

بن حمید کے شیخ نام مسلم بن ابراہیم الفراہیدی ہے اوران کے شاگرد کا نام بھی مسلم بن الحجاج القشیری ہے جوکہ صاحب صحیح مسلم ہیں، جسے یہ علم نہیں ہوگا وہ دونوں مسلم کوایک ہی سمجھ لیگا اور کہیگا کہ عبدابن حمید نے اپنے شاگرد کے واسطے سے روایت کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

☆ اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر کی صورتحال ہے، کہ انہوں نے ہشام سے روایت کی اوران سے ہشام نے روایت کی ،یعنی ان کے شیخ اور شاگرد دونوں ہمنام ہیں ان کے شیخ تو ہشام بن عروہ ہیں اوران سے روایت کرنے والے شاگرد ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی ہیں، جسے یہ علم نہیں ہوگا وہ دونوں ہشام کوایک ہی سمجھ لیگا اور کہیگا کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے اپنے شاگرد کے واسطے سے روایت کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

☆ اسی طرح ابن جریج کی صورتحال ہے یہ ہشام سے زوایت کرتے ہیں اوراس سے ہشام وایت کرتے ہیں پس اول جوشیخ ہیں وہ ہشام ابن عروہ ہیں اورشاگرد ہشام ابن یوسف صنعانی ہیں، جسے یہ علم نہیں ہوگا وہ دونوں ہشام کوایک ہی سمجھ لیگا اور کہیگا کہ ابن جریج نے اپنے شاگرد کے واسطے سے روایت کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

☆ اسی طرح حکم بن عتیبہ کا معاملہ ہے یہ ابن ابی ایلیٰ سے روایت کرتے ہیں اوراس سے ابن ابی لیلیٰ بھی روایت کرتے ہیں، پس اول جوشیخ واستاذ ہیں وہ عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ ہیں اورشاگرد محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ ہیں، جسے یہ علم نہیں ہوگا وہ دونوں ابن ابی لیلیٰ کوایک ہی سمجھ لیگا اور کہیگا کہ حکم بن عتیبہ نے اپنے شاگرد کے واسطے سے روایت کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

اس قسم کی مثالیں اسناد حدیث میں بہت زیادہ ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اسمائے مجردہ

﴿عبارت﴾ وَمِنَ الْمُهِمِّ فِي هٰذَا الْفَنِّ مَعْرِفَةُ الْاَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ وَقَدْ جَمَعَهَا جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ فَمِنْهُمْ مَنْ جَمَعَهَا بِغَيْرِ قَيْدٍ كَابْنِ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَاتِ وَابْنِ اَبِيْ خَيْثَمَةَ وَالْبُخَارِيِّ فِيْ تَارِيْخِهِمَا وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ وَمِنْهُمْ مَنْ اَفْرَدَ الثِّقَاتَ كَالْعَجَلِيِّ وَابْنِ حِبَّانَ وَابْنِ شَاهِيْنٍ وَمِنْهُمْ مَنْ اَفْرَدَ الْمَجْرُوْحِيْنَ كَابْنِ عَدِيٍّ وَابْنِ حِبَّانَ اَيْضًا وَمِنْهُمْ مَنْ تَقَيَّدَ بِكِتَابٍ مَخْصُوْصٍ كَرِجَالِ الْبُخَارِيِّ لِاَبِيْ نَصْرٍ الْكَلَابَادِيِّ وَرِجَالِ مُسْلِمٍ لِاَبِيْ بَكْرِ بْنِ مَنْجُوْيَةَ وَرِجَالِهِمَا مَعًا لِاَبِي الْفَضْلِ بْنِ طَاهِرٍ وَرِجَالِ اَبِيْ دَاوٗدَ لِاَبِيْ عَلِيٍّ الْجَيَانِيِّ وَكَذَا رِجَالِ التِّرْمَذِيِّ وَرِجَالِ النَّسَائِيِّ لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْمَغَارِبَةِ وَرِجَالِ

السِّتَّةِ الصَّحِيحَيْنِ وَاَبِيْ دَاوُدَوَالتِّرْمَذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ،لِعَبْدِالْغَنِيِّ الْمَقْدَسِيِّ فِيْ كِتَابِ الْكَمَالِ ثُمَّ هَذَّبَهُ الْمِزِّيُّ فِيْ تَهْذِيْبِ الْكَمَالِ وَقَدْلَخَّصْتُهُ وَزِدْتُّ عَلَيْهِ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً وَّسَمَّيْتُهُ تَهْذِيْبَ التَّهْذِيْبِ وَجَاءَ مَعَ مَااشْتَمَلَ عَلَيْهِ مِنَ الزِّيَادَةِ قَدْرَثُلُثِ الْاَصْلِ

﴿ترجمہ﴾ اس فن میں اہم ترین علم اسمائے مجردہ کا ہے یعنی وہ اسماء جو کنیت وغیرہ سے خالی ہوں ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے تمام رواۃ کے ناموں کو جمع کیا ہے پس بعضوں نے انہیں بلا کسی قید کے جمع کیا ہے جیسے ابن سعد نے طبقات میں، ابن ابی خیثمہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے جرح وتعدیل میں، بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف ثقات کو جمع کیا ہے جیسے ابن عجلی اور ابن حبان اور ابن شاہین نے، اور بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف مجروحین کا ذکر کیا ہے جیسے ابن عدی اور ابن حبان نے، اور بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کتاب کو صرف رجال بخاری پر مرتب کیا ہے جیسے ابونصر کلاباذی اور مسلم کے رجال پر جیسے ابوبکر بن منجویہ اور دونوں کے رجال کو اکٹھے بیان کیا ہے جیسے ابوالفضل بن طاہر نے اور ابوداؤد کے رجال کو ابوعلی جبائی نے اور اسی طرح ترمذی اور نسائی کے رجال کو اہل مغرب کی ایک جماعت نے اور کتب ستہ کے رجال صحیحین، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے رجال پر عبدالغنی مقدسی نے کتاب الکمال میں، پھر مزی نے اسے تہذیب الکمال میں مہذب کیا، میں نے اس کی تلخیص کی اور اس میں بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا جس کا نام تہذیب التہذیب رکھا اور وہ زوائد پر مشتمل مضامین اصل کے تہائی کے برابر ہے۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے تیسواں اہم امر! ان رواۃ کے اسماء کو جاننا ہے جن کے ساتھ کوئی لقب یا یا کوئی کنیت ذکر نہیں کی جاتی ایسے اسماء کو اسماء مجردہ کہا جاتا ہے۔

☆ بعض ائمہ حدیث نے ایسے تمام رواۃ کے اسماء کو بلا کسی قید کے جمع کیا ہے یعنی خواہ وہ ثقہ ہوں یا غیر ثقہ ہوں، خواہ قابل اعتماد ہوں یا نہ ہوں جیسے ابن سعد نے طبقات میں، ابن ابی خیثمہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب جرح وتعدیل میں۔

☆ بعض ائمہ حدیث نے اسمائے مجردہ رکھنے والے رواۃ میں سے صرف رواۃ کو جمع کیا ہے کیونکہ وہی مطلوب ومقصود ہوتے ہیں جیسے علامہ ابن عجلی اور علامہ ابن حبان اور علامہ ابن شاہین۔

☆ بعض ائمہ نے اسماء مجردہ میں سے صرف مجروحین کا ذکر کیا ہے جیسے ابن عدی اور ابن حبان کیونکہ ایسے رواۃ بہت کم ہیں اور انہیں جاننا ہر محدث کے لیے ضروری ہے۔

☆ بعض ائمہ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کتاب کو صرف بخاری کے رجال مجردہ پر مرتب کیا ہے جیسے ابونصر کلاباذی اور بعض ائمہ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کتاب کو صرف مسلم کے رجال مجردہ پر مرتب کیا ہے جیسے ابوبکر بن منجویہ، اور ابوالفضل بن طاہر نے دونوں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رجال مجردہ کو جمع کیا ہے۔

☆ سنن ابوداؤد کے رجال مجردہ کو ابوعلی جبائی نے جمع کیا ہے اور اسی طرح ترمذی اور نسائی کے رجال مجردہ کو اہل مغرب کی ایک جماعت نے جمع کیا ہے اور صحاح ستہ کے تمام رجال مجردہ کو عبدالغنی مقدسی نے اپنی کتاب الکمال میں جمع کیا، پھر علامہ مزی نے ''الکمال'' کے حشو وزوائد کو حذف کر کے اس کا نام تہذیب الکمال رکھا، پھر میں (علامہ ابن حجر عسقلانی) نے اس کی تلخیص کی اور اس میں بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا جس کا نام تہذیب التہذیب رکھا اور وہ زوائد پر مشتمل مضامین اصل (الکمال) کے تہائی کے برابر ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

اسماء مفردہ

﴿عبارت﴾ وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ الْاَسْمَاءِ الْمُفْرَدَةِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهَا الْحَافِظُ اَبُوْبَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ هَارُوْنَ الْبَرْدِيْجِيُّ فَذَكَرَ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً تَعَقَّبُوْا عَلَيْهِ بَعْضَهَا وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ صُغْدِيُّ بْنُ سَنَّانٍ اَحَدُ الضُّعَفَاءِ وَهُوَ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَقَدْ تُبَدَّلُ سِيْنًا مُهْمَلَةً وَسُكُوْنَ الْعَيْنِ الْمُعْجَمَةِ بَعْدَهَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ ثُمَّ يَاءٌ كَيَاءِ النَّسَبِ وَهُوَ اسْمُ عَلَمٍ بِلَفْظِ النَّسَبِ وَلَيْسَ هُوَ فَرْدًا فَفِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ لِاِبْنِ اَبِيْ حَاتِمٍ صُغْدِيٌّ الْكُوْفِيُّ وَثَّقَهُ ابْنُ مَعِيْنٍ وَفَرَّقَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الَّذِيْ قَبْلَهٗ فَضَعَّفَهٗ وَفِيْ تَارِيْخِ الْعُقَيْلِيِّ صُغْدِيُّ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَرْوِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ الْعُقَيْلِيُّ حَدِيْثُهٗ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ اِنْتَهٰى وَاَظُنُّهٗ هُوَ الَّذِيْ ذَكَرَهُ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَاَمَّا كَوْنُ الْعُقَيْلِيِّ ذَكَرَهٗ فِي الضُّعَفَاءِ فَاِنَّمَا هُوَ لِلْحَدِيْثِ الَّذِيْ ذَكَرَهٗ عَنْهُ وَلَيْسَتِ الْاٰفَةُ مِنْهُ بَلْ هِيَ مِنَ الرَّاوِيْ عَنْهُ عَنْبَسَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَمِنْ ذٰلِكَ سَنْدَرٌ بِالْمُهْمَلَةِ وَالنُّوْنِ بِوَزْنِ جَعْفَرٍ وَهُوَ مَوْلٰى زِنْبَاعٍ الْجُذَامِيِّ لَهٗ صُحْبَةٌ وَّرِوَايَةٌ وَّالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ يُكَنّٰى اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ اسْمٌ فَرْدٌ لَمْ يُسَمَّ بِهٖ غَيْرُهٗ فِيْمَا نَعْلَمُ لٰكِنْ ذَكَرَ اَبُوْمُوْسٰى فِي الذَّيْلِ عَلٰى مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ لِاِبْنِ مَنْدَةَ: سَنْدَرٌ اَبُو الْاَسْوَدِ وَرَوٰى لَهٗ حَدِيْثًا وَتُعُقِّبَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ هُوَ الَّذِيْ ذَكَرَهُ ابْنُ مَنْدَةَ وَقَدْ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ الْمَذْكُوْرَ مُحَمَّدُ بْنُ

الرَّبِيْعِ الْجِيْزِيّ فِيْ تَارِيْخِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا مِصْرَ فِيْ تَرْجَمَةِ سَنْدَرَ مَوْلٰى زِنْبَاعٍ وَقَدْ حَرَّرْتُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِيْ فِي الصَّحَابَةِ

﴿ترجمہ﴾: اسماء مفردہ (جن کا ہمنام کوئی شخص نہ ہو گویا وہ مفرد وتنہا ہیں) کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے، اس موضوع پر حافظ ابو بکر احمد بن ہارون البردیجی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے اس میں بہت سی چیزوں کا ذکر کیا جن میں سے بعض کا تعاقب بھی کیا گیا اور اسی میں ان کا قول صغدی بن سنان کے متعلق بھی ہے جو کہ ضعفاء میں سے ہیں یہ صاد خالی کے ضمہ کے ساتھ ہے اور یہ صاد خالی کبھی سین سے بدل جاتا ہے اس کے بعد غین معجمہ ساکن ہے اس کے بعد دال خالی ہے پھر یائے نسبت کی طرح یاء ہے صغدی لفظ نسبت کے ساتھ اسم علم ہے یہ اسم مفرد نہیں، ابن ابی حاتم کی کتاب جرح وتعدیل میں ہے کہ ابن معین نے صغدی کوفی کی توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے صغدی کوفی اور اس سے پہلے ذکر ہونے والے صغدی بن سنان میں فرق کیا ہے چنانچہ صغدی بن سنان کو ضعیف قرار دیا ہے اور عقیلی نے اپنی تاریخ عقیلی میں لکھا ہے کہ صغدی بن عبد اللہ حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں اور عقیلی نے کہا کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے، انتہیٰ۔

میں گمان کرتا ہوں کہ صغدی وہی ہیں کہ جن کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے بہر حال عقیلی کا ضعفاء میں ذکر کرنا اس حدیث کی وجہ سے ہے جو انہوں نے ذکر کی ہے اور یہ آفت یعنی ضعف ان کی جانب سے نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے عنبسہ بن عبد الرحمٰن کی وجہ سے ہے واللہ اعلم۔

اور اسی نوع میں سندر ہے سین مہملہ اور نون ساکن کے ساتھ، بوزن جعفر ہے یہ سندر! زنباع جذامی کے مولیٰ ہیں قبیلہ جذامہ سے جو صحابی ہیں اور ان سے روایت بھی ہے اور وہ ابو عبد اللہ کی کنیت سے مشہور ہیں، یہ نام میں واحد تھے، میرے علم کے مطابق اس نام کا کوئی دوسرا راوی نہیں گزرا، البتہ ابو موسیٰ نے ابن مندہ کی کتاب معرفۃ الصحابہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ سند ابو الاسود ایک اور شخص بھی ہے اور اس سندر ابو لاسود سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے اور ابو موسیٰ پر تعاقب بھی کیا گیا ہے کہ وہی سندر ہے جس کا ذکر ابن مندہ نے کیا ہے اور اس حدیث مذکور کو محمد بن ربیع الجیزی نے ان صحابہ کی تاریخ میں ذکر کیا ہے جو مصر میں مقیم ہو گئے تھے، سندر جو زنباع کے مولیٰ ہیں ان کے تذکرہ میں میں نے ان کا ذکر اس کتاب میں کیا ہے جس میں صحابہ کا ذکر کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے چوبیسواں اہم امر ان رواۃ کو جاننا ہے جن کا منفرد نام ہو اسنادِ حدیث میں کوئی ان کا ہمنام نہ ہو اس موضوع پر حافظ ابو بکر احمد بن ہارون البردیجی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے اس میں بہت اسماء منفردہ کا ذکر

کیا ہے جن میں سے بعض کا تعاقب بھی کیا گیا ہے یعنی ان پر اعتراض بھی کیئے گئے ہیں۔

اور اسی کتاب میں ان کا قول صغدی بن سنان کے متعلق بھی ہے جو کہ ضعیف راوی ہیں، مذکورہ کتاب میں حافظ ابو بکر احمد بن ہارون بردیجی نے اسے اسمائے منفردہ میں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا ہمنام کوئی دوسرا راوی پایا نہیں گیا، لیکن ابن ابی حاتم کی کتاب جرح وتعدیل میں ہے کہ صغدی نام کا ایک راوی نہیں بلکہ دو ہیں جن میں سے ایک کوفی ہیں جن کی یحییٰ بن معین نے توثیق کی ہے جبکہ دوسرا صغدی بن سنان ضعیف ہے۔

عقیل نے اپنی تاریخ عقیلی میں لکھا ہے کہ صغدی بن عبداللہ حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں اور عقیلی نے کہا کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے، گویا ایک لحاظ اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صغدی وہی ہیں کہ جن کو ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے، اور یحییٰ بن معین کے حوالے سے اس کی توثیق بیان کی ہے، عقیلی کا اسے ضعفاء میں ذکر کرنا اس حدیث ضعیف کی وجہ سے ہے جو عقیلی نے اس سے روایت کی ہے لیکن اس میں سبب ضعف صغدی بن عبداللہ کوفی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے شاگرد عنبسہ بن عبدالرحمٰن کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم۔

اور اسی قسم میں دوسری مثال جس پر اعتراض کیا گیا ہے وہ سندر! ہے جو زنباع جذامی کے آزاد کردہ ہیں، ان کی مشہور کنیت ابو عبداللہ ہے، یہ صحابی تھے یہ نام میں واحد تھے، مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق اس نام کا کوئی دوسرا راوی نہیں گزرا، مگر ابو موسیٰ نے ابن مندہ کی کتاب معرفۃ الصحابہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ سندر ابو الاسود ایک اور شخص بھی ہے اور اس سندر ابو لاسود سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سندر اور شخص کا نام بھی ہے کیونکہ پہلے سندر کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور دوسرے سندر کی کنیت ابو الاسود ہے لہٰذا یہ دونوں الگ الگ ہیں۔۔

لیکن یہ غلطی نکالی گئی کہ سندر! جن کو ابو موسیٰ نے ذکر کیا ہے اور ابن مندہ نے جن کو ذکر کیا ہے وہ زنباع الجذامی کے مولیٰ ہیں، الغرض دونوں ایک ہی ہیں الگ الگ نہیں اور محمد بن ربیع الجیزی نے ان صحابہ کی تاریخ میں حدیث مذکور کو سندر مولیٰ زنباع کے عنوان میں لکھا ہے، مصنف علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی کتاب ''الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ'' میں اسی طرح لکھا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَكَذَا مَعْرِفَةُ الْكُنٰى الْمُجَرَّدَةِ وَالْمُفْرَدَةِ وَكَذَا مَعْرِفَةُ الْاَلْقَابِ وَهِيَ تَارَةً يَكُوْنُ بِلَفْظِ الْاِسْمِ وَتَارَةً بِلَفْظِ الْكُنْيَةِ وَتَقَعُ بِسَبَبِ عَاهَةٍ كَالْاَعْمَشِ اَوْ حِرْفَةٍ وَكَذَا مَعْرِفَةُ الْاَنْسَابِ وَهِيَ تَارَةً تَقَعُ اِلَى الْقَبَائِلِ وَهُوَ فِي الْمُتَقَدِّمِيْنَ اَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمُتَاَخِّرِيْنَ وَتَارَةً اِلَى الْاَوْطَانِ وَهٰذَا فِي الْمُتَاَخِّرِيْنَ اَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمُتَقَدِّمِيْنَ

وَالنِّسْبَةُ اِلَى الْوَطَنِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ بِلَادًا اَوْ ضِيَاعًا اَوْ سِكَكًا اَوْ مُجَاوَرَةً وَتَقَعُ اِلَى الصَّنَائِعِ كَالْخَيَّاطِ وَالْحِرَفِ كَالْبَزَّازِ كَخَالِدِبْنِ مَخْلَدِ الْقُطْوَانِيِّ كَانَ كُوْفِيًّا وَيُلَقَّبُ بِالْقُطْوَانِيِّ وَكَانَ يَغْضَبُ مِنْهَا ۔

﴿ترجمہ﴾: ایسے ہی اسمائے مجردہ اور اسمائے مفردہ کی کنیتوں کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے، اسی طرح القاب کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے، اور القاب بھی بعض اوقات نام ہی کے صیغے ہوتے ہیں، اور کبھی کنیت کے صیغے ہوتے ہیں، اور کبھی بیماری کے سبب ہوتے ہیں جیسے اعمش یا پیشہ کی وجہ سے، اور اسی طرح نسبتوں کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے اور یہ نسبتیں کبھی قبیلہ کی طرف ہوتی ہیں اور یہ طریقہ متاخرین کی بنسبت متقدمین میں زیادہ ہے اور کبھی نسبتیں وطنوں کی طرف ہوتی ہیں اور یہ طریقہ متقدمین کی بنسبت متاخرین میں زیادہ تھا اور وطن کی نسبت عام ہے خواہ شہروں کی طرف ہو، خواہ دیہاتوں کی طرف ہو خواہ محلوں کی طرف ہو خواہ پڑوس ہونے کی وجہ سے، اور کبھی پیشوں کی طرف ہوتی ہے جیسے خیاط یا کسی حرفت کی طرف ہوتی ہے جیسے بزاز اور ان میں بھی اسماء کی طرح میں موافقت واشتباہ بھی واقع ہوتا ہے اور کبھی نسبتیں القاب کی صورت میں ہوتی ہیں جیسے خالد بن مخلد قطوانی جو کہ کوفی ہیں، ان کا لقب قطوان تھا اور اس سے یہ ناراض ہوتے تھے۔

﴿تشریح﴾:

مفرد و مجرد کنیت والے رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے پچیسواں اہم امر ان رواۃ کو جاننا ہے جن کی کنیت مجرد یا مفرد ہے یعنی ان کی معرفت جن کا ہم کنیت کوئی نہیں، مثلاً اَبُوْ عُبَيْدَيْن یہ مفرد کنیت ہے اور ایسی کنیت ہے جو کسی اور راوی کی نہیں ان کا نام معاویہ بن سبرہ ہے۔

مفرد القاب والے رواۃ کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے چھبیسواں اہم امر ان رواۃ کو جاننا ہے کہ جن کے القاب مفرد ہیں مثلاً عبداللہ بن محمد کا لقب ''ضعیف'' ہے، کیونکہ وہ جسمانی لحاظ سے بہت کمزور تھے ان کا کوئی بھی ہم لقب نہیں۔ اسی طرح راوی حسن بن یزید کا لقب ''القوی'' ہے، ان کا بھی کوئی ہم لقب نہیں اور ان یہ لقب اس لئے تھا کہ وہ بہت زیادہ عبادت وریاضت کرنے والے تھے حتی کہ ایک دن میں ستر ستر مرتبہ طواف کرلیا کرتے تھے۔

القاب کی صورِ مختلفہ:

1۔ کبھی کسی اسم کو لقب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے سفینہ، یہ حضور ﷺ کے غلام اور صحابی ہیں ان کا اصلاً نام مہران تھا یہ اتنا سامان اٹھاتے تھے کہ حضور ﷺ نے انہیں ''سفینہ'' کا لقب دے دیا، تو سفینہ ایک اسم ہے جو لقب کے طور پر

استعمال ہوا ہے۔

2۔ کبھی کسی کنیت کو لقب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ابو تراب

3۔ کبھی کسی عیب کی وجہ سے یا صنعت وحرفت کی وجہ سے لقب پڑ جاتا ہے۔ جیسے اعمش (چندھا) اعرج (لنگڑا) حداد (لوہار) اعمش بہت بڑے محدث تھے، یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ گرامی ہیں انہی کا مقولہ ہے کہ ہم محدثین پنساری (دوائی فروش) ہیں اور فقہاء طبیب ومعالج ہیں۔

رواۃ کی نسبتوں کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے ستائیسواں اہم امر راویوں کی نسبتوں کو جاننا ہے کہ فلاں راوی کس کی طرف منسوب ہے اور فلاں کس کی طرف منسوب ہے؟

نسبتوں کی صور مختلفہ:

☆ نسبت کبھی قبیلے کی طرف ہوتی ہے اور یہ متقدمین میں متاخرین کی بنسبت زیادہ ہوا کرتی ہے۔ جیسے امام مسلم کی نسبت قشیری ان کے قبیلے کی طرف ہے۔

☆ کبھی نسبت وطن اور علاقے کی طرف ہوتی ہے، یہ نسبت متقدمین کی بنسبت متاخرین میں زیادہ ہوا کرتی تھی مثلاً امام بخاری کی نسبت ان کے علاقے بخارا کی طرف ہے۔ حضور غوث الاعظم کی نسبت ان آبائی علاقے گیلاں کی طرف جیلانی ہے، داتا صاحب کی نسبت ان کے آبائی علاقے ہجویر کی طرف ہجویری ہے۔

✿ پھر نسبت وطنی کبھی شہر کی طرف، کبھی کھیتی کی طرف، کبھی کوچہ کی طرف اور کبھی محل مجاورت کی طرف ہوتی ہے۔

☆ کبھی نسبت ہنر اور پیشہ کی طرف ہوتی ہے جیسے خیاط، بزاز وغیرہ۔

نسبتوں میں اتفاق واشباہ:

جیسے اسماء میں اتفاق واشباہ ہوتا ہے ویسے ہی نسبتوں میں بھی اتفاق واقع ہو جاتا ہے۔ جیسے قبیلہ بنو حنیفہ کی طرف منسوب شخص کو حنفی کہتے ہیں ویسے ہی امام اعظم ابو حنیفہ کے فقہی مشرب کی طرف منسوب شخص کو بھی حنفی کہتے ہیں۔

✿ کبھی کبھی کسی راوی کا لقب بصورت نسب ذکر کر دیا جاتا ہے حالانکہ وہ نسبت نہیں ہوتی بلکہ لقب ہوتا ہے جیسے خالد بن مخلد قطوانی، ان کی نسبت کوفی ہے اور قطوانی ان کا لقب ہے جس کا معنیٰ ہوتا ہے "چلتے ہوئے قریب قریب پاؤں رکھنے والا" انہیں اس لقب کے استعمال پر بہت غصہ آیا کرتا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾ وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ اَسْبَابِ ذٰلِكَ اَيِ الْاَلْقَابِ وَالنِّسَبِ الَّتِيْ

بَاطِنُهَا عَلٰى خِلَافِ ظَاهِرِهَا وَكَذَا مَعْرِفَةُ الْمَوَالِيْ مِنَ الْاَعْلٰى وَالْاَسْفَلِ بِالرِّقِّ اَوْ بِالْحِلْفِ اَوْ بِالْاِسْلَامِ لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اِسْمُ الْمَوَالِيْ وَلَا يُعْرَفُ تَمْيِيْزُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالتَّنْصِيْصِ عَلَيْهِ وَمَعْرِفَةُ الْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْقُدَمَاءُ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيْ

﴿ترجمہ﴾: اسی طرح ان القاب وانساب کے اسباب کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے کہ جن کا باطن ظاہر کے خلاف ہو، اسی طرح مولیٰ اعلیٰ اور مولیٰ اسفل کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے خواہ وہ غلامی کے اعتبار سے ہو یا حلیف ہونے کے لحاظ سے ہو، یا اسلام کے اعتبار سے ہو کیونکہ ان تین صورتوں میں اسے مولیٰ کہا جاتا ہے اور ان کا فرق صرف تصریح سے ہی معلوم ہوسکتا ہے، نیز راوی کے بھائیوں اور بہنوں کا علم ہونا بھی اہم امور میں سے ہے اس فن میں علمائے متقدمین نے کتب لکھی ہیں جیسے علی بن مدینی علیہ الرحمۃ۔

﴿تشریح﴾:

لقب اور نسبت کے سبب کا علم

اس فن کے اہم امور میں سے اٹھائیسواں اہم امر راوی کے لقب کا سبب معلوم کرنا ہے، مثلاً کسی راوی کا لقب قوی ہے تو کیوں ہے، کسی کا لقب ضال ہے تو کیوں ہے؟ کسی کا لقب ضعیف ہے کیوں ہے؟۔

☆ اسی طرح جو نسبت خلاف ظاہر ہو اس کی حقیقت اور وجہ بھی معلوم کرنی ضروری ہے مثلاً محمد بن سنان عوقی، ان کی نسبت عوقی کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک بار قبیلہ عبد شمس کے بطن عوقہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے تھے بس اسی وجہ سے انہیں عوقہ کی طرف منسوب کر دیا گیا، حالانکہ عوقہ میں مستقل رہنے والے نہیں تھے۔

موالی کا علم:

اس فن کے اہم امور میں سے انتیسواں اہم امر موالی کو جاننا ہے کیونکہ لفظ مولیٰ ہر قسم کے مولیٰ کو کہا جاتا ہے خواہ وہ اعلیٰ ہو یا اسفل ہو، خواہ غلامی کے لحاظ سے ہو یا حلف ومعاہدہ کے اعتبار سے ہو خواہ مولیٰ اسلام کے لحاظ سے ہو، الغرض مولیٰ کا اطلاق ان تمام معانی پر بالعموم ہوتا ہے جس سے یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ فلاں کے ساتھ مولیٰ کا لفظ کس معنیٰ کے اعتبار سے ہے؟۔

رواۃ میں بہن بھائیوں کے رشتوں کا علم:

اس فن کے اہم امور میں تیسواں اہم امر رواۃ میں بہن بھائیوں کو جاننا ہے تاکہ غیروں کو بہن بھائی نہ سمجھ لے، مثلاً عبد اللہ بن مسعود اور عتبہ بن مسعود دونوں بھائی ہیں، لیکن احمد بن اشکاب، علی بن اشکاب اور محمد بن اشکاب آپس میں بھائی

نہیں بلکہ الگ الگ قبیلوں سے ہیں۔ اس قسم میں علمائے متقدمین نے بہت کتب تصنیف کیں ہیں ان میں سے علی بن مدینی بھی ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

آداب شیخ وشاگرد

﴿عبارت﴾ وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ اٰدَابِ الشَّيْخِ وَالطَّالِبِ وَيَشْتَرِكَانِ فِيْ تَصْحِيْحِ النِّيَّةِ وَالتَّطْهِيْرِ عَنْ اَغْرَاضِ الدُّنْيَا وَتَحْسِيْنِ الْخُلُقِ وَيَنْفَرِدُ الشَّيْخُ بِاَنْ يَّسْمَعَ اِذَا احْتِيْجَ اِلَيْهِ وَاَنْ لَّا يُحَدِّثَ بِبَلَدٍ فِيْهِ مَنْ هُوَ اَوْلٰى مِنْهُ بَلْ يُرْشِدُ اِلَيْهِ وَلَا يَتْرُكُ اِسْمَاعَ اَحَدٍ لِنِيَّةٍ فَاسِدَةٍ وَّاَنْ يَّتَطَهَّرَ وَيَجْلِسَ بِوَقَارٍ وَلَا يُحَدِّثُ قَائِمًا وَلَا عَجِلًا وَلَا فِي الطَّرِيْقِ اِلَّا اَنْ يَّضْطَرَّ اِلٰى ذٰلِكَ وَاَنْ يُّمْسِكَ عَنِ الْحَدِيْثِ اِذَا خَشِيَ التَّغَيُّرَ اَوِ النِّسْيَانَ لِمَرَضٍ اَوْ هَرَمٍ وَاِذَا اتَّخَذَ مَجْلِسَ الْاِمْلَاءِ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مُسْتَمِلٌّ يَقِظٌ وَيَنْفَرِدُ الطَّالِبُ بِاَنْ يُّوَقِّرَ الشَّيْخَ وَلَا يُضْجِرَهٗ وَيُرْشِدَ غَيْرَهٗ لِمَا سَمِعَهٗ وَلَا يَدَعَ الْاِسْتِفَادَةَ لِحَيَاءٍ اَوْ تَكَبُّرٍ وَيَكْتُبَ مَا سَمِعَهٗ تَامًّا وَيَعْتَنِيَ بِالتَّقْيِيْدِ وَالضَّبْطِ وَيُذَاكِرَ بِمَحْفُوْظِهٖ لِيَرْسَخَ فِيْ ذِهْنِهٖ

﴿ترجمہ﴾: اور اس فن کے اہم امور میں سے شیخ اور شاگرد کے آداب کی معرفت ہے ان دونوں کی نیت خالص ہونا اور اغراض دنیا سے دل کا پاک ہونا نیز خوش خلق ہونا بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ شیخ کو چاہئے کہ ضرورت ہی کے وقت حدیث روایت کرے اور جس شہر میں اس سے بڑا محدث ہو اس میں حدیث روایت نہ کرے بلکہ اس بڑے محدث کی طرف طلباء کی راہنمائی کرے، اور کسی غلط نیت کی وجہ سے بیان روایت کو نہ چھوڑے، اور حدیث کو پڑھانے سے قبل طہارت (وضو یا غسل) کر لے، اور وقار سے بیٹھے، کھڑے ہو کر اور جلدی میں یا راستے میں حدیث بیان نہ کرے، مگر یہ کہ سخت ضرورت پڑ جائے، اور روایت بیان کرنے سے اس وقت باز رہے جب اسے اختلاط کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے بھول جانے کا خوف ہو، اور حدیث کی املاء (حدیث لکھوانے) کی مجلس قائم کرے تو اسے چاہئے کہ ایک چو کس قسم کا منادی کھڑا کرے (جو الفاظ حدیث اور اعراب حدیث اسی طرح ہی آگے بیان کرے) اور شاگرد! ان امور میں منفرد ہے کہ وہ شیخ کی تعظیم کرے اور اسے تنگ نہ کرے اور شیخ سے سننے کے بعد کسی ہم درس

راہنمائی حاصل کرے اور حیاء اور تکبر کی وجہ سے استفادہ کو ترک مت کرے نیز جو سنے اسے مکمل لکھے اور روایات کو یاد کرنے کے لئے حفظ کا خوب اہتمام کرے نیز محفوظ روایات کا ہمیشہ تکرار کرتا رہے تا کہ وہ اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے اکتیسواں اہم امر آداب شیخ وشاگرد کو جاننا ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1-شیخ وشاگرد دو خالص نیت والے ہوں دنیاوی مفادات ان کے پیش نظر نہ ہوں۔

2-دونوں خوش خلق ہوں۔

3-شیخ !حدیث بوقت ضرورت ہی بیان کرے۔

4-جس شہر میں اس بڑا محدث ہو وہاں حدیث بیان نہ کرے بلکہ شاگردوں کو اس بڑے محدث کے پاس جانے کی ہدایت کرے۔

5-راوی کی نیت اگر چہ فاسد ہو لیکن پھر بھی شیخ اسے حدیث بیان کرے کیونکہ حدیث کی برکت سے اس کی نیت فاسد زائل ہو جائے گی۔

6-طہارت اور وقار کے ساتھ حدیث روایت کرے۔

7-کھڑے کھڑے یا جلدی میں یا راستے میں حدیث بیان نہ کرے۔

8-بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اگر نسیان یا اختلاط کا خدشہ ہو تو حدیث روایت کرنا چھوڑ دے۔

9-جب کسی جماعت میں حدیث لکھوائے تو کسی اونچی آواز والے بیدار مغز کا اہتمام کرے۔

10-شاگرد کے لئے ضروری ہے کہ شیخ کی تعظیم کرے، اسے تنگ نہ کرے۔

11-جو سنا ہے اسے غیر تک پہنچا دے اور اسے لکھ لے۔

12-حیاء یا تکبر کی وجہ سے حدیث کا استفادہ نہ چھوڑے۔

13-اعراب اور نقطوں کا اہتمام کرے۔

14-محفوظ احادیث کا ہمیشہ تکرار کرتا رہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

حدیث اخذ کرنے اور روایت کرنے کی عمر

﴿عبارت﴾ وَمِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ سِنِّ التَّحَمُّلِ وَالْاَدَاءِ وَالْاَصَحُّ اِعْتِبَارُ سِنِّ التَّحَمُّلِ بِالتَّمْيِيْزِ هٰذَا فِي السِّمَاعِ وَقَدْ جَرَتْ عَادَةُ الْمُحَدِّثِيْنَ بِاِحْضَارِهِمِ الْاَطْفَالَ مَجَالِسَ الْحَدِيْثِ وَيَكْتُبُوْنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ حَضَرُوْا وَلَابُدَّ لَهُمْ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ مِنْ اِجَازَةِ الْمُسْمِعِ وَالْاَصَحُّ فِيْ سِنِّ الطَّلَبِ بِنَفْسِهٖ اَنْ يَتَاَهَّلَ لِذٰلِكَ وَيَصِحُّ تَحَمُّلُ الْكَافِرِ اَيْضًا اِذَا اَدَّاهُ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ وَكَذَا الْفَاسِقُ مِنْ بَابِ الْاَوْلٰى اِذَا اَدَّاهُ بَعْدَ تَوْبَتِهٖ وَثُبُوْتِ عَدَالَتِهٖ وَاَمَّا الْاَدَاءُ فَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّهٗ لَا اخْتِصَاصَ لَهٗ بِزَمَنٍ مُعَيَّنٍ بَلْ يُقَيَّدُ بِالْاِحْتِيَاجِ وَالتَّاَهُّلِ لِذٰلِكَ وَهُوَ مُخْتَلِفٌ بِاخْتِلَافِ الْاَشْخَاصِ وَقَالَ ابْنُ خَلَّادٍ اِذَا بَلَغَ الْخَمْسِيْنَ وَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْاَرْبَعِيْنَ وَتُعُقِّبَ بِمَنْ حَدَّثَ قَبْلَهَا كَمَالِكٍ

﴿ترجمہ﴾: حدیث کو سننے اور ادا کرنے کی عمر کا علم بھی ضروری ہے اور صحیح ترین قول کے مطابق اخذ حدیث کی صحیح عمر سامع کی عمر تمیز ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو بھی مجالس علم میں حصول برکت کے لئے حاضر کیا کرتے تھے اور لکھ دیتے تھے کہ یہ مجالس حدیث میں حاضر ہوئے، البتہ ان کے بالغ ہو جانے کے بعد شیخ کی جانب سے سماع حدیث کی اجازت ضروری ہے اور صحیح ترین قول کے مطابق طلب حدیث کی عمر وہ ہے کہ جب وہ اس کا اہل ہو اور کافر بھی تحمل حدیث کے لائق ہے جبکہ وہ اسلام کے بعد ادا کرے، اور فاسق تو بدرجہ اولیٰ ہوگا جبکہ وہ توبہ اور عدالت کے ثابت ہونے کے بعد روایت کرے بہرحال اداءِ حدیث کے متعلق (کہ کس عمر میں روایت کریگا) تو پہلے بیان ہو چکا ہے اس کے لیئے کس خاص زمانے کی قید نہیں بلکہ ضرورت، لیاقت اور اہلیت شرط ہے، اور یہ اہلیت مختلف اشخاص میں مختلف ہوتی ہے ابن خلاد رامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پچاس برس کی عمر میں روایت حدیث کی اہلیت ہوتی ہے اور چالیس سال کی عمر میں روایت حدیث کا انکار نہ کیا جائے، (یعنی اجازت ہے جیسے کہ امام مالک کہ انہوں نے چالیس سال کی عمر سے پہلے ہی روایت حدیث کی ہے)، ابن خلاد کے قول پر اس محدث کی وجہ سے اعتراض کیا گیا کہ جنہوں نے چالیس سے پہلے ہی روایت حدیث کیا جیسا کہ امام مالک علیہ الرحمۃ۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے بتیسواں اہم امر حدیث اخذ کرنے اور روایت کرنے کی عمر ہے۔

کہ کتنی عمر میں حدیث اخذ کرنے اور اسے ادا کرنے کی صلاحیت واہلیت پیدا ہوتی ہے؟ اصح قول کے مطابق اس میں کسی خاص عمر کی قید نہیں بلکہ اس کا دارومدار صرف تمیز پر ہے پس جو بات کو صحیح سمجھ سکتا ہے اور اس کا صحیح جواب دے سکتا ہے تو وہ حدیث کو پڑھ پڑھا سکتا ہے۔

مجلس حدیث میں لائے ہوئے بچوں کے سماع کا حکم:

☆ مجلس حدیث میں حاضر ہونے کے لئے عمر کی قید نہیں، محدثین رحمہم اللہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کو مجلس حدیث میں حاضر کرتے تھے اور لکھ دیتے تھے کہ یہ مجلس حدیث میں حاضر ہوئے تھے لیکن روایت کرنے کے لئے اس حاضری کے ساتھ ساتھ صاحبِ مجلس کی اجازت بھی ضروری ہے۔

کافر اور فاسق کے طلبِ حدیث کا حکم:

اگر کافر نے حالتِ کفر میں کوئی حدیث محفوظ کر لی پھر جب مسلمان ہوا تو اسے آگے بیان کیا تو اس کا یہ عمل درست ہے اور اس کی روایت قابلِ اعتبار ہے، اسی طرح اگر کسی فاسق نے حالتِ فسق میں کوئی حدیث سنی اور اسے محفوظ کر لیا اور توبہ کرنے اور عدالت ثابت ہو جانے کے بعد اسے بیان کیا تو اس کا بیان کرنا بھی قابلِ اعتبار ہوگا۔

اہلیت کب اور کس عمر میں پیدا ہوتی ہے؟

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اہلیت کے باب میں لوگوں کے مزاج مختلف ہیں کچھ تو وہ ہیں جنہیں یہ بچپن میں ہی مل جاتی ہے اور کچھ وہ ہوتے ہیں جنہیں بڑی عمر میں بھی یہ عطا نہیں ہوتی، البتہ بعض ائمہ کرام نے جن میں علامہ ابن خلاد بھی ہیں انہوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں فرمایا ''کہ جب انسان پچاس سال کا ہو جائے تو اس کا آگے روایت کرنا درست ہے اور اگر کوئی محدث چالیس سال کی عمر میں روایت کردے تو بھی کوئی حرج نہیں'' ان محدثین رحمہم اللہ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ تو چالیس سال کی بات کرتے ہیں تو جنہوں نے چالیس سال سے بھی پہلے روایت حدیث شروع کردی ان کے متعلق کیا کہیں گے؟ مثلاً امام مالک علیہ الرحمۃ آپ نے چالیس سال سے بھی پہلے مسندِ حدیث قائم کیا اور کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

کتابتِ حدیث کا طریق

﴿عبارت﴾ وَمِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ صِفَةِ الضَّبْطِ فِي الْكِتَابَةِ وَصِفَةِ كِتَابَةِ الْحَدِيْثِ وَهُوَ اَنْ يَكْتُبَهُ مُبَيَّنًا مُفَسَّرًا فَيُشَكِّلَ الْمُشْكِلَ مِنْهُ وَيُنَقِّطَهُ وَيَكْتُبَ السَّاقِطَ فِي الْحَاشِيَةِ الْيُمْنٰى مَادَامَ فِي السَّطْرِ بَقِيَّةٌ وَاِلَّا فَفِي الْيُسْرٰى وَصِفَةِ عَرْضِهِ وَهُوَ مُقَابَلَتُهُ مَعَ الشَّيْخِ الْمُسْمِعِ اَوْ مَعَ ثِقَةٍ غَيْرِهِ اَوْ مَعَ نَفْسِهِ شَيْئًا فَشَيْئًا

﴿ترجمہ﴾: حدیث لکھنے کا طریق نیز کاتب میں حرکات وسکنات ضبط کرنے کا طریق معلوم کرنا ضروری ہے اور یہ اس طرح ہونا چاہیئے کہ عبارت بالکل صاف صاف اور واضح لکھے اور مشکل عبارت پر اعراب اور نقطے لگا دے اور اگر سطر مکمل ہونے سے پہلے کوئی لفظ چھوٹ جائے تو دائیں طرف کے حاشیہ پر لکھ دے ورنہ بائیں جانب کے حاشیہ پر لکھ دے، اور اسے پیش کرنے کی صفت کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے اور وہ یہ ہے کہ سنانے والے شیخ سے یا اس کے علاوہ کسی ثقہ سے یا خود ہی تھوڑا تھوڑا اس کا مقابلہ کرے۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے تینتیسواں اہم امر کتابتِ حدیث کا طریق ہے۔

✿ یاد رکھ لیں کتابتِ حدیث کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف رہا ہے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں عبد اللہ ابن مسعود، ابوموسیٰ اشعری، زیاد بن ثابت، ابوسعید خدری وغیرہ ہیں یہ کتابت حدیث کے قائل نہیں تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمان عالیشان تھا کہ

لاتکتبو اعنی شیئاً الا القرآن ومن کتب عنی شیئا غیر القران فلیمحه

کہ مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھا کرو، اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ جو کچھ لکھا ہے وہ اسے مٹا دے۔

اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کتابتِ حدیث کے قائل اور معترف تھے، جن میں حضرت عمر، مولا علی شیر خدا، امام حسن، عبد اللہ بن عمر، حضرت انس، حضرت جابر وغیرہ تھے، ان کی دلیل وہ حدیث پاک جو حضرت عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنتا ہوں اسے لکھ لیتا ہے، ایک بار اسی چیز کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُكْتُبْ کہ لکھا کرو۔

✿ رہی بات دونوں احادیث میں تناقض وٹکراؤ کی؟ تو اس کے متعدد جواب ہیں۔

1- جو حدیث کو اچھی طرح یاد رکھ سکتا ہے ان کو کتابت سے منع فرمایا اور جو لوگ بلا کتابت محفوظ نہیں رکھ سکتے انہیں لکھنے کا حکم عطا فرمایا۔

2-اوائل زمانہ میں غیر قرآن کا قرآن کے ساتھ ملنے کا خطرہ تھا تو منع کر دیا بعد میں یہ خوف نہ رہا تو اس کی اجازت ہوگئی
3-یہ حدیث پاک (لاتکتبوا عنی شیئا الا القرآن) منسوخ ہے، اس کے لئے ناسخ اکتب والی حدیث ہے۔
کتابت حدیث مندرجہ ذیل صفات کی حامل ہونی چاہیئے۔
1-حروف واضح لکھے جائیں۔
2-مشکل الفاظ پر اعراب اور نقطے لگائے جائیں۔
3-اصل نسخہ سے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہو اگر دائیں حاشیہ میں جگہ ہو تو اسے وہاں لکھ لیا جائے ورنہ بائیں طرف لکھ لیا جائیں،

کتابت شدہ احادیث کے لئے مقابلے کا اہتمام

اس فن کے اہم امور میں چوبیسواں اہم امر کتابت شدہ احادیث کے لئے مقابلے کا اہتمام ہے جس کی کئی صورتیں ہیں۔یا تو شیخ سے یا اس کے نسخہ سے تقابل کیا جائے یا کسی ثقہ راوی سے تقابل کیا جائے یا خود ہی تھوڑا تھوڑا کر کے تقابل کرتا رہے تا کہ شاگرد کی کتابت اصل نسخہ کے مطابق ہو جائے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾وَصِفَةُ سَمَاعِهِ بِاَنْ لَّايَتَشَاغَلَ بِمَايَخِلُّ بِهٖ مِنْ نَسْخٍ اَوْحَدِيْثٍ اَوْنُعَاسٍ وَصِفَةِ اِسْمَاعِهٖ كَذٰلِكَ وَاَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ مِنْ اَصْلِهِ الَّذِىْ سَمِعَ فِيْهِ اَوْمِنْ فَرْعٍ قُوْبِلَ عَلٰى اَصْلِهٖ فَاِنْ تَعَذَّرَ فَلْيُجْبِرْهُ بِالْاِجَازَةِ لِمَاخَالَفَ اِنْ خَالَفَ وَصِفَةِ الرِّحْلَةِ فِيْهِ حَيْثُ يَبْتَدِىءُ بِحَدِيْثِ اَهْلِ بَلَدِهٖ فَيَسْتَوْعِبَهٗ ثُمَّ يَرْحَلَ فَيَحْصُلُ فِى الرِّحْلَةِ مَالَيْسَ عِنْدَهٗ وَيَكُوْنُ اِعْتِنَاؤُهٗ بِتَكْثِيْرِ الْمَسْمُوْعِ اَكْثَرُ مِنْ اِعْتِنَائِىْ بِتَكْثِيْرِ الشُّيُوْخِ

﴿ترجمہ﴾:اسی طرح سماع حدیث کا طریقہ بھی اہم امور میں سے ہے، بوقتِ سماع! کتابت وکلام سے اور نیند وغیرہ جیسے امور سے جو سماع میں مخل ہوں اجتناب کیا جائے شیخ کو اس نسخہ سے شاگرد کو سنانا چاہیئے جس میں اس نے اپنے شیخ سے سنا ہو یا اس کی فرع سے جس کا اصل سے مقابلہ کیا گیا ہو، اور اگر یہ متعذر ہو تو پھر شیخ سے روایت کرنے کے لئے اجازت ہونی چاہیئے۔تا کہ عدم مقابلہ کی اس سے تلافی ہو جائے اسی طرح طلب حدیث کے لئے سفر کا طریق بھی اہم امور میں سے ہے سب سے پہلے اپنے شہر میں جو محدثین ہیں ان سے اخذ حدیث کی ابتدا ٔ کی جائے، چنانچہ ان سے تمام احادیث سن جائیں، پھر سفر کر کے وہ ذخیرہ احادیث حاصل کرے جو اس کے پاس نہ ہو اور طالب علم کو چاہیئے کہ وہ شیوخ زیادہ بنانے کے اہتمام کی بجائے مسموع یعنی متون، اسانید احادیث

کی کثرت سماع کا زیادہ خیال رکھے۔

﴿تشریح﴾:

سماع حدیث کا طریقہ:

اس فن کے اہم امور میں پینتیسواں اہم امر سماع حدیث کا طریقہ ہے کہ حدیث کو سنتے ہوئے ہر ایسے فعل اور عمل سے گریز کرنا چاہیے جو مخل سماع ہو مثلاً کتابت کی طرف زیادہ دھیان ہو سماع سے توجہ ہٹ جائے، یا باتوں میں مشغول ہو جانا، یا سو جانا وغیرہ۔

اِسماع حدیث کا طریقہ:

اس فن کے اہم امور میں سے چھتیسواں اہم امر اسماع حدیث کا طریقہ ہے کہ کسی دوسرے کو حدیث سنانے کے آداب کیا ہونے چاہئیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ شیخ اپنے اصل نسخہ سے حدیث سنائے جس میں اس نے اپنے شیخ سے سنا ہے۔
☆ شیخ اصل نسخہ کی فرع سے حدیث سنائے جس کا اصل سے تقابل کیا گیا ہے۔
☆ اگر شیخ کے پاس اصل نسخہ یا اس کی فرع نہیں تو پھر اجازت لے کر اس کمی کی تلافی کی جائے۔

اخذ حدیث کے لیئے سفر کرنا:

اس فن کے اہم امور میں سے سینتیسواں اہم امر حدیث کے حصول کے لئے سفر کرنا ہے، اخذ حدیث کے لئے سفر کرنے کے درج ذیل آداب ہیں۔

☆ ابتداءً اپنے علاقے کے شیوخ سے تمام احادیث حاصل کرے پھر سفر شروع کرے۔
☆ احادیث کو زیادہ جمع کرنے کا اہتمام کرے۔
☆ کثرت شیوخ اور کثرت اسانید کے اہتمام میں مشغول ہونے سے بچے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تصنیف احادیث کا طریق

﴿عبارت﴾ وَصِفَةِ تَصْنِيفِهِ وَذٰلِكَ إِمَّا عَلَى الْمَسَانِيدِ بِأَنْ يَّجْمَعَ مُسْنَدَ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلٰى حِدَةٍ فَإِنْ شَاءَ رَتَّبَهُ عَلٰى سَوَابِقِهِمْ وَإِنْ شَاءَ رَتَّبَهُ عَلٰى حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ وَهُوَ أَسْهَلُ تَنَاوُلًا أَوْ تَصْنِيفِهِ عَلَى الْأَبْوَابِ الْفِقْهِيَّةِ أَوْ غَيْرِهَا بِأَنْ يَّجْمَعَ فِيْ كُلِّ بَابٍ مَا وَرَدَ فِيْهِ

بِمَا يَدُلُّ عَلَى حُكْمِهِ إِثْبَاتًا اَوْنَفْيًا وَالْاَوْلٰى اَنْ يَّقْتَصِرَعَلٰى مَاصَحَّ اَوْحَسُنَ فَاِنْ جَمَعَ الْجَمِيْعَ فَلْيُبَيِّنْ عِلَّةَ الضَّعِيْفِ اَوْتَصْنِيْفِهٖ عَلَى الْعِلَلِ فَيَذْكُرُالْمَتَنَ وطُرُقَهٗ وَبَيَانَ اِخْتِلَافِ نَقَلَتِهٖ وَالْاَحْسَنُ اَنْ يُّرَتِّبَهَا عَلَى الْاَبْوَابِ لِيَسْهَلَ تَنَاوُلَا اَوْيَجْمَعَهٗ عَلَى الْاَطْرَافِ فَيَذْكُرُطَرَفَ الْحَدِيْثِ الدَّالِّ عَلٰى بَقِيَّتِهٖ وَيَجْمَعُ اَسَانِيْد . اِمَّامُسْتَوْعِبًا اَوْمُتَقَيِّدًابِكُتُبٍ مَخْصُوْصَةٍ .

﴿ترجمہ﴾ اور تصنیف احادیث کے طریق کا علم بھی اس فن کے اہم امور میں سے ہے وہ یا تو بطریق مسانید ہوتی ہے کہ ہر صحابی کا نام علیحدہ علیحدہ لکھ کر ان کے نام کی مسند احادیث جمع کر دی جائیں، نیز صحابہ میں ترتیب بلحاظ تقدم اسلام کے کر دے اور چاہے تو حروف تہجی کے لحاظ سے کر دے، اور یہ آخری صورت استفادہ کے لئے سہل ترین ہے دوسرا طریقہ یہ ہے ابواب فقہ وغیرہ کے طریقہ پر (مختلف عنوانات باندھ کر) تصنیف کی جائے اس طرح کہ ہر باب پر کوئی عنوان لگا کر ان مرویات احادیث کو جمع کر دے جو ان کے متعلق اثبات یا نفی کرنے کے سلسلے میں روایت ہیں، اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ صحیح روایت یا حسن روایت پر اکتفاء کرے، اور اگر سب کو جمع کر دے تو پھر ضعیف کی علت بھی بیان کرے یا بطریق علل تصنیف کرے اس طرح کہ حدیث کا متن اور اس کے طرق بیان کر دے اور ناقلین روایت کا اختلاف (ارسال واتصال، اور رفع ووقف) بیان کر دے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ احادیث کو مختلف ابواب کے طریقہ پر مرتب کر دے تاکہ ان سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے یا بطریق اطراف جمع کر دے یعنی ہر حدیث کا ایک حصہ جو بقیہ حصہ پر دلالت کرتا ہوا سے ذکر کر دے پھر اس حدیث کی تمام اسناد جمع کر دے یا بعض کتب کو مختص کر کے ذکر کر دے۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے اڑتیسواں اہم امر تصنیف احادیث کا طریق ہے، اور تصنیف احادیث کی کئی اقسام ہیں۔ کیونکہ احادیث متعدد طریقوں سے مرتب کی جاتی ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

سببِ حدیث کا علم

﴿عبارت﴾ وَمِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِيْثِ وَقَدْصَنَّفَ فِيْهِ بَعْضُ شُيُوْخِ الْقَاضِىْ اَبِىْ يَعْلَى بْنِ الْفَرَاءِ الْحَنْبَلِىِّ وَهُوَاَبُوْحَفْصِ الْعُكْبَرِىُّ وَقَدْذَكَرَالشَّيْخُ تَقِىُّ الدِّيْنِ بْنُ دَقِيْقِ نِ

الْعِيْدِ اَنَّ بَعْضَ اَهْلِ عَصْرِهٖ شَرَعَ فِيْ جَمْعِ ذٰلِكَ وَكَاَنَّهٗ مَارَاٰى تَصْنِيْفَ الْعُكْبَرِيِّ الْمَذْكُوْرِ وَصَنَّفُوْا فِيْ غَالِبِ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ عَلٰى مَااَشَرْنَا اِلَيْهِ غَالِبًا وَهِيَ اَيْ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ هٰذِهِ الْخَاتِمَةِ نَقْلٌ مَحْضٌ ظَاهِرَةُ التَّعْرِيْفِ مُسْتَغْنِيَةٌ عَنِ التَّمْثِيْلِ وَحَصْرُهَا مُتَعَسِّرٌ فَلْيُرَاجِعْ لَهَا مَبْسُوْطَاتِهَا لِيَحْصُلَ الْوُقُوْفُ عَلٰى حَقَائِقِهَا .

﴿ترجمہ﴾: اور حدیث کے سبب کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے اور اس قسم میں قاضی ابویعلیٰ بن فراء حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ (علامہ عکبری رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک کتاب لکھی ہے، شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض معاصرین نے بھی اس کے متعلق ایک کتاب لکھنی شروع کی ہے شاید اس لیئے کہ اس نے علامہ عکبری کی تصنیف کو نہیں دیکھا ہوگا، اکثر اقسام حدیث کے متعلق ائمہ فن نے جو کتب لکھی ہیں چنانچہ اکثر کتابوں کی طرف ہم اشارہ کرتے آئے ہیں اور یہ یعنی جو انواع خاتمہ میں ذکر ہوئیں ہیں ان کا محض نام نقل کردیا ہے ان کی تعریف واضح ہے اور مثال کی ضرورت نہیں ہے اور ان کا شمار بہت مشکل ہے، ان کی مثالوں کے لئے اس فن کی مبسوط کتب کی طرف رجوع کیا جائے تاکہ ان کی حقیقتوں پر واقفیت حاصل ہو جائے۔

﴿تشریح﴾:

اس فن کے اہم امور میں سے انتالیسواں اہم امر سبب حدیث کو جاننا ہے کہ وہ حدیث جس خاص موقع پر یا جس خاص شخص کے بارے میں ارشاد فرمائی گئی وہ خاص سبب کیا تھا؟

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ احادیث کو جمع کرتے ہوئے قاضی ابویعلیٰ ابن فراء حنبلی کے شیخ علامہ عکبری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے علامہ عکبری کی مذکورہ کتاب کا شیخ تقی الدین بن دقیق العید کو علم نہیں ہوسکا اسی وجہ سے انہوں نے ذکر کیا کہ ہمارے بعض معاصر علماء نے اس فن میں لکھنا شروع کیا تھا حالانکہ اس فن میں علامہ عکبری کی تصنیف موجود تھی۔

✪ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس خاتمہ اور فصل میں ہم نے جو امور ذکر کیے ہیں ان میں اکثر پر مستقل تصانیف و کتب موجود ہیں جن میں سے اکثر کتب کی طرف ہم اشارہ کرتے چلے آئے ہیں، ان کی مثالیں بڑی کتب میں ہیں جنہیں وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْهَادِيْ لِلْحَقِّ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَعِتْرَتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ .

﴿ترجمہ﴾: اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں توکل کیا اور اسی کی طرف میں نے رجوع کیا اور اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرمائے سب سے بہترین نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر اور قیامت تک کی ان کی اولاد پر۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تمت بالخیر

ابواویس مفتی محمد یوسف القادری

14/03/2017

بروز منگل 1:06AM